فضیلۃ الشیخ ابو محمد عزیر یونس السلفی المدنی حفظہ اللہ

مکتبہ دار التوحید الاسلامیہ

سیرة النبی ﷺ پر خطبات

صحیح احادیث و واقعات کی روشنی میں

ابو محمد عزیر یونس السلفی المدنی حفظہ اللہ

مکتبہ دار التوحید الاسلامیہ

نام کتاب: ــــــــــ سیرۃ النبی ﷺ پر خطبات

مؤلف: ــــــــــ ابو محمد عزیر یونس السلفی المدنی ﷾

ناشر: ــــــــــ مکتبہ دار التوحید الاسلامیہ

اشاعت: ــــــــــ جنوری 2019ء

مطبع

ثوبان نعمان پرنٹنگ پریس، لاہور

0300-8661763

0300-8661763 ، 0321-8661763

www.facebook.com/maktabaislamia1

maktabaislamiapk@gmail.com

www.maktabaislamiapk.blogspot.com

لاہور: بادیہ حلیمہ سینٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

042-37244973 - 37232369

فیصل آباد: بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد

041-2631204 - 2641204

جامع مسجد بیت الرحمٰن اہل حدیث، گرین پارک، لاہور 0321-5550695
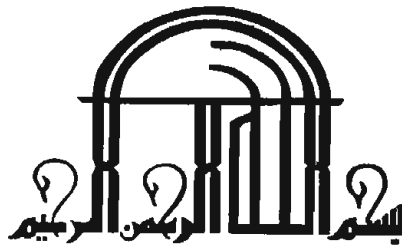
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
اللہ
کے نام سے شروع کرتا ہوں
جو بڑا ہی مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے
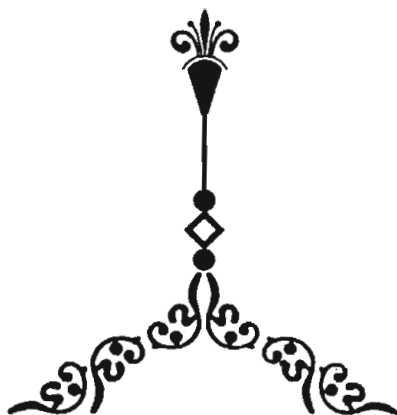
لِوَجْهِكَ الْكَرِيْمِ

يَا رَبِّيْ

فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ هٰذَا الْقَلِيْلَ

رَبِّ تَقَبَّلْ عَمَلِيْ

اے میرے رب! میرے عمل کو قبول کر لے

وَلَا تُخَيِّبْ أَمَلِيْ

اور میری امید کو ناامید نہ کرنا

أَصْلِحْ أُمُوْرِيْ كُلَّهَا

میرے تمام معاملات کی اصلاح کر دینا

قَبْلَ حُلُوْلِ الْأَجَلِ

موت کے آنے سے پہلے

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين نبينا وحبيبنا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين . أما بعد!

اللہ رب العزت نے رسول کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کو امت کے لیے ایک آئیڈیل اور نمونہ قرار دیا ہے۔ اور پیارے پیغمبر علیہ السلام اپنے جمعے کے ہر خطبہ میں یہ بات فرماتے: ((خَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ)) ''سب سے بہترین سیرت حضرت محمد ﷺ کی سیرت ہے۔'' رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے بہترین ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ قرونِ اولی سے لے کر آج تک سیرت نبوی پر لکھا جارہا ہے کسی نے رسول اللہ ﷺ کی بچپن سے لے کر وفات تک زندگی پر لکھا، کسی نے رسول اللہ ﷺ کے شمائل پر لکھا، کسی نے رسول اللہ ﷺ کی مغازی پر لکھا، کسی نے رسول اللہ ﷺ کے خصائص پر لکھا، کسی نے رسول اللہ ﷺ کی وفات پر لکھا، کسی نے رسول اللہ ﷺ کے معجزات پر لکھا، کسی نے رسول اللہ ﷺ کی تجارت پر لکھا، کسی نے رسول اللہ ﷺ کی عبادت پر لکھا، کسی نے رسول اللہ ﷺ کے فیصلے لکھے، کسی نے رسول اللہ ﷺ کی گھریلو زندگی پر لکھا، کسی نے رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور اولاد رضی اللہ عنہم پر لکھا، کسی نے رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت پر لکھا، غرضیکہ کے آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کو سیرت نگاروں نے ہر پہلو سے احاطۂ تحریر کرنے کی کوشش کی لیکن ہر لکھنے والے کے دل اور زبان نے یہی گواہی دی۔

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

بندۂ ناچیز نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی توفیقِ خاص سے رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ کو اس کے مختلف پہلوؤں کے اعتبار سے خطبات کی شکل میں ڈھالنے کی کوشش کی

ہے تا کہ خطباء، واعظین، علماء اور عوام الناس اس سے بھرپور فائدہ اٹھا سکیں۔

اس کتاب کے لکھنے کا سبب دراصل یوں بنا کہ دسمبر 2015ء میں لاہور ڈیفنس کے علاقے میں ایک اسلامک سنٹر والوں نے اپنے ہاں سیرتِ نبوی ﷺ پر ایک ورکشاپ منعقد کرنے کی خواہش ظاہر کی اور مجھے اس ورکشاپ میں بطور لیکچرار مدعو کیا۔ یہ ورکشاپ "ثلاثة أيام مع النبي المصطفى" "تین دن نبی مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ" کے نام سے منعقد ہوئی۔ اللہ کی توفیق سے میں نے تین دنوں میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی اور عوام الناس کو کتاب وسنت کے منہج سے متعارف کرایا۔

الحمد للہ اس ورکشاپ کو بڑا پسند کیا گیا، کثیر تعداد میں لوگ حاضر ہوئے اور Online بھی بہت لوگوں نے اسے سنا، تو بہت سے احباب نے اسے کتابی شکل میں لانے کی خواہش کا اظہار کیا، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کی توفیق سے میں نے اس میں مزید کچھ اضافے کر کے اسے آپ احباب کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمالے۔ آمین

میں نے اس کتاب میں مندرجہ ذیل منہج کا اہتمام کیا ہے:

① : صحیح احادیث اور صحیح واقعات کو نقل کیا ہے تا کہ علماء و واعظین سیرت نبوی میں جو ثابت ہے اسے عوام الناس کو بیان کریں اور جو غیر ثابت ہے، اس سے گریز کریں۔

② : اگر کسی ایک دو مقام پر ضعیف روایت ہے تو اس کی نشاندہی کر دی گئی۔

③ : زیادہ تر صحیحین کی روایات ذکر کی ہیں اگر کسی مسئلہ میں صحیحین کی روایت نہیں ہے تو پھر میں نے کتب حدیث میں سے کسی دوسری کتاب کی روایت نقل کی ہے۔

④ : دورانِ خطبہ چونکہ تمام مصادر و مراجع بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی اس لیے ہر روایت کے تمام مصادر و مراجع ذکر نہیں کیے۔

⑤ : رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کے حوالے سے کتاب وسنت کے منہج کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

⑥: سنتِ رسول ﷺ کا مقام، سنت کی تعظیم اور سنت کی حفاظت پر ترغیب دی گئی ہے۔

⑦: نبی اکرم ﷺ کے حقوق میں سے ہر حق پر ایک مستقل خطبہ تیار کیا جا سکتا ہے لیکن میں نے کتاب کی طوالت کے ڈر سے مختصر اور جامع ذکر کیے ہیں۔

⑧: اگر کسی جگہ ایسی روایت ہے جس کی صحت وضعف پر عرب وعجم علماء کا اختلاف ہے تو عرب علماء کے موقف کو ترجیح دی گئی ہے۔

اللہ کے فضل وکرم کے بعد میں انتہائی مشکور ہوں اپنے ان دو ساتھیوں کا جنھوں نے اس کتاب کے حوالہ جات اور پروف چیک کرنے میں میری معاونت کی میری مراد برادرِ اصغر مولانا عبدالرحمٰن یونس صاحب اور میرے شاگردِ رشید مولانا خاور شفیق صاحب، اللہ تعالیٰ انھیں دنیا وآخرت کی بھلائیوں سے نوازے اور انھیں بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ آمین

میری رب تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا نفع عام فرمادے اور اس کتاب کو میرے لیے، والدین، اہل وعیال اور میرے تمام اساتذہ کرام کے لیے صدقہ جاریہ بنائے اور اس ادنیٰ سی کاوش کو خالصتاً اپنی رضا کا ذریعہ بنائے اور اسے اپنی جناب میں مقبول ومنظور فرمالے۔ آمین

أخوكم في الله

العبد الفقير إلى رحمة ربّه الكريم

ابو محمد عزیر یونس السّلفی المدنی

13 ربیع الاول 1440ھ

22 نومبر 2018ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ مسنونہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ .

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ ﴾

[آل عمران 3: 102]

﴿ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝ ﴾ [النسآء 4: 1]

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ ﴾ [الاحزاب: 33: 70 تا 71]

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ .

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَ نَفْخِهٖ وَ نَفْثِهٖ

﴿ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ النُّوْرِ الَّذِيْۤ اَنْزَلْنَا ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ ﴾ [التغابن: 64: 8]

''سو تم اللہ اور اس کے رسول اور اس نور پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو خوب خبردار ہے۔''

سامعین محترم! جب بندہ مسلمان ہوتا ہے تو اس پر کچھ ذمہ داریاں، کچھ فرائض و واجبات اور کچھ حقوق عائد ہوتے ہیں جن کا خیال رکھنا اس کے لیے ضروری ہوتا ہے اور اگر ان کا صحیح طور پر خیال نہ کیا جائے تو بندۂ مسلمان کے اسلام اور ایمان میں کوتاہی اور نقص رہتا ہے۔

وہ حقوق جو ایک مسلمان مرد اور عورت کے ذمہ ضروری ہیں ان کی دو قسمیں ہیں نمبر ایک: اللہ کے حقوق اور نمبر دو: بندوں کے حقوق۔ پھر بندوں کے حقوق میں سب سے اول، رسول اللہ ﷺ کے حقوق ہیں، کیونکہ جب ہم شہادتین کا اقرار کرتے ہیں تو ہم پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حقوق عائد ہوتے ہیں اور آج کے خطبہ میں ہم ان حقوق کے متعلق گفتگو کریں گے جو امتی ہونے کے ناطے رسول اللہ ﷺ کے ہم پر فرض ہوتے ہیں۔

یہ بات یاد رکھیں کہ کتاب وسنت کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کے حقوق جو ایک امتی پر فرض ہوتے ہیں اور جن کا خیال رکھنا ہمارے لیے ضروری ہے وہ کل دس ہیں لیکن وقت کی قلت کے پیش نظر، آج کے خطبہ میں ہم صرف پہلے پانچ حقوق پر گفتگو کریں گے اللہ ہمیں ان حقوق کو سمجھنے اور ان کا خیال رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

پہلا حق: آپ ﷺ پر ایمان لانا اور آخری نبی ماننا:

ایک امتی پر سب سے پہلا اور بنیادی حق رسول اللہ ﷺ پر صحیح معنی میں ایمان لانا اور آپ ﷺ کو آخری نبی ماننا ہے کیونکہ دنیوی و اخروی ہر خیر کا حصول آپ ﷺ پر ایمان لانے میں ہے اور ہر شر اور برائی سے تحفظ آپ ﷺ پر ایمان لانے میں ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس بات کا حکم دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ النُّوْرِ الَّذِیْۤ اَنْزَلْنَا ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝﴾ [التغابن: 8:64]

''سو تم اللہ اور اس کے رسول اور اس نور پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا اور اللہ

اس سے جو تم کرتے ہو خوب خبردار ہے۔"

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر، رسول اللہ پر اور قرآن کریم پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے جبکہ دوسری آیت میں فرمایا تمھارے لیے خیر و بھلائی اسی میں ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آؤ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَآمِنُوا خَيْرًا لَكُمْ ۚ وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ ﴾

[النساء : 4:170]

"اے لوگو! بلاشبہ تمھارے پاس یہ رسول تمھارے رب کی طرف سے حق لے کر آیا ہے، پس ایمان لے آؤ تمھارے لیے بہتر ہوگا اور اگر تم کفر کرو گے تو یقیناً جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اللہ ہی کا ہے اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔"

اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت نے آپ ﷺ پر ایمان لانے کو لوگوں کے لیے بہتری اور خیر قرار دیا ہے۔

ان دونوں آیات میں رب تعالیٰ نے "فَآمِنُوا" امر کا صیغہ استعمال کیا ہے اور یہ بات اہل علم کے ہاں مسلمہ ہے کہ امر ہمیشہ وجوب پر دلالت کرتا ہے جب تک اس وجوب سے پھیرنے والا کوئی قرینہ نہ ہو لہٰذا رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا ضروری اور واجب ہے۔

اور نبی اکرم ﷺ نے اپنے فرامین کے ذریعے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے میں ان کی جانوں اور مالوں کا تحفظ ہے جیسا کہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَيُؤْمِنُوا بِي وَبِمَا جِئْتُ بِهِ فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا

وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ .)) ❶

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ لا إلہ الا اللّٰہ کی شہادت دیں اور مجھ پر اور جو (دین) میں لے کر آیا ہوں اس پر ایمان لے آئیں، چنانچہ جب وہ ایسا کرلیں تو انھوں نے میری طرف سے اپنی جان و مال کو محفوظ کرلیا، الا یہ کہ اس (شہادت) کا حق ہو اور ان کا حساب اللہ کے سپرد ہے۔''

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کی وضاحت اور کیفیت بیان کی گئی ہے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کو اللہ کا سچا رسول مانا جائے، آپ ﷺ کی رسالت کی تصدیق کی جائے اور جو دین آپ ﷺ لے کر آئے ہیں اسے برحق سمجھا جائے اور آپ ﷺ پر ایمان کی آخری کڑی یہ ہے کہ آپ ﷺ کو آخری نبی تسلیم کیا جائے۔ گویا کہ یوں سمجھیے کہ آپ ﷺ پر ایمان لانے کی تین شقیں ہیں:

1: آپ ﷺ کو اللہ کا سچا رسول اور نبی تسلیم کرنا۔

2: آپ ﷺ جو دین لے کر آئے اسے برحق سمجھنا۔

3: آپ ﷺ کو آخری نبی ماننا۔

اسی لیے رب تعالیٰ نے دوسرے مقام پر آپ ﷺ کی رسالت کے ساتھ متصل ہی آپ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا وصف بیان کیا اور اس اعتقاد کی صراحت کی کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہونے کے ساتھ ساتھ خاتم النبیین یعنی آخری نبی ہیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۠﴾ [الاحزاب 33:40]

''محمد ﷺ تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے

❶ صحیح مسلم: 21.

رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کو ہمیشہ سے خوب جاننے والا ہے۔"

بلکہ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص سابقہ کسی دین کا پیروکار تھا پھر مجھے نبی بنا کر بھیج دیا گیا اور وہ مجھ پر اور میرے لائے ہوئے دین پر ایمان نہیں لائے گا تو وہ جہنم میں جائے گا چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٌّ وَلَا نَصْرَانِيٌّ ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ .))[1]

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی، آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس امت (امتِ دعوت) کا کوئی ایک بھی فرد، یہودی ہو یا عیسائی، میرے متعلق سن لے، پھر وہ فوت ہو جائے اور اس دین پر ایمان نہ لایا جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا تو وہ اہل جہنم ہی سے ہوگا۔"

اس حدیث سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں:

1: آپ ﷺ کے آنے کے بعد سابقہ ادیان منسوخ کر دیے گئے ہیں۔

2: اخروی نجات کا انحصار آپ ﷺ پر ایمان لانے میں ہے۔

3: سابقہ آسمانی ادیان کو ماننے والے مراد یہود و نصاریٰ، اگر وہ لوگ آپ ﷺ پر ایمان نہیں لائے تو وہ اہل جہنم میں سے ہوں گے تو جو لوگ دیگر ادیانِ باطلہ کو ماننے والے ہیں مثلاً ہندو، بدھ مت، سکھ وغیرہ ایسے لوگ آپ ﷺ پر ایمان نہ لانے سے بالا ولی اہل جہنم سے ہوں گے۔

[1] صحیح مسلم: 153 .

دوسرا حق: آپ ﷺ کی پیروی کرنا:

آپ ﷺ کے حقوق میں سے دوسرا حق آپ ﷺ کی پیروی کرنا ہے اور درحقیقت یہ پہلے حق کا نتیجہ ہے یعنی جب آپ ﷺ پر ایمان لے آئے، آپ ﷺ کو اللہ کا سچا رسول مان لیا تو پھر آپ ﷺ پر ایمان لانا اس بات کا متقاضی ہے کہ آپ ﷺ کی پیروی کی جائے کیونکہ رسول بھیجنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ﴾ [النسآء 4:64]

”اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی فرمانبرداری کی جائے۔“

گویا آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ رسول بھیجنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ اللہ کا حکم مان کر اس کی پیروی کی جائے۔

اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و پیروی کے وجوب پر مندرجہ ذیل آیات دلیل ہیں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ﴾

[النسآء 4:59]

”اے لوگوں جو ایمان لائے ہو! تم اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے میں سے اصحابِ امر کی۔“

دوسری جگہ یوں فرمایا:

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝﴾ [الحشر 59:7]

”اور رسول تمھیں جو کچھ دیں اسے لے لو اور جس سے تم کو روک دیں اس سے رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو یقیناً اللہ بہت سخت سزا دینے والا ہے۔“

اور مزید یوں فرمایا:

﴿ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ لَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ﴾ [محمد 47:33]

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! تم اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے عملوں کو باطل نہ کرو۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر عمل میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ضروری ہے اور جس نے آپ ﷺ کے طریقہ اور سنت سے ہٹ کر کوئی عمل کیا تو وہ عمل باطل ہوگا۔ بلکہ ایک مقام پر تو اللہ تعالیٰ نے ایمان کے لیے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو شرط قرار دیا ہے اور فرمایا:

﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ [النسآء 4:65]

''پس نہیں! تیرے رب کی قسم ہے! وہ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ وہ آپ کو اپنے باہمی اختلاف میں حاکم مان لیں پھر اپنے دلوں میں آپ کے فیصلے کے بارے میں تنگی نہ پائیں اور پوری طرح تسلیم کر لیں۔''

اس آیت مبارکہ کے شان نزول میں صحیح بخاری کی روایت ملاحظہ فرمائیں:

((خَاصَمَ الزُّبَيْرُ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ فِي شَرِيجٍ مِنَ الْحَرَّةِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ أَرْسِلِ الْمَاءَ إِلَى جَارِكَ. فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، أَنْ كَانَ ابْنُ عَمَّتِكَ؟ فَتَلَوَّنَ وَجْهُهُ ثُمَّ قَالَ: اسْقِ يَا زُبَيْرُ، ثُمَّ احْبِسِ الْمَآءَ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى الْجَدْرِ ثُمَّ أَرْسِلِ الْمَآءَ إِلَى جَارِكَ وَاسْتَوْعَى النَّبِيُّ ﷺ لِلزُّبَيْرِ حَقَّهُ فِي صَرِيحِ الْحُكْمِ حِينَ أَحْفَظَهُ لِلْأَنْصَارِيِّ كَانَ أَشَارَ عَلَيْهِمَا بِأَمْرٍ لَهُمَا فِيهِ سَعَةٌ قَالَ الزُّبَيْرُ: فَمَا أَحْسِبُ هٰذِهِ الْآيَاتِ

إِلَّا نَزَلَتْ فِي ذَلِكَ ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ . . .﴾ .)) ❶

''حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری کے درمیان حرہ میں واقع ایک برساتی نالے کے متعلق جھگڑا ہوا تو نبی ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: زبیر تم (اپنے درختوں کو) پانی پلالو، پھر اپنے ہمسائے (کے باغ) کی طرف پانی چھوڑ دو۔ یہ سن کر انصاری کہنے لگا: اللہ کے رسول! اس لیے کہ وہ آپ کی پھوپھی کا بیٹا ہے؟ یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ پھر آپ نے فرمایا: اے زبیر! تم اپنے باغ کو پانی پلاؤ اور جب تک پانی منڈیروں تک نہ پہنچ جائے اپنے ہمسائے کے لیے پانی نہ چھوڑو۔ جب انصاری نے آپ کو غصہ دلایا تو نبی ﷺ نے اپنے صریح حکم سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو ان کا پورا پورا حق دلایا جبکہ آپ کے پہلے حکم میں وسعت اور دونوں کی رعایت ملحوظ تھی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میرے خیال کے مطابق یہ آیت کریمہ اسی مقدمہ میں نازل ہوئی: (اے محمد ﷺ) تیرے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے تنازعات میں آپ ﷺ کو حاکم تسلیم نہ کریں۔''

اس آیت کے مفہوم اور سبب نزول سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں:

- صاحبِ ایمان ہونے کے لیے آپ ﷺ کی اطاعت شرط ہے۔
- جب دنیا کے معاملات میں باہمی اختلاف کی صورت میں آپ ﷺ کی اطاعت ضروری ہے تو دینی معاملات میں بالاولی آپ ﷺ کی اطاعت فرض اور ضروری ہے۔
- آپ ﷺ کا ہر فیصلہ مسلمان کو دل و جان سے تسلیم کرنا چاہیے۔
- کسی بھی معاملے میں جب آپ ﷺ کا فرمان، حکم یا فیصلہ موجود ہو تو اس کے سامنے سرخم تسلیم کیا جائے اور دل میں کوئی گھٹن، رنج یا ملال نہیں ہونا چاہیے۔

---

❶ صحيح البخاري : 4585.

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم زندگی کے ہر پہلو میں خوشی ہو یا غمی، غربت ہو یا امیری، جوانی ہو یا بڑھاپا، دن ہو یا رات، انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی، ازدواجی زندگی ہو یا معاشرتی، غرضیکہ زندگی کے ہر پہلو میں آپ ﷺ کی پیروی کریں بلکہ عمل صالح ہوتا ہی تب ہے جب ہر کام سنت کی پیروی میں کیا جائے۔ میں نے اس دوسرے حق کو بیان کرتے ہوئے شروع میں کہا تھا کہ یہ حق، پہلے حق کا نتیجہ ہے کیونکہ اگر کوئی شخص آپ ﷺ کی اطاعت نہیں کرتا تو گویا اس نے آپ ﷺ کو سرے سے اللہ کا رسول اور پیغمبر نہیں مانا اس لیے کہ اگر وہ یہ اعتقاد رکھتا ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ اللہ کا پیغام مخلوق تک پہنچانے کے لیے بھیجے گئے ہیں تو یقیناً وہ آپ ﷺ کے پیغام کو بھی مانتا اور اس کی پیروی بھی کرتا۔

صحیح بخاری کی ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ نے ایک بڑی پیاری مثال بیان کی اور اس بات کی وضاحت فرمادی کہ آپ ﷺ کی اطاعت درحقیقت اخروی کامیابی کی ضمانت ہے۔ چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہتے ہیں:

((جَائَتْ مَلَائِکَةٌ إِلَی النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ نَائِمٌ فَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّهُ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ فَقَالُوا إِنَّ لِصَاحِبِكُمْ هَذَا مَثَلًا قَالَ فَاضْرِبُوا لَهُ مَثَلًا قَالَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّهُ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ فَقَالُوا مَثَلُهُ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى دَارًا وَجَعَلَ فِيهَا مَأْدُبَةً وَبَعَثَ دَاعِيًا فَمَنْ أَجَابَ الدَّاعِيَ دَخَلَ الدَّارَ وَأَكَلَ مِنَ الْمَأْدُبَةِ وَمَنْ لَمْ يُجِبِ الدَّاعِيَ لَمْ يَدْخُلِ الدَّارَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنَ الْمَأْدُبَةِ فَقَالُوا أَوِّلُوهَا لَهُ يَفْقَهْهَا فَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّهُ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ فَقَالُوا فَالدَّارُ الْجَنَّةُ وَالدَّاعِي مُحَمَّدٌ ﷺ فَمَنْ أَطَاعَ مُحَمَّدًا ﷺ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ عَصَى مُحَمَّدًا ﷺ فَقَدْ

عَصَى اللّٰهَ وَمُحَمَّدٌ ﷺ فَرَّقَ بَيْنَ النَّاسِ)) ❶

''چند فرشتے نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے جبکہ آپ ﷺ سو رہے تھے، بعض فرشتوں نے کہا: آپ سو رہے ہیں، اور بعض نے کہا: ان کی صرف آنکھ سوتی ہے جبکہ دل بیدار رہتا ہے۔ پھر انھوں نے کہا: تمھارے ان صاحب کی ایک مثال ہے وہ مثال بیان کرو۔ تو کچھ فرشتوں نے کہا: وہ تو سو رہے ہیں۔ بعض نے کہا: ان کی صرف آنکھ سوتی ہے مگر دل بیدار رہتا ہے، پھر وہ کہنے لگے: ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے ایک گھر تعمیر کیا، پھر لوگوں کی دعوت کے لیے کھانا تیار کیا، اور ایک شخص کو دعوت دینے کے لیے بھیجا تو جس شخص نے اس بلانے والے کی بات مان لی وہ مکان میں داخل ہوا اور کھانا کھایا اور جس نے اس بلانے والے کی بات نہ مانی تو نہ وہ مکان میں داخل ہوا، اور نہ کھانا کھا سکا، پھر انھوں نے کہا: اس مثال کی وضاحت کرو تاکہ وہ سمجھ لیں، بعض کہنے لگے: وہ سو رہے ہیں، اور بعض نے کہا: صرف آنکھیں سوتی ہیں مگر دل بیدار رہتا ہے، پھر کہنے لگے: وہ مکان جنت ہے اور بلانے والے حضرت محمد ﷺ ہیں، لہٰذا جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی اس نے گویا اللہ کی اطاعت کی اور جس نے حضرت محمد ﷺ کی نافرمانی کی اس نے گویا اللہ کی نافرمانی کی۔ حضرت محمد ﷺ نے لوگوں میں اچھے کو بُرے سے الگ کیا ہے۔''

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور آپ ﷺ کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔

تیسرا حق: آپ ﷺ سے محبت کرنا:

آپ ﷺ کی ذات بارے ایک مسلمان پر جو تیسرا حق فرض ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ رب العزۃ کے بعد کائنات کی ہر چیز اور ہر ہستی سے بڑھ کر آپ ﷺ سے محبت کی جائے اور

❶ صحیح البخاری : 7281.

آپ ﷺ کی محبت پر ہر ایک کی محبت کو قربان کر دیا جائے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ اِقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ [التوبة 9:24]

''کہہ دیجیے اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری بیویاں اور تمھارا خاندان اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا پڑنے سے تم ڈرتے ہو اور رہنے کے وہ مکانات جنھیں تم پسند کرتے ہو، تمھیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

یہ آیت مبارکہ نبی اکرم ﷺ کی محبت کے وجوب پر واضح دلیل ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو ایسے لوگوں کے بارے اس آیت میں بڑی سخت وعید فرمائی ہے کہ جو لوگ آپ ﷺ کی محبت پر غیر کی محبت یعنی اہل و عیال، مال، مکانات، تجارت وغیرہ کی محبت کو مقدم کرتے ہیں ان کو اللہ کی پکڑ کا منتظر رہنا چاہیے۔

بلکہ ایک حدیث میں تو یہاں تک کہا گیا ہے کہ بندہ مومن ہی تب ہوتا ہے جب وہ ہر چیز سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ سے محبت کرے جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ)) [1]

''تم میں سے کوئی شخص (اتنی دیر تک) مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے لیے اس کی اولاد، اس کے والد اور تمام انسانوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔''

[1] صحیح البخاری: 15، و صحیح مسلم: 44.

میرے بھائیو! اس حدیث میں دو طرح کی محبت بیان کی گئی ہے:

1: اعتقادی محبت　　　2: طبعی محبت

اعتقادی محبت سے مراد وہ محبت جو ہمارے عقیدے کا حصہ ہے اور ایمان کی تکمیل کا ذریعہ ہے جسے ہم بطور عبادت اور اللہ کی اطاعت سمجھ کر بجا لاتے ہیں یعنی اللہ اور اس کے رسول کی محبت، جو ہمارے ایمان کا جزء ہے۔

طبعی محبت سے مراد کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی طبع اور فطرت میں یہ بات رکھی ہے کہ وہ اپنے والدین، اپنی اولاد اور اپنی بیوی سے محبت کرتا ہے۔

تو یہاں اس حدیث میں یہ کہا گیا ہے کہ فطرتی اور طبعی محبت، اعتقادی محبت کے ماتحت ہونی چاہیے اور اس کے تابع ہونی چاہے اور اگر طبعی محبت کو اعتقادی محبت سے مقدم رکھتا ہے یا اس کو زیادہ ترجیح دیتا ہے تو پھر اسے اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔

جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت ہے عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

((كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا مِنْ نَفْسِي فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ فَإِنَّهُ الْآنَ وَاللَّهِ لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ الْآنَ يَا عُمَرُ)) [1]

''ہم نبی ﷺ کے ہمراہ تھے جبکہ آپ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا! اللہ کے رسول ﷺ! آپ میری جان کے علاوہ مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں۔ نبی ﷺ نے انہیں فرمایا: نہیں نہیں، مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! (ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا) جب تک میری ذات تمھیں اپنی جان سے زیادہ عزیز نہ

[1] صحيح البخاري: 6632.

ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے کہا: اللہ کی قسم! اب آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اے عمر! اب (تیرا ایمان مکمل ہوا ہے)۔“

لہٰذا معلوم ہوا کہ ایمان مکمل تب ہوتا ہے جب بندۂ مسلمان ہر قسم کی محبت پر اعتقادی محبت یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کو مقدم رکھے اور اس محبت کے لیے اسے اگر کسی کی محبت قربان بھی کرنی پڑے تو کوئی دریغ نہ کرے بلکہ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایمان کی لذت اور مٹھاس اس شخص کو نصیب ہوتی ہے جو کائنات کی ہر چیز سے بڑھ کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرے چنانچہ ارشادِ نبوی ہے:

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ أَنْ يَكُونَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ)) [1]

”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص میں تین باتیں پائی جائیں گی وہ ان کے ذریعے سے ایمان کی حلاوت پا لے گا: یہ کہ اللہ اور اس کا رسول باقی ہر کسی سے بڑھ کر اسے محبوب ہوں، (دوسری) یہ کہ جس کسی سے بھی محبت کرے، اللہ ہی کے لیے کرے اور (تیسری) یہ کہ اللہ نے جب اسے کفر سے بچا لیا ہے تو دوبارہ کفر کی طرف پلٹنے سے وہ اس طرح نفرت کرے جیسے اس بات سے نفرت کرتا ہے کہ اسے آگ میں ڈال دیا جائے۔“

جن حالات سے ہم گزر رہے ہیں ہر گروہ، ہر جماعت اور ہر فرد آپ ﷺ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور دوسروں کو گستاخِ رسول کہتا ہے تو میرے بھائیو! سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس

[1] صحیح البخاری: 16 و صحیح مسلم: 43.

اختلاف کی صورت میں ہم کیسے پہچان سکتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے صحیح معنی میں محبت کس کی ہے؟

تو سب سے پہلے قرآن کی طرف رجوع کریں تو قرآن ہمیں تعلیم دیتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾ [النساء 4:59]

''اگر تمھارا کسی چیز میں باہمی اختلاف ہوجائے تو اسے اللہ اور رسول ﷺ کی طرف لوٹاؤ۔''

تو قرآن اس بارے ہمیں رہنمائی کرتا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ط﴾

[النسآء 4:64]

''کہہ دیجیے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھیں تمھارے گناہ بخش دے گا۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے تابع اس کے رسول کی محبت ہے اور یہاں اللہ اور اس کے رسول کی محبت کو اتباع رسول سے معلق کیا گیا ہے لہٰذا رسول اللہ کا سچا محب وہ شخص ہے جو حقیقی معنی میں متبع سنت ہے اور اگر صرف زبان سے محبت کے دعوے ہیں اور عملی زندگی سنت کے خلاف ہے تو ایسی محبت انسان کو کوئی نفع نہیں دے گی۔

چوتھا حق: آپ ﷺ کی ذاتِ طیبہ کا دفاع کرنا:

ایمان لانے کے بعد جس طرح آپ ﷺ کی اطاعت اور آپ ﷺ سے محبت ایمان کی تکمیل کے لیے ضروری ہے اسی طرح ایک امتی پر یہ بھی فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کا ہر لحاظ سے دفاع کرے اور آپ ﷺ کی حرمت پر کسی قسم کی آنچ نہ آنے دے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ لا

أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [الاعراف 157:7]

”سو وہ لوگ جو اس پر ایمان لائے اور اسے قوت دی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس کے ساتھ اتارا گیا وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“

اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات بڑی واضح انداز میں نظر آتی ہے کہ انھوں نے ہر لحاظ سے نبی اکرم ﷺ کا دفاع کیا آپ ﷺ کی ذات کا بھی اور آپ ﷺ کی بات کا بھی یہاں میں کچھ مثالیں ذکر کرتا ہوں۔

صحیح بخاری کی روایت ہے:

((عن قَيْسٍ قال رَأيتُ يَدَ طَلْحَة شَلَّاءَ وَقَى بِهَا النَّبِيَّ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ)) [1]

”حضرت قیس سے روایت ہے، انھوں نے کہا! میں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا وہ ہاتھ دیکھا جو شل ہو چکا تھا۔ اس ہاتھ سے انھوں نے غزوۂ احد کے دن نبی ﷺ کا دفاع کیا تھا۔“

جبکہ بخاری کی روایت ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ احد کے دن رسول اللہ ﷺ کے سامنے ڈھال کی مانند کھڑے ہو گئے اور آپ ﷺ کی طرف آنے والے دشمنوں اور تیروں کو روک رہے تھے جیسا کہ راوی بیان کرتا ہے۔

((وَيُشْرِفُ النَّبِيُّ ﷺ يَنْظُرُ إِلَى الْقَوْمِ فَيَقُولُ أَبُو طَلْحَةَ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي لَا تُشْرِفْ يُصِبْكَ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ الْقَوْمِ نَحْرِي دُونَ نَحْرِكَ .)) [2]

”نبی ﷺ اپنا سر مبارک اٹھا کر کافروں کی طرف دیکھتے تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کہتے: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! آپ سر مبارک نہ اٹھائیں، مبادا کفار کا کوئی تیر آپ کو لگ جائے۔ میرا سینہ آپ کے سینے کے آگے قربانی کے

[1] صحیح البخاری: 4063. [2] صحیح البخاری: 4064.

لیے موجود ہے۔''

دیکھیے کیسا ایثار تھا، کیسا جذبہ تھا ان لوگوں میں انھوں نے آپ ﷺ کی حفاظت کے لیے سب کچھ قربان کر دیا حتی کہ بدر کی جنگ سے پہلے نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے مشورہ لیا جنگ کے بارے میں تو انصار کے سردار سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ سے آپ ﷺ کو اپنی رائے بیان کی:

((فَقد آمَنَّا بِكَ وَ صَدَّقْنَاكَ وَ شَهِدْنا أَنَّ مَا جِئْتَ بِهِ حقٌّ، وَ اَعْطَيْنَاكَ عَلَى ذَالِكَ عُهُودَنا و مَوَاثِيْقَنَا عَلَى السَمْعِ وَالطَّاعَةِ فَامْضِ يَا رَسُوْلَ اللّٰه لِمَا أَرَدْتَّ فَنَحْنُ مَعَكَ، فَوَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَوِ اسْتَعْرَضْتَ بِنَا هَذَا البَحْرَ لَخُضْنَاهُ مَعَكَ مَا تَخَلَّفَ مِنَّا وَاحِدٌ وَمَا نَكْرَهُ أَنْ نَلْقى عَدُوَّنَا غَدًا إِنَّا لَصُبُرٌ عِنْدَ الحَرْبِ، صُدُقٌ عِنْدَ اللِّقَاءِ وَ لَعَلَّ اللّٰهَ يُرِيْكَ مِنَّا مَا تَقِرُّ بِهِ عَيْنُكَ فَسِرْ بِنَا عَلَى بَرَكَةِ اللّٰهِ .)) ❶

''تحقیق ہم آپ ﷺ پر ایمان لائے، آپ ﷺ کی تصدیق کی اور گواہی دی کہ آپ ﷺ حق لے کر آئے ہیں اور اس بات پر ہم نے سمع و طاعت کے لحاظ سے آپ ﷺ سے پختہ عہد و پیمان کیے لہٰذا جو کام آپ ﷺ چاہتے ہیں اسے کر گزریے ہم آپ ﷺ کے ساتھ ہیں، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا! اگر آپ ﷺ ہمیں اس سمندر سے ٹکرانے کا کہتے ہیں تو ہم اس میں چھلانگیں لگانے کے لیے تیار ہیں، ہم میں سے کوئی شخص پیچھے نہیں رہے گا اور کل دشمن سے ملاقات ہمیں ناپسند نہیں بلکہ ہم جنگ میں صبر کریں گے اور (دشمن سے) ملاقات میں سچے ثابت ہوں گے امید ہے اللہ آپ کو ہمارے وہ کمال دکھائے گا کہ آپ ﷺ کی آنکھ ٹھنڈی ہوگی اور اللہ کی

❶ دلائل النبوۃ للبیہقی : 34/3.

خیر و برکت کے ساتھ آپ ﷺ ہمیں لے کر چلیے۔"

اس اثر سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے دفاع میں ہر قسم کی قربانی پیش کی اور اس بارے کبھی کسی قسم کی ہچکچاہٹ نہیں محسوس کی بلکہ وہ تو آپ ﷺ کے دفاع میں، آپ ﷺ کی حفاظت میں جان پیش کرنے کو اپنے لیے اعزاز سمجھتے تھے دیکھیے ایک اور جانثار کو جس نے آپ ﷺ کی حفاظت میں آپ ﷺ سے میدانِ احد میں دشمن کو ہٹاتے ہوئے اپنے جسم پر ستر سے زائد زخم کھائے چنانچہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے مجھے سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کو تلاش کرنے کے لیے بھیجا اور کہا اگر سعد ملے تو اسے میرا سلام کہنا اور اس سے اس کا حال دریافت کرنا چنانچہ حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے انہیں زخمیوں میں ایسی حالت میں پایا کہ ان کے آخری سانس تھے، انہیں اللہ کے رسول ﷺ کا سلام پیش کیا انھوں نے جواب دیا اور کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ کو میرا سلام کہنا اور ساتھ کہنا کہ: جَزَاكَ اللّٰهُ عَنَّا خَيْرَ مَا جَزَى نَبِيًّا عَنْ أُمَّتِهِ

"اللہ آپ ﷺ کو وہ بہترین بدلہ دے جو اللہ ایک نبی کو اس کی امت کی طرف سے دے گا" اور ساتھ کہا: "إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ الْجَنَّةِ" "میں جنت کی خوشبو پا رہا ہوں۔" اور کہا: وَأَبْلِغْ قَوْمِي مِنِّي السَّلَامَ وَ قُلْ لَهُمْ: إِنَّ سَعْدَ بْنَ الرَّبِيعِ يَقُوْلُ لَكُمْ: يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ! إِنَّهُ لَا عُذْرَ لَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ إِنْ خُلِصَ إِلَى نَبِيِّكُمْ وَ فِيكُمْ عَيْنٌ تَطْرِفُ .[1]

"میری قوم کو میرا سلام کہنا اور انھیں کہنا کہ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ تمھیں یہ پیغام دیتا ہے اے انصار کی جماعت! اللہ کے ہاں تمھارے لیے کوئی عذر نہیں ہوگا اگر دشمن کی رسائی تمھارے نبی ﷺ تک ہوگئی جبکہ تم میں ایک آنکھ بھی جھپکنے والی موجود ہے۔"

[1] دلائل النبوة: 248/3، سیرة ابن ھشام: 38/3-39.

مراد اگر ایک جان بھی باقی ہے تو اسے رسول اللہ ﷺ کی حفاظت میں، رسول اللہ ﷺ کے دفاع میں قربان کر دو۔

میرے بھائیو! ہمیں چاہیے ہم رسول اللہ ﷺ کی سیرت کو پڑھیں آپ ﷺ کی سیرت اپنی اولادوں کو پڑھ کر سنائیں، آپ ﷺ کی سنتوں کو عام کریں آپ ﷺ پر کثرت سے درود پڑھیں۔ آج اغیار ہمارے پیارے نبی ﷺ کے خاکے بنا رہے ہیں، ختم نبوت پر اعلانیہ طور پر ڈاکے ڈالے جا رہے ہیں اور ہم ہیں کہ ان کے ہر برے مکر پر خاموش ہیں اور افسوس صد افسوس کے ہم پھر بھی ان کے کلچر کو اپنائیں ان کے جیسی شکل وصورت بنائیں۔

ہمیں چاہیے ہم ہر لحاظ سے رسول اللہ ﷺ کا، آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کا، آپ ﷺ کی سنتوں کا دفاع کریں جبکہ رب تعالیٰ نے تو بڑے واضح انداز میں فرما دیا ہے:

﴿اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ﴾ [التوبة 9:40]

''اگر تم اس (نبی ﷺ) کی مدد نہیں کرو گے تو تحقیق اللہ نے اس کی مدد کی ہے۔''

بلکہ مجھے صحیح مسلم کی وہ حدیث یاد آئی جس میں رسول اللہ ﷺ حالتِ سفر میں تھے آپ ﷺ نے سب کو رات بھر چلنے کا حکم دیا آپ ﷺ بھی چلتے رہے حتی کہ آپ ﷺ کو سواری پر نیند آ گئی آپ ﷺ سواری سے نیچے جھکنے لگے حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ یہ ماجرا دیکھ رہے تھے آگے بڑھے اور آپ ﷺ کو سہارا دیا حتی کہ آپ ﷺ سیدھے ہو گئے۔ تین بار یہ معاملہ ہوا حتی کہ تیسری مرتبہ قریب تھا کہ آپ ﷺ گر جاتے تو انھوں نے پھر آپ ﷺ کو سہارا دیا آپ ﷺ نے پوچھا کون ہو؟ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے میں ہوں یا رسول اللہ ﷺ تو آپ ﷺ نے پوچھا تم کب سے اس طرح چل رہے ہو تو انھوں نے کہا رات بھر سے اس طرح آپ ﷺ کے ساتھ ہوں تو آپ ﷺ نے دعا دی: ((حَفِظَكَ اللّٰهُ بِمَا حَفِظْتَ بِهِ نَبِيَّهُ)) ❶

''اللہ تعالیٰ اسی طرح تمھاری حفاظت کرے جس طرح تم نے اس کے نبی ﷺ

❶ صحیح مسلم: 681.

کی حفاظت کی۔‘‘

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر وقت کس طرح آپ ﷺ کی حفاظت اور آپ ﷺ کی ذات کے دفاع میں رہتے۔ آج میرے بھائیو! ہمیں چاہیے ہم رسول اللہ ﷺ کی سیرت کی، آپ ﷺ کی ہر سنت کی حفاظت کریں تاکہ ہمیں بھی اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی صف میں شامل فرمالے۔ آمین

پانچواں حق: آپ ﷺ کے دین کی حفاظت کرنا:

میرے بھائیو! آپ ﷺ کا ایک امتی ہونے کے ناطے ہم پر ایک فرض یہ بھی عائد ہوتا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے دین کی حفاظت کریں جو دین اور شریعت آپ ﷺ لے کر آئے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات پڑھے جائیں تو یہ بات بڑی واضح نظر آتی ہے کہ انھوں نے نبی اکرم ﷺ کی ایک ایک سنت کی حفاظت کی اور آپ ﷺ جس دین کو لے کر آئے اسے لے کر زمین کے اطراف واکناف میں پھیل گئے اور ان کی قربانیوں کا یہ ثمرہ ہے کہ آج آپ ﷺ کا دین اپنی اصلی صورت میں ہمارے پاس محفوظ ہے۔

آپ ﷺ کے دین کی مدد اس بات میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو ہمیں دستورِ حیات دے کر گئے ہیں ہم اسے مضبوطی سے تھام لیں اور اس دین کی طرف لوگوں کو بلائیں جس پر رسول اللہ ﷺ صحابہ کو چھوڑ کر گئے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ﴾

[یوسف 108:12]

’’کہہ دیجیے یہ میرا راستہ ہے میں پوری بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں میں بھی اور جو بھی میرا متبع ہے۔‘‘

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم کتاب وسنت کی تعلیم کو عام کریں تاکہ آپ ﷺ کے دین کی مدد ہوسکے اور لوگوں کو بدعات وخرافات سے روکیں خصوصاً اس پر فتن دور میں کہ جب بدعات کو دین کا رنگ دے کر پیش کیا جارہا ہے اور سنّت کے اپنانے والوں کو طعن و

تشنیع کا نشانہ بنایا جا رہا ہے اور رب تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی مدد کا وعدہ کیا ہے جو اللہ کے دین کی مدد کرنے والے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ۝﴾

[محمد 7:47]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمھاری مدد کرے گا اور تمھارے قدم جما دے گا۔“

یہاں اللہ کی مدد سے مراد اللہ کے دین اور اس کے رسول ﷺ کی مدد ہے بلکہ اس پر فتن دور میں سنت کو اپنانے والے کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ مِن وَّرَائِكُمْ زَمَانَ صَبْرٍ لِلْمُتَمَسِّكِ فِيْهِ أَجْرُ خَمْسِيْنَ شَهِيدًا مِنْكُمْ.)) ❶

”یقیناً تمھارے بعد صبر کا زمانہ ہے اور اس زمانے میں (کتاب و سنت) تھامنے والے کے لیے، تم میں سے پچاس شہداء کا اجر ہے۔“

کیونکہ ایسے دور میں اللہ کے دین پر عمل کرنا اور اس کی مدد کرنا اور اسے اپنے عمل سے زندہ رکھنا بڑا کٹھن معاملہ ہے اس لیے ایسے شخص کا اجر بھی بہت زیادہ بیان کیا گیا۔

اس امت کی سب سے افضل شخصیت جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سنت کے خلاف زندگی کو ہلاکت تصور کرتے تھے چنانچہ فرماتے ہیں:

((لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَعْمَلُ بِهِ إِلَّا عَمِلْتُ بِهِ فَإِنِّي أَخْشَى إِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِهِ أَنْ أَزِيغَ)) ❷

”میں نے کوئی بھی ایسا عمل نہیں چھوڑا جس پر رسول اللہ ﷺ عمل کرتے تھے مگر میں نے اس پر عمل کیا اور یقیناً میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے کوئی چیز آپ

❶ صحیح الجامع : 2234. ❷ صحیح بخاری : 3093.

کے عمل میں سے چھوڑی تو میں گمراہ ہو جاؤں گا۔‘‘

تصور کیجیے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت بھی رسول اللہ ﷺ کے عمل کو چھوڑنے میں گمراہی سے ڈرتی ہے اور انھوں نے آپ ﷺ کے دنیا سے جانے کے بعد امت کو اس منہج پر چلایا اور اس دین کا پابند کیا جو دین آپ ﷺ چھوڑ کر گئے تھے اور یہی رسول اللہ ﷺ کے دین کی مدد ہے۔

دوسرا خطبہ

الحمدللہ رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلاۃ والسلام علی أشرف الأنبیآء والمرسلین اما بعد!

دنیا میں بہت سی تنظیمیں مختلف اعتبار سے انسانی حقوق کے لحاظ سے کام کر رہی ہیں کوئی عورتوں کے حقوق بارے، کوئی معذور افراد کے حقوق بارے، کوئی مزدوروں کے حقوق کے بارے، کوئی بوڑھوں کے حقوق بارے، کوئی کسی لحاظ سے، کوئی کسی لحاظ سے الغرض یہ سب انسانی خیر خواہی کے جذبات ہیں جن کو سراہنا چاہیے لیکن جب ایک شخص مسلمان ہوتا ہے تو اس پر بھی بہت سے حقوق عائد ہوتے ہیں جن کی پاسداری کا اسلام ہمیں حکم دیتا ہے انہی اسلامی حقوق میں سے ایک بنیادی حق نبی اکرم ﷺ کے حقوق ہیں کہ امتی ہونے کے لحاظ سے آپ ﷺ کے کیا حقوق ہم پر فرض ہوتے ہیں تو اس لحاظ سے نبی اکرم ﷺ کے کل دس حقوق ہیں جو ہم پر لاگو ہوتے ہیں۔ ان دس میں سے آج کے خطبہ میں میں نے آپ حضرات کے سامنے پہلے پانچ حقوق بیان کیے جو مندرجہ ذیل ہیں:

1: نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانا۔

2. نبی اکرم ﷺ کی اطاعت و پیروی کرنا۔

3: اللہ کے بعد کائنات کی ہر چیز سے بڑھ کر آپ ﷺ سے محبت کرنا۔

4: آپ ﷺ کی ذاتِ طیبہ کا دفاع کرنا۔

5: آپ ﷺ کے دین کی مدد کرنا۔

یعنی سب سے پہلے آپ ﷺ پر ایمان لانا کہ آپ ﷺ اللہ کے آخری رسول ہیں پھر اس ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کی اطاعت اور پیروی کی جائے اور اطاعت و پیروی

درحقیقت اس شخص کی زیادہ کی جاتی ہے جس سے دلی محبت ہو اور جب محبت ہو جائے تو پھر اس محبوب کا انسان مکمل دفاع کرتا ہے اس کی ذات بارے پھر کسی کی ناموافق بات قبول نہیں کرتا اور محبوب جو کچھ کہتا ہے اسے دل و جان سے قبول کرتا ہے اور اس کا مکمل دفاع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ان حقوق کا خیال رکھنے اور ان کو دل و جان سے قبول کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وما توفيقي إلا بالله عليه توكّلت و إليه أنيب

حقوق النبی ﷺ (حصہ دوم)

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِينُهٗ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ . اَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

﴿ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ﴾

[الاحزاب 45:33]

ہر قسم کی حمد و ثنا تعریفات تمجیدات تقدیسات اللہ رب العالمین کی ذات واسطے اور بے شمار لاتعداد درود و سلام امام الانبیاء سید المرسلین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکت واسطے۔

بھائیو! دوستو! بزرگو! گزشتہ جمعے کے خطبہ میں آپ حضرات کے سامنے نبی اکرم ﷺ کے حقوق میں سے پہلے پانچ حقوق بیان کیے تھے اور آج کے خطبۂ جمعہ میں اس سلسلے کی دوسری کڑی یعنی نبی اکرم ﷺ کے باقی پانچ حقوق پر بات ہوگی اللہ مجھے حق و سچ بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور پھر ہم سب کو اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

عزیز ساتھیو! نبی اکرم ﷺ کا چھٹا حق جو ایک امتی پر عائد ہوتا ہے وہ ہے:

چھٹا حق: آپ ﷺ کی عزت و توقیر کرنا:

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں فرمایا:

﴿ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝٨ ﴾

[المنافقون 63:8]

”عزت تو صرف اللہ کے لیے، اس کے رسول کے لیے اور ایمان والوں کے لیے ہے اور لیکن منافق نہیں جانتے۔“

اس آیتِ مبارکہ میں رب تعالیٰ نے اپنے بعد اپنے رسول کی عزت کا مرتبہ بیان کیا ہے جو اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ قدسیہ کے بعد اگر کوئی قابلِ عزت اور قابل احترام شخصیت ہے تو وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی شخصیت ہے۔

اسی لیے رب تعالیٰ نے دوسرے مقام پر رسول اللہ ﷺ کی عزت وتوقیر کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۝٨ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ ؕ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ۝٩ ﴾

[الفتح 48:8، 9]

”بے شک ہم نے تجھے گواہی دینے والا، خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی عزت وتوقیر کرو اور دن کے شروع اور آخر میں اس (اللہ تعالیٰ) کی تسبیح بیان کرو۔“

اس آیتِ مبارکہ میں بڑی صراحت سے آپ ﷺ کی عزت وتوقیر کرنے کا حکم دیا ہے اور آپ ﷺ کی عزت وتوقیر سے مراد اللہ تعالیٰ کے بعد احترام، عزت اور تعظیم کے لائق آپ ﷺ کی شخصیت کو سمجھا جائے۔ آپ ﷺ کے مرتبہ کو بلند کیا جائے آپ ﷺ کی بات پر کسی کی بات کو مقدم نہ کیا جائے، آپ ﷺ کے حکم کے سامنے سرِخم تسلیم کیا جائے اور آپ ﷺ کے حکم سے آگے نہ بڑھا جائے۔ زندگی کے ہر پہلو میں آپ ﷺ کی اقتداء کی جائے، آپ ﷺ کی زندگی کو اسوۂ حسنہ، بہترین نمونہ اور آئیڈیل سمجھا جائے۔

نبی اکرم ﷺ کی عزت وتوقیر کی وضاحت اور کیفیت کے بارے رب تعالیٰ کا یہ فرمان ملاحظہ فرمائیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ ﴾ [الحجرات 1:49]

''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

اللہ اور اس کے رسول سے آگے مت بڑھو اس سے کیا مراد ہے؟ اس سے مراد ہے اللہ کے بعد اس کے رسول سے بڑھ کر کسی کی ذات نہیں، اس کے رسول کی بات سے بڑھ کر کسی شخصیت کی بات نہیں اس کی بات سے کسی کی بات کو مقدم نہ کرو اس کی ذات سے کسی اور امام، مفتی، فقیہ کی ذات کو مقدم نہ کرو۔

یعنی اس کے قول پر کسی کے قول کو، اس کی رائے پر کسی کی رائے کو، اس کے فیصلے پر کسی کے فیصلے کو، اس کے حکم پر کسی کے حکم کو مقدم نہ کرو بلکہ زندگی کے ہر معاملے میں خوشی ہو یا غمی، امیری ہو یا غریبی، جوانی ہو یا بڑھاپا، انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی، گھر میں ہو یا مسجد میں، تجارت میں ہو یا عبادت میں غرضیکہ زندگی کے ہر پہلو میں آپ ﷺ کی اتباع کی جائے، آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چلا جائے، آپ ﷺ سے آگے نہ بڑھا جائے۔

بلکہ اللہ رب العزت نے تو یہاں تک آپ ﷺ کی عزت وتوقیر کا حکم دیا کہ آپ ﷺ کی آواز سے کسی دوسرے کی آواز بلند بھی نہیں ہونی چاہیے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ ﴾ [الحجرات 2:49]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ

بات کرنے میں اس کے لیے آواز اونچی کرو، تمھارا آپس میں ایک دوسرے کے لیے آواز اونچی کرنے کی طرح، ایسا نہ ہو کہ تمھارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم شعور بھی نہ رکھتے ہو۔‘‘

کتنی صراحت سے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کا احترام اور عزت و توقیر کرنے کا حکم دیا کہ اگر عزت و توقیر کے پہلو کو چھوڑ دو گے تو تمھارے اعمال برباد ہو جائیں گے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی انتہا درجے کی تکریم کرتے تھے اور آپ ﷺ کی مجلس میں بڑے ادب واحترام سے بیٹھتے جیسا کہ اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((أَتيتُ النَّبِيَّ وَ أَصْحَابُهُ عِنْدَهُ كَأَنَّمَا عَلَى رُؤُوسِهِمُ الطَّيْرُ)) [1]

’’میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچا (تو دیکھا کہ) آپ کے صحابہ، آپ کے پاس ایسے بیٹھے تھے گویا ان کے سروں پر پرندے ہوں۔‘‘

لہٰذا نبی اکرم ﷺ کی عزت و توقیر ہمارے ایمان کا حصہ ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کی عزت و توقیر میں کوئی کسر نہ چھوڑی البتہ آپ ﷺ کے دنیا سے جانے کے بعد آپ ﷺ کی توقیر اس بات میں ہے کہ ہم آپ ﷺ کی، زندگی کے ہر پہلو میں اتباع کریں آپ کے حکم کی تعظیم کریں اور اسے دل و جان سے قبول کریں اور آپ ﷺ کی کلام حدیثِ پاک کا احترام کریں اور کسی کی رائے اور مذہب کی بناء پر آپ ﷺ کی بات کی مخالفت نہ کریں کیونکہ آپ کی محبت اور آپ کی عزت و توقیر کا یہی تقاضا ہے۔

جیسا کہ کہا گیا ہے:

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

ساتواں حق: آپ ﷺ پر درود وسلام پڑھنا:

اہل اسلام پر آپ ﷺ کے حقوق میں سے جو ساتواں حق فرض اور عائد ہوتا ہے وہ ہے نبی اکرم ﷺ پر درود سلام پڑھنا اور یہ ایسا حق ہے جو اللہ کی کتاب سے ثابت ہے اور

[1] مسند احمد: 18454، ابوداؤد: 3855، والنسائي في الكبرى: 7553.

رب تعالیٰ نے اپنے مومن مردوں اور عورتوں کو اس کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّ ۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ صَلُّوا۟ عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا ۝٥٦﴾ [الاحزاب 56:33]

"یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی اس پر درود بھیجو اور سلام بھیجو خوب سلام بھیجنا۔"

احادیثِ مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے پر بڑی تاکید کی گئی ہے۔ اور آپ ﷺ پر درود پڑھنے والے کی فضیلت اور نہ پڑھنے والے کی بڑی مذمت کی گئی ہے۔

یہاں میں آپ احباب کے سامنے ان چند احادیث کو بیان کرتا ہوں جس میں درود پڑھنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَحُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِيئَاتٍ وَرُفِعَتْ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ .)) [1]

"جس شخص نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں کرے گا اور اس کی دس غلطیاں مٹا دی جائیں گیں اور اس کے دس درجے بلند کر دیے جائیں گے۔"

اس حدیث میں درود کے تین فائدے بیان کیے گئے ہیں۔

1: اللہ تعالیٰ کی طرف سے دس رحمتیں ہوں گی۔

2: دس غلطیاں مٹا دی جائیں گیں۔

3: دس درجے بلند ہوں گے۔

جبکہ سلسلہ صحیحہ کی ایک روایت میں ایک چوتھا فائدہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ ((وَ كَتَبَ

[1] سنن نسائی: 1297، و مسند احمد: 11998، و مستدرك حاكم: 2018 .

لَهُ بِهَا عَشْرَ حَسَنَاتٍ)) ❶

''اور اللہ تعالیٰ اس درود کی وجہ سے اس بندے کے لیے دس نیکیاں لکھ دیتے ہیں۔''

بلکہ درود پڑھنا ایک ایسا بابرکت عمل اور ایسی نیکی ہے جس کے کرنے سے اللہ تعالیٰ بندے کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں اور بندے کے غم اور پریشانیوں کو بھی دور کر دیتے ہیں۔

محترم سامعین! حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کے دو تہائی حصے گزر جاتے تو آپ ﷺ بیدار ہوتے اور فرماتے: لوگو! اللہ کو یاد کرو، اللہ کو یاد کرو، کانپنے والی آ گئی، اس کے پیچھے آ گئی پیچھے آنے والی (مراد قیامت کے زلزلے اور جھٹکے) یقیناً موت وقت پر آ جائے گی اور موت آ کر ہی رہے گی۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اس وقت مسجد میں مشغولِ عبادت تھے آپ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی: اللہ کے پیارے حبیب ﷺ! میں آپ ﷺ پر کثرت سے درود پڑھتا ہوں۔ میں اپنی دعا میں کتنا حصہ آپ ﷺ پر درود پڑھا کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جتنا تم چاہو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! چوتھائی حصہ، تو آپ ﷺ نے کہا: جتنا تم چاہو لیکن اگر تم اور زیادہ کرو گے تو تیرے لیے زیادہ بہتر ہے۔ میں نے کہا: نصف حصہ۔ تو فرمایا: تمھاری مرضی لیکن اگر اس سے بھی زیادہ کرو گے تو تیرے لیے اور بہتر ہوگا، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کہا: دعا کے دو تہائی حصے آپ ﷺ پر درود پڑھ لیتا ہوں تو آپ ﷺ نے کہا تمھاری مرضی لیکن اگر اس سے بھی زیادہ کرلو گے تو تیرے لیے مزید بہتر ہوگا۔

تو حضرت ابی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: میں اپنی ساری دعا میں درود ہی پڑھ لیتا ہوں (کوئی اور چیز نہیں مانگتا) تو رسول اللہ نے فرمایا: ((اِذًا تُكْفٰى هَمَّكَ وَ يُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ)) ❷ (اگر تم یہ عمل کرو گے) تب تیرے غم اور پریشانی کو ہٹانے میں یہی کافی ہے اور تیرے گناہ

❶ السلسلة الصحيحة عن سعيد بن عمير الانصارى عن ابيه : 3360.

❷ جامع ترمذی : 2457، قال الالباني: صحيح.

بھی بخش دیے جائیں گے۔

تو بھائیو! گناہوں کی بخشش کے لیے اور غموں اور پریشانیوں سے نجات کے لیے ایک بہترین عمل درود پاک پڑھنا ہے اور اس حدیث سے ہمیں درود پڑھنے کا پانچواں فائدہ حاصل ہوا۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب تاریخ دمشق میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ حفص بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ کو ان کی وفات کے کچھ عرصہ بعد خواب میں دیکھا کہ امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ آسمانِ دنیا پر فرشتوں کے ساتھ عبادت میں مصروف ہیں اور نماز پڑھ رہے ہیں جب وہ عبادت سے فارغ ہوئے تو میں نے ان سے پوچھا! بِمَ نِلْتَ هٰذَا آپ نے یہ مقام کیسے حاصل کیا؟

یعنی آسمانِ دنیا پر فرشتوں کی صحبت تو انھوں نے کہا: میں نے اپنے اس ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو دس لاکھ مرتبہ لکھا ہے اور جب بھی میں حدیث لکھتے وقت عن النبی ﷺ لکھتا تو ہاتھ اور زبان سے آپ ﷺ پر درود پڑھتا اور لکھتا اور یہ نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ جس نے ایک مرتبہ مجھ پر درود پڑھا اللہ اس پر دس رحمتیں کرتا ہے۔ [1]

درود پڑھنے کا فائدہ رحمتوں کا نزول اور درجات کی بلندی بھی ہے جیسا کہ میں نے پہلے حدیث بیان کی تھی تو گویا امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ پر درود کی وجہ سے اللہ نے رحمت بھی فرمادی اور درجات ایسے بلند کیے کہ فرشتوں کی صحبت عطا فرمادی۔

میرے بھائیو! میں سمجھتا ہوں کہ اس فضیلت اور شرف کی اصل وجہ یہ تھی کہ ہمارے اسلاف حدیث کو بطورِ عبادت لکھتے اور پڑھتے تھے اور ان کے دلوں میں سنتِ رسول ﷺ کی حقیقی معنی میں محبت اور تعظیم تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی سنت کی تعظیم کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

[1] مقدمہ کنز العمال: 11/1.

”لو لم یکن لصاحب الحدیث فائدة إلا الصلاة علیٰ رسول اللہ ﷺ فإنه یصلی علیه ما دام فی الکتاب .“

”حدیثِ رسول ﷺ لکھنے والے کو اور کوئی فائدہ نہ بھی ہو یہی فائدہ اس کے لیے کافی ہے کہ جب تک رسول اللہ ﷺ پر درود اس مکتوب میں لکھا رہے گا اس پر اللہ کی رحمت ہوتی رہے گی۔“

احادیث میں جہاں درود پڑھنے کی فضیلت و اہمیت بیان کی گئی ہے وہاں ایسے شخص کی مذمت بھی بیان کی گئی ہے جو آپ ﷺ پر درود نہ پڑھے یا اس معاملے میں کوتاہی کرے۔

جامع ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((رَغِمَ أنفُ رَجُلٍ ذُكِرتُ عِندَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ)) [1]

”ایسے شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس میرا ذکر ہوا تو اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا۔“

یعنی ایسا شخص ذلیل و رسوا ہو جو رسول اللہ ﷺ کا نام سنے اور آپ ﷺ پر درود نہ پڑھے اس حدیث سے دو بڑے فائدے معلوم ہوتے ہیں۔

1: جو شخص سرورِ کونین حضرت محمد ﷺ کو اور ان کے اسم گرامی کو عزت نہیں دیتا وہ شخص خود قابل عزت نہیں بلکہ ذلت و رسوائی کے لائق ہے۔

2: اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا اسم گرامی سن کر درود پڑھنا چاہیے نہ کہ انگوٹھے چومنے اور قرآنی نص اور دلیل بھی اسی امر کی متقاضی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيۡهِ ﴾ [الاحزاب 56:33]

”اے ایمان والو! تم بھی اس پر درود بھیجو۔“

بھائیو! معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو درود پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

---

[1] جامع ترمذی : 3545 .

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے ایک بڑے مشہور شاگرد ہیں جن کا نام امام محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی رحمہ اللہ ہے انھوں نے ایک کتاب لکھی جو ایسی احادیث پر مشتمل ہے جو لوگوں کی زبانوں پر مشہور تھیں جب کہ ان کی کوئی اصل اور بنیاد نہ تھی اس کتاب کا نام ہے "المقاصد الحسنة فی بیان کثیر من الاحادیث المشتهرة علی الألسنة"

امام سخاوی رحمہ اللہ نے انگوٹھے چومنے والی روایت اس کتاب میں بیان کی اور فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کوئی بھی روایت ثابت نہیں۔ لہٰذا جو بات قرآن کی دلیل اور صحیح احادیث سے ثابت ہے ہمیں اس پر عمل کرنا چاہیے اللہ توفیق عطا فرمائے۔ آمین

درود نہ پڑھنے والے کی مذمت میں دوسری روایت ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْبَخِیلُ الَّذِیْ مَنْ ذُکِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَيَّ)) ❶

"وہ شخص بخیل ہے جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے تو وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔"

بخیل اس شخص کو کہا جاتا ہے جو اپنے فرضی حقوق میں بھی کوتاہی کرے اور ایسی جگہ پر بھی خرچ کرنے سے اجتناب کرے جن پر خرچ کرنا اس کے فرائض میں شامل ہے اور چونکہ محسنِ انسانیت سرور کائنات ﷺ کا حق ہر مسلمان پر فرض اور ضروری ہے اور درود نہ پڑھنے والا درحقیقت اپنے فرضی حق میں کوتاہی کر رہا ہے لہٰذا وہ بخیل ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے تو آپ ﷺ نے تین مرتبہ آمین کہا، آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اللہ کے رسول ﷺ! آپ منبر پر چڑھے تو آپ ﷺ نے تین مرتبہ آمین کہا۔ تو فرمایا: یقیناً جبریل امین علیہ السلام میرے پاس آئے اور انھوں نے کہا: جس شخص نے رمضان کا مہینہ پایا اور بخشش حاصل نہ کی کہ جہنم میں داخل ہوگیا، اللہ اسے رحمت سے دور کر دے آپ بھی آمین کہیے تو میں نے بھی آمین کہا، اور جس شخص نے اپنے والدین دونوں یا ایک کو بڑھاپے میں پایا پس ان سے حسن سلوک اور نیکی

❶ جامع ترمذی: 3546، و سنن نسائی: 8046، و مسند احمد: 1736.

نہ کی کہ فوت ہوا اور جہنم میں داخل ہوا یعنی ان کی خدمت کر کے جنت نہ پا سکا اسے بھی اللہ رحمت سے دور کر دے، آپ بھی آمین کہیے تو میں نے بھی آمین کہا اور جو شخص کہ اس کے پاس آپ کا ذکر ہوا اور وہ آپ ﷺ پر درود نہ پڑھے وہ فوت ہوا کہ جہنم میں داخل ہو گیا اسے اللہ اپنی رحمت سے دور کر دے آپ بھی آمین کہیے تو میں نے بھی آمین کہا۔

اس روایت میں محلِ شاہد روایت کا آخری حصہ ہے یعنی:

((وَمَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ فَمَاتَ فَدَخَلَ النَّارَ فَأَبْعَدَهُ اللّٰهُ، قُلْ: آمين۔ فَقُلْتُ: آمين)) [1]

درود پڑھنا ایک ایسا مبارک عمل ہے کہ دعا کی قبولیت کے اسباب میں سے ایک اہم سبب ہے آیئے میں آپ احباب کو رسول اللہ ﷺ کا فرمان سناتا ہوں۔

فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے کہ اس دوران ایک شخص مسجد میں داخل ہوا، نماز پڑھی اور دعا کرنے لگا: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِي
''اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((عَجِلْتَ أَيُّها الْمُصَلِّي))

''اے نمازی! تُو نے جلدی کی ہے۔''

اور فرمایا: ((اِذَا صَلَّيْتَ فَقَعَدْتَّ فَاحْمَدِ اللّٰهَ بِمَا هُوَ اَهْلُه وَ صَلِّ عَلَيَّ ثُمَّ ادْعُهُ .))

''جب تم نماز پڑھو اور بیٹھ کر (دعا کرو) تو اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد و ثناء بیان کرو جس کے وہ لائق ہے اور مجھ پر درود پڑھو پھر اس سے دعا مانگو۔''

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پھر اس کے بعد ایک دوسرا شخص آیا اس نے نماز پڑھی پھر اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اور رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے کہا: ((اَيُّها الْمُصَلِّي اُدْعُ تُجَبْ)) [2]

---

[1] ابن حبان: 907.
[2] جامع ترمذی: 3476.

”اے نمازی! دعا کرو (تمھاری دعا) قبول کی جائے گی۔“

حتی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت ہے فرماتے ہیں:

((إِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوفٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا يَصْعَدُ مِنْهُ شَيْءٌ حَتَّى تُصَلِّيَ عَلَى نَبِيِّكَ ﷺ)) ❶

”یقیناً دعا آسمان اور زمین کے درمیان روک دی جاتی ہے اور جب تک کہ تم اپنے نبی ﷺ پر درود نہ پڑھو اس (دعا میں سے) کچھ بھی آسمان کی طرف نہیں چڑھتا۔“

اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مرفوع اور موقوف ثابت ہے:

((كُلُّ دُعَاءٍ مَحْجُوبٌ حَتَّى يُصَلَّى عَلَى النَّبِيِّ ﷺ.)) ❷

”ہر دعا روک دی جاتی ہے یہاں تک نبی کریم ﷺ پر درود پڑھا جائے۔“

تو عزیز ساتھیو! معلوم ہوا کہ دعا کی قبولیت کے لیے ایک بنیادی سبب پیارے نبی ﷺ پر درود پڑھنا ہے بلکہ میں تو کہتا ہوں ہر مجلس میں اللہ کا ذکر اور رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھنا اس مجلس کے لیے خیر و برکت کا ذریعہ ہے اور جس مجلس میں اللہ کا نام نہ لیا جائے، رسول اللہ ﷺ پر درود نہ پڑھا جائے وہ مجلس ان اہل مجلس کے لیے قیامت کے دن حسرت اور ندامت کا ذریعہ ہوگی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ فِيهِ وَلَمْ يُصَلُّوا عَلَى نَبِيِّهِمْ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تِرَةً فَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُمْ)) ❸

”جو لوگ بھی کسی ایسی مجلس بیٹھے جس میں نہ اللہ کا ذکر ہوا اور نہ رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھا گیا تو وہ مجلس، اہل مجلس کے لیے گھبراہٹ اور پریشانی ہے، اللہ چاہے سزا دے اور چاہے تو انھیں معاف کر دے۔“

محترم سامعین! ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھنا

---

❶ جامع ترمذی: 486. ❷ السلسلة الصحيحة: 2035.
❸ جامع ترمذی: 3380، والسلسلة الصحيحة: 74.

بندۂ مسلمان کے لیے ہر لحاظ سے فائدہ مند ہے اور اس کے پڑھنے میں اللہ نے دنیوی اور اخروی فائدے رکھے ہیں بلکہ درود پڑھنا اللہ کے ہاں ایسا محبوب عمل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روزمرہ کی بہت سی عبادات کا درود کو جزء اور حصہ قرار دیا ہے امام ابن قیم رحمہ اللہ نے تقریبا (41) اکتالیس ایسے مقامات اور مواقع بیان کیے ہیں جہاں درود شریف پڑھنا مشروع ہے۔ ان میں سے چند میں آپ احباب کے سامنے بیان کرتا ہوں۔

1: نماز کے آخری تشہد میں۔

2: دعائے قنوت کے آخر میں۔

3: نماز جنازہ میں۔

4: جمعہ اور عیدین کے خطبہ میں۔

5: مؤذن کی آذان کا جواب دینے کے بعد۔

6: دعا مانگتے وقت۔

7: مسجد میں داخل ہوتے وقت۔

8: نکاح کے وقت خطبہ مسنونہ میں۔

9: جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھنا۔

10: مجلس برخاست کرتے کفارۂ مجلس کی دعا پڑھتے وقت۔

غلطی کا ازالہ

عوام الناس اور واعظین حضرات کے ہاں یہ فکر پائی جاتی ہے کہ جس طرح ہم رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے بھی اسی طرح ہی رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھتے ہیں۔

حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف ''لفظِ صلاۃ'' کی جو نسبت ہے وہ اور لحاظ سے ہے اور جو لفظِ ''صلاۃ'' کی نسبت فرشتوں کی طرف ہے وہ اور لحاظ سے ہے اور جو لفظِ صلاۃ کی نسبت انسان کی طرف ہے وہ اور لحاظ سے ہے اور اس کی دلیل مندرجہ ذیل آثار ہیں:

1: امام ابوعبداللہ القرطبی اپنی تفسیر ''الجامع لاحکام القرآن'' میں سورۃ احزاب کی مندرجہ ذیل آیت ﴿ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ﴾ [الاحزاب 56:33] کی تفسیر میں فرماتے ہیں: وَالصَّلَاةُ مِنَ اللّٰهِ رَحْمَتُهُ وَ رِضْوَانُه وَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ اَلدُّعَآءُ وَالْاِسْتِغْفَارُ وَمِنَ الْأُمَّةِ الدُّعَآءُ وَالتَّعْظِيْمُ لِأَمْرِهٖ. [1]

''آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف ''صلاۃ'' کی نسبت سے مراد اس کی رحمت اور رضامندی ہے اور فرشتوں کی طرف ''صلاۃ'' کی نسبت سے مراد بلندئ درجات اور بخشش کی دعا ہے اور امت کی طرف ''صلاۃ'' کی نسبت سے مراد بلندئ درجات کی دعا اور آپ کے حکم کی تعظیم کرنا ہے۔''

2: امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں کتاب التفسیر کے اندر سورۃ احزاب کی اسی آیت نمبر 56 کی تفسیر میں امام ابوالعالیہ رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں:

قَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ: صَلَاةُ اللّٰهِ ثَنَاؤُهُ عَلَيْهِ عِنْدَ الْمَلَائِكَةِ وَ صَلَاةُ الْمَلَائِكَةِ الدعآء.

امام ابوالعالیہ کہتے ہیں: اللہ کی طرف صلاۃ کی نسبت سے مراد اللہ تعالیٰ کا اپنے فرشتوں کے ہاں آپ ﷺ کی تعریف کرنا ہے۔ اور فرشتوں کی طرف صلاۃ کی نسبت سے مراد دعا ہے یعنی رفعتِ درجات کی دعا۔

3: اللہ تعالیٰ معبودِ برحق ہے وہ عابد نہیں ہے اور درود شریف پڑھنا ایک عبادت ہے لہٰذا اس نے ہمیں درود پڑھنے کا حکم دیا ہے جو عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے لہٰذا یہی معنی و مفہوم برحق اور سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف جو صلاۃ کی نسبت ہے اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا ہر وقت اپنے حبیب حضرت محمد ﷺ پر اپنی رحمت کی برکھا برسانا ہے۔

اللہ مجھے اور آپ سب حضرات کو اپنے پیارے حبیب ﷺ پر کثرت سے درود پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

[1] الجامع لاحکام القرآن للقرطبی : 214/17.

آٹھواں حق: آپ ﷺ کے دوستوں سے محبت اور دشمنوں سے نفرت کرنا:

محترم سامعین! رسول اللہ کے حقوق جو ایک امتی ہونے کے ناطے ہم پر فرض اور عائد ہوتے ہیں ان میں سے آٹھواں حق آپ ﷺ کے دوستوں سے محبت اور آپ ﷺ کے دشمنوں سے نفرت کرنا ہے اور اس بات کی واضح دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ﴾

[المجادلة 58:22]

''آپ ان لوگوں کو جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نہیں پائیں گے کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی، یا ان کا خاندان۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بڑے واضح انداز میں ایک چیز کے وجود پر دوسری شے کے عدم کو بیان کیا ہے یعنی:

1: اگر اللہ اور آخرت پر ایمان ہے تو پھر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مخالفین سے محبت نہیں ہوگی۔

2: اگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مخالفین سے محبت ہوگی تو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں ہوگا۔

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے چار رشتوں کی محبت کا تذکرہ کیا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان چاروں رشتوں کی قربانی پیش کرکے اپنے ایمان کی گواہی دی یہی وجہ ہے کہ اس سے اگلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اصحابِ محمد ﷺ کو دو خوبیوں سے نوازا ایک خوبی ﴿اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ﴾ فرمایا کہ یہی لوگ اللہ کا گروہ ہیں اور دوسری خوبی ﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ﴾

کہہ کر اپنی رضا کا سرٹیفکیٹ عطا فرمایا:

﴿وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ﴾ ”خواہ ان کے باپ ہوں۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں اپنے والدین کی قربانی پیش کی یعنی ایسے والدین جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مخالف تھے۔

- حضرت ابوعبیدۃ بن جراح رضی اللہ عنہ نے غزوہ بدر میں اپنے باپ کو قتل کیا اس لیے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مخالف گروہ میں شامل ہو کر لڑنے کے لیے آئے تھے۔
- اللہ کے رسول ﷺ غزوہ بنی المصطلق سے واپس آ رہے تھے تو منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی نے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے نازیبا کلمات کہے اور کہا:

﴿لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ﴾

[المنافقون 8:63]

”اگر ہم مدینہ لوٹ کر گئے تو زیادہ عزت دار اس مدینے سے ذلیل ترین کو ضرور نکال دے گا۔“

تفسیر ابن کثیرؒ میں مذکور ہے کہ جب عبداللہ بن ابی کی یہ بری بات اس کے بیٹے کو معلوم ہوئی تو وہ مدینے کے دروازے پر تلوار سونت کر کھڑے ہو گئے اور اپنے باپ کو مدینہ میں داخلے سے روک دیا اور کہا:

((وَاللّٰهِ لَا تَجُوْزُ مِنْ هَاهُنَا حَتّٰى يَأْذَنَ لَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَإِنَّهُ الْعَزِيْزُ وَ أَنْتَ الذَّلِيْلُ .))

”اللہ کی قسم! جب تک اللہ کے رسول ﷺ تمھیں اجازت نہ دیں (مدینہ میں داخلے کی) تم یہاں سے گزر نہیں سکتے یقیناً وہ (رسول ﷺ) عزت دار ہیں اور تم ذلیل ہو۔“

اللہ کے رسول ﷺ قافلے میں پیچھے پیچھے آ رہے تھے عبداللہ بن ابی نے آپ ﷺ

کے سامنے اپنے بیٹے عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی شکایت کی تو حضرت عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اگر آپ اجازت دیں گے تب ہی یہ داخل ہوگا تو رسول اللہ ﷺ نے اجازت دے دی۔

مزید تفسیر ابن کثیر میں مروی ہے کہ عبداللہ بن ابی کا بیٹا رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے بات پہنچی ہے کہ آپ میرے باپ کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ [1]

((فَإِنْ كُنْتَ فَاعِلًا فَمُرْنِي بِهِ فَأَنَا أَحْمِلُ إِلَيْكَ رَأْسَهُ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمَتِ الْخَزْرَجُ مَا كَانَ لَهَا مِنْ رَجُلٍ أَبَرَّ بِوَالِدِهِ مِنِّي .))

''اگر آپ ﷺ کا ارادہ ہو تو آپ ﷺ مجھے حکم دیں میں اس کا سر (کاٹ کر) آپ کے پاس لاتا ہوں جبکہ اللہ کی قسم! خزرج قبیلے کے لوگ جانتے ہیں کہ مجھ سے بڑھ کر (قبیلے میں) والد کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا کوئی نہیں۔''

محترم سامعین! دیکھیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان کہ والد کے ساتھ سب سے زیادہ حسن سلوک کرنے والے لیکن باپ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا دشمن اور مخالف بنا تو پھر سب سے بڑھ کر باپ سے عداوت اور نفرت کا اظہار کیا اور ہماری صورتِ حال یہ ہے کہ باپ تو دور کی بات ہم ایسے لوگوں سے دوستی چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتے جو رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کا مذاق اڑاتے ہیں اور ان کے شب و روز سنتِ رسول کی مخالفت میں گزرتے ہیں آج ہماری سنت کے لیے غیرت کہاں گئی جبکہ دعوے ہمارے عشقِ رسول کے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ہماری اصلاح فرمائے۔ آمین

﴿أَوْ أَبْنَآءَهُمْ﴾ ''یا خواہ ان کے بیٹے ہوں''

دوسرا رشتہ اس آیت میں اولاد خصوصاً بیٹوں کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کیونکہ یہ طبعی بات ہے کہ انسان سب سے زیادہ خیر خواہ اپنی اولاد کا ہوتا ہے اور اولاد سے ہی سب سے بڑھ کر محبت کرتا ہے لیکن اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا جائے تو انھوں نے اللہ اور اس کے

[1] تفسیر ابن کثیر : 14/14.

رسول ﷺ کی محبت میں اپنی اولاد کی بھی پرواہ نہیں کی بلکہ اگر اولاد کی محبت، اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کی محبت کے آڑے آئی تو اس کی بھی کوئی پرواہ نہیں کی۔

❊ امام ابوبکر جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''تاریخ الخلفاء'' میں یہ بات نقل کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بیٹا عبدالرحمٰن بن ابی بکر غزوہ بدر میں کفار مکہ کی طرف سے مسلمانوں کے مقابلے میں آیا جو کہ ایک بہترین تیرانداز تھا لیکن جب بعد میں مسلمان ہوگیا تو ایک دن اپنے باپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا: ابا جان! جنگ بدر کے روز کئی دفعہ آپ میرے نشانے پر آئے لیکن میں نے آپ سے اعراض کیا اور آپ کو قتل کرنے سے اپنے ہاتھوں کو روک لیا۔

یہ بات سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فوراً فرمایا:

((لٰكِنَّكَ لَو أَهْدَفْتَ لِي لَمْ أَمِلْ عَنْكَ .)) [1]

''لیکن اگر تو میرے وار تلے آجاتا تو میں قطعاً تامل نہ کرتا بلکہ اسی وقت تجھے قتل کر دیتا۔''

غور کیجیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیسے اپنی غیرت ایمانی اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کا ثبوت پیش کیا کیوں کہ بیٹا اس وقت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا مخالف بن کر میدان میں آیا تھا۔

بھائیو! ذرا سوچیے آج ہم بھی صاحب اولاد ہیں بیٹے، بیٹیاں والے ہیں لیکن ہم ان کو راضی کرنے کے لیے اپنے گھر میں ایسی اشیاء کو لے آتے ہیں جس میں کھلم کھلا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت ہوتی ہے ان کی دنیا سنوارنے کے لیے اپنی آخرت داؤ پر لگا دیتے ہیں۔

خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنی وفات سے پہلے اپنی اولاد کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا: میرے سامنے دو راستے تھے:

---

[1] تاریخ الخلفاء للسیوطیؒ، ص: 94.

1: ایک یہ کہ میں تمھاری دنیا سنوار دیتا اور اپنی آخرت برباد کر لیتا۔

2: دوسرا راستہ یہ کہ میں اپنی آخرت کی فکر کرتا اسے سنوارتا اور تمھیں اللہ کے سپرد کر دیتا جو تمھیں کبھی ضائع نہیں کرے گا۔

تو تمھارے باپ نے اس دوسرے راستے کو اپنایا اور مجھے اللہ سے امید ہے کہ تم جدھر بھی جاؤ گے لوگ تمھیں عزت دیں گے اور تمھارے ساتھ بھلائی کریں گے اور تم اللہ سے ڈرتے رہنا۔

لہٰذا والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی اولاد کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی سچی محبت اور آپ ﷺ کی اطاعت کی طرف نرمی سے، محبت سے دعوت دیں اور ان کی اسلامی نہج کے مطابق تربیت کریں اور ہر وہ کام جس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت ہے اس سے روکیں اور اس بات کا خصوصی خیال رکھیں کہ دیکھیں ہمارے بچوں کے دوست کیسے ہیں وہ کس قسم کے لوگوں کی صحبت میں پروان چڑھ رہے ہیں کہیں وہ ایسے افراد کی صحبت میں تو نہیں رہتے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت میں زندگی گزارنے والے ہیں۔

﴿ أَوْ إِخْوَانَهُمْ ﴾ ''یا خواہ ان کے بھائی ہوں۔''

مذکورہ آیت میں تیسرا رشتہ بھائیوں کا ذکر کیا گیا ہے یعنی اگر بھائی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مخالف ہیں تو ان کی محبت کو بھی اللہ اور رسول کی محبت کے لیے قربان کر دینا چاہیے لیکن ایک اسلامی معاشرے میں جہاں ہم زندگی بسر کر رہے ہیں اگر بہن بھائی مسلمان ہیں لیکن عملی طور پر کمزوری کا شکار ہیں تو ان کی اصلاح ضروری ہے نہ کہ ان سے تعلق توڑ دیا جائے لیکن اگر بے دینی اور دنیا کو ترجیح اور آخرت سے غفلت اور ہمیشہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مخالف زندگی گزاریں اور ان سے میل جول سے آپ اپنے دین کو خطرہ محسوس کریں تو پھر دین بچانا ضروری ہے نہ کہ خوشی وغمی کے موقع پر بہن بھائیوں کی رضامندی اور ان کی خوشی کو مقدم کر کے ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کریں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں اپنے بھائیوں کی بھی

پرواہ نہیں کی اگر بھائی اللہ اور اس کے رسول کے مخالف اور دشمن تھے تو ان کو بھی چھوڑ دیا بلکہ اگر میدانِ جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے مدمقابل اور دشمن بن کر آئے تو ان کو بھی قتل کر دیا۔

- حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے بدر والے دن اپنے بھائی عبید بن عمیر کو قتل کر دیا کیونکہ وہ میدانِ جنگ میں رسول اللہ ﷺ کا دشمن بن کر آیا تھا۔ [1]
- حضرت مصعب بن عمیر کا سگا بھائی ابوعزیز بن عمیر بدر میں قیدی ہوا جسے ایک انصاری صحابی باندھ رہے تھے تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ پاس سے گزرے تو فرمایا اسے کس کے مضبوطی سے باندھنا اس کی ماں بڑی دولتمند ہے خوب فدیہ دے گی۔

بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ: ابوعزیز نے کہا تم تو میرے بھائی ہو اور ایسی بات کہہ رہے ہو تو حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: بھائی تو وہ ہے جو تجھے باندھ رہا ہے۔ [2]

﴿ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ﴾ ''یا خواہ ان کے رشتہ دار ہوں۔

مذکورہ آیت کا آخری حصہ جس میں مطلق رشتہ داروں کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ اہل ایمان قوم کے لیے جائز نہیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والوں سے محبت کریں خواہ ان کے باپ ہو یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے خاندان کے لوگ یعنی مطلق رشتہ دار۔

آج جس ماحول میں ہم زندگی گزار رہے ہیں یہ ایک مسلمان معاشرہ ہے اور ہم سب دینِ اسلام کو ماننے والے ہیں لیکن اگر غور کیا جائے تو یہ بات بڑی واضح ہے کہ ہم نے کلمہ پڑھنے کے باوجود خاندان و برادری کے رسم و رواج کے بت کو نہیں توڑا بلکہ جب خوشی یا غمی کا موقع آتا ہے تو ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرامین کو فراموش کر دیتے ہیں اور یہی فکر رہتی ہے کہ لوگ کیا کہیں گے؟ خاندان و برادری کو کیا منہ دکھائیں گے؟ خاندان میں ناک نہیں رہے گی جبکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو جہاں اور بہت سی نصیحتیں کیں وہاں ایک نصیحت یہ بھی تھی۔

---

[1] تفسیر ابن کثیر: 468/13. [2] المعجم الکبیر للطبرانیؒ: 393/22.

”لَا تَخَفْ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ.“ ❶

”اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرنا۔“

لہٰذا بغیر کسی کی ملامت کی پرواہ کیے ہمیں ہر حالت میں خوشی ہو یا غمی، تنگی ہو یا آسانی، امیری ہو یا غریبی ہر وقت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکموں کو مقدم کرنا چاہیے۔

جامع ترمذی کی روایت ہے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنِ الْتَمَسَ رِضَا اللّٰهِ بِسَخَطِ النَّاسِ كَفَاهُ اللّٰهُ مُؤْنَةَ النَّاسِ وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَا النَّاسِ بِسَخَطِ اللّٰهِ وَكَلَهُ اللّٰهُ إِلَى النَّاسِ)) ❷

”جو شخص لوگوں کا غصہ مول لے کر اللہ کی رضا تلاش کرتا ہے اللہ لوگوں کی تکلیف سے اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے اور جو شخص اللہ کا غصہ مول لے کر لوگوں کی رضا تلاش کرتا ہے اللہ اسے لوگوں کے ہی سپرد کر دیتے ہیں۔“

لہٰذا یہ بہت بڑی جہالت اور نادانی ہے کہ کوئی شخص لوگوں کو راضی کرنے کے لیے یا اپنے خاندان کو راضی کرنے کے لیے، اپنے خالق و مالک اپنے پروردگار کی ناراضگی مول لے بلکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ انسان خواہ جیسا بھی کام کرے سب لوگ اس پر کبھی نہیں راضی ہوتے تو پھر بہتر یہی ہے کہ انسان اپنے رب کی رضا کو ہی اپنا مطلوب و مقصود بنائے اور یہی ایک کھرے مومن کی پہچان اور علامت ہے۔

اگر ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات پڑھیں تو ہمارے لیے یہ بات بڑی واضح ہوتی ہے کہ انھوں اسلام لانے کے بعد، کلمہ پڑھنے کے بعد پھر خاندان اور قبیلے کی پرواہ نہیں کی بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور پیروی میں جو بھی آڑے آیا اس کو چھوڑ دیا اور اس کی کوئی پرواہ نہ کی بلکہ اگر کوئی رشتہ دار اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا مخالف اور دشمن بن کر میدانِ جنگ میں آیا اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔

---

❶ شعب الایمان للبیہقیؒ: 4592. ❷ جامع ترمذی: 2414.

- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جنگِ بدر میں اپنے ایک قریبی کا سرتن سے جدا کر دیا۔
- حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہم نے اپنے مدِ مقابل آنے والے رشتہ دار عتبہ، شیبہ اور ولید بن عتبہ کو واصل جہنم کیا۔
- جب رسول اللہ ﷺ نے بدر کے قیدیوں کے بارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہی رائے تھی کہ ہم میں سے ہر ایک کو اس کا قریبی رشتہ دار قیدی دے دیا جائے جو عمر کا قریبی ہے وہ عمر رضی اللہ عنہ کو دے دیں اور علی رضی اللہ عنہ کو عقیل دے دیں اور فلاں کو فلاں دے دیں تا کہ ہم خود ان کو ختم کر دیں اور اپنے رب کے ہاں یہ دلیل پیش کر سکیں کہ جو اللہ اور اس کے رسول کا دشمن ہے اس کے لیے ہمارے دلوں میں کوئی محبت نہیں۔

کاش یہ وصف ہمارے دلوں میں بھی پیدا ہو جائے اور یہ ایسا وصف ہے جس کے دل میں پائے جانے سے بندۂ مومن اپنے ایمان کی حلاوت اور مٹھاس محسوس کرتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ))

''تین خوبیاں ایسی ہیں جس شخص میں پائی گئیں وہ ایمان کی حلاوت اور مٹھاس پائے گا۔''

اور ان میں سے ایک خوبی فرمایا:

((وَ أَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ .)) [1]

''یہ کہ انسان کسی شخص سے صرف اور صرف اللہ کے لیے محبت کرے۔''

لٰہذا رسولِ کریم ﷺ کا آٹھواں حق جو ہم پر فرض ہے وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ سے دوستی اور محبت کرنے والوں سے محبت کی جائے اور آپ ﷺ کے ساتھ جو لوگ دشمنی رکھتے ہیں اور

[1] صحیح بخاری: 16.

آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کو مسخ کرنا چاہتے ہیں اور اسلام اور اہل اسلام کے بارے میں جو بری سوچ رکھتے ہیں ان سے نفرت کی جائے اوران سے دشمنی رکھی جائے۔

نواں حق: آپ ﷺ کے اہل بیت رضی اللہ عنہم اور اصحاب رضی اللہ عنہم سے محبت کرنا:

رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت رضی اللہ عنہم اور آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم سے محبت کرنا یہ رسول اللہ ﷺ کی محبت میں شامل ہے اور جس طرح آپ ﷺ سے محبت کرنا واجب اور ایمان کا حصہ ہے اسی طرح آپ ﷺ کے اہل بیت رضی اللہ عنہم اور اصحاب رضی اللہ عنہم سے محبت کرنا بھی واجب اور ایمان کا حصہ ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے اہل بیت اور اصحاب سے محبت کی ہے تو ہمارے لیے بھی لازم ہے کہ ہم بھی آپ ﷺ کے اہل بیت رضی اللہ عنہم اور اصحاب رضی اللہ عنہم سے محبت کریں اور جس شخص نے آپ ﷺ کے اہل بیت رضی اللہ عنہم اور اصحاب رضی اللہ عنہم سے محبت نہ کی درحقیقت اس نے اللہ کے رسول ﷺ سے محبت نہیں کی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس نے رسول اللہ ﷺ، آپ ﷺ کے اہل بیت رضی اللہ عنہم، آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم سے محبت کی اس کے ایمان کی تکمیل ہے اور جس نے ان تینوں میں سے کسی ایک کو چھوڑا یا پیچھے کیا تو اس کے ایمان میں خلل اور کمزوری ہے۔

اہل بیت رضی اللہ عنہم کے فضائل:

اہل اسلام کے لیے جیسے رسول اللہ ﷺ کی ہستی مقدسہ محترم ومکرم ہے اسی طرح آپ ﷺ کا خاندان، آپ ﷺ کا گھرانہ، آپ ﷺ کا خانوادہ بھی محترم ومکرم ہے اور ان کی عزت وتکریم ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔

﴿قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾ [الشوریٰ 42:23]

”کہہ دیجیے میں تم سے اس (تبلیغ) پر کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا سوائے رشتہ داری کی وجہ سے محبت کا۔“

امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ سورۃ شوریٰ کی اس آیت کی تفسیر میں اپنی صحیح میں کتاب التفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کرتے ہیں:

((إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَكُن بَطْنٌ مِنْ قريشٍ إِلَّا كَانَ لَهُ فِيهِمْ قَرَابَةٌ فقال: إِلَّا أَنْ تَصِلُوا مَا بَيْنِي وَ بَيْنَكُمْ مِنَ الْقَرَابَةِ.)) [1]

"یقیناً نبی اکرم ﷺ کی قریش کی ہر شاخ کے ساتھ کسی نہ کسی لحاظ سے قرابت داری تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم صرف میری اور تمھارے درمیان جو قرابت ہے اسی کا خیال ہی کرلو۔"

یعنی جب کفار قریش نے آپ ﷺ کو پریشان کرنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ ﷺ ان سے کہیں کہ کم از کم رشتہ داری کا ہی خیال کرلو میرا تم سے اس تبلیغ پر اور کوئی تقاضا نہیں ہے۔

اس آیت کا شان نزول خاص ہے یعنی خاص طور پر کفار مکہ کے بارے میں نازل ہوئی البتہ اہل علم کے نزدیک ضمنی طور پر اس آیت میں آپ ﷺ کی قرابت داری کا خیال رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

❀ دوسری جگہ اہل بیت کے حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ﴾

[الاحزاب 6:33]

"یہ نبی ایمان والوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھنے والا ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔"

اس آیت میں آپ ﷺ کے اہل بیت میں سے آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا تذکرہ ہے اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو اہل ایمان کی مائیں قرار دیا ہے۔

فائدہ:......اس آیت سے ایک فائدہ یہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ جو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو اپنی مائیں سمجھتا ہے وہ قرآن کی رو سے مومن ہے اور جو انھیں اپنی مائیں نہیں سمجھتا اسے اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔

❀ تیسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے گھرانے کی عورتوں یعنی آپ ﷺ کی

ازواج مطہرات کے بارے یوں الفاظ بیان فرمائے:

﴿ وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَاۤ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَ اَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ۝ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝ ﴾ [الاحزاب 33:31- 33]

''اور جو کوئی تم میں سے اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اور نیک عمل کرے تو ہم اسے اس کا اجر دو بار دیں گے اور ہم نے اس کے لیے باعزت رزق تیار کر رکھا ہے۔ اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی مانند نہیں ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو اور بات کرنے میں نزاکت و نرمی اختیار نہ کرو کہ ایسا شخص طمع کرنے لگے جس کے دل میں مرض (ہوس) ہے اور تم معقول بات کہو۔ اور اپنے گھروں میں ٹکی رہو اور پہلی جاہلیت کی زینت ظاہر کرنے کی طرح زینت ظاہر نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو بس اے اہلِ بیت نبوت! اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی کو دور کر دے اور تمھیں اچھی طرح پاک کر دے۔''

ان تینوں آیات کا سیاق اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں اہل بیت سے مراد ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں کیونکہ ان آیات میں خطاب نبی ﷺ کی بیویوں کو ہے۔

اہل بیت سے مراد:

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ اہل بیت اور آلِ رسول ﷺ میں کون لوگ شامل ہیں تو اس حوالے سے صحیح مسلم کی روایت میں آپ حضرات کے سامنے بیان کرتا ہوں۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن مکہ اور مدینہ کے

درمیان واقع ایک پانی کے حوض کے کنارے جسے خُم کہا جاتا تھا ہمیں خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے۔ آپ نے اللہ کی حمد و ثنا کی اور وعظ و نصیحت فرمائی۔ پھر فرمایا: اما بعد لوگو! سنو کہ میں ایک انسان ہوں، قریب ہے کہ اللہ کا قاصد (اس کا بلاوا لے کر) میرے پاس آئے گا اور میں لبیک کہوں گا۔ فرمایا:

((اِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ: اَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ فِيهِ الْهُدٰى والنُّور فَخُذُوْا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ.))

”میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ان میں سے پہلی اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے۔ تم اللہ کی کتاب کو لے لو اور اسے مضبوطی سے تھام لو۔“

آپ ﷺ نے کتاب اللہ پر بہت زور دیا اور اس کی ترغیب دلائی۔ پھر فرمایا:

((وَ اَهْلُ بَيْتِيْ أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِي أَهْلِ بَيْتِيْ، أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِي أَهْلِ بَيْتِيْ، أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِي أَهْلِ بَيْتِيْ.))

”اور میرے اہل بیت۔ میں اپنے اہل بیت کے معاملے میں تمھیں اللہ یاد دلاتا ہوں، میں اپنے اہل بیت کے معاملے میں تمھیں اللہ یاد دلاتا ہوں، میں اپنے اہل بیت کے معاملے میں تمھیں اللہ یاد دلاتا ہوں۔“

تو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے حُصَین بن سَبْرَۃ نے پوچھا: وَمَنْ اَهْلُ بَيْتِهِ يَا زَيْدُ! أَلَيْسَ نساؤه مِنْ اَهْلِ بَيْتِهِ قال: نِسَاؤُهُ من اَهْلِ بَيْتِهِ ”آپ کے اہل بیت کون ہیں اے زید! کیا آپ کی بیویاں اہل بیت میں سے نہیں؟ تو زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ کی بیویاں اہل بیت میں سے ہیں۔

پھر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ولكن اَهْلُ بَيْتِهِ مَنْ حُرِمَ الصَّدَقَةَ بَعْدَه

”لیکن آپ کے اہل بیت میں ہر وہ شخص شامل ہے جس پر آپ کے بعد صدقہ

حرام ہے۔“

پھر حصین نے پوچھا: مَنْ هُمْ ”وہ کون لوگ ہیں۔

تو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا:

((هُمْ آلُ عَلِيٍّ وَآلُ عَقِيلٍ وَآلُ جَعْفَرٍ وَآلُ عَبَّاسٍ)) ❶

”وہ آلِ علی، آلِ عقیل، آلِ جعفر اور آلِ عباس رضی اللہ عنہم ہیں۔“

اور صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ عبدالمطلب بن ربیعہ بن الحارث رضی اللہ عنہ اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! جس طرح آپ دوسرے لوگوں کو زکوٰۃ کی وصولی کے لیے عامل بناتے ہیں ہمیں بھی زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجیں تاکہ ہم دونوں کے حالات بہتر ہوں اور ہم نکاح کر سکیں تو آپ نے فرمایا:

((إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَنْبَغِي لِآلِ مُحَمَّدٍ إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ)) ❷

”یقیناً صدقہ آل محمد ﷺ کے لیے جائز نہیں کیونکہ یہ لوگوں کی میل کچیل ہے۔“

اس روایت میں آپ ﷺ نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کی اولاد کو بھی آل محمد ﷺ میں شامل فرمایا اور اس کی تائید ایک دوسری روایت سے ہوتی ہے جو صحیح بخاری کی روایت ہے کہ جُبَیر بن مطعم رضی اللہ عنہ جو بنو نوفل میں سے تھے اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جو بنو شمس میں سے تھے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ آپ نے بنو ھاشم اور بنو مطلب کو خیبر کے خمس میں سے مال دیا ہے اور ہمیں نہیں دیا جبکہ قرابت داری میں ہم اور بنو مطلب آپ سے برابر ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّمَا بَنُو هَاشِمٍ وَبَنُو الْمُطَّلِبِ شَيْءٌ وَاحِدٌ)) ❸

”فقط بنو ہاشم اور بنو مطلب ایک چیز ہیں۔“

---

❶ صحيح مسلم : 2408.
❷ صحيح مسلم : 1072.
❸ صحيح بخاري : 3502.

فائدہ:...... نبی اکرم ﷺ کے پردادا ہاشم یہ چار بھائی تھے ہاشم، مطلب، عبد شمس اور نوفل لیکن ہاشم اور مطلب دونوں کی اولادیں جاہلیت اور پھر اسلام لانے کے بعد اپنے معاملات میں اکٹھے رہے تھے اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان کو ایک قرار دیا۔

❁ اہل بیت کے حوالے سے تیسری روایت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک غلام تھے جس کا نام ابورافع رضی اللہ عنہ تھا۔ بنو مخزوم کا ایک شخص جس کا نام ارقم رضی اللہ عنہ تھا وہ ابورافع رضی اللہ عنہ کا دوست تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ کی وصولی کے لیے بھیجنے کا ارادہ کیا تو ارقم رضی اللہ عنہ نے اپنے دوست ابورافع سے کہا تم بھی میرے ساتھ چلو جو اجرت مجھے ملے گی اس میں سے میں تجھے بھی دوں گا تو حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْ اَنْفُسِهِمِ وَ إِنَّا لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ)) ❶

”قوم کا غلام انھیں میں سے ہوتا ہے اور یقیناً ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں۔“

فائدہ:...... اس حکم میں رسول اللہ ﷺ کے غلام بذات خود شامل ہوں گے لیکن ان کی اولاد اس حکم میں نہیں ہوگی۔ پیچھے مَیں نے آپ حضرات کے سامنے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی تھی جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے بیان کیا تھا ”اہل بیت وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔“

❁ اہل بیت کے حوالے سے چوتھی روایت جسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور پکڑی اور اپنے منہ میں ڈال لی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((كِخْ كِخْ ارْمِ بِهَا أَمَا عَلِمْتَ أَنَّا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ؟)) ❷

”چھوڑو، چھوڑو، پھینک دو اسے، کیا تم نہیں جانتے کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔“

---

❶ صحيح بخاری : 6761 وسنن ابی داؤد : 1650 .

❷ صحيح مسلم : 1069 .

خلاصۂ کلام:...... ان تمام آیات اور احادیث کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت رضی اللہ عنہم مندرجہ ذیل لوگ ہیں:

- رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن
- رسول اللہ ﷺ کی اولاد رضی اللہ عنہم
- رسول اللہ ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد رضی اللہ عنہم۔
(باقی بیٹیوں کی اولاد بچپن میں ہی وفات پا گئی)
- رسول اللہ ﷺ کے چچا اور ان کی اولادیں یعنی آلِ علی، آلِ عقیل، آلِ جعفر اور آلِ عباس رضی اللہ عنہم۔
- بنو ہاشم اور بنو مطلب کی اولاد۔
- رسول اللہ ﷺ کے غلام اور لونڈیاں رضی اللہ عنہم بذات خود۔

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اہل بیت میں سے ہیں:

محترم سامعین! ہمارے معاشرے میں ایک طبقہ ایسا ہے جو رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو اہل بیت میں شمار نہیں کرتا جبکہ یہ بات کتاب وسنت کی واضح نصوص کے بھی خلاف ہے، لغت کے بھی خلاف ہے اور پھر عرف کے اعتبار سے بھی غلط ہے۔

یہ حضرات دلیل کے طور پر جامع ترمذی کی روایت پیش کرتے ہیں جسے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴾ [الاحزاب 33:33]

تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں رسول اللہ ﷺ آئے اور آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو بلایا اور اپنی چادر مبارک میں داخل فرما کر فرمایا ((هؤلاء أَهْلُ بَيْتِي)) پھر مذکورہ آیت پڑھی اور فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ أَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَ طَهِّرْهُم تَطْهِيرًا.))

''اے اللہ ان سے ناپاکی دور کر دے اور انھیں خوب پاک صاف کر دے۔''

تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں بھی ان کے ساتھ ہوں اے اللہ کے رسول ﷺ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے مقام پر ہو اور خیر پر ہو۔ [1]

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ تمام اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ سورہ احزاب کی آیت نمبر 28 سے لے کر آیت نمبر 34 تک یہ تمام آیات ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے بارے نازل ہوئیں ہیں بلکہ آیت نمبر 28 اور آیت نمبر 29 کو آیات خیار کہا جاتا ہے جس میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے رسول اللہ ﷺ سے زیورات اور عیش وعشرت والی زندگی کا مطالبہ کیا تو اس وقت خیار کی آیات نازل ہوئیں لہٰذا ﴿لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ﴾ میں اہل بیت کا مصداقِ اول ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں اور مذکورہ حدیث کے تحت رسول اللہ ﷺ نے اپنی دعا کے ذریعے ان نفوس مقدسہ کو بھی اس آیت کے مصداق میں شامل فرما لیا جیسا کہ امام قرطبی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں یوں فرماتے ہیں:

"فَهٰذِهِ دَعْوَةُ النَّبِيِّ ﷺ لَهُم بَعْدَ نُزُولِ الآيَةِ۔ أَحَبَّ أَنْ يُدْخِلَهُمْ فِي الآيَةِ الَّتِي خُوطِبَ بِهِ الأَزْوَاجُ."

''مذکورہ آیت کے نزول کے بعد نبی اکرم ﷺ کی ان افراد کے حق میں یہ دعا تھی آپ ﷺ نے پسند کیا کہ ان (افراد) کو بھی اس آیت میں شامل کر لیا جائے جس کا مخاطب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں۔''

میں آپ حضرات کے سامنے اس کی ایک مثال بیان کرتا ہوں تاکہ بات واضح ہو جائے قرآنِ کریم کی آیت ہے:

﴿لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ۭ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۭ﴾ [التوبة 9:108]

''البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے ہی تقوی پر رکھی گئی زیادہ حقدار ہے کہ

[1] جامع ترمذی: 3205.

آپ اس میں کھڑے ہوں، اس میں ایسے لوگ ہیں جو پسند کرتے ہیں کہ وہ خوب پاک ہوں۔"

اس بارے تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ یہ آیت مسجد قباء اور اہل قباء کے بارے نازل ہوئی لیکن جبکہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ "لمسجد أسس علی التقوی" سے کیا مراد ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((هو مسجدی هذا)) [1] وہ میری یہ مسجد ہے یعنی مسجد نبوی۔

تو معلوم ہوا کہ آیت کا نزول تو مسجد قباء اور اہل قباء کے بارے ہے لیکن رسول اللہ ﷺ نے اپنے فرمان کے ذریعے مسجد نبوی کو بھی آیت کے مصداق میں شامل فرما لیا اسی طرح آیت ﴿لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ﴾ کا نزول تو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے بارے ہے لیکن رسول اللہ ﷺ نے اپنی دعا کے ذریعے حضرت علی، حضرت فاطمہ اور ان کے دونوں لخت جگر حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو بھی آیت کے مصداق میں شامل فرما لیا۔

اب میں آپ احباب کے سامنے کتاب و سنت سے ایسے دلائل پیش کرتا ہوں جس میں واضح طور پر اہل بیت کا اطلاق بیوی پر کیا گیا ہے۔

پہلی دلیل:

قرآن کریم میں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق علیہ السلام بیٹے کی خوش خبری دی گئی اور اس پر ان کی اہلیہ حضرت سارہ علیہا السلام حیران ہوئیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحْمَتُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ ط﴾

[هود 11:73]

"کیا آپ اللہ کے فیصلے پر حیران ہوتی ہیں، اے اہل بیت! یہ تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں۔"

اس آیت میں اہل بیت کا مصداق صرف بیوی ہے کیونکہ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام

---

[1] صحیح مسلم: 1398، جامع ترمذی: 3099، مسند احمد: 11046۔

کے پاس ان کے گھرانے کا اور کوئی دوسرا فرد موجود نہیں تھا۔

دوسری دلیل:

صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کے بعد جب دعوت ولیمہ کا بندوبست کیا تو دعوت میں روٹی اور گوشت کا بندوبست کیا اور مجھے لوگوں کو بلانے کے لیے بھیجا لوگ آتے کھانا تناول کرتے اور چلے جاتے حتیٰ کہ سب لوگ چلے گئے لیکن تین افراد بیٹھ کر باتیں کرتے رہے تو نبی اکرم ﷺ وہاں سے اٹھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں داخل ہوئے اور فرمایا:

"اَلسَّلامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ ."

"اے اہل بیت! تم پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت ہو۔"

تو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں کہا:

"وَ عَلَيْكَ السَّلامُ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ كَيْفَ وَجَدْتَ اَهْلَكَ؟"

"آپ ﷺ پر بھی سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو۔"

آپ ﷺ نے اپنے اہل (مراد نئی بیوی) کو کیسا پایا؟

پھر حدیث کے الفاظ ہیں:

((فَتَقَرَّى حُجَرَ نِسَائِهِ كُلِّهِنَّ يَقُولُ لَهُنَّ كَمَا يَقُولُ لِعَائِشَةَ)) [1]

"پھر آپ ﷺ نے تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجروں کا دورہ فرمایا اور جس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا اسی طرح سب (بیویوں) سے فرمایا۔"

لہٰذا معلوم ہوا کہ اہل بیت میں آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بطریق اولی شامل ہیں اور جو لوگ ازواج مطہرات کو اہل بیت سے نکالنے کی مذموم کوشش کرتے ہیں ان کا دعوی کتاب وسنت کے بھی خلاف ہے اور عقل کے بھی اور عام عرف کے بھی خلاف ہے۔

آپ حضرات جانتے ہیں کہ ہم عرف عام میں جب کسی شخص کا حال معلوم کرتے ہیں تو

---

[1] صحیح بخاری: 4793.

پھر پوچھتے ہیں کہ آپ کے گھر والوں کا کیا حال ہے تو اس وقت ہماری مرادِ اول اس کی اہلیہ اور پھر اس کے بچے مراد ہوتے ہیں۔

اب ہم اپنے اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہیں یعنی اہل بیت کے فضائل کے حوالے سے تو یہاں میں آپ حضرات کے سامنے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کرتا ہوں......

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حج کے موقع پر یومِ عرفہ کے دن میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ اپنی قصواء اونٹنی پر بیٹھ کر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

((يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي)) [1]

"اے لوگو! میں تم میں کچھ چھوڑ کر جا رہا ہوں اگر تم اسے پکڑے رہو تو تم گمراہ نہیں ہوگے: اللہ کی کتاب اور میرا خاندان یعنی میرے اہل بیت۔"

امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"العِتْرَةُ: هُمْ اَهْلُ بَيْتِهِ، الذِيْنَ هُمْ عَلَى دِيْنِهِ وَ عَلَى التمَسُّكِ بِأَمْرِهِ."

"عترہ سے مراد آپ ﷺ کے وہ اہل بیت ہیں جو آپ ﷺ کے دین پر تھے اور آپ کی سنت کو تھامے ہوئے تھے۔"

تو یہ معلوم ہوا کہ جس طرح کتاب اللہ کا خیال رکھنا اس کا احترام کرنا ہم پر ضروری ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت رضی اللہ عنہم کا احترام بھی ہمارے لیے ضروری ہے۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ کے بعد اس امت کی سب سے افضل شخصیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔

---

[1] جامع ترمذی : 3786.

((اُرْقُبُوا مُحَمَّدًا فِي أَهْلِ بَيْتِهِ .)) [1]

''محمد ﷺ کا آپ کے اہل بیت کے بارے خاص خیال رکھو۔''

یعنی بہر صورت ان کا احترام بجالاؤ۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے اہل بیت میں سے اپنی پیاری بیٹی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے بارے یوں فرمایا:

((فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي فَمَنْ أَغْضَبَهَا أَغْضَبَنِي .)) [2]

''فاطمہ رضی اللہ عنہا میرا جگر گوشہ ہے۔ جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔''

اسی طرح رسول اللہ ﷺ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بڑی محبت کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کو پکڑے ہوئے یوں دعا کی:

((اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا .)) [3]

''اے اللہ! میں دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما۔''

رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں نواسوں یعنی حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے بارے میں یوں محبت کا اظہار فرمایا:

((هُمَا رِيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا .))

''یہ دونوں دنیا میں میرے خوشبودار پھول ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے اپنی محبوب بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یوں فرمایا:

((لَا تُؤْذِينِي فِي عَائِشَةَ فَإِنَّهُ وَاللّٰهِ مَا نَزَلَ عَلَيَّ الْوَحْيُ وَأَنَا فِي لِحَافِ امْرَأَةٍ مِنْكُنَّ غَيْرِهَا .)) [4]

''تم مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق تکلیف نہ دو۔ اللہ کی قسم! عائشہ کے علاوہ کسی بیوی

---

[1] صحیح بخاری : 3713.
[2] صحیح بخاری : 3714.
[3] صحیح بخاری : 3747.
[4] صحیح بخاری : 3775.

کے لحاف میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی۔"

اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے اپنی پیاری اور محبوب بیوی کے بارے میں دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو تکلیف دینے سے منع فرما دیا تو جو کوئی عام شخص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کوئی بات کہے اور رسول اللہ ﷺ کو تکلیف دینے کی کوشش کرے تو ایسے شخص کو اپنے اسلام اور ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔

ان تمام روایات سے ہمیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے تمام گھرانے والے ہر مسلمان کے لیے محترم اور مکرّم ہونے چاہیں اور ان سے محبت درحقیقت رسول اللہ ﷺ کی محبت کا لازم وملزوم حصہ ہے اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل:

میں نے پہلے آپ احباب کے سامنے اہل بیت رضی اللہ عنہم، ان کے فضائل اور اہل بیت کا مقام بیان کیا اب آپ حضرات کے سامنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل اور کتاب وسنت میں ان کا جو مقام بیان کیا گیا ہے اس حوالے سے گفتگو کروں گا لیکن اس سے پہلے کہ ان کے فضائل بیان کیے جائیں صحابی کی تعریف جان لیں۔

چنانچہ صحابی کی تعریف یہ ہے: "وہ شخص جو حالتِ ایمان میں نبی اکرم ﷺ سے ملا ہو اور پھر اسلام پر ہی فوت ہوا ہو۔"

قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مختلف مقامات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت بیان کی ہے جن میں سے چند مقامات میں آپ احباب کے سامنے بیان کرتا ہوں۔

پہلا مقام:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ

مِّنۡ اَثَرِ السُّجُوۡدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمۡ فِى التَّوۡرٰٮةِ ۛۚ وَمَثَلُهُمۡ فِى الۡاِنۡجِيۡلِ ۛۚ﴾

[الفتح 48:29]

”محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ایمان لائے کافروں پر بڑے سخت ہیں اور آپس میں بڑے مہربان ہیں آپ انہیں رکوع کرتے ہوئے، سجدے کرتے ہوئے دیکھیں گے وہ اللہ کا فضل اور رضامندی تلاش کرتے ہیں، ان کی علامت ان کے چہروں میں سجدے کا نشان ہوگا یہ ان کی صفت توراۃ اور انجیل میں ہے۔“

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ رب العزت نے محمد ﷺ کے منصبِ رسالت کو بیان کرنے کے بعد ان کے جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اوصاف بڑے واضح انداز میں بیان فرمائے جو مندرجہ ذیل ہیں:

سب سے پہلا وصف: ”اَشِدَّآءُ عَلَى الۡكُفَّارِ“ کافروں پر بڑے سخت ہیں۔

دوسرا وصف: ”رُحَمَآءُ بَيۡنَهُمۡ“ آپس میں بڑے مہربان اور رحم دل ہیں۔

تیسرا وصف: ”تَرٰٮهُمۡ رُكَّعًا سُجَّدًا“ رکوع اور سجدے کی حالت میں رہتے ہیں۔

چوتھا وصف: ”يَّبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضۡوَانًا“ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رضامندی کے متلاشی رہتے ہیں۔

”حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ، اپنی تفسیر ابن کثیر میں اس آیت کے تحت امام مالک رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شام کو فتح کیا تھا نصاریٰ جب انھیں دیکھتے تو بے ساختہ یہ کہتے، اللہ کی قسم! یہ لوگ ہمارے حواریوں سے بہتر ہیں۔

”اور وہ نصاریٰ یقیناً اس بات میں سچے تھے کیونکہ اس امت کی عظمت پہلی کتابوں میں بھی بیان کی گئی ہے اور اس امت کے سب سے افضل لوگ صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم ہی ہیں۔“ ❶

دوسرا مقام:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل میں قرآن کریم کا دوسرا مقام آپ حضرات کے سامنے بیان کرتا ہوں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝﴾ [التوبة 9:100]

”اور مہاجرین و انصار میں سے اولین لوگ جو کہ (ہجرت کرنے اور ایمان لانے میں) دوسروں پر سبقت لے گئے اور وہ دوسرے لوگ جنھوں نے ان سابقین کی اخلاص کے ساتھ پیروی کی، اللہ ان سب سے راضی ہوگیا، اور وہ سب اللہ سے راضی ہوگئے، اور اللہ نے ان کے لیے ایسی جنتیں تیار کی ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، ان میں وہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے (اور) یہی عظیم کامیابی ہے۔“

اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت نے تین قسم کے افراد کا تذکرہ فرمایا ہے:

1: مہاجرین، جنھوں نے اللہ رب العزت کے دین کی خاطر اپنا گھر بار وطن چھوڑا اور اپنا مال ومتاع تک قربان کردیا اور مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔

2: انصار، وہ لوگ جنھوں نے رسول اللہ ﷺ اور مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نصرت اور مدد کی اور ان کے لیے اپنا سب کچھ قربان کردیا۔

3: تیسرے وہ لوگ جنھوں نے ان سابقین اولین کی اخلاص اور محبت سے پیروی کی اور ان کے نقش قدم پر چلے اور اس قسم میں متاخرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور قیامت تک آنے والے وہ تمام لوگ شامل ہیں جو سابقین اولین صحابہ رضی اللہ عنہم کے پیروکار اور

❶ تفسیر ابن کثیر: 134/13.

ان کے طریقے پر چلتے رہیں گے۔

مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے دو چیزوں کی خوشخبری سنائی ہے۔ ایک اپنی رضامندی اور دوسری چیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے جنت کا اعلان فرمایا اور یہ دونوں نعمتیں ان افراد کو بھی حاصل ہوں گی جنھوں نے صدقِ دل سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کی اور ان کی پیروی کرتے رہے۔

تیسرا مقام:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت میں کتاب اللہ کا تیسرا مقام آپ حضرات کے پیش خدمت ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [التوبہ 9:117]

''البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے نبی پر اور مہاجرین و انصار پر توجہ فرمائی وہ (مہاجرین وانصار) کہ جنھوں نے تنگی کی گھڑی میں اس (نبی ﷺ) کی پیروی کی اس کے بعد کہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل ٹیڑھے ہو جاتے پھر اللہ نے ان پر توجہ فرمائی بلاشبہ اللہ ان پر بہت شفقت کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔''

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر ان مہاجرین و انصار کی تعریف کی ہے جنھوں نے تنگی کے وقت رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دیا اور میں وضاحت کردوں کہ یہاں آیت میں جس ''تنگی کے وقت'' کا تذکرہ ہوا ہے اس سے مراد غزوہ تبوک ہے اس لیے اس لشکر کو ''جیش العسرۃ'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اور ان کی تنگی کا عالم یہ تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نہ کھانے کو کوئی چیز ملتی تھی اور نہ پینے کے لیے پانی میسر تھا، شدید گرمی کا موسم تھا اور سواروں کی بہ نسبت سواریاں بہت کم تھیں لیکن

اس کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم ﷺ کا ہر لحاظ سے ساتھ دیا اور آپ ﷺ کے حکموں پر لبیک کہا اور آپ ﷺ کی فرمانبرداری میں آنے والی ہر تنگی اور ہر مشکل کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔

چوتھا مقام:

چوتھے مقام پر اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے یوں فرمایا:

﴿قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ؕ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ [النمل 59:27]

''آپ کہہ دیں! تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں اور اس کے بندوں پر سلام ہے جنھیں اس (اللہ) نے چن لیا ہے۔''

اس آیت مبارکہ میں چنے ہوئے بندوں سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، امام سفیان ثوری رحمہ اللہ اور امام سدّی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ [1]

اور اس بات کی تائید قرآنِ کریم کی ایک دوسری آیت سے بھی ہوتی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ﴾ [الفاطر 32:35]

''ہم نے اس کتاب (قرآن مجید) کے وارث اپنے وہ بندے بنائے ہیں جنھیں ہم نے چن لیا۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کتاب کے پہلے وارث ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی صحبت اور اس کتاب کی حفاظت کے لیے منتخب فرمایا اور یہ فضل و شرف ان نفوسِ مقدسہ کے لیے ایسا ہے جسے نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نقباء پا سکے اور نہ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری، اللہ ان پر کروڑوں رحمتیں فرمائے اور ہم گنہگاروں کو بھی ان مقدس ہستیوں کا ساتھ نصیب فرمادے۔ آمین

---

[1] تفسیر ابن کثیر: 418/13.

پانچواں مقام:

قرآن کریم کے اس مقام میں اللہ رب العزت نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے جنت کا وعدہ فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَ الْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ﴾

[النساء 4:95]

''مومنوں میں سے جو بیٹھ رہنے والے ہیں، سوائے معذورین کے اور اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں، اللہ نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر فضیلت دی ہے اور ہر ایک سے اللہ نے اچھی جزا (جنت) کا وعدہ کیا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے سورۃ نساء کی اس آیت میں غزوہ بدر میں شریک ہونے والوں کے لیے بغیر کسی عذر کے شریک نہ ہونے والوں پر فضیلت اور برتری کو ذکر فرمایا ہے لیکن اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے شرکت کرنے والوں اور نہ شرکت کرنے والوں سب سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے، البتہ اہل بدر کے لیے بلندی درجات، بخشش اور رحمت کی بشارت دی ہے۔

اور اسی طرح کی بشارت اسی اسلوب میں اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ سے پہلے اللہ کی راہ میں اپنی جان و مال سے جہاد کرنے والوں اور فتح مکہ کے بعد جان و مال سے جہاد کرنے والوں کے بارے میں بیان کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۰﴾﴾ [الحدید 10:57]

''تم میں سے جس نے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور جنگ کی وہ (یہ عمل بعد

میں کرنے والوں کے) برابر نہیں۔ یہ لوگ درجے میں ان سے بڑے ہیں جنھوں نے بعد میں خرچ کیا اور جنگ کی اور ان سب سے اللہ نے اچھی جزا کا وعدہ کیا ہے اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو خوب باخبر ہے۔"

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دو گروہوں میں منقسم کیا۔ ایک وہ لوگ جو فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے اور اللہ کی راہ میں جان و مال کو بے دریغ خرچ کیا۔ دوسرا وہ گروہ جو فتح مکہ کے بعد ایمان لائے اور انھوں نے بھی اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا اور جہاد کیا، ان دونوں گروہوں کو ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى﴾ "ہر ایک سے اللہ نے اچھی جزا یعنی جنت کا وعدہ کیا ہے۔"

یہاں اللہ رب العزۃ نے الحُسنیٰ کا لفظ جنت پر بولا ہے اور قرآنِ کریم میں متعدد مقامات پر الحسنیٰ کا لفظ جنت کے معنی میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ سورہ یونس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ﴾ [یونس 26:10]

"جن لوگوں نے نیکی کی انھیں کے لیے نہایت اچھا بدلہ اور اس سے زیادہ ہے۔"

حدیث و آثار میں اس آیت کی وضاحت ہے کہ "الحسنیٰ" سے مراد جنت اور "زیادہ" سے مراد اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے۔

اسی طرح سورۃ انبیاء میں اللہ تعالیٰ نے پہلے جہنم اور اہل جہنم کا تذکرہ کیا اور پھر فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۙ﴾

[الانبیاء 101:21]

"بے شک وہ لوگ جن کے لیے ہماری طرف سے بھلائی (جنت) طے ہو چکی ہے وہ اس سے دور رکھے گئے ہوں گے۔"

یہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے الحُسنیٰ کا وعدہ ہو چکا ہے لہٰذا وہ جہنم سے دور کر دیئے گئے ہیں اور اتنے جہنم سے دور کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا﴾ وہ اس

(جہنم) کی آہٹ بھی نہیں سنیں گے۔

لٰہذا یہ بات قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہوئی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب جنتی ہیں۔

چھٹا مقام:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ معزز لوگ ہیں جو ایمان کی منازل میں سب سے اعلیٰ منزل اور سب سے ارفع مقام پر فائز تھے اور ان کے ایمان کو اللہ تعالیٰ نے باقی امتیوں کے ایمان کے لیے معیار اور کسوٹی قرار دیا ہے اور قرآن کریم میں متعدد مقامات پر ان کے ایمان کی تعریف کی اور انھیں مومنین کے لقب سے متصف فرمایا۔ میں ان مقامات کو آپ حضرات کے سامنے بیان کرتا ہوں۔

پہلی جگہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ ۖ﴾

[المجادلة 22:58]

”یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے اور انھیں اپنی طرف سے ایک روح کے ساتھ قوت بخشی ہے۔“

عزیز بھائیو! ذرا سوچیے جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا اور ایمان کو نقش کر دیا ہو ان کے ایمان دار ہونے میں بھلا شک کیا جا سکتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے پیارے حبیب حضرت محمد ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے دلوں کو تقویٰ و پرہیز گاری کے لیے لازم و ملزوم قرار دیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا ۚ﴾

[الفتح 26:48]

”اور انھیں تقوی کی بات پر قائم رکھا اور وہ اس کے زیادہ حق دار اور اس کے لائق تھے۔“

دوسری جگہ: سورۃ انفال میں اللہ رب العزۃ نے مہاجرین اور انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کا تذکرہ

کرتے ہوئے یوں فرمایا:

﴿ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْۤا اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ ۝ ﴾

[الانفال 74:8]

”اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جنھوں نے جگہ دی اور مدد فرمائی یہی لوگ سچے مومن ہیں، ان کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔“

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ”سچے مومن“ کا وصف بولا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ ایماندار ہونے اور ایمان سے متصف ہونے میں سب سے سچے اور سب سے کھرے لوگ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم ہیں۔

تیسری جگہ: سورۃ فتح میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایمان کے وصف سے متصف فرمایا اور ساتھ ان کے لیے اپنی رضامندی کا سرٹیفکیٹ عطا کیا۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ۝ ﴾

[الفتح 18:48]

”یقیناً اللہ ایمان والوں سے راضی ہوگیا، جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے تو اس نے جان لیا جو ان کے دلوں میں تھا پس اس نے ان پر سکینت نازل کردی اور قریب والی فتح انھیں انعام میں دی۔“

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صدقِ دل سے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی وجہ سے موت کی بیعت کی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اخلاص اور ان کے دلوں کے کھرے پن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے ان کے دلوں میں جو خیر اور خلوص تھا اس کو جان لیا

تبھی میں ان ایمانداروں سے راضی ہو گیا ہوں۔

چوتھی جگہ: سورۃ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کو بعد میں آنے والے امتیوں کے ایمان کے لیے نمونہ اور معیار قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا﴾ [البقرہ 2:137]

''پھر اگر وہ اس چیز پر اسی طرح ایمان لائیں، جس طرح تم ایمان لائے ہو تو وہ یقیناً ہدایت پر ہیں۔''

ہدایت یافتہ اور ایماندار بننے کے لیے ضروری ہے کہ بعد میں آنے والے امتی حضرات بھی صحابہ رضی اللہ عنہم جیسا ایمان لائیں اور اپنے لیے معیار صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان کو سمجھیں جنھوں نے ہر گھڑی اور ہر حالت میں رسول اللہ ﷺ کے حکموں کے سامنے سر تسلیم خم کیا اور آپ کی بات ماننے کو اپنی خوش بختی اور سعادت سمجھا۔

اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کو صرف معیار ہی قرار نہیں دیا بلکہ ان کے مسلک اور موقف کو اپنانے کا حکم دیا اور ان کے راستے کو معیاری راستہ قرار دیا حتی کہ ان کے موقف اور راستے کی مخالفت کرنے والے کو بڑی سخت وعید سنائی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾

[النساء 4:115]

''اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے، اس کے بعد کہ اس کے لیے ہدایت خوب واضح ہو چکی اور مومنوں کے راستے کے سوا (کسی اور راستے) کی پیروی کرے ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرے گا اور ہم اسے جہنم میں جھونکیں گے، وہ بری لوٹنے کی جگہ ہے۔''

یہاں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مومنین کے وصف سے متصف فرمایا اور ان کے

راستے کو "سبیل المومنین" سے تعبیر کیا اور ان کے راستے کی مخالفت کرنے والے کو جھنم کی وعید سنائی۔ اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے فرمان کے ذریعے گمراہی سے بچنے کے لیے جو معیار بیان کیا وہ بھی یہی ہے لہٰذا آپ ﷺ نے فرمایا:

((ما أنا علیه و أصحابي)) ❶

"یعنی جس (راستے) پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔"

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے:

((مَنْ كَانَ مِنكُمْ مُسْتَنًّا فَلْيَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْ مَاتَ أُوْلٰئِكَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ كَانُوْا خَيْرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَبَرَّهَا قُلُوْبًا وَ أَعْمَقَهَا عِلْمًا وَ أَقَلَّهَا تَكَلُّفًا قَوْمٌ اِخْتَارَهُمُ اللّٰهُ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهِ ﷺ وَ نَقْلِ دِيْنِهِ فَتَشَبَّهُوا بِأَخْلَاقِهِمْ وَ طَرَائِقِهِمْ فَهُمْ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ كَانُوْا عَلَى الْهَدْيِ الْمُسْتَقِيْمِ.)) ❷

"اگر کوئی شخص اقتداء کرنا چاہتا ہے تو وہ اصحابِ محمد ﷺ کی سنت پر چلے جو فوت ہو چکے ہیں، وہ امت کے سب سے بہتر لوگ تھے، وہ سب سے زیادہ پاکیزہ دل والے، سب سے زیادہ گہرے علم والے اور سب سے کم تکلف والے تھے، لہٰذا تم انھی کے طور طریقوں کو اپناؤ کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھی تھے اور صراطِ مستقیم پر چلنے والے تھے۔"

معزز سامعین! معلوم ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے راستے کی پیروی درحقیقت رسول اللہ ﷺ کی پیروی ہے اور رسول اللہ کی پیروی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سنت کے بڑے حریص تھے اور اپنے ہر معاملے میں سنت کو مقدم رکھتے اور سنت کی پیروی میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ وہ اپنے ایمان میں اپنے عمل میں بڑے کھرے اور بڑے مخلص تھے اور اپنے کردار اور گفتار میں بڑے سچے تھے اسی لیے تو

❶ جامع ترمذی: 2641. ❷ حلیة الاولیا، : 305/1.

اللہ رب العزت نے ان کے بارے میں فرمایا:

﴿ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴾ [الحشر 8:59]

''یہی لوگ ہیں جو سچے ہیں۔''

اب میں آپ احباب کے سامنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل سنتِ رسول ﷺ کی روشنی میں بیان کرتا ہوں۔

پہلی حدیث:...... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس امت کے لیے خیر و امان کا ذریعہ تھے اور ان کے نفوسِ مقدسہ امت کے لیے فتنوں سے تحفظ کا ایک بہت بڑا بند تھے جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلنُّجُومُ اَمَنَةٌ لِلسَّمَآءِ فَإِذَا ذَهَبَتِ النُّجُومُ اَتَى السَّمَآءَ مَا تُوعَدُ وَاَنَا اَمَنَةٌ لِاَصْحَابِي فَإِذَا ذَهَبْتُ اَتٰى اَصْحَابِي مَا يُوعَدُونَ وَاَصْحَابِي اَمَنَةٌ لِاُمَّتِي فَإِذَا ذَهَبَ اَصْحَابِي اَتٰى اُمَّتِي مَا يُوعَدُونَ .)) [1]

''ستارے آسمان کے لیے امان (اور سلامتی کی ضمانت) ہیں اور جب ستارے ختم ہو جائیں گے تو آسمان پر (پھٹنے اور ٹکڑے ہونے کا) وہ وعدہ آجائے گا جس کی اسے خبر کر دی گئی ہے۔ اور میں اپنے صحابہ کے لیے امان ہوں۔ جب میں چلا جاؤں گا تو میرے اصحاب پر وہ (فتنے) آجائیں گے جن سے ان کو ڈرایا گیا ہے اور میرے صحابہ میری امت کے لیے امان ہیں۔ جب وہ چلے جائیں گے تو میری امت پر وہ (فتنے) آجائیں گے جن سے ان کو ڈرایا گیا ہے۔''

محترم سامعین! اس حدیثِ مبارک میں دو بڑے مسئلے بیان ہوئے ہیں:

1: نبی اکرم ﷺ کا وجودِ مبارک صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے امان اور تحفظ تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا وجود امت کے لیے فتنوں سے امان اور تحفظ کا ذریعہ تھا۔

---

[1] صحيح مسلم : 2531.

2: نبی اکرم ﷺ اس دار فانی سے اپنے رب کے جوار رحمت میں جا چکے ہیں اب وہ دنیا میں حاضر نہیں ہیں اور نہ کسی مجلس میں تشریف لاتے ہیں۔

اس حدیث کی شاہد اور تائید تاریخ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے جانے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر فتنے وارد ہونے شروع ہو گئے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جانے کے بعد اس امت پر بڑے بڑے فتنوں کے دروازے کھلے جو آج تک بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ واللہ المستعان اور بدعات ظاہر ہو گئیں ہیں اور امت انتشار کا شکار ہو چکی ہے۔

دوسری حدیث:...... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس امت کے سب سے بہترین لوگ تھے اور ان کا زمانہ سب سے بہتر زمانہ تھا۔

جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((خَيْرُ أُمَّتِي الْقَرْنُ الَّذِيْنَ يَلُوْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَجِيئُ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ أَحَدِهِمْ يَمِيْنَه وَ يَمِيْنُه شَهَادَتَه.)) [1]

"میری امت میں سب سے بہترین اس دور کے لوگ ہیں جو میرے ساتھ ہیں (مراد صحابہ) پھر وہ ہیں جو ان کے ساتھ (کے دور میں) ہوں گے (تابعین) پھر وہ جو ان کے ساتھ (کے دور میں) ہوں گے (مراد تبع تابعین)، پھر ایسے لوگ آئیں گے کہ ان کی گواہی ان کی قسم سے پہلے ہوگی اور ان کی قسم ان کی گواہی سے پہلے ہوگی۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی یہی روایت صحیح بخاری میں ان الفاظ سے مروی ہے

((خير الناس قرني)) "سب سے بہترین میرے زمانے کے لوگ ہیں۔"

لہٰذا اس روایت میں دو لحاظ سے فضیلت بیان کی گئی ہے:

1: زمانہ کے اعتبار سے اس دنیا میں جو سب سے بہترین زمانہ آیا وہ رسول اللہ ﷺ کا

[1] صحیح بخاری: 2652، صحیح مسلم: 2533.

زمانہ ہے۔

2: افراد کے اعتبار سے انبیاء کے بعد اگر اچھے لوگ آئے ہیں تو وہ محمد ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔

تیسری حدیث:...... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ مقدس اور باعث برکت ہستیاں ہیں جن کا وجود ہی امت کے لیے خیر و برکت اور نصرتِ الٰہی کا ایک بہت بڑا سبب تھا جس جنگ میں ان میں سے کوئی حاضر ہوتا اللہ اس صحابیِ رسول ﷺ کی وجہ سے اس لشکر کی مدد فرماتا جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث ہے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں پر ایک وقت آئے گا کہ اہل اسلام کی جماعتیں جہاد کریں گی تو ان سے پوچھا جائے گا؟ فِيكُمْ مَنْ صَاحَبَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ؟

”تم میں کوئی ایسا شخص ہے جسے رسول اللہ ﷺ کی رفاقت نصیب ہوئی ہو؟

تو لوگ کہیں گے: ہاں ((فَيُفْتَحُ لَهُمْ)) تو انھیں فتح نصیب ہوگی۔

پھر ایک وقت آئے گا مسلمانوں کی جماعتیں جہاد کریں گی تو اس موقع پر پوچھا جائے گا؟ هَلْ فِيكُمْ مَنْ صَاحَبَ أَصْحَابَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ؟

”کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی صحبت اختیار کی ہو؟“

تو لوگ کہیں گے: جی ہاں ((فَيُفْتَحُ لَهُمْ)) تو انھیں فتح نصیب ہوگی۔

پھر لوگوں پر ایک وقت آئے گا مسلمانوں کی جماعتیں جہاد کریں گی تو اس وقت پوچھا جائے گا کیا تم میں ایسے بزرگ افراد ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے شاگردوں میں سے کسی شاگرد کی صحبت میں رہے ہوں؟ تو لوگ کہیں گے: جی ہاں ((فَيُفْتَحُ لَهُمْ)) تو انھیں فتح نصیب ہوگی۔ [1]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا وجود ہی بڑا باعثِ خیر تھا اور وہ لوگ

---

[1] صحيح بخاري: 3649، صحيح مسلم: 2532.

باعث خیر کیوں نہ ہوتے جن کی آنکھیں شب و روز دیدارِ مصطفیٰ ﷺ سے لطف اندوز ہوتی تھیں اور رسول اللہ ﷺ کا وجود ان کے دلوں کی بہار تھی اور کائنات کی سب سے بڑی نعمت ان کے ہاں صرف اور صرف رسول ﷺ تھے۔

آیئے ذرا صحابیِ رسول ﷺ ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ سے پوچھیے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس رات گزارتا اور آپ کے وضو یا قضائے حاجت کے لیے پانی کا بندوبست کرتا ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے کہا: ((سَلْ یا ربیعة)) اے ربیعہ! سوال کرو میں نے کہا: میرے بھائیو صحابیِ رسول ﷺ کی خواہش اور تمنا دیکھیے ان کا ذرا جواب دیکھیے کہتے ہیں میں نے کہا:

((اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ))

''میں جنت میں آپ ﷺ کی رفاقت چاہتا ہوں۔''

کوئی دنیا نہیں مانگی، کوئی مال و متاع اور گھر نہیں مانگے، کوئی بینک بیلنس نہیں چاہا بس ایک ہی چاہت ہے، ایک ہی لگن ہے، ایک ہی تمنا ہے؟ کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کی رفاقت دے دی ہے اب آخرت میں بھی مل جائے تو رسول اللہ ﷺ نے بڑے پیار سے پوچھا: ((أَوَ غَيْرَ ذالك))

ربیعہ! اس کے علاوہ کوئی اور بھی تمنا ہے؟

حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے کہا: هُوَ ذَاكَ ''بس وہی ہے۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فَأَعِنِّي عَلَى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ)) [1]

''تم اپنے معاملے کے بارے کثرتِ سجود سے میری مدد کرو۔''

چوتھی حدیث:...... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب بخشے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت کے لیے منتخب فرمایا لیکن اگر کوئی شخص ان

[1] صحیح مسلم: 489.

کے بارے میں کوئی نازیبا کلمات زبان سے ادا کرتا ہے تو اس بارے رسول اللہ ﷺ نے بڑی سختی سے منع فرمایا۔ چنانچہ صحیحین کی حدیث ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ .)) ❶

''میرے صحابہ کو گالی مت دو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو وہ نہ ان کے ایک مُدّ کے برابر ہوسکتا ہے اور نہ آدھے مُدّ کے برابر۔''

صحیح مسلم میں اس بات کی وضاحت ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے درمیان تلخ کلامی ہوئی تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انھیں گالی دی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَا تَسُبُّوا اَحَدًا من اَصْحَابِي))

- اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع اسلام کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بعد والے صحابہ رضی اللہ عنہم پر برتری اور فوقیت حاصل تھی اس لیے رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو یہ بات کہی۔
- دوسرا اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس امت میں ایسے بدبخت بھی آئیں گے جو صحابہ رضی اللہ عنہم پر طعن و تشنیع کریں گے۔
- اور تیسرا اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نیکی، تقویٰ اور اخلاص کے جس مقام پر فائز تھے کہ بعد والے امتی کثیر مال خرچ کرنے کے باوجود ان کے ادنی سے عمل کے برابر نہیں ہوسکتے۔

پانچویں حدیث:...... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس امت کے معزز لوگ ہیں اور ان کی محبت ہمارے ایمان کا حصہ ہے اور ان کی تکریم اور عزت کرنے کا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے چنانچہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَكْرِمُوا أَصْحَابِي فَإِنَّهُمْ خِيَارُكُم ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنهم ثُمَّ الَّذِيْن يَلُوْنَهُمْ.)) ❶

''میرے ساتھیوں کی عزت کرو کیونکہ وہ تم میں سے بہترین لوگ ہیں پھر ان لوگوں کی جوان کے ساتھ ہیں (تابعین) پھر ان لوگوں کی جوان کے ساتھ ہیں (یعنی تبع تابعین)۔''

اور یہی روایت جامع ترمذی میں ان الفاظ سے مروی ہے:

((أوصيكم بأصحابي)) ❷

''میں تمھیں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے بھلائی کی نصیحت کرتا ہوں۔''

اور مسند احمد میں یہ روایت بایں الفاظ سے مروی ہے:

((اِسْتَوصُوا بِأَصْحَابِي خَيْرًا.)) ❸

''میرے صحابہ کے متعلق بھلائی کی وصیت قبول کرو۔''

فائدہ:...... یہ حدیث صحیح ہے۔

لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توقیر اور ان کی عزت وتکریم کرنا ہر مسلمان پر ضروری ہے۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((لَمْ يُؤمِنْ بِالرَّسُوْلِ مَنْ لَّمْ يُوَقِّرْ أَصْحَابَهُ.)) ❹

''جو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی توقیر نہیں کرتا اس کا آپ ﷺ پر ایمان ہی نہیں۔''

چھٹی حدیث:...... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب بخشے ہوئے اور جنتی ہیں اور اسکی ولیل پہلے میں نے قرآنی آیات سے پیش کی اب رسول اللہ ﷺ کی زبانِ اقدس سے بھی اس کی تائید ملتی ہے جیسا کہ مسند احمد کی روایت ہے، حضرت ابوعبدالرحمٰن الجھنی رضی اللہ عنہ بیان

---

❶ شرح السنة : 2253.
❷ جامع ترمذي : 2165.
❸ مسند احمد : 114.
❹ الشفاء : 44/2.

کرتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک دو سوار نمودار ہوئے اور آ کر رسول اللہ ﷺ کے قریب بیٹھ گئے، ان میں سے ایک شخص بیعت کے لیے آگے بڑھا اور اپنا ہاتھ بیعت کے لیے آگے بڑھایا اور رسول اللہ ﷺ سے پوچھنے لگا کہ:

((یا رسول الله! أَرَأَيْتَ مَنْ رَآكَ فَآمَنَ بِكَ وَ صَدَّقَكَ وَاتَّبَعَكَ، مَا ذَالَهُ؟))

''اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کا اس شخص کے بارے کیا خیال ہے جس نے آپ ﷺ کو دیکھا اور ایمان لے آیا، آپ ﷺ کی تصدیق اور پیروی کی، اسے کیا ملے گا؟''

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((طُوْبٰی لَهُ)) [1]

''اس کے لیے جنت کی مبارکباد ہے۔''

اور اگر ''طوبیٰ'' سے مراد جنت کا درخت لیا جائے تو پھر اس کا مطلب ''اس کے لیے جنتی درخت ہے۔'' اور مراد جنت ہی ہوگی۔

ان تمام روایات سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی افضلیت اور برتری کے حوالے سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:

1: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا وجود امت کے لیے امان و تحفظ کا ذریعہ تھا۔

2: اس امت کے سب سے بہترین لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

3: دنیا کی عمر میں سب سے بہترین زمانہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا زمانہ تھا۔

4: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا وجود امت کے لیے فتح و نصرت الٰہی کا ذریعہ تھا۔

5: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دینا یا ان کے بارے زبان درازی کرنا منع ہے اور کبیرہ گناہ ہے۔

6: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تقویٰ و پرہیزگاری اور اخلاص میں سب سے اعلیٰ منازل پر فائز تھے۔

---

[1] مسند احمد: 17388 و سنده حسن.

7: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجر و ثواب کو بعد میں آنے والے کسی صورت نہیں پا سکتے۔

8: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عزت و تکریم کرنے کا حکم دیا ہے۔

9: رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خیر خواہی اور ان کی بھلائی کی ہمیں نصیحت کی ہے۔

10: جس نے حالتِ ایمان میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور آپ ﷺ کی تصدیق اور پیروی کی وہ جنتی ہے۔

اب میں آپ حضرات کے سامنے سلف صالحین رحمہم اللہ کے اقوال پیش کرتا ہوں جو انھوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت اور ان کے تقدس میں بیان کیے۔

❁ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُتَأَسِّيًا فَلْيَتَأَسَّ بِأَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ فَإِنَّهُمْ كَانُوْا أَبَرَّ هٰذِهِ الْأُمَّةِ قُلُوبًا وَ أَعْمَقَهَا عِلْمًا وَ أَقَلَّهَا تَكَلُّفًا وَ أَقْوَمَهَا هَدْيًا وَ اَحْسَنَهَا حَالًا قَوْمًا اِخْتَارَهُمْ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهٖ فَاعْرِفُوا لَهُمْ فَضْلَهُمْ وَاتَّبِعُوهُمْ فِي آثَارِهِمْ فَإِنَّهُمْ كَانُوا عَلَى الْهُدٰى الْمُسْتَقِيْمِ .)) [1]

”جو تم میں سے اقتداء کرنے والا ہے تو اسے چاہیے کہ محمد ﷺ کے اصحاب کی اقتداء کرے، کیونکہ وہ اس امت میں سب سے بڑھ کر نیک دل، علم کے اعتبار سے گہرے، تکلف میں سب سے کم، سیرت کے اعتبار سے سب سے پکے، حالت کے اعتبار سے سب سے اچھے، ایسی قوم جنھیں اللہ نے اپنے نبی ﷺ کی صحبت اور اقامتِ دین کے لیے منتخب کیا تھا، پس تم ان کی فضیلت کو جانو اور ان کے نشانات کی پیروی کرو، کیونکہ وہ سیدھی راہ پر تھے۔“

❁ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((كَانَ صَالِحُ السَّلَفِ يُعَلِّمُونَ أَوْلَادَهُمْ حُبَّ اَبِيْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ

[1] جامع بیان العلم و فضلہ 134/2، السلسلة الصحيحة تحت رقم الحديث :2648.

كَمَا يُعَلِّمُوْنَ السُّوْرَةَ أَوِ السُّنَّةَ .))❶

''سلف صالحین اپنی اولاد کو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم سے محبت اس طرح سکھاتے تھے جیسے قرآن پاک کی سورت یا سنت سکھاتے تھے۔''

❁ امام ایوب سختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((وَمَنْ اَحْسَنَ الثَّنَآءَ عَلَى اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ فَقَدْ بَرِئَ مِنَ النِّفَاقِ وَمَنِ انْتَقَصَ أَحَدًا مِّنْهُمْ فَهُوَ مُبْتَدِعٌ مُخَالِفٌ لِلسُّنَّةِ وَالسَّلَفِ الصَّالِحِ وَ أَخَافُ أَنْ لاَ يَصْعَدَ لَهُ عَمَلٌ إِلَى السَّمَاءِ حَتّٰى يُحِبَّهُمْ جَمِيْعًا وَ يَكُوْنُ قَلْبُهُ سَلِيْمًا .))❷

''جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اچھی تعریف کرتا ہے وہ نفاق سے بری ہے اور جو ان میں سے کسی ایک کی تنقیص کرتا ہے وہ بدعتی ہے، سنت اور سلف صالحین کے طریقہ کے مخالف ہے، مجھے خطرہ ہے کہ اس کا کوئی عمل (قبولیت کے لیے) اس وقت تک آسمان پر نہیں جائے گا جب تک وہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت نہ کرے اور اس کا دل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بغض سے بچا ہوا نہ ہو۔''

❁ امام فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((إِنِّي أُحِبُّ مَنْ اَحَبَّهُمُ اللّٰهُ وَ هُمُ الَّذِيْنَ يَسْلَمُ مِنْهُمْ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَأُبْغِضُ مَنْ أَبْغَضَهُ اللّٰهُ وَ هُمْ أَصْحَابُ الأَهْوَاءِ وَالْبِدَعِ .))❸

''میں ان سے محبت کرتا ہوں جس سے اللہ محبت کرتے ہیں اور وہ وہی لوگ ہیں جن کی زبان درازیوں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محفوظ ہیں اور میں ان سے بغض رکھتا ہوں جن سے اللہ بغض رکھتے ہیں اور وہ خرافی اور بدعتی ہیں۔''

---

❶ مسند الامام ابی القاسم الجوهری، ص : 110 .

❷ الشفاء : 42/2 . ❸ حلية الاولياء : 103/8 .

❁ امام بشر بن الحارث الحافی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((أَوْثَقُ عَمَلِي فِي نَفْسِي حُبُّ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ.)) ❶

''میرے نزدیک میرا سب سے پختہ عمل محمد ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت ہے۔''

ان تمام آیات، احادیث اور اقوال سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت واضح ہوتی ہے اور ان نفوس مقدسہ کا تقدس اور احترام ہر مسلمان پر فرض ہے لہٰذا رسول اللہ ﷺ کے حقوق میں سے نوواں حق ایک امتی ہونے کے ناطے ہم پر یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اہل بیت رضی اللہ عنہم اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت رکھیں اور ان کے لیے بلندئ درجات کی دعائیں کرتے رہیں اور آخرت میں ان ہستیوں کی رفاقت اور صحبت کا رب تعالیٰ سے سوال کرتے رہیں، اللہ تعالیٰ اہل بیت اور اصحاب محمد رضی اللہ عنہم پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور ہمیں آخرت میں ان کی صحبت اور رفاقت نصیب فرمادے۔ آمین

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

---

❶ حلية الاولياء : 338/8.

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کی آپس میں محبت

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِينُهٗ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ . أَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ﴾

[الفتح 48:29]

ہر قسم کی حمد و ثناء اللہ رب العالمین کے لیے اور درود و سلام امام الانبیاء سید المرسلین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس کے لیے۔

عزیز ساتھیو، دوستو، بزرگو! آج ہمارے معاشرے میں یہ فضاء پیدا کی جا رہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کے درمیان بڑے شدید اختلافات تھے خصوصاً حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم نے اپنے عہد خلافت میں ان کا خیال نہیں رکھا اور ان کی آپس میں رنجش تھی۔

میرے بھائیو! یہ بات کسی بھی اعتبار سے درست نہیں نہ قرآن کی رو سے نہ تاریخی اعتبار سے اور نہ حقیقتِ حال کے اعتبار سے بلکہ یہ ایک ایسی گھٹیا اور سطحی سوچ ہے جو قرآن کی نصوص کے واضح طور پر مخالف ہے۔ میں نے آپ احباب کے سامنے خطبے کے شروع میں ایک آیت کا ابتدائی حصہ پڑھا جس میں اللہ تعالیٰ نے اصحابِ محمد ﷺ کا ایک بڑا

بنیادی اور اہم وصف بیان کیا اور وہ ہے ﴿رُحَمَآءُ بَیۡنَهُمۡ﴾ کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھی خواہ وہ اہل بیت رضی اللہ عنہم ہوں یا دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ آپس میں رحم دل ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ وصف بولا ہے:

﴿وَمَنۡ اَصۡدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيۡلًا ۝﴾ [النساء 4:122]

''اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ بات میں کون سچا ہے۔''

تو بھائیو! آیت کا یہ حصہ اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم آپس میں ایک دوسرے کے خیر خواہ تھے اور ان کے درمیان برادرانہ اور دوستانہ تعلقات تھے اور اگر ان کے درمیان شیطان رخنہ ڈالنے کی کوشش کرتا تو وہ خود ایک دوسرے کو مل کر اس بات کا تصفیہ کر لیتے اور بات کو کلیئر کر لیتے، ان کی آپس میں کوئی رنجش یا عداوت نہ تھی۔

بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپس میں ایثار اور محبت کی ایسی مثالیں قائم کی ہیں کہ جن کی مثال نہ اس امت میں اور نہ سابقہ امتوں میں ملتی ہے اور ہم ان نفوسِ مقدسہ کے بارے برے تاثرات پھیلاتے پھرتے ہیں بلکہ سوشل میڈیا پر کچھ مخصوص افراد ہیں جن کا مشن ہی یہ ہے کہ عوام کے درمیان ایسے تاثرات پھیلائیں کہ نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ کے جانے کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم شدید اختلافات کا شکار ہو گئے تھے اور خلافت اور دنیوی عہدوں کے لیے انھوں نے آپس میں جنگیں لڑیں۔

جبکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((دَعُوا لِي أَصْحَابِي وَلَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي)) [1]

''میری خاطر میرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے درگزر کرو، میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا مت کہو۔''

اور دوسری جگہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا:

((احْفَظُونِي فِي أَصْحَابِي)) [2]

---

[1] مسند البزار: 7221.
[2] سنن ابن ماجه: 2363، الصحيحة: 1116.

"لوگو! میری وجہ سے میرے صحابہ کا خیال رکھو، ان کی رعایت کرو۔"

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَمِنْ أُصُولِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ سَلَامَةُ قُلُوبِهِمْ وَ أَلْسِنَتِهِمْ لِأَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ." [1]

"اہل سنت والجماعت کا اصول ہے کہ وہ اپنے دلوں اور اپنی زبانوں کو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے محفوظ رکھتے ہیں۔"

آج کے خطبہ میں آپ حضرات کے سامنے میں کچھ روایات پیش کرتا ہوں جن سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کی آپس میں محبت اور قرابت داری کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اہل بیت رضی اللہ عنہن سے محبت:

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ عصر کی نماز پڑھا کر مسجد نبوی سے باہر نکلے تو راستے میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے تو انھیں اپنے کندھے پر سوار کرلیا اور فرمایا: ((بِأَبِي شَبِيْهٌ بِالنَّبِيِّ ﷺ لا شَبِيْهٌ بِعَلِيٍّ وَ عَلِيٌّ يَضْحَكُ)) [2]

"میرا باپ ان پر قربان ہو! یہ نبی ﷺ کے مشابہ ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشابہ نہیں ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ سن کر ہنس رہے تھے۔"

❁ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا جس کے ذریعے سے وہ نبی اکرم ﷺ کے ان صدقات کا مطالبہ کر رہی تھیں جو مدینہ طیبہ میں اور فدک میں تھے اسی طرح جو خیبر کے خمس سے باقی بچ گیا تھا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ))

---

[1] منهاج السنة : 219/2. [2] صحيح بخاری : 3542.

"ہمارے ترکہ میں وراثت جاری نہیں ہوتی ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔"

البتہ آلِ محمد ﷺ کے اخراجات اسی مال سے پورے کیے جائیں گے اور خورد و نوش کے علاوہ ان صدقات میں ان کا کوئی حق نہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے لحاظ سے حق بجانب تھیں کہ باپ کی وراثت کی وہ حقدار ہیں جبکہ دوسری طرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ رسول ﷺ اپنی جگہ حق بجانب تھے کیونکہ قانونی حیثیت رسول اللہ ﷺ کے فرمان اور قول کو حاصل ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((وَلَأَ عْمَلَنَّ فِيهَا بِمَا عَمِلَ فِيهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ))

"میں ان اموال میں وہی نظام جاری رکھوں گا جو رسول اللہ ﷺ نے قائم رکھا تھا۔"

یعنی جس طرح رسول اللہ ﷺ اپنے آل اولاد رضی اللہ عنہم اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن پر اس مال کو خرچ کرتے تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں اسی طریقے کو جاری رکھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس مجلس میں آئے اور فرمایا:

((إِنَّا قَدْ عَرَفْنَا يَا أَبَابَكْرٍ فَضِيْلَتَكَ .))

"اے ابوبکر! ہم آپ کے مقام و مرتبہ کا اعتراف کرتے ہیں۔"

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی قرابت داری کا تذکرہ کیا تو جواب میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَرَابَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي .)) [1]

"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنا مجھے اپنے قرابت داروں کے ساتھ حسنِ سلوک سے زیادہ محبوب ہے۔"

---

[1] صحیح بخاری : 3711 اور 3712.

اس روایت میں واضح طور پر ذکر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوران گفتگو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور ان کے مقام و مرتبے کو سراہا اور دوسری جانب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اہل بیت کے مقام و مرتبے اور فضیلت کو سراہا اور ان کے احترام اور اکرام کا اقرار کیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت رضی اللہ عنہم آپس میں ایک دوسرے کے خیر خواہ اور ایک دوسرے کے مقام اور فضل کا خیال رکھتے تھے۔

❁:......صحیح بخاری کی روایت ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کے بارے یوں نصیحت فرماتے تھے۔

((أُرْقُبُوْا مُحَمَّدًا فِي أَهْلِ بَيْتِهِ .)) [1]

''حضرت محمد ﷺ کے اہل بیت کا خصوصی خیال رکھو۔''

❁:......جب حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا مرض الموت میں مبتلا ہوئیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کی خدمت اور تیمارداری کے لیے اپنی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو ان کے پاس بھیج دیا۔ جو ان کی وفات تک ان کے پاس رہیں بلکہ سنن الدارقطنی کی روایت ہے:

((أَنَّ فَاطِمَةَ أَوْصَتْ أَنْ يُغَسِّلَهَا زَوْجُهَا عَلِيٌّ وَ أَسْمَاءُ فَغَسَّلَاهَا .)) [2]

''یقیناً فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وصیت کی کہ انھیں غسل، ان کے خاوند حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا دیں لہٰذا ان دونوں نے انھیں غسل دیا۔''

اس روایت سے دو بڑے فائدے حاصل ہوئے:

1: حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما دونوں کے گھرانے کے آپس میں بڑے گہرے اور خوشگوار تعلقات تھے۔

2: بیوی کی وفات پر خاوند اپنی بیوی کو غسل دے سکتا ہے۔

جس طرح سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اہل بیت رضی اللہ عنہم سے والہانہ محبت رکھتے تھے اور ان کی

[1] صحیح بخاری : 3713 . [2] سنن دارقطنی : 1827 .

تکریم کرتے تھے بعینہٖ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اہل بیت رضی اللہ عنہم کی خدمت میں پیش پیش رہتے تھے آپ حضرات کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اہل بیت سے محبت کی چند جھلکیاں پیش کرتا ہوں۔

❁:...... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں کو دیگر لوگوں پر مقدم رکھتے اور ان کا خصوصی خیال رکھتے حتی کہ جب عطیات اور وظائف کے لیے ایک رجسٹر بنایا گیا تو لوگوں نے کہا: نبدأ بك کہ ہم آپ کے خاندان بنوعدی سے رجسٹر میں ناموں کی ابتداء کرتے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لا ، ابدؤوا بأقارب رَسُولِ اللهِ ﷺ ، و ضَعُوا عُمَرَ حَيْثُ وَضَعَهُ اللّٰهُ .

"نہیں، تم رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں سے ابتداء کرو اور عمر رضی اللہ عنہ کو وہاں رکھو جہاں اللہ نے اسے رکھا ہے۔"

تو سب سے پہلے بنو ہاشم پھر بنو مطلب کے نام لکھے گئے اور ابتداء میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو سب سے مقدم رکھا۔ اور باقی لوگوں کی نسبت ان کے لیے زیادہ وظیفہ مقرر کیا گیا حتی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو جو رسول اللہ ﷺ کے خادم کے بیٹے اور آپ ﷺ کے محبوب تھے ان کے لیے زیادہ وظیفہ مقرر کیا اور اسے اپنے بیٹے سے مقدم رکھا جس وجہ سے ان کے بیٹے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ناراضگی کا اظہار کیا اور کہا:

((تُفَضِّلُ عَلَيَّ أُسَامَةَ؟))

آپ نے اسامہ کو مجھ پر فوقیت اور فضیلت دی ہے؟

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا: فَإِنَّهُ كَانَ أَحَبَّ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ مِنْكَ وَ كَانَ أَبُوْهُ أَحَبَّ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ مِنْ أَبِيْكَ . [1]

"یقیناً وہ رسول اللہ ﷺ کو تجھ سے زیادہ محبوب تھا اور اس کا باپ رسول اللہ ﷺ

---

[1] منهاج السنة النبوية لابن تيمية : 538/3 .

کو تیرے باپ سے زیادہ محبوب تھا۔''

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو دیگر عورتوں کی نسبت زیادہ وظیفہ دیتے اور ان کی ضرورتوں کا خیال رکھتے حتی کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہمارے حصے کے سری پائے تک ہمیں بھجوادیا کرتے تھے۔'' ❶

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ازواج مطہرات کے پاس خود جاتے اور ان کی خبر گیری کرتے اور وقتاً فوقتاً ان کے لیے عطیات وغیرہ ارسال کرتے رہتے کوئی پھل یا عمدہ چیز اس وقت تک نہ کھاتے جب تک کہ اس میں سے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا حصہ نہ نکال لیتے، وہ اپنی بیٹی ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا حصہ سب سے آخر میں نکالتے تاکہ اگر کمی ہو تو اس میں ہو۔ وہ مطلوبہ اشیا ایک تھیلے میں ڈالتے اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی طرف ارسال فرماتے۔ ❷

اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل و عیال کی بے حد تکریم کرتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ، خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشیر خاص تھے اور سب سے زیادہ قابل اعتماد ساتھی تھے یہی وجہ تھی کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کی جانب سفر کیا تو امورِ خلافت پر مدینہ میں انھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کیا۔

امام ابنِ سعدؒ، حضرت جعفر بن باقر رحمہ اللہ سے اور وہ اپنے باپ علی بن حسین رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس یمن سے بڑے قیمتی جوڑے آئے تو انھوں نے وہ لوگوں میں تقسیم کیے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تقسیم سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ دیکھا حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما اپنی اماں محترمہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے باہر آرہے تھے جب انھیں دیکھا تو خیال آیا کہ ان دونوں کو تو جوڑا نہیں ملا پریشان ہوگئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: اس تقسیم سے مجھے خوشی نہیں ہوئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وجہ دریافت کی تو فرمایا: ان دونوں جوانوں کو جوڑا نہیں مل سکا جس سے میں پریشان ہوگیا ہوں۔

---

❶ طبقات ابن سعدؒ: 303/3. ❷ الزھد للامام احمدؒ، ص: 166.

تو یمن کے گورنر کی طرف لکھا کہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے لیے بہترین جوڑے فوراً ارسال کیے جائیں۔ جب وہ جوڑے آپ تک پہنچے تو آپ نے حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو بلایا اور انھیں عطا کیے۔ ❶

❁:...... حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن مجھ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے میرے بیٹے! تم ہمارے پاس کیوں نہیں تشریف لاتے؟ لہٰذا ایک دن میں گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ علیحدگی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے باتیں کر رہے تھے جبکہ دروازے پر ان کے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی انتظار کر رہے تھے تو عبداللہ رضی اللہ عنہ واپس چلے تو میں بھی واپس آ گیا پھر جب بعد میں ملاقات ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیٹے تم آئے نہیں؟ تو میں نے ساری بات سنائی اور کہا کہ آپ کا بیٹا اجازت نہ ملنے پر واپس ہو گیا تو اس لیے میں بھی پلٹ آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((أنت أحق من ابن عمر)) ❷

"تم عمر کے بیٹے سے زیادہ اجازت دیے جانے کا حق رکھتے ہو۔"

❁:...... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے بڑی محبت وعقیدت رکھتے تھے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

اللہ کی قسم! مجھے عباس رضی اللہ عنہ کا مسلمان ہونا اپنے باپ کے مسلمان ہونے سے زیادہ عزیز ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا مسلمان ہونا زیادہ محبوب تھا۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے احترام اور تقدس کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں قحط سالی ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارش کے لیے دعا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کرائی اور ان کا مقام ومرتبہ اس وقت موجود لوگوں کے سامنے بیان کیا۔ تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے انتہائی گریہ زاری سے دعا کی اور رسول اللہ ﷺ سے اپنی تعلق داری کا دعا میں تذکرہ فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اہلِ مدینہ کو

❶ الاصابہ: 106/1۔ ❷ الاصابہ: 15/2۔

بارانِ رحمت سے نوازا۔

❁:...... امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایہ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی بھی بے حد تکریم کرتے:

((أَنَّهُ كَانَ يُجْلِسُ ابْنَ عَبَّاسٍ مَعَ مَشَايِخِ الصَّحَابَةِ و يقول: نِعْمَ تَرْجُمَانُ الْقُرْآنِ عَبْدُاللهِ بْنُ عَبَّاسٍ .)) [1]

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما کو (اپنی مجلس میں) بزرگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بٹھاتے اور فرماتے: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما قرآن کے بہترین ترجمان ہیں۔"

اور بسا اوقات جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تشریف لاتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ یوں فرماتے:

((جَاءَ فَتَى الكُهُولِ وذُوالِلّسَانِ السَّؤُلِ وَالْقَلْبِ العَقُول .))

"مشائخ کا نوجوان زیادہ سوال کرنے والی زبان والا اور سمجھدار دل والا فرد آیا ہے۔"

❁:...... رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں کا سب صحابہ رضی اللہ عنہم بڑا احترام کرتے تھے اور ان کی خدمت اور ملاقات کو سعادت اور باعثِ مسرّت سمجھتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((كُنْتُ أَلْزَمُ الأَكَابِرَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ من الْمُهَاجِرِيْنَ وَالأَنْصَارِ فَأَسْأَلُهم عن مغازي رَسُولِ اللهِ ﷺ وَمَا نَزَلَ مِنَ القرآنِ في ذَالِكَ .))

"میں مہاجرین و انصار میں سے کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس بڑے اہتمام سے جاتا اور ان سے رسول اللہ ﷺ کی مغازی اور اس کے متعلق جو قرآن کا نزول تھا

[1] البدایہ والنہایہ : 88/12.

اس بارے سوال کرتا۔"

اور فرماتے ہیں:

((وَ كُنْتُ لَا اٰتِي اَحَدًا مِنهُمْ اِلا سُرَّبِإِتْيَانِي لِقُرْبٰى مِنْ رَسُولِ اللّٰه ﷺ .)) ❶

"میں جس صحابی کے پاس بھی (علم کے لیے) جاتا تو رسول اللہ ﷺ سے قرابت کی بناء پر اسے میرے آنے کی بڑی خوشی ہوتی۔"

امام ذہبی رحمہ اللہ نے سیر اعلام النبلاء میں ذکر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب مجھے کسی صحابی کے بارے حدیث کا پتا چلتا تو میں اس کے پاس جاتا، اگر وہ دوپہر کے وقت آرام کر رہے ہوتے تو ان کے دروازے پر بیٹھ کر انتظار کرتا جب وہ باہر آتے تو مجھے دیکھ کر کہتے:

((يَا ابْنَ عَمِّ رَسُولِ اللّٰه ﷺ أَلا اَرْسَلْتَ إِلَيَّ فَاٰتِيكَ؟ .)) ❷

"اے رسول اللہ ﷺ کے چچا کے بیٹے! آپ نے مجھے پیغام کیوں نہیں بھیجا کہ میں خود آپ کے پاس آ جاتا۔"

تو فرماتے ہیں کہ میں کہتا: أَنَا اَحَقُّ اَنْ آتِيكَ فَأَسْأَلُكَ

"میں زیادہ حق رکھتا ہوں کہ آپ کے پاس آتا اور آپ سے سوال پوچھتا۔"

میرے بھائیو! دیکھیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی قرابت داری کا احترام کرتے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما علم اور اہل علم کا احترام کرتے اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو۔ آمین

❁:...... حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بارے مروی ہے کہ انھوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور فرمایا:

((هٰكَذَا أُمِرْنَا أَنْ نَفْعَلَ بِأَهْلِ بَيْتِ نَبِيِّنَا .)) ❸

---

❶ البدایہ والنہایہ: 87/12. ❷ سیر أعلام النبلاء: 343/3.
❸ البدایہ والنہایہ: 94/12.

”ہمیں اپنے نبی ﷺ کے اہل بیت کے ساتھ اسی طرح حسنِ سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔“

❁:...... حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے بارے مروی ہے کہ اُن کے پاس حضرت عبداللہ بن حسن بن حسین رضی اللہ عنہ کسی کام سے آئے تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ان سے کہا:

”إِذَا كَانَتْ لَكَ حَاجَةٌ فَأَرْسِلْ إِلَيَّ اَوْ اُكْتُبْ فَإِنِّي اَسْتَحْيِ مِنَ اللّٰهِ أَنْ يَّرَاكَ اللّٰهُ عَلَى بَابِي .“

”آپ کو جب بھی کوئی ضرورت ہو تو آپ کسی کے ذریعے یا لکھ کر مجھے پیغام بھیج دیں کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ سے حیاء آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو میرے دروازے پر کھڑا دیکھے۔“

عزیز بھائیو! یہ سب آثار اور روایات اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خصوصاً شیخین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام اہل بیت سے بڑی عقیدت اور محبت رکھتے تھے اور ان کی خدمت اپنے لیے سعادت سمجھتے تھے۔

اہل بیت رضی اللہ عنہم کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت:

جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اہل بیت رضی اللہ عنہم سے محبت رکھتے تھے اسی طرح بعینہ اہل بیت رضی اللہ عنہم بھی رسول اللہ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم سے بڑی محبت رکھتے اور ان کا احترام بجا لاتے اور جو مقام اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ان کو دیا اس کے معترف تھے۔

یہاں میں آپ احباب کے سامنے کچھ روایات پیش کرتا ہوں جس میں اہل بیت رضی اللہ عنہم کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت اور قرابت داری کی کچھ جھلکیاں نظر آتی ہیں:

❁:...... مسند احمد کی روایت ہے حضرت ابوجُحیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا:

((اَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا؟ أَبُوبَكْرٍ رضی اللہ عنہ ثُمَّ قَالَ:

أَلا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ؟ عُمَرَ .)) ❶

''کیا میں تمھیں نبی اکرم ﷺ کے بعد اس امت کے سب سے بہتر شخص کے بارے خبر نہ دوں؟ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں پھر کہا! کیا تمھیں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد اس امت کے سب سے بہتر شخص کے بارے خبر نہ دوں؟ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔''

❀:...... حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں:

"بَلَغَنِي أَنَّ أُنَاسًا يُفَضِّلُوْنِي عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَ عُمَرَ لا يُفَضِّلُنِي أَحَدٌ عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَ عُمَرَ إِلَّا جَلَدْتُّهُ حَدَّ الْمُفْتَرِي . " ❷

''مجھے کچھ لوگوں کے بارے یہ بات پہنچی ہے کہ وہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر مجھے فضیلت دیتے ہیں، جس نے بھی مجھے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دی میں اس پر بہتان لگانے والے کی حد نافذ کردوں گا۔''

❀:...... صحیح بخاری میں امام بخاری رحمہ اللہ روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت محمد ابن حنفیہ رحمہ اللہ نے اپنے باپ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے افضل کون ہیں؟

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

ابن حنفیہ رحمہ اللہ کہتے میں نے کہا: ثُمَّ مَنْ؟ پھر کون؟

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ثُمَّ عُمَرُ، پھر عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

تو ابن حنفیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ پھر مجھے اندیشہ ہوا کہ اب آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام ذکر کریں گے تو اس لیے میں نے کہا: ثُمَّ أَنْتَ ''پھر آپ افضل ہیں۔''

تو انھوں نے فرمایا: مَا أَنَا إِلَّا رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ . ❸

---

❶ مسند احمد : 833 .

❷ فضائل الصحابة للامام احمدؒ، رقم الاثر : 387 .

❸ صحیح بخاری : 3671 .

میں تو صرف عام مسلمانوں جیسا ایک آدمی ہوں۔

❁:...... حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جب کفن میں لپیٹ دیا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ دوبارہ ان کے پاس آ کر کھڑے ہوئے اور فرمایا:

"مَا اَحَدٌ أَلْقَى اللّٰهَ بِصَحِيفَتِهِ اَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ هٰذَا الْمُسَجّٰى." ❶

''مجھے اس کفن میں لپٹے ہوئے شخص (ابوبکر رضی اللہ عنہ) سے بڑھ کر کوئی شخص محبوب نہیں جو اپنے بہترین نامۂ اعمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے پاس جا رہا ہے۔''

❁:...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ رکھا گیا تو لوگوں نے اسے گھیرے میں لے لیا اور ان کے لیے اللہ سے دعائیں اور مغفرت طلب کرنے لگے۔ میں بھی وہاں موجود تھا۔ جنازہ اٹھانے سے پہلے اچانک ایک آدمی نے میرے کندھوں پر ہاتھ رکھے۔ میں نے دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے رحمت کرتے ہوئے کہا: اے عمر! تم نے اپنے بعد کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا جو عمل و کردار کے اعتبار سے مجھے آپ سے زیادہ محبوب ہو (اور میں تمنا کروں) کہ میں اس جیسا بن کر اللہ تعالیٰ سے ملوں۔ اللہ کی قسم! مجھے تو پہلے ہی یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ رکھے گا۔ اور میرا یہ یقین اس بناء پر تھا کہ میں اکثر نبی اکرم ﷺ سے یہ سنا کرتا تھا:

((ذَهَبْتُ اَنَا وَ اَبُوْبَكْرٍ وَ عُمَرُ، وَ دَخَلْتُ اَنَا وَ اَبُوْبَكْرٍ وَ عُمَرُ وَ خَرَجْتُ اَنَا وَ اَبُوْبَكْرٍ وَ عُمَرُ.)) ❷

''میں اور ابوبکر و عمر گئے، میں اور ابوبکر و عمر اندر آئے، میں اور ابوبکر و عمر باہر نکلے۔''

یہ تمام روایات اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد اہل بیت رضی اللہ عنہم میں سب سے معزز شخصیت حضرت علی رضی اللہ عنہ، شیخین یعنی حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے بڑی محبت و

---

❶ تاريخ الاسلام للذهبي: 120/3. ❷ صحيح بخاري: 3685.

عقیدت رکھتے اور رسول اللہ ﷺ کے بعد ان کے فضل و مقام مرتبے کو سمجھتے تھے اور ان کو اپنے عمل و کردار میں حق بجانب سمجھتے تھے اسی لیے تو انھوں نے شیخین جیسے عمل و کردار کی تمنا کی۔ آیئے میں آپ احباب کو اہل بیت رضی اللہ عنہم میں سے ایک معزز و محترم شخصیت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے تاثرات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں سناؤں، صحیح مسلم کی روایت ہے۔

ایک دن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حدیثِ رسول ﷺ بیان کرتے ہوئے فرمانے لگے:

((سَمِعْتُ غَيْرَ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَ كَانَ أَحَبَّهُمْ إِلَيَّ .)) [1]

"میں نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ کے بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم سے سنی ہے جن میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں اور وہ مجھے ان میں سے سب زیادہ محبوب تھے۔"

❀:...... شیعہ عالم علی اربلی اپنی کتاب کشف الغمہ میں ذکر کرتا ہے کہ امام علی بن حسین رحمہ اللہ کے پاس عراق کے کچھ لوگ آئے اور انھوں نے حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے بارے غیر مناسب بات کہی جب وہ بات سے فارغ ہوئے تو امام علی بن حسین رحمہ اللہ نے ان سے کہا: کیا تم مجھے یہ بتلاؤ گے؟

أأنتم المهاجرون الاولون کیا تم اولین مہاجرین ہو جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا﴾

[الحشر 8:59]

تو ان لوگوں نے کہا: نہیں۔

تو حضرت علی بن حسین رحمہ اللہ نے کہا: أأنتم الذين قال الله فيهم کیا تم وہ لوگ ہو جن کے بارے اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ

[1] صحیح مسلم: 826.

قَبۡلِهِمۡ﴾ تو انھوں نے کہا: نہیں۔

تو حضرت علی بن حسین رحمہ اللہ نے ان سے کہا: اَمَّا أَنْتُم فَتَبَرَّأ تم أَنْ تَكُوْنُوا مِنْ اَحَدِ هٰذَيْنِ الْفَرِيْقَيْنِ وَ أنا اَشْهَدُ لستم من الذين قال الله فيهم

تم نے خود اپنے بارے میں یہ برات بیان کردی کہ ان دونوں گروہوں میں سے تم نہیں ہو۔ اور میں گواہی دیتا ہو کہ تم ان لوگوں میں سے بھی نہیں ہو جن کے بارے اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ...﴾ [الحشر 10:59]

پھر حضرت علی بن حسین رحمہ اللہ نے ان سے کہا:

"أُخرِجُوْا عني فَعَلَ اللّٰهُ بِكُمْ." ❶

''میرے پاس سے چلو جاؤ اللہ تمھارا بُرا کرے۔''

اہل بیت رضی اللہ عنہم کی اصحابِ رسول ﷺ سے محبت کا ایک بہت بڑا ثبوت کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں کے نام ان کی مناسبت سے رکھے اسی طرح حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما نے بھی اپنے بیٹوں کے نام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ناموں کی مناسبت سے رکھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کے نام:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ، ابوبکر رحمہ اللہ، عمر رحمہ اللہ، عثمان رحمہ اللہ اور محمد رحمہ اللہ۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کے نام:

ابوبکر رحمہ اللہ، عمر رحمہ اللہ اور طلحہ رحمہ اللہ۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کے نام:

عمر بن حسین رحمہ اللہ، علی بن حسین رحمہ اللہ۔ ❷

میرے بھائیو! یہ بات طے شدہ ہے کہ انسان اپنی اولاد کے نام کسی کی عقیدت اور

❶ كشف الغمه : 78/2. ❷ البدايه والنهايه : 331/7.

محبت کی بناء پر رکھتا ہے نہ کہ اس سے عداوت اور نفرت کی بناء پر۔

❁:...... یہاں میں آپ حضرات کے سامنے اہل بیت رضی اللہ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آپس میں قرابت داری کی چند مثالیں بیان کرتا ہوں۔

1: حضرت محمد ﷺ کا نکاح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہوا۔

2: حضرت محمد ﷺ کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا سے ہوا۔

3: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے ہوا جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئیں۔

4: حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کا نکاح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پوتی حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر سے ہوا۔

5: حضرت اسحاق بن عبداللہ بن جعفر رحمہ اللہ کا نکاح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پڑ پوتی ام حکیم بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر سے ہوا۔

6: حضرت محمد الباقر بن علی بن حسین رحمہ اللہ کا نکاح حضرت ابوبکر صدیق کی پڑ پوتی ام فروہ بنت القاسم سے ہوا۔

7: حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نکاح کرلیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کرلیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد بن ابی بکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تربیت میں پرورش پائی۔

دسواں حق: آپ ﷺ کی ذات بارے افراط وتفریط سے بچنا:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا۠﴾ [احزاب 40:33]

”محمد ﷺ تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔“

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضرت زید رضی اللہ عنہ کے بارے میں منع کیا کہ انھیں زید بن محمد کہہ کر مت پکارو اگرچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے متبنّیٰ تھے۔

دوسرا اس آیت مبارکہ میں آپ ﷺ کے اوصاف بیان کیے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔ لہٰذا جو آپ ﷺ کا مقام اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے آپ ﷺ کو وہ مقام دیا جائے آج کے خطبہ میں ہماری گفتگو اسی بات پر ہوگی کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات کے بارے غلو نہ کیا جائے اور افراط و تفریط سے بچا جائے۔

سب سے پہلے ہمیں افراط اور تفریط کے مفہوم کو سمجھنا چاہیے۔

افراط: لفظِ افراط کے معنی ہیں ”زیادہ کرنا، بڑھا دینا“

اور یہاں ہمارے موضوع کی مناسبت سے مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی شان کو اتنا نہ بڑھایا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات رسول اللہ ﷺ کو دے دی جائیں۔

تفریط: لفظِ تفریط کے معنی ہیں ”کمی کرنا یا کسی چیز میں کوتاہی اور نقص پیدا کرنا“ اور یہاں ہمارے موضوع کی مناسبت سے مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں کمی کرنا اور آپ ﷺ کو عام شخص جتنی اہمیت دینا یا آپ ﷺ کے مقام کو اس مرتبے سے گھٹانا جو مقام و مرتبہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا کیا۔

شریعت اسلامی نے افراط و تفریط کے فعل پر غلو کے لفظ کا اطلاق کیا ہے اور سابقہ اہل کتاب بھی اس افراط و تفریط کا شکار ہوئے جس بناء پر اللہ تعالیٰ نے سابقہ اہل کتاب کو غلو سے روکا اور اس سے منع فرمایا۔ چنانچہ ارشاد گرامی ہے:

﴿ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ لَا تَغْلُوا۟ فِى دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ إِلَّا ٱلْحَقَّ ۚ إِنَّمَا ٱلْمَسِيحُ عِيسَى ٱبْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ ٱللَّهِ وَكَلِمَتُهُۥٓ أَلْقَىٰهَآ إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ ۖ فَـَٔامِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرُسُلِهِۦ ۖ وَلَا تَقُولُوا۟ ثَلَٰثَةٌ ۚ ٱنتَهُوا۟ خَيْرًا لَّكُمْ ۚ إِنَّمَا

اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۷۱﴾ [النساء 4:171]

''اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو (زیادتی) نہ کرو اور اللہ پر صرف حق بات کہو عیسیٰ ابن مریم صرف اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں جو اس نے مریم کی طرف القاء کیا اور اس (اللہ) کی طرف سے روح ہیں چنانچہ تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور نہ تم کہو کہ (الہ) تین ہیں (اس سے) باز آ جاؤ (یہ) تمھارے لیے بہتر ہوگا بس اللہ اکیلا ہی معبود ہے وہ پاک ہے اس سے کہ اس کی کوئی اولاد ہو اسی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے اور کارساز ہونے کے اعتبار سے اللہ کافی ہے۔''

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو دین میں غلو اور افراط وتفریط سے منع فرمایا اور پھر اسی آیت کے اگلے حصہ میں وہ امور بیان فرمائے کہ اگر ان میں سے کسی ایک میں زیادتی اور غلو کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔

- اللہ تعالیٰ کے بارے صرف حق بات کہو جو کتاب اللہ سے ثابت ہو۔
- عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام، اللہ کے رسول، اس کا کلمہ اور اس کی طرف سے بھیجی ہوئی روح ہیں۔
- اللہ اور اس کے سب رسولوں پر صحیح معنی میں ایمان لاؤ۔
- تین مل کر ایک الہ بنتا ہے، یہ عقیدہ باطل ہے۔
- برے اعتقاد سے باز آ جاؤ۔
- معبود برحق صرف ایک اللہ ہے۔
- وہ اولاد سے پاک ہے۔

یہاں غلو کی صورتیں مندرجہ ذیل اعتبار سے ہیں:

- اللہ تعالیٰ کی ذات بارے بغیر علم بات نہیں کرنی چاہیے اور جو اللہ پر ناحق بات کہے گا تو وہ غلو ہوگا۔

- عیسی ابن مریم علیہ السلام کا جو مقام مرتبہ اللہ نے بتایا ہے اس پر ایمان و اعتقاد ہونا چاہیے اور جس نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو ان کی ذات سے بڑھا کر کچھ کہا تو اس نے غلو کیا۔
- اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان اسی طرح لانا چاہیے جس طرح اللہ نے حکم دیا وگرنہ ان کی ذات کے بارے غلو ہوگا۔
- الٰہ اور معبودِ برحق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور الٰہ دو یا تین نہیں جس نے تین کا اعتقاد رکھا تو وہ غلو ہوگا۔
- اللہ تعالیٰ اولاد اور بیوی سے پاک ہے جس نے اللہ سبحانہ کی اولاد یا بیوی کا عقیدہ رکھا تو اس نے تفریط کی اور غلو کیا۔

قرآنِ کریم میں ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو غلو سے اس انداز سے منع کیا، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ غَیْرَ الْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَ اَضَلُّوْا كَثِیْرًا وَّ ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ۠ ﴾

[المائدة 5:77]

”کہہ دیجیے: اے اہل کتاب تم ناحق اپنے دین میں غلو (زیادتی) نہ کرو اور نہ ہی ایسی قوم کی خواہشات کی پیروی کرو جو تحقیق اس سے پہلے گمراہ ہو چکے اور انھوں نے بہت ساروں کو گمراہ کیا اور وہ (خود بھی) سیدھی راہ سے بہک گئے۔“

اس آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے غلو سے روکا اور ساتھ ہی ایسی قوم کی روش اپنانے سے منع کیا جو خواہشات کے پیروکار ہوئے اور بھٹک گئے۔

لہٰذا اگر ان دونوں آیات کے مضمون کو جمع کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ غلو اور اس کی ذکر کردہ صورتوں سے اللہ تعالیٰ نے روکا اور پھر ایسی قوم کی پیروی سے منع کیا جو خواہشات کے پیروکار ہوئے تو معلوم ہوا کہ غلو کا سبب درحقیقت خواہشات کی پیروی ہے نہ

کہ اللہ اوراس کے رسولوں کی پیروی، اسی طرح غلو کرنے والی قوم کی روش کو نہ اپنایا جائے۔

سابقہ اہل کتاب اور افراط وتفریط:

یہاں میں آپ حضرات کے سامنے سابقہ اہل کتاب کے غلو اور افراط وتفریط کی کچھ مثالیں بیان کرتا ہوں۔

❁ : اللہ کا جز اور بیٹا بنانا:......ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۨ ابْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ﴾ [التوبة 9:30]

''اور یہودیوں نے کہا: عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا: مسیح اللہ کا بیٹا ہے یہ ان کے مونہوں کی بات ہے۔''

اس آیت مبارکہ میں یہود و نصاری کے غلو کی ایک جھلک بیان کی ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو اللہ کے نیک بندے اور نبی تھے ان کی شان کو اتنا بڑھایا اور افراط سے کام لیا کہ ان کو اللہ کا بیٹا کہہ دیا۔

❁ : شریعت سازی کا اختیار غیر اللہ کو دینا:......ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَ مَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِيَعْبُدُوْۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۝۳۱﴾ [التوبة 9:31]

''انھوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے علاوہ رب بنالیا اور مسیح ابن مریم کو بھی حالانکہ وہ حکم دیے گئے تھے کہ صرف ایک معبود کی عبادت کریں، اس کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں اور وہ پاک ہے اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔''

شریعت سازی کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے وہ جس چیز کو چاہے حلال کردے اور جسے چاہے حرام قرار دے کیونکہ ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے کسی چیز کو حرام یا حلال کرنے کا اختیار رسول اللہ ﷺ کے پاس نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ بھی اللہ کے حکم کے منتظر ہوتے تھے

جیسا کہ خولۃ بنت ثعلبہ کی روایت ہے جب انھوں نے آ کر بیان کیا کہ میرے خاوند اوس رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنی ماں سے تشبیہ دی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَمْ أُومَر فِي شأنكِ شَيءٌ)) ''مجھے تیرے بارے اللہ نے کچھ حکم نہیں دیا۔''

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا اس آیت کے بارے کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ انھوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے علاوہ رب بنایا ہے جبکہ انھوں نے تو ان کو رب نہیں بنایا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَمَا إِنَّهُمْ لَمْ يَكُوْنُوْا يَعْبُدُونَهُم وَ لٰكِنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا أَحَلُّوا لَهُمْ شَيْئًا اِسْتَحَلُّوهُ وَاِذا حَرَّمُوا عَلَيْهِمْ شيئا حَرَّمُوهُ فَتِلْكَ عِبَادَتُهُمْ .)) [1]

''البتہ یقیناً وہ ان کی عبادت نہیں کرتے تھے لیکن وہ (علماء) کوئی چیز ان کے لیے حلال قرار دیتے تو اسے حلال سمجھتے اور جب وہ کوئی چیز ان کے لیے حرام قرار دیتے تو وہ اسے حرام سمجھتے تو یہی ان کی عبادت ہے۔''

❁: **اللہ تعالیٰ پر ناحق بات کہنا:**...... اللہ تعالیٰ پر ناحق بات کہنے سے مراد جو بات اللہ نے نہیں کہی وہ بات اللہ کی طرف منسوب کر دینا یا بغیر علم کے اللہ تعالیٰ کی ذات بارے کوئی بات کہنا جیسے یہود و نصاریٰ کے یہ اقوال جو قرآن میں مذکور ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ وَ النَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ﴾ [المائدة 5:18]

''اور یہود و نصاریٰ نے کہا ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں، کہہ دیجیے: پھر وہ (اللہ) تمھارے گناہوں کی وجہ سے تمھیں عذاب کیوں کرتا ہے۔''

یہود و نصاریٰ نے یہ بات اللہ پر بنائی جبکہ نہ اللہ تعالیٰ نے اور نہ ہی ان کی طرف بھیجے

[1] السلسلة الصحيحة : 3293.

جانے والے کسی نبی نے یہ بات کہی تھی۔

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ؕ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗۤ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾

[البقرة 2:80]

”اور انھوں نے کہا: سوائے چند دن کے ہمیں ہرگز آگ نہیں چھوئے گی، کہہ دیجیے: کیا تم نے اللہ سے کوئی عہد لے رکھا ہے جس کی اللہ وعدہ خلافی نہیں کرے گا یا تم اللہ پر وہ بات کہہ رہے ہو جو تم جانتے نہیں۔“

اس آیتِ مبارکہ میں بھی اللہ تعالیٰ پر ناحق اور بغیر علم بات کرنے کی نفی کی گئی ہے۔

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَ قَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّ نَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ ﴾

[آل عمران 3:181]

”البتہ تحقیق اللہ نے ان لوگوں کی بات سن لی جنھوں نے کہا: یقیناً اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں۔ یقیناً ہم لکھتے ہیں جو کچھ انھوں نے کہا اور ان کا انبیاء کو ناحق قتل کرنا بھی۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہود کے دو بڑے افعال کی طرف اشارہ کیا ہے:

1: اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرنا اور اللہ کے مقام میں تفریط کرنا۔

2: اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو ناحق قتل کرنا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ قَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ ﴾ [البقرة 2:111]

''اور انھوں نے کہا: ہرگز نہیں داخل ہوگا جنت میں مگر وہی جو یہودی یا عیسائی ہے، یہ ان کی (باطل) خواہشات ہیں۔ اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل لاؤ۔''

یہود و نصاریٰ کے باطل نظریات میں سے ایک یہ بھی نظریہ تھا کہ جنت کے حقدار صرف ہم لوگ ہیں اور کوئی نہیں اور درحقیقت یہ بھی اللہ تعالیٰ پر ناحق بات کہنا تھی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴾ [مریم 88:19]

''اور انہوں نے کہا: رحمٰن نے اولاد بنالی ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ان کے دعویٰ باطل اور اللہ پر ناحق بات کا یوں جواب دیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا يَنْبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴾ [مریم 92:19]

''اور رحمٰن کے لیے لائق نہیں کہ وہ (اپنے لیے) اولاد بنائے۔''

اور کہیں اللہ کا وصف یوں بیان ہوا ہے:

﴿ وَاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ﴾ [الجن 3:72]

''اور بلاشبہ بات یہ ہے کہ ہمارے رب کی شان بڑی بلند ہے، اس نے نہ کوئی بیوی بنائی ہے اور نہ کوئی اولاد۔''

مذکورہ قرآن کی آیات کی روشنی میں مَیں نے آپ حضرات کے سامنے اہل کتاب کے دین میں غلو اور افراط و تفریط کی کچھ مثالیں بیان کیں اب اس امت محمدیہ میں افراط اور تفریط کی چند صورتیں بیان کرتا ہوں۔

❁: **اللہ کا جز بنانا:**...... اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہود و نصاریٰ کا یہ باطل نظریہ اور غلط عقیدہ بیان کیا کہ انھوں نے اللہ کے انبیاء کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا اور جز بنا دیا کیونکہ بیٹا باپ کا جز ہوتا ہو چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَجَعَلُوا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾

[الزخرف 15:43]

''انھوں نے اس (اللہ) کے لیے، اس کے بندوں میں سے ایک جز وحصہ بنا دیا بلاشبہ یقیناً انسان بڑا واضح ناشکرا ہے۔''

آج امت میں سے بھی ایک گروہ ہے جنھوں نے نبی اکرم ﷺ کو اللہ کا بیٹا تو نہیں کہا لیکن یہ کہہ دیا کہ نور سے نور جدا ہوا ہے یعنی اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ نور من نور اللہ ہیں تو نتیجہ ایک ہوا کہ رسول اللہ ﷺ بھی اللہ کا جز ہیں یہود و نصاریٰ نے عزیر علیہ السلام اور عیسیٰ ابن مریم کو اللہ کا بیٹا کہہ دیا اور ان لوگوں نے جز کہہ دیا۔

اور رسول اللہ ﷺ کی ذات کے بارے یہی افراط وتفریط اور غلو ہے کہ آپ ﷺ کے مقام کو بڑھا کر اللہ تعالیٰ سے ملا دینا اور جو اللہ کی صفات ہیں وہ رسول اللہ ﷺ کے بارے ثابت کرنا یہی ہمارے آج کے خطبے کا موضوع ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات بارے افراط وتفریط سے بچا جائے۔

رسول اللہ ﷺ کا بڑا واضح فرمان ہے:

((لَا تُطْرُونِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ فَقُولُوا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ .)) [1]

''مجھے ایسا نہ بڑھاؤ جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو بڑھایا۔ بس میں تو اللہ کا بندہ ہوں اس لیے تم یوں کہا کرو: آپ ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔''

لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بڑے واضح انداز میں پیغام دیا کہ جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ ابن مریم کی شان میں غلو کیا اور ان کو اتنا بڑھایا کہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنا دیا۔ ہمیں اس غلو اور افراط سے بچنا ہے اور جو مقام رسول اللہ ﷺ کو اللہ نے دیا ہے اس کو دل و جان سے

[1] صحیح بخاری: 3445.

تسلیم کرنا ہے اور اس میں افراط و تفریط سے اجتناب کرنا ہے۔

❁: **شریعت سازی کا اختیار غیر اللہ کو دینا:**...... کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ ہمیں یہ پیغام دیتی ہے کہ شریعت سازی کا اختیار صرف اور صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے اس میں کسی کو دخل اندازی کی اجازت نہیں رسول کو رسول اس لیے کہتے ہیں کہ عربی زبان میں رسول کا لفظ اس شخص پر بولا جاتا ہے جو کسی کے پیغام کو آگے پہنچائے اور رسول اللہ سے مراد اللہ کا قاصد اور اللہ کا پیغام اس کی مخلوق تک پہنچانے والا اور شریعت کے معاملے میں اللہ کا نبی اور رسول بھی اللہ کے حکم کا پابند ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۝﴾ [آل عمران 79:3]

”کسی بشر کا یہ حق نہیں بنتا کہ اللہ اسے کتاب، حکم اور نبوت دے تو پھر وہ لوگوں سے کہے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ لیکن تم رب والے بنو اس لیے کہ تم کتاب سکھاتے اور اس لیے کہ تم خود بھی پڑھتے ہو۔“

لہٰذا معلوم ہوا کہ اللہ کا بھیجا ہوا رسول اللہ کی مخلوق کو وہی کچھ کرنے کو کہتا ہے جس کے کرنے کا اللہ نے حکم دیا اور اسی چیز سے منع کرتا اور روکتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا اور منع فرمایا ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں بھی بہت سے ایسے لوگ ہیں جو واضح اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کے موجود ہوتے ہوئے اپنے بڑوں کو، اپنے آئمہ کو، اپنے خاندانی رسوم و رواج کو مقدم کرتے ہیں اور اپنے معاملات میں وہ چیزیں جو واضح طور پر حرام اور سودی ہیں صرف اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے چند مولویوں کے فتاویٰ پیش کرتے ہیں اور ان کو حلال سمجھتے ہیں جبکہ وہ کتاب اللہ میں حرام ہیں۔

❁: **اللہ تعالیٰ پر ناحق بات کہنا:**...... اللہ تعالیٰ کی ذات بارے یا اس کی صفات بارے ایسی بات کہنا جو کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کی واضح نصوص کے خلاف ہو وہ اللہ پر ناحق

بات کہنا ہے۔اسی طرح ہر وہ بات جس میں رسول اللہ ﷺ کی ذات بارے یا صفت بارے غلو ہو یعنی وہ صفت اللہ کی ہو اور رسول اللہ ﷺ کے بارے بھی کہی جائے یا رسول اللہ ﷺ کی شان میں کمی کی جائے وہ بات بھی اللہ پر ناحق بات کہنے میں شامل ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے بڑے واضح انداز میں اپنی امت کو اس غلو اور افراط و تفریط سے روکا اور منع کیا ہے حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يَاأَيُّهَا النَّاسُ! إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّيْنِ فَإِنَّمَا اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ الْغُلُوُّ فِي الدِّيْنِ .)) ❶

”اے لوگو! دین میں غلو (اور حد سے بڑھنے) سے پرہیز کرو، تم سے پہلے لوگوں کو دین میں غلو ہی نے تباہ کیا ہے۔“

معلوم ہوا کہ غلو ایک ایسی چیز ہے جو امتوں کو تباہ کر دیتی ہے یہاں میں آپ احباب کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی ذات بارے غلو اور افراط کی چند صورتیں بیان کرتا ہوں:

❁: رسول اللہ ﷺ کو عالم غیب کہنا:...... ہمارے معاشرے کا ایک بہت بڑا طبقہ اپنے عقائد کے اعتبار سے اس بات کا مدعی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عالم غیب تھے اور ما کان و ما یکون کا علم رکھتے تھے اور یہ بات ان کی کتب میں بھی موجود ہے اور یہ بات ان کے ہر خاص و عام کی زبان پر ہے۔

میرے بھائیو! ذرا ٹھنڈے دماغ سے سوچیے اگر یہ وصف رسول اللہ ﷺ کا بھی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس صفت کو اپنے لیے کیوں خاص کیا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۝۲۲﴾ [الحشر 22:59]

”وہ اللہ وہ ذات ہے کہ جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہی غیب و حاضر کو جاننے والا ہے وہ بڑا مہربان اور بہت رحم کرنے والا ہے۔“

---

❶ نسائی : 3059، ابن ماجہ : 3029، مسند احمد : 1851.

قرآن کریم میں ایک دوسرے مقام پر یوں فرمایا:

﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝۶۵﴾ [النمل 65:27]

''کہہ دیجیے: سوائے اللہ کے آسمانوں اور زمین میں کوئی نہیں جو غیب جانتا ہو اور وہ تو یہ شعور بھی نہیں رکھتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔''

اگر اللہ بھی غیب اور حاضر کو جانتا ہے اور رسول اللہ ﷺ بھی غیب و حاضر جانتے ہیں تو پھر خالق کائنات اور مخلوق میں فرق کیا رہا ہے لہٰذا قرآنی آیات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوئی کہ غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بیشتر ایسے واقعات ہوئے جو اس بات کی دلیل ہیں کہ آپ ﷺ غیب نہیں جانتے تھے مثال کے طور پر:

1: آپ ﷺ نے نماز پڑھانا شروع کی تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ آپ کے جوتے کو گندگی لگی ہے تو نماز میں آپ ﷺ نے جوتے اتار دیے۔

2: رسول اللہ ﷺ گھر میں جبریلِ امین علیہ السلام کے آنے کے منتظر تھے اور چارپائی کے نیچے کتے کا پلّہ تھا آپ ﷺ کو معلوم نہ ہو سکا۔

3: رسول اللہ ﷺ نے رعل اور ذکوان قبیلے کے لیے ستر قراء صحابہ رضی اللہ عنہم بھیجے جن کو شہید کر دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ کو ان کے دھوکے کا معلوم نہ ہو سکا۔

4: صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل ہونے کی خبر ملی آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے موت پر بیعت لی۔

جہانوں کو پالنے والا صرف اللہ ہے:...... اس کائنات کا خالق و مالک اور رب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے قائل کفار مکہ بھی تھے لیکن آج کچھ ایسے بھولے بھالے مسلمان بھی ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے اندھی عقیدت میں آکر صفتِ ربوبیت جو اللہ کی صفت ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف بھی منسوب کرتے ہیں مثال کے طور پر آپ بھائیوں نے سنا ہوگا کہ جمعہ والے دن جمعہ کی نماز کے بعد بریلوی حضرات کی

مساجد میں درود وسلام اجتماعی طور پر پڑھا جاتا ہے جس میں یہ الفاظ بھی کہے جاتے ہیں:

جس کے ٹکڑوں پہ پلتا ہے سارا جہاں
اس نبی رحمت پہ لاکھوں سلام

کبھی عقیدت میں غلو کرتے ہوئے یوں نعت پڑھی جاتی ہے:

شاہِ مدینہ شاہِ مدینہ یثرب کے والی
سارے نبی تیرے در کے سوالی

میرے بھائیو! ذرا قرآن کھول کر دیکھیے قرآن کی پہلی سورت اور پہلی سورت کی پہلی آیت ہی اس عقیدے اور نظریے کی نفی کرتی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱ ﴾

''ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو سب جہانوں کا پالنے والا ہے۔''

پھر قرآن پڑھا جائے تو قرآن نے آدم کی، ابراہیم کی، نوح کی، سلیمان کی، داؤد کی، یونس کی، لوط کی، اسحاق کی، یعقوب کی، یوسف کی، موسیٰ کی، عیسیٰ کی، غرضیکہ بیشتر انبیاء علیہم السلام کی دعائیں ذکر کی ہیں لیکن جس نے بھی مانگا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے ہی مانگا حتی کہ محمد ﷺ نے گھبراہٹ میں، پریشانی میں، جنگ میں، امن میں مانگا تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے مانگا، کسی نبی نے کسی نبی سے نہیں سوال کیا بلکہ صرف اور صرف وہ سارے کے سارے رب تعالیٰ کے در کے سوالی تھے اللہ ہم سب کو عقیدۂ توحید کو سمجھنے اور اسے اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

❁ : مختار کل صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے:...... ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے تو ہر شے پر تسلط بھی صرف اللہ کا ہے، وہی مختار کل ہے، جو چاہتا ہے، جب چاہتا ہے، جیسے چاہتا ہے کر دکھاتا ہے، اسے کوئی پوچھنے والا نہیں اللہ تعالیٰ نے اپنا تعارف یوں کرایا ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۝ ﴾ [الحج 22:14]

''یقیناً اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔''

﴿لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ۝﴾ [الانبیاء 23:21]

''اس (اللہ) سے نہیں پوچھا جاسکتا اس چیز کی بابت جو وہ کرتا ہے جبکہ وہ (لوگ) پوچھے جائیں گے۔''

﴿يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۝﴾ [ابراھیم 27:14]

''اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔''

﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ﴾ [الانعام 18:6]

''اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے۔''

ان آیات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کسی نبی، ولی یا فرشتے کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا، کتنے نبی ایسے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ذکر کیا ہے کہ وہ ساری زندگی ایک چیز چاہتے رہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی چاہت کو پورا نہیں کیا لیکن اس کے برعکس وہ اللہ سننے پر آئے تو ایک چیونٹی کی پکار کو سن لے کیونکہ وہ بڑا بے نیاز ہے، کسی کا نیاز مند نہیں۔ جبکہ ہمارے معاشرے میں ایسے سادہ مسلمان بھی ہیں جو رسول اللہ ﷺ کو مختارِ کل سمجھتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ہر چیز کا اختیار آپ سرکار کے ہاتھ میں ہے، آپ سرکار جس کو چاہیں عطا کریں، زمین و آسمان کے خزانے آپ کے ہاتھ میں ہیں جبکہ یہ ساری صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی ذات کے بارے افراط اور غلو پر مبنی کلمات مندرجہ ذیل ہیں:

رب دا پھڑیا چھڑا دے محمد
محمد دا پھڑیا چھڑا کوئی نئی سکدا

اور بعض نے کہا:

جو عرش پہ مستوی تھا خدا ہوکر
وہ مدینے میں اتر پڑا مصطفیٰ ہوکر

شرف الدین محمد بن سعید البوصیری (608 تا 666ھ) نے رسول اللہ ﷺ سے مدد طلب کرنا، پناہ طلب کرنا اور رزق کی فراوانی کے لیے آپ سے مانگنا جائز قرار دیا جو صریح شرک ہے۔

رسول اللہ ﷺ اور انبیاء کے بارے تفریط:

جس طرح اس امت کے بعض گروہوں نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں غلو کیا اور آپ کے مقام و مرتبہ کو بڑھا کر جو اللہ تعالیٰ کی صفات تھیں ان سے آپ ﷺ کو متصف قرار دیا اور شرک کے گڑھے میں جا گرے اسی طرح اس امت میں ایسے گروہ بھی ہیں جنھوں نے آپ ﷺ کے مقام و مرتبہ کو کم کرنے کی مذموم کوشش کی اور مطلق تمام انبیاء علیہم السلام کی بھی تنقیص کرتے ہیں۔

❁ :......اس امت میں بعض ایسے لوگ ہیں جنھوں نے اپنے آئمہ کے بارے میں غلو اور مبالغہ آرائی سے کام لیا اور انہیں انبیاء اور رسولوں علیہم السلام سے افضل قرار دیا، جیسا کہ بعض نے لکھا:

"اِنَّ مِنْ ضُرُورِیَّاتِ مَذْهَبِنَا اَنَّ لِاَئِمَتِنَا مَقَامًا لا یَبْلُغُهُ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ."

''ہمارے مذہب کی اہم مبادیات میں سے ایک بات یہ ہے کہ ہمارے آئمہ کو ایسا مقام حاصل ہے جس کو نہ کوئی مقرب فرشتہ پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی نبی۔''

❁ :......بعض غالی اور گمراہ صوفیوں نے یہ دعویٰ کیا کہ اولیاء کا مقام انبیاء اور رسولوں سے زیادہ ہے جیسے بعض صوفیا کا کہنا:

"مَعَاشر الانْبِیاء، اُوتِیتُم اللَّقَب و اُوْتِینَا مَالَمْ تُؤْتُوه."

''اے انبیاء کی جماعت! تم صرف لقب دیے گئے ہو اور ہم وہ کچھ دیے گئے ہیں جو تم نہیں دیے گئے۔''

مزید انبیاء و رسل کی تنقیص کے حوالے سے علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ کی کتاب تصوف میں صفحہ نمبر 188 کا مطالعہ کریں میں نہیں پسند کرتا کہ ایسے نازیبا مزید اقوال آپ حضرات کو سناؤں البتہ کتاب و سنت کی پیروی کرتے ہوئے ایک مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے بارے اس راہ کو اپنائے جو افراط و تفریط کے درمیان میں ہے جسے وسطیت کہتے ہیں یعنی ایسی راہ جس میں غلو اور افراط (یعنی حد سے تجاوز) نہ ہو اور نہ ہی اس

میں تفریط اور تقصیر و کوتاہی ہو۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ کو وہ شان اور مرتبہ دیا جائے جو اللہ رب العالمین نے آپ ﷺ کو عطا فرمایا ہے میں یہاں انتہائی اختصار سے آپ ﷺ کی تعظیم کے حوالے سے وسطیت کے اعتبار سے کچھ اشارات بیان کرتا ہوں:

1: رسول اللہ ﷺ کے بارے یہ ایمان ہو کہ آپ ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

2: رسول اللہ ﷺ امام الانبیاء، سید المرسلین اور سید الخلق ہیں۔

3: رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنا واجب ہے اور ایمان کا حصہ ہے۔

4: رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

5. رسول اللہ ﷺ غیب نہیں جانتے آپ کو وہی علم ہوتا جو اللہ تعالیٰ وحی فرما دیتے۔

6: رسول اللہ ﷺ کی شان میں افراط اور تفریط سے بچنا ضروری ہے۔

7: رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجنا واجب اور ضروری ہے۔

8. جو اللہ تعالیٰ نے پیغام دے کر بھیجا اسے مِن وعَن امت تک پہنچا دیا اور کوئی چیز نہیں چھپائی۔

9. رسول اللہ ﷺ کے صحابہ سے محبت ایمان کا حصہ ہے۔

10: رسول اللہ ﷺ کی اولاد، ازواج مطہرات اور خاندان رضی اللہ عنہم والوں سے محبت ایمان کا حصہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے حقوق میں سے دسواں حق میں نے آپ حضرات کے سامنے بڑے واضح انداز میں بیان کیا، اور اس کی اہمیت اور قدر و منزلت کو آپ احباب کے سامنے پیش کیا اللہ رب العزت ایک امتی ہونے کے ناطے ہم سب کو ان دس حقوق کا خیال رکھنے اور ان کی حفاظت اور پاسداری کرنے کی توفیق دے اور ہمیں صحیح معنی میں رسول اللہ ﷺ کا امتی بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سُبۡحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الۡمُرۡسَلِيۡنَ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ

آدابِ رسول ﷺ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِينُهٗ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ . اَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۱ ﴾ [الحجرات 49:1]

ہر قسم کی حمد و ثناء اللہ رب العالمین کے لیے، درود و سلام امام الانبیاء سید المرسلین جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کے لیے۔

محترم سامعین! آج کے ہمارے اس خطبے کا موضوع آدابِ رسول ﷺ ہے، جو آیت مبارکہ میں نے آپ حضرات کے سامنے پڑھی اس آیت کے بارے حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو آدابِ رسول ﷺ سکھائے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے معاملے میں، ان کا احترام، عزت و توقیر اور ان کی عظمت و بزرگی کا خیال رکھیں۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کا معنی یوں بیان فرماتے ہیں:

”لَا تَتَسَرَّعُوْا فِي الْأَشْيَاءِ بَيْنَ يَدَيْهِ بَلْ كُوْنُوا تَبَعًا لَهُ فِي جَمِيْعِ الْأُمُوْرِ . “

”تم کسی بھی چیز میں رسول اللہ ﷺ سے آگے نہ بڑھو، بلکہ تمام معاملات میں

ان کے پیچھے رہو۔“

اور مفسرِ قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اللہ کے فرمان ﴿لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللهِ وَرَسُولِهِ﴾ کی تفسیر یوں فرماتے ہیں: لا تقولوا خلاف الكتاب والسنة۔ ”تم کتاب وسنت کے خلاف کوئی بات نہ کہو۔“

اور امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ﴿لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللهِ وَرَسُولِهِ﴾ بِقَوْلٍ وَلَا عَمَلٍ.

”تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھو نہ کسی بات میں اور نہ کسی عمل میں۔“

تو میرے بھائیو! ان تمام اقوال کی روشنی میں آیت کی تفسیر سے معلوم ہوا کہ آدابِ نبوی میں سب سے پہلا اور بنیادی ادب یہ ہے کہ ہم زندگی کے ہر معاملے میں رسول اللہ ﷺ کے تابع بن کر زندگی گزاریں اور ہماری زندگی کا کوئی معاملہ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ ہم رسول اللہ ﷺ سے آگے بڑھیں کیونکہ آپ ﷺ سے آگے بڑھنا یہ بے ادبی ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی مخالفت ہے۔

آیئے نبوی آداب کے حوالے سے اس امت کے سب سے افضل فرد سے سنیے کہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کس قدر ضروری ہے میری مراد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں یہ وہ شخصیت ہیں جو منہجِ نبوی کو سب سے زیادہ سمجھنے والے تھے فرماتے ہیں:

((لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَعْمَلُ بِهِ إِلَّا عَمِلْتُ بِهِ فَإِنِّي أَخْشَى إِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِهِ أَنْ أَزِيغَ)) [1]

”میں کسی بھی ایسے عمل کو نہیں چھوڑوں گا جسے رسول اللہ ﷺ اپنی زندگی میں کرتے تھے مجھے ڈر ہے کہ اگر میں نے آپ ﷺ کے حکم میں سے کوئی چیز ترک کردی تو میں سیدھے راستے سے بھٹک جاؤں گا۔“

میرے بھائیو! ذرا سوچیے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سنت کے خلاف عمل کرنے سے کتنا

[1] صحیح بخاری: 3093.

ڈرتے کہ کہیں میں سیدھے راستے سے بھٹک نہ جاؤں کیونکہ سنت کی پیروی میں دنیا و آخرت کی بھلائی اور کامیابی ہے اور سنت کی خلاف ورزی، گمراہی اور دنیا و آخرت کی ذلت ہے گویا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آدابِ رسول ﷺ کو سمجھا اور امت تک اس پیغام کو پہنچا دیا کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے یا آپ ﷺ کے عمل سے تجاوز کرنا یا آگے بڑھنا گمراہی ہے۔

آج ہم رسول اللہ ﷺ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن جب بات عمل کی آتی ہے تو کسی نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے مقدم اپنے امام کی رائے کو کیا۔

کسی نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے مقدم اپنے خاندان کے رسم و رواج کو کیا۔

کسی نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے مقدم اپنے دوست واحباب کی بات کو کیا۔

کسی نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے مقدم اپنے بیوی بچوں کی بات کو کیا۔

کسی نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے مقدم اپنی خواہشاتِ نفسانی کو کیا۔

جبکہ خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لَا رَأْيَ لِأَحَدٍ مَعَ سُنَّةٍ سَنَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ." [1]

"رسول اللہ ﷺ کی مقرر کردہ سنت کے ہوتے ہوئے کسی کی رائے قبول نہیں۔"

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمان کے ہوتے ہوئے کسی کی بات، کسی کے عمل اور کسی کے اجتہاد وفتویٰ کو مقدم نہ کریں۔

جب کوئی بندہ مسلمان ہوتا ہے اور دینِ اسلام میں داخل ہوتا ہے تو سب سے پہلے دو ہستیوں کی گواہی دیتا ہے ایک اللہ تعالیٰ کے معبود برحق ہونے کی اور دوسری گواہی حضرت محمد ﷺ کے اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہونے کی تو میرے بھائیو! جب ہم نے دو ہستیوں کا اقرار کیا تو پھر زندگی کے ہر معاملے میں ان دو ہستیوں کے فرامین کو مانیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے ہرگز ہرگز نہ آگے بڑھیں۔

جیسا کہ میں نے خطبے کے شروع میں امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کا قول بیان کیا تھا کہ کسی

[1] اعلام الموقعین : 282/2.

قول اور کسی فعل میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھو۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"اَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی اَنَّ مَنْ اِسْتَبَانَ لَهُ سُنَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يَحِلَّ لِاَحَدٍ اَنْ يَّدَعَهَا لِقَوْلِ اَحَدٍ." [1]

"تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ جس شخص کے لیے (کسی مسئلہ میں) رسول اللہ ﷺ کی سنت واضح ہو جائے تو اس کے لیے جائز نہیں کہ اس سنت کو کسی فرد کی بات کی بناء پر چھوڑے۔"

قرآن کریم میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے حبیب حضرت محمد ﷺ کے حکم کی اہمیت کو اُجاگر کرتے ہوئے یوں فرمایا:

﴿وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴾ [الاحزاب 36:33]

"کسی مومن مرد اور کسی مومنہ عورت کے لیے یہ لائق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو (اس کے بعد) ان کے لیے ان کے معاملے میں اختیار ہو اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو تحقیق وہ بڑا واضح گمراہ ہو گیا۔"

لہٰذا جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کسی معاملے میں حکم اور سنت آ جائے تو پھر دو صورتوں میں سے ایک صورت ضروری ہے۔

1: اگر مومن ہے تو پھر اس کے لیے رسول اللہ ﷺ کی سنت اور فرمان کے مقابلے میں دوسری کوئی آپشن نہیں بلکہ دل و جان سے تسلیم کرنا ہے۔

2: اگر مومن نہیں ہے تو پھر اس کے لیے اختیار ہے اور ایمان کا نہ ہونا بھی خطرے سے

[1] اعلام الموقعین : 282/2.

خالی نہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کے حکم کے سامنے اپنی مرضی اور اختیار کو چھوڑ دیتے تھے۔

جیسا کہ حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک لونڈی آتی تھی جس کا نام حضرت بریرۃ رضی اللہ عنہا تھا، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی قیمت ادا کر کے اسے آزاد کر دیا اور یہ شرعی مسئلہ ہے کہ جب کوئی لونڈی کسی غلام مرد کے نکاح میں ہو اور وہ آزاد کر دی جائے تو اسے اختیار دیا جاتا ہے کہ چاہے تو پہلے خاوند کے نکاح میں رہے یا چاہے اپنے نکاح کو فسخ کر کے کسی آزاد مرد سے نکاح کر لے حضرت بریرۃ رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند جن کا نام مغیث رضی اللہ عنہ تھا جو حضرت بریرۃ رضی اللہ عنہا سے بڑی محبت رکھتے تھے علیحدگی چاہی جبکہ حضرت مغیث رضی اللہ عنہ روایت میں ہے کہ مدینے کی گلیوں میں اس کے پیچھے پیچھے آتے اور اسے اپنے پاس رہنے پر آمادہ کرتے رسول اللہ ﷺ نے جب یہ معاملہ دیکھا کہ ایک طرف حضرت بریرۃ رضی اللہ عنہا اس سے دور ہٹنا چاہتی ہے اور مغیث رضی اللہ عنہ اس کی منت وسماجت کر رہے ہیں۔

تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت بریرۃ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: لَو رَاجَعْتِهِ

اے بریرہ رضی اللہ عنہا! اگر تو واپس اسی (مغیث) کے پس چلی جاؤ (تمھاری کیا رائے ہے) تو حضرت بریرۃ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یارسول اللہ! تَأْمُرُنِي؟

اللہ کے رسول! کیا آپ مجھے حکم دے رہے ہیں؟

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّمَا أَنَا أَشْفَعُ))

''نہیں میں صرف سفارش کر رہا ہوں۔''

تو حضرت بریرۃ رضی اللہ عنہا نے کہا: فَلَا حَاجَةَ لِي فِيهِ۔ [1]

تب مجھے مغیث کے پاس رہنے کی کوئی خواہش نہیں۔

محل شاہد اس واقعہ میں یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے انھیں مغیث رضی اللہ عنہ کے پاس

---

[1] صحيح بخاري : 5283.

واپس جانے کا کہا تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: اللہ کے رسول! آپ ﷺ حکم دے رہے ہیں یعنی اگر آپ ﷺ کا حکم ہے تو پھر بریرۃ رضی اللہ عنہا کے لیے دوسری کوئی آپشن نہیں اور نہ کوئی اختیار ہے پھر رسول اللہ ﷺ کا حکم سر آنکھوں پہ پھر دوسری کوئی رائے نہیں۔ پھر اپنی کوئی مرضی نہیں پھر اپنی خواہش اور مرضی پر رسول اللہ ﷺ کا حکم مقدم ہے اور یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللهِ وَرَسُولِهِ ﴾

''اے اہل ایمان! اللہ اور اس کے رسول (کے حکموں) سے آگے نہ بڑھو۔''

اس آیت کا صحیح معنی اور مفہوم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سمجھا اور پھر اس پر عمل کر کے دکھایا جب رسول اللہ ﷺ کا حکم آ جاتا تو پھر نہ اپنی رائے مقدم سمجھتے نہ کسی دوسرے کی رائے کو آپ ﷺ کے حکم پر مقدم کرتے بلکہ رسول اللہ ﷺ کا حکم آ جاتا تو اپنے دنیوی معاملات میں بھی رسول اللہ ﷺ کے حکم کو مقدم رکھتے اور اپنے اصل حق کو بھی چھوڑ دیتے جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے ابن ابی حَدْرَد رضی اللہ عنہ سے اپنے قرض کا تقاضا کیا جو ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہ نے ان سے لیا تھا، مسجد میں ہی کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے مال کا تقاضا کیا اس دوران دونوں کی آوازیں اتنی بلند ہوئیں کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں تھے آپ ﷺ نے ان دونوں کی آوازیں سنیں تو اپنے حجرے کا پردہ ہٹایا اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو آواز دی: يَا كَعْبُ، اے کعب!

تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فوراً ادب واحترام سے جواب دیا اور فرمایا:

لبيك يا رسول الله ﷺ، اے اللہ کے رسول! میں حاضر ہوں۔

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ضَعْ مِنْ دَيْنِكَ هٰذَا، وَ اَوْمَأَ إِلَيْهِ أَيِ الشَّطْرَ.

''اپنے قرض میں سے اتنا چھوڑ دو'' آپ ﷺ نے نصف کم کرنے کا اشارہ کیا تو حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بغیر کسی تردد کے، بلا چون و چرا فوراً کہا: لَقَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ۔ اے اللہ کے رسول! میں نے آدھا چھوڑ دیا۔

پھر رسول اللہ ﷺ حضرت ابن ابی حدرد کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: قُمْ فَاقْضِهِ چلو اٹھو اور باقی قرض ادا کرو۔ ❶

میرے بھائیو! ذرا سوچیے کہ بندہ غصے کی حالت میں ہو اور پھر فوراً کسی کی بات مان لے اور غصہ چھوڑ دے یہ بڑا مشکل کام ہے لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مثالی اطاعتِ رسول ﷺ دیکھیے کہ فوراً صرف غصہ ہی نہیں چھوڑا بلکہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کو مقدم کرتے ہوئے اپنے اصل حق میں سے نصف حق چھوڑ دیا۔ یہی وجہ ہے جس کی بناء پر میرے اللہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دنیا میں ہی اپنی رضا کا سرٹیفکیٹ عطا فرمایا جبکہ باقی اولادِ آدم علیہ السلام میں سے جو لوگ جنت میں جائیں گے ان کو اللہ تعالیٰ اپنی رضامندی کا سرٹیفکیٹ جنت میں عطا فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو رسول اللہ ﷺ کا ادب و احترام اور آپ ﷺ کے اقوال و افعال کا احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا ادب:

رسول اللہ ﷺ کے آداب میں سے دوسرا ادب اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی اس آیت میں بیان فرمایا:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ ﴾ [الحجرات 2:49]

”اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم اپنی آوازیں، نبی اکرم ﷺ کی آواز پر بلند نہ کرو، اور نہ تم اس نبی سے اونچی آواز میں بات کرو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے اونچی آواز میں بات کرتے ہو، کہیں تمھارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تمھیں شعور بھی نہ ہو۔“

اس آیتِ مبارکہ میں اہل ایمان کو رسول اللہ ﷺ کی آواز سے اپنی آوازیں پست

❶ صحیح بخاری : 2418.

رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور دوسرا رسول اللہ ﷺ کو اونچی آواز سے بلانے سے اہل ایمان کو روکا گیا اور انھیں یہ ادب سکھایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اپنی آواز پست رکھو۔

اس ادب کی اہمیت بیان کرنے سے پہلے میں آپ احباب کے سامنے اس آیت کا شان نزول بیان کرتا ہوں تاکہ اس ادب کی اہمیت صحیح معنی میں سمجھ آسکے۔

صحیح بخاری کی روایت ہے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بنو تمیم کا وفد آیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ قعقاع بن معبد کو ان کا امیر مقرر کردیں۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے اور کہا: بلکہ آپ اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کردیں۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بولے اور کہا: مَا أَرَدْتَ إِلَّا خِلَافِي۔ ''تم نے تو صرف میری مخالفت کا ارادہ کر رکھا ہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: کہ میرا آپ کی مخالفت کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

بہرحال اس بات پر دونوں میں جھگڑا ہوا اور ان کی آوازیں رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں بلند ہوگئیں تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ . . .﴾ [1]

میرے بھائیو! ذرا ٹھہر کر سوچیے کہ اس آیت کا نزول اس امت کی ان ہستیوں کے بارے ہے جو رسول اللہ ﷺ کے بعد اس امت میں سب سے افضل ہیں اگر ان کی آواز رسول اللہ ﷺ کی آواز سے بلند ہو تو اللہ کو یہ بات پسند نہیں اور فوراً ان کی سرزنش میں اس آیت کو نازل فرما دیا تو اگر ان کے بعد کوئی اور شخص یہ گستاخی کرے تو اس کا انجام کیا ہوگا۔ صحیح بخاری کی اسی روایت میں ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل یہ ہوگیا۔

((فَمَا كَانَ يُسْمِعُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ بَعْدَ نُزُولِ هٰذِهِ الْآيَةِ حَتّٰى يَسْتَفْهِمَهُ .))

اس آیت کے نزول کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اتنی آہستہ سے بات کرتے کہ رسول اللہ ﷺ

---

[1] صحیح بخاری: 4845.

کو ان سے پوچھنے کی ضرورت پیش آتی یعنی عمر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ فرماتے کہ عمر رضی اللہ عنہ! ذرا اونچی بولو تمھاری سمجھ نہیں آ رہی۔

اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بارے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

"يا رسول الله وَاللهِ لا أُكَلِّمُكَ اِلَّا كَأخي السّرار ." [1]

"اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم میں آپ سے ایک رازدان کی طرح (سرگوشی کی شکل میں) کلام کروں گا۔"

صحیح بخاری کی روایت ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو اپنی مجلس میں گم پایا تو ایک آدمی نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں آپ کو اس کا حال معلوم کر کے بتاؤں گا، چنانچہ وہ آدمی گیا تو اس نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر میں (پریشان) سر جھکائے بیٹھے ہوئے دیکھا تو پوچھا: کیا حال ہے؟ تو حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے کہا: برا حال ہے، میری تو آواز ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کی آواز سے بلند رہتی ہے میرے تو اعمال ضائع ہو گئے اور میں اہل دوزخ میں سے ہو گیا۔

وہ آدمی واپس نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے حالات سے آگاہ کیا کہ وہ تو یہ یہ باتیں کہہ رہا ہے۔

تو رسول اللہ ﷺ نے اس آدمی کو بہت بڑی خوشخبری دے کر بھیجا اور فرمایا:

((اذْهَبْ إِلَيْهِ فَقُلْ لَهُ: إِنَّكَ لَسْتَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَلٰكِنَّكَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ .)) [2]

"ان کے پاس جاؤ اور انھیں بتاؤ کہ تم اہل دوزخ میں سے نہیں ہو، بلکہ تم اہل جنت میں سے ہو۔"

لہٰذا تاریخ میں یہ بات مذکور ہے کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے۔

---

[1] مسند البزار : 56 ، صحیح بخاری : 7302 . [2] صحیح بخاری : 4846 .

میرے بھائیو! حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی طبعی طور پر آواز بلند تھی اور فطرتی طور پر اونچا بولتے تھے لیکن اس کے باوجود جب یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی تو اپنے بارے کس قدر خوف محسوس کیا اور اپنے اعمال کے ضائع ہونے سے ڈرے اور ہماری صورت حال یہ ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی سنت کے معلوم ہونے کے باوجود اپنے بڑوں، اپنے امام، اپنے حضرت کی آواز کو رسول اللہ ﷺ کی آواز پر بلند کرتے ہیں کہ ٹھیک ہے یہ حدیث ہے یہ سنت سے ثابت ہے لیکن ہمارے امام صاحب نے تو یوں فرمایا ہے۔

محترم سامعین! یہ بات یاد رکھیں جس طرح رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں رسول اللہ ﷺ کے موجود ہوتے ہوئے کسی کو اپنی آواز رسول اللہ ﷺ کی آواز سے بلند کرنے کی اجازت نہیں اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے دنیا سے جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی حدیث اور سنت کے ہوتے ہوئے کسی کو کسی امتی خواہ وہ صحابی ہو یا تابعی ہو یا وقت کا بڑے سے بڑا امام ہو، کی بات مقدم کرنے کی اجازت نہیں۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں جس نے اپنی آواز آپ کی آواز سے بلند کرنے کی کوشش کی وہ گستاخی ہوگی اور اعمال کے تباہ ہونے کی وعید ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے دنیا سے جانے کے بعد آپ ﷺ کی حدیث یا سنت پر کسی دوسرے شخص کی آواز کو اس کی رائے کو، اس کے فتوے کو مقدم کرنے کی کوشش کی تو وہ بھی گستاخی ہوگی، آداب نبوی کی خلاف ورزی ہوگی اور اس کے لیے بھی اعمال کے تباہ ہونے کی وعید ہے۔

عظیم محدث حماد بن سلمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایوب سختیانی رحمہ اللہ کی مجلسِ حدیث میں بیٹھے تھے کہ ہم نے شور سنا تو ایوب سختیانی رحمہ اللہ فرمانے لگے: مَا هٰذَا اللَّغَطُ؟ یہ شور کیسا ہے؟

”أَمَا بَلَغَهُمْ رَفْعُ الصَّوْتِ عِنْدَ الْحَدِيْثِ عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ ﷺ كَرَفْعِ الصَّوْتِ عَلَيْهِ فِي حَيَاتِهِ .“ [1]

[1] الجامع لاخلاق الراوی للخطیب : 130/1 .

''کیا ان کو یہ بات نہیں پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ سے حدیث بیان ہوتے ہوئے آواز کو بلند کرنے کا گناہ ایسے ہی ہے جیسے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ان کے پاس آواز بلند کرنے کا گناہ ہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں مسجد نبوی میں رسول اللہ ﷺ کی قبر کے پاس دو افراد اونچی اونچی آواز میں گفتگو کر رہے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے کہا: جاؤ ان دونوں آدمیوں کو میرے پاس لاؤ، چنانچہ ان دونوں آدمیوں کو لایا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: مَنْ أَنْتُمَا أو مِنْ أين أنتما؟

تم دونوں کون ہو اور کہاں سے ہو؟

تو ان دونوں نے کہا: مِنْ اَهْلِ الطَّائِفِ .

ہم طائف کے ہیں۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لَوْ كُنْتُمَا مِنْ اَهْلِ الْبَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا .

اگر تم اس شہر (مدینہ) کے ہوتے تو میں تمھیں سزا دیتا۔

پھر فرمایا: تَرْفَعَانِ اَصْوَاتَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ .

تم رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں اپنی آوازیں بلند کر رہے ہو۔

اس واقعہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جس طرح رسول اللہ ﷺ کے آداب نبوی کا خیال آپ ﷺ کی زندگی میں رکھا آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی رسول اللہ ﷺ کی مسجد اور روضہ کے پاس آواز بلند کرنے کو بے ادبی سمجھا اور ایسے شخص کو جو ایسی بے ادبی کرنے والا ہو سزا کا مستحق سمجھا۔

عزیز بھائیو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیت ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ﴾ میں آداب نبوی کے دو پہلو بیان کیے ہیں:

---

[1] صحیح بخاری: 470.

اول پہلو:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾

"اپنی آوازوں کو رسول اللہ ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو۔"

- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس نبوی ادب کو سمجھا اور پھر رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں کبھی اپنی آواز کو آپ ﷺ کی آواز سے بلند نہ کیا اور آپ ﷺ کے دنیا سے جانے کے بعد آپ ﷺ کی مسجد اور آپ ﷺ کی قبر مبارک کے پاس بلند آواز سے بولنے سے بھی اجتناب کیا۔
- اب ہمارے لیے نبوی ادب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت آپ کے طریقے کا علم ہو جائے تو پھر کسی دوسرے شخص کی بات کو آپ ﷺ کی بات پر ترجیح نہ دیں وگرنہ ہم نے آپ ﷺ کی آواز پر دوسرے کی آواز کو بلند کیا۔ اور دوسری چیز رسول اللہ ﷺ کی مسجد اور روضہ کا احترام اس طرح کریں جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا۔

دوم پہلو:

﴿وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ﴾

"اور نہ تم اس سے بات کرنے میں اونچی آواز کرو جیسے تم ایک دوسرے سے بات کرنے میں اونچا بولتے ہو۔"

- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس نبوی ادب کو سمجھا اور آپ ﷺ سے جب مخاطب ہوتے تو انتہائی ادب و احترام کو ملحوظ خاطر رکھتے اور آپ ﷺ کا نام مبارک لے کر مخاطب نہ کرتے بلکہ آپ ﷺ کے کسی صفاتی نام سے یا آپ ﷺ کی کنیت سے مخاطب کرتے۔

دوسری چیز یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جس طرح کسی عام شخص سے گفتگو کرتے اس انداز میں آپ ﷺ سے بات نہیں کرتے تھے بلکہ آپ ﷺ کو آپ ﷺ کا مقام و مرتبہ دیتے اور اس کا خیال رکھتے۔

- ہمیں بھی چاہیے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو ان کے اچھے اور صفاتی نام سے ذکر کریں اور

آپ ﷺ کا نام لیتے وقت آپ ﷺ کو عزت و احترام دیں اور آپ ﷺ کا نام لیتے وقت آپ ﷺ پر درود و سلام کہیں اور آپ ﷺ کے معاملے میں بڑی احتیاط برتیں اور ایک عام شخص والا مقام نہ دیں بلکہ ہماری گفتگو میں محبت و عقیدت مندی محسوس ہونی چاہیے۔

تیسرا ادب:

رسول اللہ ﷺ کے آداب میں سے تیسرا ادب قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ۝ وَ لَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝﴾ [الحجرات 49:4، 5]

"یقیناً وہ لوگ جو آپ کو حجروں کے باہر سے آوازیں دیتے ہیں اکثر ان کے عقل نہیں رکھتے اور البتہ اگر وہ صبر کرلیں حتی کہ آپ خود ان کی طرف نکل کر آئیں تو (یہ) ان کے لیے بہتر ہوگا اور اللہ بہت بخشنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے۔"

اس آیت مبارکہ کا شانِ نزول کچھ یوں ہے کہ بنو تمیم کا وفد رسولِ اللہ ﷺ کے پاس آیا آپ ﷺ دوپہر کے وقت اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی کے گھر آرام فرما رہے تھے تو روایات میں ہے کہ اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے حجروں سے باہر کھڑے ہوکر بلند آواز سے یا محمد ﷺ، یا محمد ﷺ کی آوازیں دیں۔ اللہ تعالیٰ کو ان کا یہ انداز پسند نہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ مبارکہ کو نازل فرمایا۔

اس شان نزول سے ہمیں مختلف فوائد حاصل ہوتے ہیں:

1: اللہ تعالیٰ کی اپنے نبی حضرت محمد ﷺ سے محبت کا ایک انداز معلوم ہوتا ہے۔

2: اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب کی نیند کا بھی خیال رکھا ہے۔

3: آداب نبوی کا خیال نہ رکھنے والے اللہ کو پسند نہیں۔
4: آداب نبوی کا خیال نہ رکھنے والے سمجھدار نہیں۔
5: آپ ﷺ کا صفاتی نام لے کر بلانا بانسبت حقیقی نام لے کر بلانے سے زیادہ ادب والا ہے۔

میرے بھائیو! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کا سب سے بڑھ کر احترام کرنے والے تھے۔ یہاں تک کہ وہ آپ ﷺ کے آرام اور آپ ﷺ کی نیند کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ایک غریب عورت فوت ہوگئی، رسول اللہ ﷺ نے اس کی وفات سے چند دن پہلے فرمایا تھا کہ اگر یہ فوت ہو جائے تو مجھے ضرور اطلاع کرنا، اتفاق سے ہوا یوں کہ وہ عورت رات کو فوت ہوگئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کو بیدار کرنا مناسب نہ سمجھا اور اس کی تجہیز وتکفین کے بعد رات کو ہی نماز جنازہ پڑھ کے اسے دفنا دیا۔ صبح آپ ﷺ کو علم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَلَمْ آمُرْكُمْ أَنْ تُؤْذِنُونِي بِهَا .))

”کیا میں نے تمہیں حکم نہیں دیا تھا کہ مجھے ضرور اطلاع کرنا۔“

تو سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک ہی جواب دیا:

((يَا رَسُولَ اللهِ كَرِهْنَا أَنْ نُوْقِظَكَ لَيْلًا .)) [1]

”اے اللہ کے رسول! ہم نے ناپسند کیا کہ رات گئے آپ ﷺ کو بیدار کریں۔“

اس تمام گفتگو سے معلوم ہوا کہ ہمیں ہر وہ سبب اپنانا چاہیے جس میں رسول اللہ ﷺ کی زیادہ عزت وتوقیر ہو اور ہر وہ فعل اور ہر وہ کام جس میں رسول اللہ ﷺ کی بے ادبی کا شائبہ بھی ہو اسے ترک کر دینا چاہیے جیسا کہ قرآن کریم میں سورہ بقرہ کی ایک آیت کا شان نزول ہی یہ ہے کہ منافقین اور یہود رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں آ کر بیٹھتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پیار اور ادب سے کہتے ”رَاعِنَا“ اے اللہ کے رسول ﷺ! ہماری طرف توجہ کیجیے۔ تو یہودی

---

[1] سنن نسائی: 1908۔

اس لفظ کو بگاڑ کر حرفِ یاء کے اضافے کے ساتھ ''رَاعِینَا'' کہتے جس کا مطلب ''اے ہمارے چرواہے'' تو اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ کی اس آیت مبارکہ کو نازل فرمایا:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا ؕ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝۱۰۴ ﴾ [البقرہ 2:104]

''اے ایمان والو! تم ''راعنا'' نہ کہو بلکہ تم ''انظرنا'' کہو اور (غور سے) سنو اور کافروں کے لیے بہت دردناک عذاب ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ایسا لفظ بولنے سے بھی منع فرمایا دیا جس میں رسول اللہ ﷺ کی بے ادبی کا شائبہ ہو۔ تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی عزت و توقیر ہر مسلمان کو کرنی چاہیے اور آپ ﷺ کا ذکرِ خیر کرتے وقت انتہائی ادب و احترام والے الفاظ کا چناؤ ہونا چاہیے۔

- امام مسروق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک دن ہمیں حدیث بیان کرنے لگے تو جب یہ الفاظ بولے ''قال رسول اللہ'' کہ رسول اللہ نے فرمایا تو ان کے جسم پر کپکپی طاری ہوگئی۔ [1]

- عاصم بن محمد رحمہ اللہ اپنے باپ محمد سے بیان کرتے ہیں:

((مَا سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ ذَاكِرًا رَسُولَ اللّٰهِ اِلَّا ابْتَدَرَتْ عَيْنَاهُ تَبْكِيَانِ .)) [2]

''میں نے جب بھی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرتے سنا تو دیکھا کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہنا شروع ہو جاتیں۔''

- سید التابعین حضرت سعید بن میسب رحمہ اللہ بیمار تھے کسی نے ان سے رسول اللہ ﷺ کی حدیث سننا چاہی تو فرمایا:

''اَقْعِدُونِي فَإِنِّي أُعَظِّمُ أَنْ أُحَدِّثَ حَدِيثَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَ أَنَا

---

[1] سیر اعلام النبلاء : 494/1 .

[2] طبقات ابن سعد : 168/4 .

مُضْطَجِعٌ .“❶

”مجھے بٹھا دو میں لیٹ کر حدیثِ رسول ﷺ بیان کرنے کو بہت گراں سمجھتا ہوں۔“

امام مالک رحمہ اللہ کے پاس جب نبی اکرم ﷺ کا ذکر ہوتا تو ان کا رنگ متغیر ہو جاتا اور امام مالک رحمہ اللہ اپنے استاد محمد بن المنکدر رحمہ اللہ کے بارے فرماتے ہیں:

”لَا نَكَادُ نَسْأَلُهُ عَنْ حَدِيثِ النَّبِيِّ ﷺ أَبَدًا إِلَّا يَبْكِي حَتَّى نَرْحَمَهُ .“❷

جب بھی ہم ان سے نبی اکرم ﷺ کی حدیث کا پوچھتے تو وہ رو دیتے حتی کہ ہمیں ان پر ترس آتا۔

محترم سامعین! میں نے آپ احباب کے سامنے اپنے اسلاف یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ کے کچھ آثار بیان کیے ہیں تاکہ ہمیں یہ اندازہ ہو سکے وہ مقدس لوگ کس قدر رسول اللہ ﷺ کا اور ان کے فرامین کا احترام کرتے اور آپ ﷺ کا ذکرِ خیر کرتے وقت کس قدر محبت بھرے اندازِ میں محوِ گفتگو ہوتے اور یہ سب ان لوگوں کے اخلاص، ان کی رسول اللہ ﷺ سے والہانہ محبت اور ان کے ایمان کی پختگی اور مقامِ رسول ﷺ کا صحیح علم ہونے کے واضح ثبوت اور واضح دلیلیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی رسول اللہ ﷺ سے سچی محبت نصیب فرمائے اور ان کے آداب کو صحیح معنی میں سمجھنے اور پھر ان آدابِ نبوی کا خیال رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

---

❶ الجامع لأخلاق الراوی للخطیب : 34/2 .

❷ سیر اعلام النبلاء : 355/5 .

فضائل النبی ﷺ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهُ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ . اَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

﴿ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ ﴾ [البقرہ 2:253]

”یہ رسول کہ ہم نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، ان میں سے کچھ وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور ان کے بعض کو درجوں میں بلند کیا۔“

ہر قسم کی حمد و ثناء اللہ رب العالمین کے لیے، درود و سلام امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس کے لیے۔

عزیز بھائیو، دوستو، بزرگو! آج کے خطبے کا موضوع ”رسول اللہ ﷺ کے فضائل اور آپ ﷺ کا افضل الخلق ہونا“، اس حوالے سے ہماری گفتگو ہوگی۔

جو آیتِ مبارکہ میں نے آپ حضرات کے سامنے پڑھی اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات بیان کی ہے رسولوں کی جماعت میں ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی یعنی اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء کی جماعت میں سے کچھ کو رسول بنایا پھر رسولوں میں سے پانچ انبیاء کو اولوالعزم پیغمبر بنایا اور وہ یہ ہیں:

1: نوح علیہ السلام 2: ابراہیم علیہ السلام 3: موسیٰ علیہ السلام 4: عیسیٰ علیہ السلام 5: محمد ﷺ

پھر ان پانچ انبیاء میں سے دو کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا اور وہ یہ ہیں:

1: ابراہیم علیہ السلام 2: محمد ﷺ

تو معلوم ہوا کہ انبیاء اور رسل میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ نے بعض پر کسی نہ کسی کے اعتبار سے فضیلت بخشی ہے۔ اور یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے عطا کرے۔

ایک اشکال:

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا يَنْبَغِي لِعَبْدٍ أَنْ يَقُولَ أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى)) [1]

"کسی شخص کے لیے یہ لائق نہیں کہ وہ یہ کہے کہ میں (محمد ﷺ) یونس بن متی علیہ السلام سے بہتر ہوں۔"

اس روایت میں واضح طور پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص مجھے اللہ کے نبی یونس بن متی علیہ السلام سے بہتر کہے جبکہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رسولوں کی جماعت میں سے بعض کو بعض پر اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی ہے تو اس اشکال کے مندرجہ ذیل جوابات ہیں:

1: مجموعی طور پر حضرت محمد ﷺ کو باقیوں پر فضیلت دینا جائز ہے لیکن کسی خاص نبی کا نام لے کر فضیلت دینا یہ جائز نہیں۔

2: نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان عاجزی و انکساری پر محمول کیا جائے گا کہ آپ ﷺ نے بطور تواضع کے یہ بات فرمائی ہے۔

3: ایک نبی کو دوسرے نبی پر فضیلت دینا ایسی صورت میں ناجائز ہے جب مفضَّل علیہ نبی کی تنقیص و تحقیر لازم آتی ہو۔

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو جو ذاتی نام دیے وہ "محمد" اور "احمد" ہیں اور قرآن کریم

[1] صحیح بخاری: 4631.

میں اسمِ محمد چار مرتبہ مذکور ہوا اور اسمِ احمد ایک مرتبہ مذکور ہوا ہے اور کمال کی بات یہ ہے کہ آپ ﷺ اسمِ بامسمّٰی تھے یعنی لفظِ محمد کا مطلب ہے وہ شخصیت جس کی اللہ تعالیٰ کے بعد زمین و آسمان میں سب سے بڑھ کر تعریف کی گئی ہو۔ اور یہ وصف آپ ﷺ میں بدرجہ اتم موجود تھا اور دوسرا نام ''احمد'' ہے جس کا معنی وہ شخصیت جس نے زمین و آسمان کی مخلوقات سے بڑھ کر اپنے رب کی حمد و ثناء بیان کی ہو۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں اپنے رب جل شانہ کی جناب میں سجدہ ریز ہوں گا اور اللہ تعالیٰ کی وہ تعریفات بیان کروں گا جو اس وقت میرے علم میں نہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی فضیلت کو مختلف انداز میں بیان کیا ہے اور آپ ﷺ کا تزکیہ مختلف اعتبارات سے بیان کیا ہے۔

کہیں آپ ﷺ کی گفتگو کا تزکیہ بیان فرمایا: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝﴾

[النجم 53:2، 3]

''اور نہ وہ اپنی خواہش سے بولتا ہے وہ تو صرف وحی ہے جو نازل کی جاتی ہے۔''

کہیں آپ ﷺ کے علم کا تزکیہ یوں بیان فرمایا:

﴿عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝﴾ [النجم 53:5]

''اسے نہایت مضبوط قوتوں والے (فرشتے) نے سکھایا ہے۔''

کہیں آپ ﷺ کے دل کا تزکیہ یوں بیان فرمایا:

﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝﴾ [النجم 53:11]

''(رسول کے) دل نے جھوٹ نہیں بولا جو اس نے دیکھا۔''

کہیں آپ ﷺ کی آنکھ اور بصارت کا تزکیہ یوں بیان فرمایا:

﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝﴾ [النجم 53:17]

''نہ نگاہ اِدھر اُدھر ہوئی اور نہ ہی وہ حد سے آگے بڑھی۔''

کہیں آپ ﷺ کے سینہ مبارک کا تزکیہ یوں بیان فرمایا:

﴿ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ ﴾ [الانشراح 1:94]

''کیا ہم نے تیرے لیے تیرا سینہ نہیں کھول دیا۔''

کہیں آپ ﷺ کے اخلاق کا تزکیہ یوں بیان فرمایا:

﴿ وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ ﴾ [القلم 4:68]

''اور بے شک آپ یقیناً خلقِ عظیم پر فائز ہیں۔''

کہیں آپ ﷺ کے مستقیم ہونے کا تزکیہ یوں بیان فرمایا:

﴿ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَ مَا غَوٰى ۝ ﴾ [النجم 2:53]

''تمھارا ساتھی نہ بہکا ہے اور نہ وہ (سیدھے راستے سے) بھٹکا ہے۔''

کہیں آپ ﷺ کے ذکرِ خیر کے بارے یوں فرمایا:

﴿ وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ ﴾ [الانشراح 4:94]

''اور ہم نے آپ کے لیے، آپ کا ذکر بلند کر دیا ہے۔''

غرضیکہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں اگر دیکھا جائے تو قرآن کریم کی اکیلی یہ آیت ہی کافی تھی جس میں رب تعالیٰ نے آپ ﷺ سے محبت کا اظہار یوں فرمایا:

﴿ وَ لَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝ ﴾ [الضحیٰ 5:93]

''اور یقیناً عنقریب تجھے تیرا رب عطا کرے گا، پس تو راضی ہو جائے گا۔''

اور اس سے بھی بڑھ کر جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے محبت کا انداز قران کریم میں اپنایا ہے اور اس میں آپ ﷺ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قران کریم میں باقی سب انبیاء و رسل کو ان کے نام لے کر مخاطب کیا ہے لیکن پورے قرآن میں ایک بار بھی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو آپ ﷺ کا نام لے کر مخاطب نہیں کیا بلکہ آپ ﷺ کے صفاتی ناموں سے مخاطب فرمایا ہے چنانچہ

...... کہیں فرمایا: یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ

...... کہیں فرمایا: يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ

...... کہیں فرمایا: يَاأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ

...... کہیں یوں مخاطب فرمایا: يَاأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ

امام الانبیاء:

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو جہاں اور بہت سے فضائل سے نوازا وہاں ایک بہت بڑی فضیلت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام سابقہ انبیاء ورسل کا امام بنایا جیسا کہ حدیث اسراو معراج میں یہ بات مذکور ہے چنانچہ حدیث کے الفاظ ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

((فَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَأَمَمْتُهُمْ)) [1]

''پس نماز کا وقت ہو گیا تو میں نے ان (انبیاء ورسل) سب کی امامت کرائی۔''

لہٰذا معلوم ہوا کہ امام الانبیاء والمرسلین ہونا یہ مقام صرف آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔

جنت کا دروازہ آپ ﷺ کے لیے کھلے گا:

اللہ تعالیٰ نے جو فضائل آپ ﷺ کو عطا کیے ہیں ان میں سے ایک عظیم فضل اور عظیم انعام اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ہے کہ سب سے پہلے آپ ﷺ جنت میں جائیں گے اور سب سے پہلے جنت کا دروزاہ آپ ﷺ کے لیے ہی کھولا جائے گا چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((آتِي بَابَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَسْتَفْتِحُ فَيَقُولُ الْخَازِنُ مَنْ أَنْتَ؟ فَأَقُولُ مُحَمَّدٌ فَيَقُولُ بِكَ أُمِرْتُ لَا أَفْتَحُ لِأَحَدٍ قَبْلَكَ)) [2]

''میں قیامت کے دن جنت کے دروازے پر آؤں گا اور دروازہ کھلواؤں گا۔ جنت کا دربان پوچھے گا: آپ ﷺ کون ہیں؟ میں جواب دوں گا: محمد ﷺ! وہ کہے گا: مجھے آپ ﷺ ہی کے بارے حکم ملا تھا (کہ) آپ سے پہلے کسی کے لیے دروازہ نہ کھولوں۔''

---

[1] صحيح مسلم: 172. [2] صحيح مسلم: 197.

پانچ فضائل:

محترم سامعین! میں آپ احباب کو ایک حدیث سناتا ہوں جس میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے بارے پانچ ایسی خوبیاں بیان کی ہیں جو اللہ رب العالمین نے صرف آپ ﷺ کو عطا کی ہیں ملاحظہ فرمائیے:

①:......سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ))

''میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور کوئی فخر نہیں۔''

یہ آپ ﷺ کی پہلی خوبی اور پہلا وصف ہے جو اس حدیث میں بیان ہوا کہ آپ ﷺ ساری اولادِ آدم کے سردار بنا دیے گئے ہیں اور دیکھیے رسول اللہ ﷺ کی عاجزی وانکساری کہ آپ ﷺ نے فرمایا: وَلَا فَخْرَ یعنی کوئی فخر والی بات نہیں بلکہ یہ اللہ کا کرم ہے اور اس پر شکر ہے اور یہ آپ ﷺ کی خوبی تھی کہ آپ ﷺ جتنے عالی شان تھے اتنے ہی عاجزی وانکساری والے تھے اور یہ باکمال لوگوں کا وصف ہوتا ہے کہ لوگوں میں بلند مرتبہ ہونے کے باوجود منکسر مزاج اور عاجزی والے ہوتے ہیں۔

②:......پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَ اَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ الْأَرْضُ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ))

''قیامت کے دن سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی اور کوئی فخر نہیں۔''

یہاں دوسری خوبی بیان ہوئی کہ جب قبریں کھلیں گیں اور لوگ قبروں سے نکلیں گے تو سب سے پہلے آپ ﷺ کی قبر مبارک کھلے گی اور یہاں یہ بات یاد رکھیں کہ قبروں سے اٹھنا قیامت کی ابتداء ہے اور جنت میں داخلہ اس سلسلے کی انتہاء ہے اور یہ دونوں شرف میرے اللہ نے حضرت محمد ﷺ کو عطا فرمائے کہ قیامت کی ابتداء بھی آپ ﷺ سے اور جنت میں داخلے کی ابتداء بھی آپ ﷺ سے ہوگی کہ جنت کا دروازہ بھی سب سے پہلے آپ ﷺ کے لیے کھلے گا۔

فائدہ:...... حدیث کے اس جملے میں ان لوگوں کا رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دنیوی زندگی میں زندہ ہیں اور ہر جگہ موجود ہیں اور ہماری محفلوں میں آتے ہیں۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ اپنی قبر مبارک میں برزخی زندگی گزار رہے ہیں اور قیامت کے دن سب سے پہلے آپ ﷺ کی قبر کھلے گی۔ اور اگر آپ ﷺ پہلے ہی قبر سے باہر ہیں تو پھر قبر کھلنے کا مطلب کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ ہمارے عقائد کی اصلاح فرمائے۔ آمین

③:...... تیسری خوبی جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی:

((وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ))

''اور سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا۔''

قیامت کے دن مختلف افراد کو شفاعت کا حق دیا جائے گا لیکن سب کو شفاعت کی اجازت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگی اور اس خوبی میں بھی اولیت اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا فرمائی کہ سب سے پہلے شفاعت آپ ﷺ کریں گے۔

④:...... رسول اللہ ﷺ کی چوتھی خوبی جو اس حدیث میں بیان کی گئی ہے وہ ہے:

((وَ أَوَّلُ مُشَفَّعٍ وَلَا فَخرَ .))

اور میں سب سے پہلا ہوں گا جس کی شفاعت قبول کی جائے گی اور کوئی فخر نہیں۔

جس طرح رسول اللہ ﷺ انسانوں میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والے ہیں اسی طرح آپ ﷺ سب سے پہلے وہ شخص ہوں گے جن کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

⑤:...... آخری اور پانچویں خوبی جو رسول اللہ ﷺ کی بیان کی گئی:

((وَلِوَاءُ الْحَمْدِ بِيَدِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخرَ .)) [1]

''قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور کوئی فخر نہیں۔''

قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کو جو اعزاز دیے جائیں گے ان میں سے ایک حمد کے جھنڈے کا ملنا ہے اور جامع ترمذی کی روایت میں اس بات کی صراحت ہے کہ آپ ﷺ

[1] سنن ابی ماجہ: 4308.

نے فرمایا آدم علیہ السلام سمیت تمام انبیاء علیہم السلام میرے جھنڈے تلے ہوں گے۔

خَلق اور خُلق میں سب سے اچھے:

رسول اللہ ﷺ اپنی تخلیق کے اعتبار سے اور اپنے خُلق کے اعتبار سے سب سے اچھے او بہتر تھے آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ کی گواہی قرآن نے دی ہے اور آپ ﷺ کے حسن و جمال کے بارے بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے گواہیاں دیں ہیں ان میں سے ایک حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں جو آپ ﷺ کے حسن کے بارے یوں فرماتے ہیں:

وَ أَحْسَنَ مِنكَ لَمْ تَرَقَطُ عَيْنِيْ
وَ أَجْمَلَ مِنكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

”آپ ﷺ سے بڑھ کر حسین میری نگاہ نے کبھی کوئی دیکھا ہی نہیں۔ آپ ﷺ سے زیادہ حسن و جمال والا کبھی کسی ماں نے جنا ہی نہیں۔ آپ ﷺ ہر قسم کے عیب سے پاک صاف پیدا کیے گئے گویا آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی چاہت کے عین مطابق بنایا گیا ہے۔“

گویا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی سیرت میں اور اپنی صورت میں اعلیٰ اور بے مثال تھے آپ حضرات نے اپنی زندگی میں یہ مشاہدہ کیا ہوگا کہ بعض لوگ سیرت و کردار میں بہت اچھے ہوتے ہیں لیکن صورت اتنی پیاری نہیں ہوتی، اسی طرح بعض لوگ صورت کے بہت اچھے ہوتے ہیں لیکن سیرت و کردار میں کوتاہی ہوتی ہے یعنی ہر شخص میں کسی نہ کسی لحاظ سے کمی ہوتی ہے لیکن رسول اللہ ﷺ ہر لحاظ سے باکمال اور بے مثال تھے۔

گفتار میں افضل:

جس طرح رسول اللہ ﷺ اپنی سیرت و کردار میں سب سے افضل تھے اسی طرح آپ ﷺ اپنی گفتار میں بھی سب سے کھرے، سب سے سچے تھے اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ

آپ ﷺ کی گفتار کی گواہی قرآن دیتا کہ آپ ﷺ بذریعہ وحی کلام فرماتے ہیں اور آپ ﷺ کی زبان پر اللہ تعالیٰ نے حق بات کو جاری کیا ہے جیسا کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کی روایت ہے فرماتے ہیں:

((كُنْتُ أَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ أَسْمَعُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ))

''میں رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ سنتا تھا اسے لکھ لیتا تھا۔''

((فَنَهَتْنِي قُرَيْشٌ وَ قَالُوا أَتَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ تَسْمَعُهُ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَشَرٌ يَتَكَلَّمُ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَا .))

''تو قریش نے مجھے منع کیا اور کہا کہ تم رسول ﷺ سے جو کچھ سنتے ہو لکھ لیتے ہو حالانکہ رسول اللہ ﷺ ایک انسان ہیں غصے اور خوشی (دونوں حالتوں) میں گفتگو کرتے ہیں۔''

((فَأَمْسَكْتُ عَنِ الْكِتَابِ فَذَكَرْتُ ذَالِكَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ))

''تو میں نے لکھنا موقوف کر دیا اور یہ بات رسول اللہ ﷺ سے ذکر کی۔''

((فَأَوْمَأَ بِإِصْبَعِهِ إِلٰى فِيْهِ فقال: أُكْتُبْ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا يَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا حَقٌّ .)) [1]

''تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگلی سے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: لکھا کرو قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس سے سوائے حق کے اور کچھ نہیں نکلتا۔''

دشمن بھی مدح سرا ہے:

ایک امریکی مصنف جس کا نام مائیکل ہارٹ ہے اس نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے ''تاریخ کے سو عظیم لوگ'' اس کتاب میں اس نے سرفہرست سب سے پہلے ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کا نام لکھا اور کہا کہ تاریخ کے عظیم افراد میں سے سب سے اعظم

[1] سنن ابی داؤد: 3646.

حضرت محمد ﷺ ہیں اور عربی کی کہاوت ہے "الفضل ما شهدت به الأعداء"کمال وہ ہے جس کا دشمن بھی اعتراف کرے۔'' اور یہی اعتراف اہل مکہ نے کیا جب رسول اللہ ﷺ سب سے پہلے مسجد حرام میں داخل ہوئے تو سب کہنے لگے۔

هذا الامين قدر ضيناه، هذا الامين قدر ضيناه یہ امانت دار ہیں ہم ان سے راضی ہیں۔

نتیجہ:

رسول اللہ ﷺ کے فضائل آپ ﷺ کی خوبیاں اتنی ہیں کہ ان کو احاطۂ شمار نہیں کیا جاسکتا اور آپ ﷺ کے ذکرِ خیر کو اللہ تعالیٰ نے بلند فرمایا ہے جو ہر زبان میں اور کون و مکان میں بلند رہے گا لیکن ہمارے لیے حکم یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنی ذات و صفات میں باکمال ہیں اور آپ ﷺ بے مثل اور بے مثال ہیں تو ہمیں چاہیے ہم صحیح معنی میں رسول اللہ ﷺ کے امتی بنیں، زندگی کے ہر شعبہ میں آپ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کریں اور جو دین آپ ﷺ لے کر آئے اسے اپنانے والے اور آگے لوگوں تک پھیلانے والے بن جائیں اسی میں ہماری خیر ہے، اسی میں دین و دنیا کی بھلائی ہے اسی میں کامیابی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے اور جو کوتاہیاں ہیں انھیں دور کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

خصائصِ رسول ﷺ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ . اَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا﴾ [الاحزاب 40:33]

"محمد ﷺ تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النّبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔"

ہر قسم کی حمد و ثنا، اللہ رب العالمین کے لیے جو سب کا خالق و مالک ہے اور درود وسلام پیارے پیغمبر جناب محمد ﷺ کے لیے جنھوں نے اللہ کے پیغام کو اس کی مخلوق تک پوری امانت داری سے پہنچا دیا اور اس میں کسی قسم کی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

محترم سامعین! میں آج آپ حضرات کے سامنے سیرتِ نبی کے جس پہلو کو بیان کرنا چاہتا ہوں وہ رسول اللہ ﷺ کے خصائص ہیں۔

لفظِ خصائص عربی زبان میں خَصِیْصَۃٌ کی جمع ہے اور خصیصۃ اس وصف اور خوبی کو کہتے ہیں جو انسان کو دوسروں سے ممتاز کردے، علیحدہ کردے یعنی جس وصف اور خوبی میں انسان دوسروں سے جدا ہو، دوسروں سے ہٹ کر ہو، اور آج کے خطبہ میں اللہ تعالیٰ کی

توفیق سے رسول اللہ ﷺ کے وہ اوصاف بیان کیے جائیں گے جن اوصاف میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو دوسروں سے ممتاز بنایا ہے۔

خاتم النّبیین

شروع خطبہ میں آپ حضرات کے سامنے جو قرآن کریم کی آیتِ مبارکہ میں نے پڑھی تھی اس میں رسول اللہ ﷺ کا ایک بہت اہم خاصہ اور اہم خوبی بیان کی گئی ہے اور وہ ہے رسول اللہ ﷺ کا خاتم النّبیین ہونا ہے کہ آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ ختم فرما دیا اور گویا آپ ﷺ نبوت کے سلسلے کی آخری کڑی ہیں آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ جزوی، نہ کلّی بلکہ جزوی اور کلّی نبی کا جھانسہ ان لوگوں نے صرف سادہ لوح مسلمانوں کو بہکانے کے لیے بنا رکھا ہے۔

عقیدۂ ختم نبوت ہمارے ایمان کا بہت اہم حصہ ہے جبکہ آج ہمارے مسلمان معاشرے میں بہت سے ایسے شرپسند عناصر ہیں جو عقیدے کے اس مسئلہ میں مختلف انداز میں رخنے پیدا کرنے کی مذموم کوششیں کر رہے ہیں اور سادہ مسلمانوں کے ایمان کو تباہ کرنے کے لیے ان کو مختلف قسم کے لالچ دے رہے ہیں۔

میرے بھائیو! خیال رکھیں کہیں دنیا کی چند اغراض و مقاصد کو پورا کرنے کے لیے رب کے حبیب اور اپنے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ سے کہیں بے وفائی نہ کر بیٹھنا، کیونکہ جس نے رسول اللہ ﷺ کو خاتم النّبیین نہیں مانا درحقیقت اس شخص کا رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان نہیں اور جس شخص کا رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان نہیں اللہ تعالیٰ کو اس کا شہادتِ لا إلٰہ الا اللہ کہنا بھی قبول نہیں۔

لہٰذا خاتم النّبیین ہونا یہ رسول اللہ ﷺ کا ایک اہم امتیازی وصف اور خاصہ ہے۔ صحیح مسلم کی روایت ہے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ))

''مجھے انبیاء پر چھ چیزوں کے ذریعے سے فضیلت دی گئی ہے۔''

اس حدیث میں آپ ﷺ کو دیے گئے چھ خصائل بیان کیے گئے ہیں اور ان میں سے چھٹا خاصہ وہ عقیدہ ختم نبوت ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَ خُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ))

''اور میرے ذریعے سے (نبوت کو مکمل کر کے) انبیاء ﷺ ختم کر دیے گئے ہیں۔''

لہٰذا معلوم ہوا کہ انبیاء ﷺ کی بعثت کا سلسلہ رسول اللہ ﷺ پر ختم کر دیا گیا ہے۔

اب میں آپ بھائیوں کے سامنے باقی خصائص بیان کرتا ہوں جو صحیح مسلم کی بیان کردہ حدیث میں موجود ہیں:

پہلا خاصہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((أُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ .)) ''مجھے جامع کلمات عطا کیے گئے ہیں۔''

یہ آپ ﷺ کا خاصہ تھا کہ آپ ﷺ لمبی کلام تھوڑے الفاظ میں بیان فرما دیتے اور یہ دانا لوگوں کی خوبی ہوتی ہے کہ ان کی بات مختصر لیکن جامع مانع ہوتی ہے، اس کی مثال میں رسول اللہ ﷺ کا ایک فرمان پیش کرتا ہوں جس میں صرف تین لفظ ہیں لیکن اس میں دنیا و آخرت کی خیر و بھلائی سمیٹ دی گئی ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ صَمَتَ نَجَا)) [1] ''جو خاموش ہو گیا وہ نجات پا گیا۔'' الغرض رسول اللہ ﷺ کی بات انتہائی مختصر ہوتی لیکن اپنے اندر حکمت و دانائی کے خزانے سمیٹے ہوئے ہوتی۔

دوسرا خاصہ:

دوسرا خاصہ جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا کیا وہ فرمایا:

((نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ))

''دشمنوں پر رعب و دبدبے کے ذریعے سے میری مدد کی گئی ہے۔''

جبکہ صحیحین کی ایک دوسری روایت ہے جسے حضرت جابر بن عبداللہ ﷺ بیان کرتے

[1] جامع ترمذی : 2501.

ہیں اس میں اس خصوصیت کی یوں وضاحت کی گئی ہے:

((نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ))

''مہینہ بھر کی مسافت سے دشمنوں پر طاری ہونے والے رعب سے میری مدد کی گئی ہے۔''

یعنی آپ ﷺ دشمن سے ابھی ایک مہینے کی مسافت دور ہوتے تو ان پر آپ ﷺ کا رعب اور خوف طاری ہو جاتا اور دور بیٹھے دشمن آپ ﷺ کا اسم گرامی سن کر خوف زدہ ہو جاتے اور ان کے قدم لرز جاتے۔ نبی اکرم ﷺ کو خبر ملی کہ رومی عیسائی آپ ﷺ کے خلاف اکٹھے ہو رہے ہیں تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تیاری کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر جب تبوک مقام تک پہنچے تو عیسائیوں پر ایسا رعب طاری ہوا کہ وہ مقابلے میں نہ آئے اور رومی بادشاہ بھی مقابلے میں نہ آیا بلکہ جزیہ دے کر صلح کرنے پر آمادہ ہو گیا۔

تیسرا خاصہ:

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا تیسرا خاصہ جو بیان ہوا ہے وہ ہے:

فرمایا: ((وَ أُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ))

''میرے لیے اموالِ غنیمت حلال کر دیے گئے ہیں۔''

کفار سے لڑائی کے نتیجہ میں جو ان کا مال حاصل ہوتا ہے اسے مالِ غنیمت کہتے ہیں گزشتہ امتوں میں مالِ غنیمت حلال نہیں تھا بلکہ ایسے مال کو ایک میدان میں رکھ دیا جاتا، آسمان سے بجلی گرتی اور اسے جلا کر راکھ کر دیتی جبکہ اس امت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے لیے، آپ ﷺ کی امت کے لیے اس مال کو حلال قرار دیا ہے۔

چوتھا خاصہ:

رسول اللہ ﷺ کو چوتھا خاصہ جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا وہ یہ ہے کہ:

((جُعِلَتْ لِيَ الأَرْضَ طَهُوْرًا وَ مَسْجِدًا))

''زمین میرے لیے پاک کرنے والی اور مسجد قرار دی گئی ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب ﷺ اور ان کی امت پر یہ خاص کرم کیا کہ اس امت کے لیے مٹی کو وضو کا نائب اور قائم مقام بنا دیا کہ اگر وضو کے لیے پانی نہ ہو یا کسی عذر کی وجہ سے پانی استعمال کرنے کی طاقت نہ ہو تو تیمم کرلیا جائے اسی طرح جہاں نماز کا وقت ہو جائے وہیں نماز پڑھ لی جائے یعنی پوری روئے زمین کو ہمارے لیے مسجد بنا دیا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

((فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي اَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ فَلْيُصَلِّ .))

''میری امت کے جس شخص کو بھی نماز کا وقت آ پہنچے تو وہ وہیں نماز پڑھ لے۔''

جب کہ یہ انعام پہلے انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتیوں کو حاصل نہیں تھا بلکہ مسند احمد کی روایت میں ہے:

((اِنَّمَا كَانُوْا يُصَلُّوْنَ فِي كَنَائِسِهِمْ وَ بِيَعِهِمْ .)) [1]

''وہ صرف اپنے گرجوں اور کلیسوں ہی میں نماز پڑھتے تھے۔''

معلوم ہوا کہ وہ لوگ صرف اپنے معبد خانوں میں ہی عبادت کر سکتے تھے لیکن اس امت کے لیے ہر پاک جگہ پر نماز پڑھنا مشروع ہے۔

پانچواں خاصہ:

پانچویں خصوصیت جو اس حدیث میں بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ پوری انسانیت کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے جیسا کہ حدیث میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَ أُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً .)) [2]

''مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔''

صحیح بخاری کی روایت کے الفاظ ہیں:

((وَ كَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَ بُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ

---

[1] مسند احمد: 7068. [2] صحیح مسلم: 523.

عَامَّةً .)) ❶

’’پہلے نبی خاص طور پر اپنی ہی قوم کے لیے مبعوث ہوا کرتا تھا مگر میں تمام لوگوں کی طرف (رسول بنا کر) بھیجا گیا ہوں۔‘‘

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی صراحت کچھ یوں کی ہے:

﴿قُلْ يَآأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾ [الاعراف 158:7]

’’کہہ دیجیے: اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔‘‘

ان سب روایات سے معلوم ہوا کہ سابقہ جتنے بھی انبیاء علیہم السلام آئے وہ خاص قوم، خاص علاقے کی طرف بھیجے گئے تھے جبکہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ پوری انسانیت کے لیے رسول بنائے گئے اور قیامت تک کے لیے نبی بنائے گئے آپ ﷺ کی نبوت قیامت تک کے لیے ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ وَ قَرَنَ بَيْنَ السَّبَابَةِ وَالْوُسْطَى .)) ❷

’’میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح ہیں، پھر آپ ﷺ نے شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو ملا دیا۔‘‘

مراد جس طرح یہ دو انگلیاں ملی جلی ہیں اور درمیان میں کوئی فاصلہ نہیں بعینہٖ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے درمیان اور قیامت کے درمیان کسی نبی کا فاصلہ نہیں آپ ﷺ کے بعد قیامت ہی آئے گی کوئی نیا نبی یا نیا دین نہیں آنے والا لہٰذا آپ ﷺ پوری انسانیت کے لیے قیامت تک کے لیے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

کمر پیچھے دیکھنا:

رسول اللہ ﷺ کو جو خصائص دیے گئے تھے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ جس طرح اپنے سامنے کھڑے فرد کو دیکھتے تھے بعینہ اسی طرح اپنے پیچھے کھڑے ہوئے شخص

❶ صحیح بخاری: 335.

❷ صحیح بخاری: 5301.

کو بھی دیکھ سکتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي وَكَانَ أَحَدُنَا يُلْزِقُ مَنْكِبَهُ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهِ وَقَدَمَهُ بِقَدَمِهِ)) [1]

''تم اپنی صفیں درست کرو یقیناً میں تمھیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھ سکتا ہوں پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی حدیث بیان کرتے ہیں، ہم میں سے ایک نماز میں اپنے کندھے کو اپنے ساتھ والے کے کندھے سے ملاتا اور اپنے قدم کو اس کے قدم کے ساتھ۔''

اس حدیث میں دو بڑے فائدے حاصل ہوتے ہیں:

1: رسول اللہ ﷺ کا خاصہ بیان ہوا ہے کہ آپ ﷺ کمر پیچھے ایسے ہی دیکھتے جیسے سامنے دیکھتے تھے۔

2: رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نماز میں کندھے سے کندھا اور پاؤں سے پاؤں ملا کر کھڑے ہوتے تھے اور یہی رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔

''کمر پیچھے دیکھنے'' کے بارے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں اہل علم کے متعدد اقوال بیان کیے ہیں اور ترجیح اس بات کو دی ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا معجزہ تھا۔

ایک وقت میں دو نبی:

سابقہ امتوں میں انبیاء کا ایسا تسلسل بھی رہا ہے کہ ایک ہی وقت اور زمانے میں دو نبی پائے گئے جو اپنی اپنی امتوں کی طرف بھیجے گئے جیسے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام ایک ہی قوم کی طرف اور ابراہیم اور لوط علیہما السلام علیحدہ علیحدہ قوم کی طرف، یعقوب علیہ السلام اور یوسف علیہ السلام وغیرہ لیکن یہ خاصہ اللہ رب العزۃ نے صرف اپنے محبوب پیغمبر جنابِ محمد ﷺ کو عطا کیا کہ ان کی موجودگی میں کسی دوسرے نبی کی نبوت نہیں جاری رہ سکتی جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

[1] صحیح بخاری: 725.

﴿وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝﴾

[آل عمران 3:81، 82]

”اور (یاد کرو) جب اللہ نے (تمام) نبیوں سے عہد لیا، البتہ جو کچھ میں تمھیں کتاب وحکمت سے دوں پھر تمھارے پاس رسول (مراد محمد ﷺ) آجائے جو تصدیق کرنے والا ہو اس کی جو تمھارے پاس ہے (تو) تم ضرور ایمان لانا اس (رسول) کے ساتھ اور تم ضرور اس کی مدد کرنا (اللہ نے) فرمایا: کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس (بات) پر میرا عہد قبول کرتے ہو؟ انھوں نے کہا: ہم نے اقرار کیا، (اللہ نے) فرمایا: تو تم گواہ رہنا میں بھی تمھارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔ پھر جو کوئی اس (عہد) کے بعد روگردانی کرے گا تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔“

تو معلوم ہوا کہ تمام انبیاء علیہم السلام نے اللہ کے ہاں یہ عہد تسلیم کیا کہ اگر ان کی موجودگی میں آخری نبی حضرت محمد ﷺ آجائیں تو پھر ان پر ایمان لانا ہے ان کی نبوت کو تسلیم کرنا ہے اور اس کی ہر لحاظ سے مدد بھی کرنی ہے۔

مزید اس بات کی تائید میں معجم طبرانی کبیر کی روایت ہے جسے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تورات کے کچھ اوراق لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ یہ تورات کے کچھ اوراق ہیں جن کو میں نے بنو زُرَیق کے ایک آدمی سے لیے ہیں جو میرا بھائی بنا ہوا ہے رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک غصہ سے تبدیل ہو گیا اس مجلس میں حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ جنھوں نے آذان کا خواب دیکھا تھا، بھی موجود تھے۔ انھوں نے دیکھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا اللہ نے آپ کی عقل ختم کر دی

ہے؟ کیا آپ رسول ﷺ کا چہرہ مبارک نہیں دیکھ رہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو فوراً کہا:

((رَضِينا بالله ربًا وَبالاِسْلامِ دِينًا وَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيًا وَ بِالقُرْآنِ إِمامًا .))

''ہم اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر، محمد ﷺ کے نبی ہونے پر اور قرآن کے پیشوا ہونے پر راضی ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ کا غصہ کچھ کافور ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَالَّذِي نَفسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! لَوْ كَانَ مُوْسٰى بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ ثُمَّ اتَّبَعْتُمُوْهُ وَ تَرَكْتُمُوْنِي ، لَضَلَلْتُم ضَلالًا بَعِيْدًا .))

''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! اگر موسیٰ علیہ السلام تمھارے درمیان موجود ہوتے اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرتے تو تم بہت دور کے گمراہ ہو جاتے۔''

فائدہ:...... یہ روایت علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے سلسلہ صحیحہ میں حدیث نمبر 3207 کے تحت ذکر کی ہے اور اسے حسن درجے کی قرار دیا ہے۔

صدقہ حرام:

رسول اللہ ﷺ کے خصائص میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کے لیے صدقہ وزکوٰۃ حلال نہیں کیونکہ زکاۃ مال کی میل کچیل ہے اور آپ ﷺ کی قدر و منزلت کے بلند ہونے کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس سے منع فرما دیا جیسا کہ حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ هَذِهِ الصَّدَقَاتِ اِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ، وَ اِنَّهَا لا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِآلِ مُحَمَّدٍ .)) [1]

''یقیناً یہ صدقات لوگوں کی میل کچیل ہیں، یہ محمد ﷺ و آلِ محمد کے لیے حلال نہیں۔''

[1] صحیح مسلم : 1072 .

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ اور آپ ﷺ کی آل کو اس میل کچیل سے محفوظ فرمایا ہے اور آپ ﷺ کی یہ خوبی سابقہ کتب میں بھی موجود تھی چنانچہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کے واقعہ میں یہ بات مذکور ہے کہ جب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو علم ہوا کہ وہ آخری نبی ہجرت کر کے یثرب آ چکے ہیں تو آپ ﷺ کی اس نشانی کو دیکھنے کے لیے بیان کرتے ہیں کہ میں نے کھانا خریدا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ کے سامنے جب انھوں نے کھانے کی اشیاء رکھیں تو آپ ﷺ نے پوچھا: ((مَا هٰذَا)) یہ کیا ہے؟

تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہا: صَدَقَةٌ . ''یہ صدقہ ہے۔''

فرماتے ہیں:

((فَأَبٰى أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا وَ أَمَرَ أَصْحَابَهُ فَأَكَلُوا منه .))

''آپ ﷺ نے کھانے سے انکار کر دیا اور اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو حکم دیا تو انھوں نے کھایا۔''

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر کچھ دن بعد میں دوبارہ آپ ﷺ کی خدمت میں کھانے کی اشیاء لے کر آیا تو پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کھانے کے متعلق پوچھا تو میں نے کہا: هَدِيَّةٌ یہ ہدیہ ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو کھانے کو کہا: كُلُوا و أَكَلَ تم بھی کھاؤ اور خود بھی کھایا۔ [1]

وصال کا روزہ:

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ایک خصوصیت یہ بھی دی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وصال کا روزہ رکھنے کی اجازت دی تھی جبکہ آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی کو اس روزے کی اجازت نہ تھی۔

اور صومِ وصال سے مراد بغیر کچھ کھائے پیے ایک سے زیادہ دنوں کا مسلسل روزہ رکھنا۔

[1] سیر اعلام النبلاء : 514/1.

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خاص روحانی طاقت سے نوازا تھا جس کی وجہ سے آپ ﷺ کو بھوک پیاس کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو خبر ملی کہ کچھ صحابہ وصال کا روزہ رکھتے ہیں تو آپ ﷺ نے منع فرما دیا اور فرمایا:

((إِيَّاكُمْ وَالْوِصَالَ۔ مَرَّتَيْنِ۔ قِيلَ: إِنَّكَ تُوَاصِلُ، قَالَ: إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَ يَسْقِينِ فَاكْلَفُوا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيقُونَ .)) [1]

''وصال کا روزہ رکھنے سے اجتناب کرو۔ آپ ﷺ نے دوبار یہ بات کہی۔ تو آپ ﷺ سے پوچھا گیا: آپ بھی تو وصال کے روزے رکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جب میں رات گزارتا ہوں تو میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے لیکن تم اتنا ہی کام اپنے ذمے لو جتنی تم میں طاقت ہے۔

تو معلوم ہوا کہ صومِ وصال یہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔

شیطان سے محفوظ

ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ اور ایک جن مقرر ہے، فرشتہ اسے خیر و بھلائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور جن اسے نافرمانی اور برائی کی طرف اکساتا ہے، رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت بخشی ہے کہ آپ ﷺ کا ساتھی شیطان مسلمان ہے جو آپ ﷺ کو برائی کی طرف نہیں اکساتا جیسا کہ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امتِ محمدیہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا جسم مبارک، آپ کا دل اور زبان سبھی اعضاء شیطانی حملوں سے محفوظ ہیں اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ وَكَّلَ اللّٰهُ بِهٖ قَرِينَهٗ مِنَ الْجِنِّ قَالُوا وَاِيَّاكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ وَاِيَّايَ اِلَّا اَنَّ اللّٰهَ اَعَانَنِي عَلَيْهِ فَاَسْلَمَ فَلَا يَاْمُرُنِي اِلَّا بِخَيْرٍ .)) [2]

''تم میں سے کوئی شخص بھی نہیں مگر اللہ نے اس کے ساتھ جنوں میں سے اس کا

[1] صحيح بخاري : 1966 . [2] صحيح مسلم : 2814 .

ایک ساتھی مقرر کر دیا ہے (جو اسے برائی کی طرف مائل کرتا رہتا ہے) انھوں (صحابہ) نے کہا: اللہ کے رسول! آپ کے ساتھ بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اور میرے ساتھ بھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلے میں میری مدد فرمائی ہے اور وہ مسلمان ہو گیا ہے، اس لیے (اب) وہ مجھے خیر کے سوا کوئی بات نہیں کہتا۔"

لہٰذا معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص تائید حاصل ہے اور آپ ﷺ شیطانی وسوسوں سے محفوظ کر دیے گئے ہیں۔

شفاعتِ عظمیٰ:

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد ﷺ کو جو خصائص عطا فرمائے ان میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو شفاعت عظمیٰ سے نوازا ہے جسے شفاعتِ کبریٰ بھی کہا جاتا ہے میں آپ احباب کے سامنے شفاعتِ کبریٰ والی حدیث بیان کرتا ہوں۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قیامت کے دن کی سختی کی وجہ سے اور حساب کے شروع نہ ہونے سے لوگ گھبراہٹ اور پریشانی میں ہوں گے تو لوگ جمع ہو کر باہمی آپس میں مشورہ کریں گے کہ آج ہم رب تعالیٰ کے حضور کسی کو سفارشی بنائیں چنانچہ وہ سب آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے:

((اَنْتَ اَبُو النَّاسِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهِ وَ أَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهُ وَ عَلَّمَكَ اَسْمَاءَ كُلِّ شَيْءٍ فَاشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتَّى يُرِيْحَنَا مِن مَكَانِنَا هٰذَا))

آپ لوگوں کے باپ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور تمام فرشتوں سے سجدہ کروایا، نیز آپ کو تمام نام سکھائے، لہٰذا آپ اپنے پروردگار کے حضور ہماری سفارش کریں تا کہ وہ ہمیں اس (تکلیف دہ) جگہ سے (نکال کر) راحت و آرام دے۔

تو حضرت آدم علیہ السلام جواب دیں گے:

((لَسْتُ هُنَاكُم وَ يَذْكُرُ ذَنْبَهُ فَيَسْتَحْيِ))

''میں آج اس قابل نہیں ہوں اور وہ اپنا گناہ یاد کر کے اللہ سے شرمائیں گے۔''

اور فرمائیں گے: اِئْتُوا نُوْحًا تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ

''کیونکہ وہ سب سے پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کی طرف بھیجا۔''

پھر لوگ سارے نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ بھی وہی جواب دیں گے اور کہیں گے:

تم خلیل الرحمٰن ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ، جب لوگ ان کے پاس آئیں گے تو ان کا جواب بھی یہی ہوگا، کہ اس کام کا میں اہل نہیں، تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ ان سے اللہ نے کلام کی اور اسے تورات عطا کی، تو لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو موسیٰ علیہ السلام بھی اسی طرح معذرت کریں گے اور اپنا وہ گناہ یاد کریں گے جو انھوں نے ایک شخص کو ناحق قتل کیا تھا۔اور فرمائیں گے تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ اللہ کے بندے، اس کے رسول، اس کا کلمہ اور اس کی روح ہیں۔تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے میں بھی اس کا اہل نہیں تم محمد ﷺ کے پاس جاؤ وہ اللہ کے ایسے بندے ہیں جن کے اگلے پچھلے سب گناہ بخشے ہوئے ہیں چنانچہ لوگ میرے پاس آئیں گے۔ میں ان کے ساتھ جاؤں گا اور اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا تو مجھے اجازت مل جائے گی۔ میں اپنے رب کو دیکھتے ہی سجدہ ریز ہو جاؤں گا اور جب تک اللہ چاہے گا میں سجدے میں رہوں گا پھر رب تعالیٰ فرمائیں گے:

((اِرْفَعْ رَأْسَكَ وَسَلْ تُعْطَهُ وَقُلْ يُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ .))

''اپنے سر کو اٹھاؤ اور جو چاہو مانگو، تمھیں دیا جائے گا اور جو چاہو کہو تمھاری بات سنی جائے گی۔ سفارش کرو تمھاری سفارش قبول کی جائے گی۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کی اس سفارش کی وجہ سے لوگوں کا حساب شروع کریں گے اور اس شفاعتِ عظمیٰ کا حق صرف رسول اللہ ﷺ کو دیا گیا ہے۔

اسراء و معراج:

رسول اللہ ﷺ کو جہاں اللہ تعالیٰ نے اور بہت سے معاملات میں دیگر انبیاء علیہم السلام سے خصوصیت بخشی وہاں ایک خصوصیت اسراء و معراج کا معجزہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے

رسول اللہ ﷺ کو جسم اور روح سمیت سیر کروائی اور یہ سفر دو مرحلوں پر مشتمل تھا پہلا مرحلہ: مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کا سفر جسے اسراء کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے اور دوسرا مرحلہ: مسجد اقصیٰ سے لے کر ساتوں آسمانوں کی سیر پھر جنت اور جہنم کے مناظر اور نمازوں کا تحفہ دیا گیا جس کے بارے اللہ تعالیٰ نے سورۃ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں یوں فرمایا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝﴾

[بنی اسرائیل 17:1]

''پاک ہے وہ (اللہ) جو اپنے بندے کو رات کے ایک حصے میں مسجدِ حرام (بیت اللہ) سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے اردگرد کو ہم نے برکت دی ہے، تاکہ ہم اسے اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں۔''

البتہ سورۃ نجم میں بھی اس واقعے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

عزیز بھائیو! رسول اللہ ﷺ کی چند خصوصیات میں نے آپ احباب کے سامنے ذکر کی ہیں البتہ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی خصوصیات ہیں لیکن وقت کی قلت کی بناء پر پیش نہیں کر سکا، اللہ تعالیٰ نے موقعہ دیا تو ان شاء اللہ وہ بھی بیان کریں گے۔ مقصد ان خصائص کو بیان کرنے کا یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو اتنے خصائص عطا فرمائے اور تمام انبیاء پر فوقیت بخشی ہے تو ایک امتی ہونے کے ناطے ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم زندگی کے ہر پہلو اور ہر معاملے میں رسول اللہ ﷺ کی سنت اور طریقے کو مقدم رکھیں اور سنت کے مقابلے میں شخصیت پرستی، خاندانی رسم و رواج اور دیگر بدعات وخرافات کو ٹھکرا دیں اسی میں ہمارے لیے دنیا و آخرت کی کامیابی ہے اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

تعظیمِ سنت درحقیقت تعظیمِ رسول ﷺ ہے

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهُ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ . اَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

﴿وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۭ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝﴾

[النور 24:54]

’’اور اگر تم اس (رسول) کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے اور رسول کے ذمے صرف واضح پہنچا دینا ہے۔‘‘

ہر قسم کی حمد و ثنا، تعریفات، تمجیدات صرف اور صرف اللہ رب العالمین کے لیے اور بے شمار ان گنت درود و سلام امام الانبیاء احمدِ مجتبیٰ جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کے لیے۔

بھائیو! دوستو! بزرگو! آج کے خطبے کا موضوع ’’تعظیمِ سنت درحقیقت تعظیم رسول ﷺ ہے۔‘‘ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا سب سے بڑا مقصد ہی یہ ہے کہ لوگ اللہ کے نبی کی پیروی کرتے ہوئے اپنے رب کی بندگی کریں، اور نبی کی پیروی کرتے ہوئے اللہ کے بندوں کے حقوق کا بھی خیال رکھیں اور نبی کی بات مانی جائے، اس کی اطاعت کی جائے جیسا کہ رب تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ [النسآء 4:64]

''اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی پیروی کی جائے۔''

معلوم ہوا کہ ہر رسول کی بعثت کا مقصد یہی تھا کہ لوگ اللہ کا حکم سمجھ کر اس کی پیروی کریں، اس کی بات مانیں اور جو کوئی بات نہیں مانتا، نبی کی سنت اور حدیث کی تعظیم نہیں کرتا اور نہ نبی کی بتائی باتوں پر عمل کرتا ہے تو پکی بات ہے کہ ایسے شخص نے حقیقی معنی میں اس رسول کی تعظیم نہیں کی اور نہ ہی اس کو عزت دی ہے۔

مثال:

میں آپ بھائیوں کے سامنے ایک مثال پیش کرتا ہوں تا کہ بات کی صحیح سمجھ آ جائے ایک شخص منہ سے یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مجھے اپنے باپ سے بڑی محبت ہے، میں اپنے باپ کی بڑی تعظیم کرتا ہوں ان کا احترام کرتا ہوں لیکن جب باپ کوئی بات کہتا ہے تو اس کو مانتا نہیں، اس کی بات اسے اچھی نہیں لگتی یا اسے قبول کرنے کو اس کا دل نہیں چاہتا تو میرے بھائیو کوئی بھی صاحبِ عقل صاحبِ بصیرت اس کے اس عمل پر یہ نہیں کہے گا کہ یہ باپ کا احترام کرنے والا ہے یہ اپنے باپ کی تعظیم کرنے والا ہے کیونکہ جس نے بات نہیں مانی اس نے تعظیم نہیں کی اسی طرح میرے بھائیو رسول اللہ ﷺ کی تعظیم حقیقت میں اس شخص نے کی ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کی سنت کی تعظیم کی ہے اور سنت کی تعظیم تب ہے جب رسول اللہ ﷺ کی سنت کو اپنائیں گے، اپنی زندگی کے ہر مرحلے میں سنتِ رسول ﷺ کو نافذ کریں گے اور آپ ﷺ کی سنت کے مطابق زندگی بسر کریں گے۔

لہٰذا ہمارا اصل مقصد رسول اللہ ﷺ کی سنت کو اپنانا ہے تا کہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم ہو۔ سنت کی اہمیت اور افادیت کے حوالے سے قرآن کریم میں بار بار اللہ تعالیٰ نے زور دیا ہے

⊛:...... کہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کہا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ﴾ [النسآء 4:80]

''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے تحقیق اللہ کی اطاعت کی۔''

یہ صرف رسول اللہ ﷺ کا مقام ہے کہ جس کی بات ماننے کو، جس کی سنت ماننے کو، جس کے قول و فعل اپنانے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت قرار دیا ہے اور اس آیت کا مفہوم مخالف یہ ہوا کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی درحقیقت اس نے رب تعالیٰ کی نافرمانی کی، جیسا کہ پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ''تاکہ اللہ کے حکم سے رسول کی پیروی کی جائے۔'' گویا کہ رسول کی اطاعت، اللہ کا حکم مان کر کی جاتی ہے اور رسول کی نافرمانی رب کا حکم چھوڑ کر ہوتی ہے، لہٰذا رسول کی نافرمانی درحقیقت اللہ کی نافرمانی ہے۔

❁:...... کہیں اطاعتِ رسول ﷺ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت یافتہ کہا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۭ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝﴾

[النور 24:54]

''اگر تم اس (رسول) کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے اور رسول کے ذمے صرف واضح طور پر پہنچا دینا ہے۔''

معلوم ہوا کہ جو سنتِ رسول ﷺ کی تعظیم کریں گے، اس پر عمل پیرا ہوں گے اور سنتِ رسول ﷺ کو اپنا دستورِ حیات بنائیں گے وہ لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ اور اگر سنت کو چھوڑ کر کسی اور شخص کی رائے یا اجتہاد یا کسی رسم رواج کی پیروی کریں گے تو ایسے لوگ واضح طور پر گمراہی میں ہیں بلکہ پیارے پیغمبر علیہ السلام نے اس امت کے لیے اس بات کی گارنٹی دی ہے کہ جب تک کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کو تھامے رکھیں گے گمراہی سے محفوظ رہیں گے جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنِّي تَرَكْتُ فِيكُمْ شَيْئَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَ

سُنَّتِي .)) ❶

”یقیناً میں نے تم میں دو ایسی چیزیں چھوڑی ہیں ان (کو تھامنے) کے بعد تم ہرگز گمراہ نہیں ہوگے اللہ کی کتاب، اور میری سنت۔“

لہٰذا کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کی تعظیم یہی ہے کہ ان پر عمل کیا جائے اور عمل کرنے والا گمراہی سے محفوظ و مامون ہوگا۔

یہی وجہ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلاف سنت زندگی گزارنے سے بچتے تا کہ کہیں گمراہ نہ ہو جاؤں جیسا کہ صحیح بخاری میں ان کے الفاظ ہیں:

((لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَعْمَلُ بِهِ إِلَّا عَمِلْتُ بِهِ فَإِنِّي أَخْشَى إِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِهِ أَنْ أَزِيغَ .)) ❷

”میں نے کوئی بھی ایسا عمل نہیں چھوڑا جس پر رسول اللہ ﷺ عمل کرتے تھے مگر میں نے اس پر عمل کیا اور یقیناً میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے کوئی چیز آپ ﷺ کے عمل میں سے ترک کی تو میں گمراہ ہو جاؤں گا۔“

لہٰذا سنت کی تعظیم اور پیروی میں ہدایت ہے اور ترکِ سنت میں گمراہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگ جو سنت کی تعظیم نہیں کرتے اور خلافِ سنت زندگی گزارتے ہیں ان کے بارے بڑی سخت وعید نازل فرمائی ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝﴾ [النور 63:24]

”پس چاہیے کہ وہ لوگ ڈریں جو اس (رسول) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہ انھیں (دنیا میں) کوئی آزمائش پہنچے یا انھیں (آخرت میں) نہایت دردناک عذاب پہنچے۔“

اس آیت مبارکہ میں خلافِ سنت زندگی گزارنے والے کے لیے دو وعیدیں بیان کی

❶ صحيح الجامع الصغير : 2937 . ❷ بخاري : 3093 .

گئی ہیں۔

1: دنیا میں کسی فتنے یا آزمائش سے دوچار کر دیے جائیں۔

2: آخرت میں انتہائی دردناک عذاب کی وعید ہے۔

دنیا میں آزمائش:

رسول اللہ ﷺ کے حکم سے روگردانی کرنے والے شخص کو دنیا میں بھی کسی آزمائش میں مبتلا کیا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں اس کی بہت بڑی مثال غزوۂ احد ہے جب نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو جو کل پچاس افراد تھے جَبل عَینین پر مقرر کیا جسے آج جبل رُماۃ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے آپ ﷺ نے ان کو ہر حالت میں پہاڑ پر ٹکے رہنے کا حکم دیا اور فرمایا:

((إِنْ رَأَيْتُمُوْنَا تَخْطَفُنَا الطَّيْرُ فَلَا تَبْرَحُوا مَكَانَكُمْ هٰذَا حَتّٰى أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ .))

”اگر تم دیکھو کہ پرندے ہمیں نوچ رہے ہیں تب بھی اپنی جگہ سے مت ہٹنا یہاں تک کہ میں تمھیں پیغام بھیجوں۔“

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَ إِنْ رَأَيْتُمُوْنَا هَزَمْنَا الْقَوْمَ وَ أَوْطَأْنَاهُمْ فَلَا تَبْرَحُوْا حَتّٰى أُرْسِلَ إِلَيْكُم .))

اور اگر تم دیکھو کہ ہم نے کفار کو شکست دے دی ہے اور انھیں اپنے پاؤں تلے روند ڈالا ہے تب بھی اپنی جگہ پر قائم رہنا حتی کہ میں تمھیں پیغام بھیجوں۔

دیکھیں کتنی تاکید کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے ان پچاس تیراندازوں کو اپنی جگہ پر قائم رہنے کا حکم دیا لیکن جنگ شروع ہوئی تو مسلمانوں کا پلڑا کفارِ مکہ پر بھاری ہو گیا کفار کی صفیں بکھرنے لگیں ان کے مردوں وعورتوں نے بھاگنا شروع کر دیا عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے ایک دوسرے کو آوازیں دی:

"الغنيمةَ أي قومِ اَلْغَنِيْمَةَ"

''قوم کے لوگو! غنیمت جمع کرو، غنیمت اکٹھی کرو۔''

"ظَهَرَ اَصْحَابُكُمْ فما تَنْتَظِرُوْنَ"

''تمھارے ساتھی غالب آ گئے ہیں (آؤ) اب تم کس چیز کے انتظار میں ہو۔''

ادھر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ساتھیوں کو متنبہ کیا اور فرمایا:

((أَنَسِيتُم مَا قَالَ لَكُم رَسُوْلُ اللهِ .)) [1]

کیا تم وہ بات بھول گئے ہو جو رسول اللہ ﷺ نے تم سے کہی تھی؟

لیکن انھوں نے حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی بات پر کوئی دھیان نہ دیا۔ دنیا کا مال و متاع سمیٹنے نے ان کو دھوکے میں ڈال دیا آخر وہ بھی انسان تھے، رسول اللہ ﷺ کے حکم میں کوتاہی کا شکار ہو گئے نتیجہ کیا نکلا حاصل کی ہوئی فتح شکست میں تبدیل ہو گئی، جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے ستر صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے آپ ﷺ کے دو دندان مبارک ٹوٹ گئے سر مبارک میں چوٹ لگی۔

محترم سامعین! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس امت کے سب سے بہترین لوگ ہیں لیکن اگر رسول اللہ ﷺ کے حکم ماننے میں وہ لوگ بھی کوتاہی کریں تو اللہ کو قبول نہیں ان کی حاصل کی ہوئی فتح شکست میں تبدیل ہو گئی تو اگر ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے فرامین کی تعظیم نہ کریں آپ ﷺ کی سنتوں کو نہ اپنائیں تو پھر ہم دنیا میں کیسے کامیاب ہو سکتے ہیں، ہمارے لیے دنیا میں سرخروئی کیسے ہو سکتی ہے۔ آج جگہ جگہ امتِ مسلمہ ظلم و ستم کی چکی میں پس رہی ہے، مسلمانوں پر مظالم ڈھائے جا رہے ہیں اس کی بہت بڑی وجہ سنتِ رسول ﷺ سے روگردانی ہے اور اللہ نے سچ فرمایا ہے:

﴿ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ ﴾ [النور 24:64]

''یہ کہ انھیں دنیا میں آزمائش آ پہنچے۔''

---

[1] صحیح بخاری: 3039.

اسی طرح صحیح مسلم میں حضرت سلمۃ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک مجلس میں کھانا تناول فرما رہے تھے اور آپ ﷺ کے پاس بیٹھا ایک شخص بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو فرمایا:

((كُلْ بِيَمِينِكَ)) ''دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔''

تو اس آدمی نے جواب میں کہا: ((لَا أَسْتَطِيعُ))

''میں (دایاں ہاتھ اٹھانے کی) طاقت نہیں رکھتا۔''

راوی بیان کرتا ہے:

((مَا مَنَعَهُ إِلَّا الكِبْرُ))

''اس کو رسول اللہ ﷺ کی بات ماننے سے تکبر نے روکا۔''

مراد اس شخص نے اپنی ہتک محسوس کی اور بے عزتی سمجھی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا اسْتَطَعْتَ))

''تو اس (ہاتھ) کے اٹھانے کی (کبھی) طاقت نہ رکھے۔''

راوی بیان کرتا ہے:

((فَمَا رَفَعَهَا إِلَى فِيهِ .)) [1]

''پھر وہ (کبھی) اس ہاتھ کو منہ تک نہ اٹھا سکا۔''

رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی تعظیم نہ کرنے اور اسے ماننے میں اپنی ہتک محسوس کرنے والوں کو اللہ دنیا میں بھی کسی آزمائش سے دوچار کرسکتا ہے اور آج ہمارے معاشرے میں جو لوگ سنتِ رسول ﷺ کو قبول کرنے میں اپنی بے عزتی محسوس کرتے ہیں یا دلوں میں گھٹن محسوس کرتے ہیں تو ان کے لیے دنیا میں آزمائش کی شکل جو مجھے سمجھ آئی ہے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے دلوں میں مزید کجی پیدا کر دیتا ہے جس سے وہ دن بدن دین سے دور ہو جاتے ہیں اور ایسے لوگوں کا خاتمہ بھی خیر پر نہیں ہوتا اس لیے میرے عزیز بھائیو! سنت کی تعظیم کرو اور

[1] صحیح مسلم : 2021.

اپنی وسعت اور طاقت کے مطابق رسول اللہ ﷺ کے ہر فرمان کو اپنانے کی کوشش کرو اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کی مخالفت سے بچو اور خصوصاً سنت سے مزاح کرنا یا حقیرانہ انداز میں سنت کا مذاق اڑانا یہ قطعاً درست نہیں۔

❀:...... امام ابو یحییٰ الساجی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ہم بصرہ کی ایک گلی میں ایک محدث کے گھر کی طرف جا رہے تھے اور ہم جلدی میں تیز تیز چل رہے تھے تو ایک آدمی نے ہمیں استھزاء کرتے ہوئے کہا:

((اِرْفَعُوا أَرْجُلَكُمْ عَنْ أَجْنِحَةِ الْمَلَائِكَةِ وَلَا تُكَسِّرُوهَا.)) [1]

''اپنے پاؤں کو فرشتوں کے پروں سے اٹھالو کہیں انھیں توڑ نہ دینا۔''

ابھی اس شخص نے یہ الفاظ بولے تھے کہ اس کی دونوں ٹانگیں شل ہوگئیں اور وہ زمین پہ جا گرا کیونکہ اس نے حدیثِ رسول ﷺ سے استہزاء کیا تھا جیسا کہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ.)) [2]

''یقیناً فرشتے طالب علم کی رضامندی کے لیے اپنے پَر بچھاتے ہیں۔''

علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

❀:...... اسی طرح صحیح مسلم کی روایت ہے جسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَمَا يَخْشَى الَّذِي يَرْفَعُ رَأْسَهُ قَبْلَ الْإِمَامِ أَنْ يُحَوِّلَ اللّٰهُ رَأْسَهُ رَأْسَ حِمَارٍ)) [3]

---

[1] بستان العارفین للنووی ص: 92.

[2] مسند احمد: 18089، سنن ابی داؤد: 3641، جامع ترمذی: 2682، سنن ابن ماجہ: 223، سنن نسائی: 158.

[3] صحیح مسلم: 427.

''جو شخص امام سے پہلے (رکوع وسجود سے) سر اٹھاتا ہے کیا وہ اس بات سے ڈرتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کے سر جیسا بنا دے۔''

تحفۃ الاحوذی میں مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ نے ایک حکایت نقل کی ہے کہ یہ حدیث ایک مجلس میں بیان کی گئی تو ایک شخص نے بطورِ استہزاء کہا:

''أَنَا أَفْعَلُ فَكَيْفَ يُمْكِنُ ذَاكَ'' [1]

''میں ایسا کروں گا دیکھتا ہوں یہ کیسے ممکن ہے؟''

لہٰذا اس شخص نے جان بوجھ کر امام سے پہل کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے سر کو گدھے کے سر جیسا بنا دیا تو مرتے دم تک اس نے لوگوں سے منہ کو چھپائے رکھا حتیٰ کہ وفات پا گیا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:

﴿اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ﴾ [النور 63:24]

''یہ کہ ان کو دنیا میں آزمائش آ پہنچے۔''

لہٰذا معلوم ہوا کہ خلافِ سنت زندگی گزارنے والا یا تو دنیا میں کسی فتنے اور آزمائش کا شکار ہو جاتا ہے یا پھر آخرت میں اس کے لیے دردناک عذاب ہے جو آیت کا دوسرا حصہ ہے فرمایا:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝﴾ [النور 63:24]

''پس چاہیے کہ وہ لوگ ڈریں جو اس (رسول) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہ انھیں (دنیا میں) کوئی آزمائش پہنچے یا انھیں (آخرت میں) نہایت دردناک عذاب پہنچے۔''

آخرت میں عذاب:

آپ احباب کے سامنے میں نے کچھ روایات اور آثار پیش کیے جن سے یہ معلوم ہوتا

[1] تحفة الاحوزي : 223/3.

ہے کہ سنت کی مخالفت کرنے والے لوگ دنیا میں کسی آزمائش اور فتنے میں مبتلا کیے جاسکتے ہیں۔ اب آیت کا دوسرا حصہ آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں جس میں سنت کی مخالفت کرنے والے کے لیے اخروی زندگی میں عذابِ الیم کی وعید سنائی گئی ہے۔

❁:...... خلافِ سنت زندگی گزارنے والے لوگ قیامت کے دن حسرت اور ندامت میں ہوں گے اور افسوس کریں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ يَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۝﴾

[الفرقان 25:27، 28]

''اور جس دن ظالم اپنے دونوں ہاتھ دانتوں سے کاٹے گا اور کہے گا، اے کاش! میں رسول کے ساتھ راستے کو اختیار کرتا۔ ہائے میری کم بختی! کاش کہ میں فلاں کو دلی دوست نہ بناتا۔''

اللہ تعالیٰ نے یہاں بڑے واضح انداز میں فرما دیا کہ جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کا راستہ نہ اپنایا اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے خلاف زندگی گزاری اور سنت پر اپنے دوستوں کو ترجیح دیتا رہا قیامت کا دن ہوگا ایسا شخص مارے افسوس کے اور حسرت اور ندامت کے اپنے ہاتھوں کو چبائے گا اور اپنے لیے بربادی اور کم بختی کو پکارے گا۔ لیکن اس وقت ہوش کے ناخن لینے کا فائدہ نہیں ہوگا بس حسرت، حسرت ہی رہ جائے گی لیکن کچھ فائدہ نہیں دے گی لہٰذا آج ہمیں چاہیے کہ ہم اس راستے کو اپنائیں جس راستے کو محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنایا تھا کیونکہ محمد ﷺ کے دنیا میں آجانے کے بعد اللہ تک پہنچنے کے جتنے راستے تھے وہ سب بند کر دیے گئے ہیں اور صرف رب تک پہنچنے کا، جنت کو پانے کا ایک ہی راستہ کھلا ہے اور وہ محمد رسول اللہ ﷺ کا راستہ ہے جس نے اس راستے کو اپنا لیا وہ اللہ کے فضل اور اس کی توفیق سے اپنی منزل جنت کو پالے گا اور جس نے اس راستے کو چھوڑ کر کسی اور راستے کے ذریعے رب تک پہنچنے کی کوشش کی تو نہ اسے رب تعالیٰ ہی ملیں گے اور نہ ہی جنت تک پہنچ سکتا ہے

بلکہ وہ ایسے ہی ہے جیسے راستے کے بھٹکے ہوئے مسافر ہوں۔

❁:...... خلافِ سنت زندگی گزارنے والے لوگوں کے بارے میں قرآن کریم نے ایک دوسرے مقام پر یوں منظر کشی کی ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّىٰ بِهِمُ الْأَرْضُ وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا﴾ [النسآء 42:4]

''اس دن وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی چاہیں گے کاش! ان پر زمین برابر کر دی جائے اور وہ اللہ سے کوئی بات نہیں چھپا سکیں گے۔''

اس آیت مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کی سنت کی خلاف ورزی کرنے والوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ تمنا کریں گے کاش ان کا نام ونشان نہ ہوتا اور زمین انھیں کھا کر اپنے جیسا بنا دیتی یعنی وہ مٹی میں مٹی ہو جاتے تاکہ وہ آج کے دن کے لیے نہ اٹھائے جاتے۔

اہم بات

ایک اہم اور قابل غور بات یہ ہے کہ آیت کے شروع حصہ میں الذین کفروا کا لفظ بولا گیا جو کہ کفار پر بولا جاتا ہے تو جب بندہ سرے سے کلمہ ہی نہ پڑھے تو اس کے لیے ''و عصو الرسول'' ''اور انھوں نے رسول کی نافرمانی'' کا لفظ بولنے کی کیا ضرورت تھی تو مطلب اس کا یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کی تعظیم نہ کرنے والا اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کی مخالفت کرنا درحقیقت کفر تک پہنچانے والا عمل ہے جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر اطاعتِ رسول ﷺ نہ کرنے پر کفر کا لفظ بولا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ ۖ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ﴾

[آل عمران 32:3]

''کہہ دیجیے! تم اللہ اور رسول کی اطاعت کرو پھر اگر وہ منہ پھیر لیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔''

عزیز بھائیو! غور کیجیے اس آیت میں بڑے واضح انداز میں ایسے افراد جو اللہ اور

رسول ﷺ کی اطاعت سے منہ پھیرنے والے، سنت کی مخالفت کرنے والے اور سنت کے خلاف زندگی بسر کرنے والے ہیں ان پر کفر کا لفظ بولا گیا ہے لہٰذا عملی کوتاہی کو دور کرنا چاہیے اور رسول اللہ کی تعظیم کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی سنت کی بھی تعظیم کریں کیونکہ سنت کی تعظیم درحقیقت رسول اللہ ﷺ کی تعظیم ہے۔

آپ حضرات کے سامنے جن آیات کی میں نے وضاحت کی ان کا تعلق آخرت کے دن سے تھا کہ خلافِ سنت زندگی گزارنے والے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کی تعظیم نہ کرنے آخرت کے دن اپنے لیے کیا کیا ہلاکت مانگیں گے اور کیا کیا حسرت و ندامت پر مبنی کلمات بولیں گے۔

اب قرآن کریم کا وہ مقام بیان کرتا ہوں جس میں اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والے اور آپ ﷺ کی سنت کی تعظیم نہ کرنے والے اور خلافِ سنت زندگی گزارنے والوں کے لیے جہنم میں سزا کیا ہوگی اور ان کی کیفیت کیا ہوگی۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَٰلَيْتَنَآ أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا ۝ وَقَالُوا رَبَّنَآ إِنَّآ أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا ۝ ﴾

[الاحزاب 33:66، 67]

"جس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے (تو) وہ کہیں گے: اے کاش! ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول کی اطاعت کی ہوتی۔

اور وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! بے شک ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی اطاعت کی تو انھوں نے ہمیں (سیدھے) راستے سے گمراہ کر دیا۔"

قرآن کے اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے بڑے واضح انداز میں سابقہ آیت کے دوسرے حصہ کی وضاحت فرما دی ﴿ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ "یا انھیں آخرت میں دردناک عذاب پہنچے۔"

یہاں اس مقام پر اس دردناک عذاب کی کیفیت بیان کردی کہ ایسے لوگوں کے چہروں کو، ان کے جسموں کو، آگ میں الٹ پلٹ کیا جائے گا اور وہ کہیں گے کہ کاش ہم نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں زندگی بسر کی ہوتی۔ ہم بھی سنت کی تعظیم کرتے اور رسول ﷺ کے راستے کو اپناتے۔

دوسری چیز جو اس مذکورہ آیت میں واضح کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ وہ سنتِ رسول کو چھوڑ کر اپنے بڑوں کی بات مانتے رہے، ہمارے بڑے تو یوں کرتے تھے، ہمارے ابا تو اس طرح نماز پڑھتے تھے، ہمارے امام صاحب نے تو یہ کہا ہے، انھوں نے تو یوں نماز پڑھنے کا کہا ہے۔ ہمارے خاندان میں تو اس طرح سے ہوتا ہے، ہمارا خاندان ان ان رسم و رواج کا اپنانے والا ہے۔

میں تو اکثر یہ بات کہتا ہوں کہ دنیا کے معاملے میں ہم بڑوں کی نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ میرے ابا تو اتنا نہیں پڑھے تھے، میرے دادا کے پاس اتنا علم نہیں تھا اب جدید دور ہے تعلیم عام ہوگئی ہے لیکن افسوس کہ دین کے معاملے میں جب کہ علم کے ذرائع وسیع ہوگئے ہیں عرب وعجم میں کتب احادیث کا ذخیرہ پھیل چکا ہے لیکن پھر بھی ہم رسول اللہ ﷺ کی حدیث سن کر آپ ﷺ کی نماز کا طریقہ جان لینے کے باوجود بھی اپنے بڑوں کے رواج، ان کے طور طریقوں اور ان کی نماز چھوڑنے کے لیے تیار نہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم بھی قیامت کے دن حسرت اور ندامت کریں اور پھر کہیں کاش ہم اپنے بڑوں کی پیروی نہ کرتے بلکہ کاش ہم رسول اللہ ﷺ کی سنت کی پیروی کرتے کاش ہم سنتِ رسول کی تعظیم کرتے اور سنت کی مخالفت سے بچتے کیونکہ سنت کی تعظیم درحقیقت رسول اللہ ﷺ کی تعظیم ہے۔

سلف صالحین اور تعظیم سنت:

اگر ہم اپنے اسلاف کی زندگیوں کو دیکھیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے بڑی محبت کرنے والے تھے اور آپ کی سنت کو آپ ﷺ کے قول وفعل کو ہر چیز پر مقدم کرتے تھے اور آپ ﷺ کی سنت کے مقابلے میں کسی کے قول وفعل کو

مقدم نہیں کرتے تھے بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اگر کسی شخص کو دیکھتے کہ سنت کی خلاف ورزی کر رہا ہے تو اس سے ناراضگی کا اظہار کرتے اسے ڈانٹتے اور بسا اوقات اس شخص سے ایسی قطع تعلقی کرتے کہ دوبارہ ایسے شخص کے ساتھ کسی مجلس میں اکٹھے ہونا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔

آپ حضرات جانتے ہیں کہ انسان اس شخص کی بات کو بڑی عزت دیتا ہے جس سے اسے محبت ہوتی ہے یا جس سے عقیدت مندی ہوتی ہے اور رسول اللہ ﷺ سے سب سے بڑھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم کو محبت تھی اس لیے انھوں نے سنت کی تعظیم کی، آپ ﷺ کی بات کو ہمیشہ مقدم رکھا اور آپ ﷺ کے ہر قول و فعل کو دل و جان سے تسلیم کیا۔ وہ رسول اللہ ﷺ سے یہ نہیں پوچھتے تھے کہ یہ فرض ہے یا مستحب ہے یا جائز ہے مکروہ ہے یا حرام ہے۔ بلکہ جس طرح آپ ﷺ کو دیکھا ویسا کیا ان کے نزدیک دوسری کوئی رائے نہ تھی جیسا کہ حدیث میں ہے:

کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی دورانِ نماز آپ ﷺ کو بذریعہ وحی بتایا گیا کہ آپ ﷺ کے جوتے کو گندگی لگی ہے تو آپ ﷺ نے جوتا اتار دیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیکھا تو انھوں نے بھی نماز ہی میں جوتے اتار دیے آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو پوچھا:

((مَا حَمَلَكُمْ عَلَى إِلْقَاءِ نِعَالِكُمْ؟))

''تم لوگوں نے اپنے جوتے کیوں اتارے؟''

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک ہی جواب تھا:

((رَأَيْنَاكَ أَلْقَيْتَ نِعَالَكَ فَأَلْقَيْنَا نِعَالَنَا.)) [1]

''ہم نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے اپنے جوتے اتار دیے ہیں تو ہم نے بھی اتار دیے۔''

شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

---

[1] ابوداؤد : 650.

مصوّر کھینچ وہ نقشہ جس میں اتنی صفائی ہو
اِدھر فرمانِ محمد ﷺ ہو اُدھر گردن جھکائی ہو

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم سنت تو یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ جب گفتگو فرماتے تو اتنی خاموشی سے اور اتنے مؤدب ہوکر بات کو سنتے گویا کہ سروں پر پرندے ہوں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں پہنچا تو آپ ﷺ گفتگو فرما رہے تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے پاس ایسے بیٹھے تھے گویا کہ ان کے سروں پر پرندے ہوں۔

((اتیتُ النَّبِيَّ ﷺ وَ أَصْحَابُهُ عِنْدَهُ كَأَنَّمَا عَلَى رُؤُوسِهِم الطَّيرُ .)) ❶

کفارِ مکہ کا چودھری عروۃ بن مسعود جب حدیبیہ مقام پر آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کا نظارہ کرکے واپس پلٹا تو مکہ جاکر کہنے لگا:

((أَيْ قَوْمِ وَاللَّهِ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَى الْمُلُوكِ وَوَفَدْتُ عَلَى قَيْصَرَ وَكِسْرَى وَالنَّجَاشِيِّ وَاللَّهِ إِنْ رَأَيْتُ مَلِكًا قَطُّ يُعَظِّمُهُ أَصْحَابُهُ مَا يُعَظِّمُ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ مُحَمَّدًا))

قریش سے کہنے لگا: اے میری قوم! اللہ کی قسم! میں بڑے بادشاہوں کے پاس وفد کی صورت میں گیا ہوں، میں وفد کی صورت میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے پاس بھی گیا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں نے ایسا کوئی بادشاہ نہیں دیکھا کہ جس کے ساتھی اس کی ایسے تعظیم کرتے ہوں جیسے محمد ﷺ کی تعظیم اس کے ساتھی کرتے ہیں۔

پھر مزید کہتا ہے:

((وَ اِذَا تَكَلَّمُوا خَفَضُوا اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ)) ❷

---

❶ سنن ابی داؤد: 3855.

❷ صحیح بخاری: 2732.

''اور جب وہ گفتگو کرتے ہیں تو اپنی آوازیں اس کے پاس پست کر لیتے ہیں۔''

ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سنتِ رسول ﷺ کی بہت زیادہ تعظیم کرتے تھے کیونکہ وہ عظمتِ رسول ﷺ سے خوب واقف تھے۔

اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شاگردوں نے بھی رسول اللہ ﷺ کی سنت کی تعظیم کی اور اسے احترام دیا جیسا کہ سید التابعین سعید بن مسیب رحمہ اللہ کے بارے مروی ہے کہ وہ بہت بیمار تھے ان کے پاس شاگرد آئے طلبِ حدیث کے لیے اور انھیں حدیث بیان کرنے کی گزارش کی تو فرمانے لگے:

((اَقْعِدُوْنِي فَإِنِّي أُعَظِّمُ أَنْ أُحَدِّثْ حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ أَنَا مُضْطَجِعٌ.)) ❶

''مجھے بٹھا دو میں گراں سمجھتا ہوں کہ لیٹ کر رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کروں۔''

یہ تھی ہمارے اسلاف کی تعظیمِ سنت کہ وہ لیٹ کر حدیثِ رسول بیان کرنا بھی بُرا سمجھتے تھے۔اپنے وقت کے بہت بڑے امام اور محدث امام مالک رحمہ اللہ جب گھر سے حدیثِ رسول ﷺ پڑھانے کے لیے نکلتے تو بہترین اچھا لباس پہنتے، عمامہ پہنتے اور داڑھی مبارک کو کنگھی کرکے نکلتے جب ان سے اس بارے پوچھا گیا تو فرمانے لگے:

((أُوَقِّرُ بِهِ حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ.))

''میں اس سے حدیثِ رسول ﷺ کی عزت و توقیر کرتا ہوں۔''

حضرت حماد بن سلمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایوب سختیانی رحمہ اللہ کی مجلسِ حدیث میں بیٹھے تھے کہ ہمیں شور سنائی دیا تو ایوب سختیانی رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ یہ شور کیسا ہے؟ پھر فرمایا:

((اَمَا بَلَغَهُم رَفْعُ الصَّوتِ عِنْدَ الْحَدِيْثِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَرَفْعِ الصَّوتِ عَلَيْهِ فِي حَيَاتِهِ.)) ❷

❶ الجامع لاخلاق الراوی رقم الاثر: 979. ❷ الجامع لاخلاق الراوی: 130/1.

’’کیا ان کو یہ بات نہیں پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ سے حدیث بیان ہوتے ہوئے آواز کو بلند کرنے کا گناہ ایسے ہی ہے جیسے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ان کے پاس آواز بلند کرنے کا گناہ ہے۔‘‘

امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ کے بارے مروی ہے کہ ایک آدمی نے ان سے کسی مسئلہ کے بارے میں دریافت کیا تو امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: کہ اس بارے رسول اللہ ﷺ کا فرمان اس طرح سے ہے تو وہ آدمی کہنے لگا: اے ابوعبداللہ! آپ بھی یہی کہتے ہیں؟ تو امام شافعی رحمہ اللہ فوراً کانپ گئے اور ان کا سانس پھول گیا اور فرمایا:

"يَا هَذَا! أَيُّ أَرْضٍ تُقِلُّنِي وَأَيُّ سَمَاءٍ تُظِلُّنِي، إِذَا رَوَيْتُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ حَدِيثًا فَلَمْ أَقُلْ بِهِ؟ نَعَمْ عَلَى السَّمْعِ وَالْبَصَرِ." [1]

’’اوئے! کون سی زمین مجھے اٹھائے گی اور کون سا آسمان مجھ پر سایہ کرے گا جب میں رسول اللہ ﷺ سے حدیث بیان کروں تو اس کے مطابق (فتویٰ) نہ دوں؟ ہاں (آپ ﷺ کی بات) سرآنکھوں پر ہے۔‘‘

مراد جب کسی مسئلہ میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان مل جائے تو وہی فتویٰ ہے، وہی رائے ہے اسی پر عمل ہوگا اور آپ ﷺ کی بات ہر لحاظ سے قابلِ تعظیم اور قبول کرنے کے لائق ہے بلکہ امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ تو فرماتے ہیں:

"مَنْ رَدَّ حَدِيْثَ النَّبِيِّ ﷺ فَهُوَ عَلَى شَفَا هَلَكَةٍ." [2]

’’جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو چھوڑا وہ ہلاکت کے کنارے پر ہے۔‘‘

مراد ایسے شخص کی ہلاکت یقینی ہے اور وہ ہلاکت کے کنارے پر ہے۔ اسی طرح امام محمد بن یحییٰ الذهلی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوزکریا یحییٰ بن یحییٰ تمیمی رحمہ اللہ سے سنا انھوں نے کہا:

"اَلذَّبُّ عَنِ السُّنَّةِ أَفْضَلُ مِنَ الْجِهَادِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ."

---

[1] صفة الصفوة : 256/2. [2] الابانة : 260/1.

''سنتِ رسول ﷺ کا دفاع، جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ افضل ہے۔''

امام محمد بن یحییٰ الذھلی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوزکریا یحییٰ بن یحییٰ تمیمی رحمہ اللہ سے پوچھا:

ایک شخص اپنا مال خرچ کرتا ہے، اپنی جان کھپا دیتا اور جہاد کرتا ہے، کیا پھر بھی یہ افضل ہے؟ تو انھوں نے کہا:

"نعم بكثير ." [1]

''ہاں (سنت کا دفاع کرنے والا) بہت زیادہ افضل ہے۔''

امام ابوقلابہ عبداللہ بن زید الجرمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إِذَا حَدَّثْتَ الرَّجُلَ بِالسُّنَّةِ فَقَالَ: دَعْنَا مِنْ هَذَا وَهَاتِ كِتَابَ اللّٰهِ فَاعْلَمْ أَنَّهُ ضَالٌّ ."

''جب تم کسی شخص کو سنتِ رسول ﷺ بیان کرو تو وہ کہے: یہ (سنت) ہمیں رہنے دو اور کتاب اللہ سے بیان کرو تو (یقینی طور پر) تم جان لو کہ وہ (شخص) گمراہ ہے۔''

محترم سامعین! ان تمام روایات و آثار سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ سلف صالحین نے سنتِ رسول ﷺ کی ہر لحاظ سے تعظیم کی، انھوں نے سنتِ رسول ﷺ اخذ کرتے وقت بھی تعظیم کی۔ جب حدیثِ رسول ﷺ کو آگے بیان کیا تب بھی تعظیم کی اور اپنے عمل سے بھی تعظیم کی۔

وہ لوگ سنتِ رسول ﷺ کو اپنانے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور نہ سنت پر عمل کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس کرتے تھے وہ یہ نہیں دیکھتے تھے کہ لوگ کیا کہیں گے، میرے دوست کیا کہیں گے، میری بیوی کیا کہے گی، میرا خاندان کیا کہے گا۔ میرے آفس کے ساتھی کیا کہیں گے۔

لہٰذا رسول اللہ ﷺ سے سچی محبت و عقیدت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی

---

[1] مجموع الفتاویٰ: 13/4.

سنت کی تعظیم کریں اور آپ ﷺ کی بات کو دل و جان سے تسلیم کریں اور یہی شریعت کا منشا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ﴾ [النور 24:51]

''مومنوں کی صرف بات یہ ہوتی ہے کہ جب انھیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے تاکہ وہ فیصلہ کرے ان کے درمیان، یہ کہ وہ کہتے ہیں ہم نے سن لیا اور ہم نے اطاعت کی۔''

دوسرے مقام پر یوں فرمایا:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴾ [النساء 4:65]

''پس آپ کے رب کی قسم! وہ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ وہ آپ کو اپنے باہمی اختلاف میں بھی حاکم مان لیں پھر وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اس سے جو آپ فیصلہ کر دیں اور وہ (دل و جان) سے تسلیم کر لیں۔''

ان آیات سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے فرامین کی تعظیم یہی ہے کہ ہم دل و جان سے آپ ﷺ کی احادیث کو تسلیم کر لیں اور اپنی وسعت کے مطابق اس پر عمل کریں اور دل میں کسی قسم کی گھٹن یا تنگی محسوس نہ کریں اللہ ہمیں سنت کی تعظیم کرنے اور اس کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سنت سے اعراض کرنے والے کے بارے سلف کا موقف

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴾ [الحشر 59:7]

''اور جو کچھ تمھیں رسول دے دیں تو تم اسے لے لو اور جس سے تمھیں روک

دیں تو تم اس سے باز آ جاؤ اور اللہ سے ڈرو یقیناً اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔“

اس آیت مبارکہ میں رب تعالیٰ نے اپنے بندوں سے جو مطالبہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمھیں جو حکم دیں گے اس میں تمھارے لیے دنیا و آخرت کی خیر و بھلائی ہے لہٰذا اسے اپنالو اور جس سے تمھیں روک دیں اس سے اجتناب کرو کیونکہ وہ دنیا و آخرت کے لحاظ سے تمھارے لیے نقصان دہ ہے۔ اگر اپنے اسلاف کو دیکھا جائے تو وہ لوگ سنت کو بڑی مضبوطی سے تھامنے والے تھے اور اگر سنت پر عمل کرنے میں کسی شخص کو دیکھتے کہ وہ سنت سے اعراض کر رہا ہے تو اس کے معاملے میں سختی کرتے اور اس کا شدید انکار کرتے۔

کیونکہ وہ لوگ سنت کے مقابلے میں دوسری کوئی رائے، قیاس یا اجتہاد کو نہیں دیکھتے تھے اور نہ تسلیم کرتے اور یہی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جس مسئلہ میں رسول اللہ ﷺ کی سنت واضح مل جائے تو پھر سنت کے ہوتے ہوئے کسی کی رائے کو اپنانا یا عقل کو مقدم کرنا گمراہی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴾

[النسآء 4:115]

”اور جو شخص ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور مومنین کے راستے کے سوا (کسی اور) راستے کی پیروی کرے تو ہم جدھر وہ پھرتا ہے ادھر ہی اسے پھیر دیں گے اور اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ (جہنم) بری ہے پھرنے کی جگہ۔“

لہٰذا معلوم ہوا کہ کسی مسئلہ میں سنتِ رسول ﷺ کے واضح ہو جانے کے بعد اس سے اعراض کرنا اور کسی اور رائے یا اجتہاد کی پیروی کرنا گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے اسی لیے خلیفۂ راشد سیدنا عمر بن عبدالعزیز فرمایا کرتے تھے:

"لَا رَأْيَ لِأَحَدٍ مَعَ سُنَّةٍ سَنَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ." ❶

"رسول اللہ ﷺ کی مقرر کردہ سنت کے ہوتے ہوئے کسی کی رائے مقبول نہیں۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے منہج کو دیکھا جائے تو وہ نفوسِ مقدسہ ایسے شخص سے انتہائی ناراضگی کا اظہار کرتے جو رسول اللہ ﷺ کی سنت کے سامنے اپنی عقل اور سمجھ کو پیش کرتا یا اسے مقدم کرتا کیونکہ یہ بات آپ احباب سمجھ لیں کہ انسانی عقل کی جہاں انتہا ہوتی ہے وہاں سے علم وحی کی ابتداء ہوتی ہے اسی لیے دامادِ رسول ﷺ اور حسنین رضی اللہ عنہما کے ابا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

((لَوْ كَانَ الدِّيْنُ بِالرَّأْيِ لَكَانَ أَسْفَلُ الْخُفِّ أَوْلَى بِالْمَسْحِ مِنْ أَعْلَاهُ.)) ❷

"اگر دین رائے اور عقل پر مبنی ہوتا تو موزوں کا نیچے والا حصہ اوپر والے حصے کی بہ نسبت مسح کا زیادہ مستحق ہوتا۔"

کیونکہ عقل یہ کہتی ہے جب انسان جرابیں یا موزے پہن کر چلتا ہے تو مٹی وغیرہ موزے کے نچلے حصے کو لگتی ہے لہٰذا مسح نچلے حصے کا ہونا چاہیے جبکہ شریعت نے مسح موزے کے اوپر والے حصے کا کرنے کا حکم دیا ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے سامنے عقل یا رائے کو مقدم کرنا سلف کے منہج کے خلاف ہے۔

میں آپ احباب کے سامنے کچھ ایسی مثالیں پیش کرتا ہوں، جن میں سلف صالحین نے ایسے شخص کی سخت مخالفت کی اور اس سے ناراضگی کا اظہار کیا، جس نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے سامنے اپنی رائے یا قیاس کو مقدم کرنا چاہا۔

❀:...... صحیح بخاری کی روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو کنکری پھینکتے ہوئے دیکھا تو فرمایا:

((لَا تَخْذِفْ فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْخَذْفِ ....

---

❶ اعلام الموقعین: 282/2. ❷ سنن ابی داؤد: 162.

وَقَالَ إِنَّهُ لَا يُصَادُ بِهِ صَيْدٌ وَلَا يُنْكَأُ بِهِ عَدُوٌّ وَلٰكِنَّهَا قَدْ تَكْسِرُ السِّنَّ وَتَفْقَأُ الْعَيْنَ))

''اس طرح کنکری مت پھینکو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کنکری پھینکنے سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے کہ: اس سے نا تو شکار کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی دشمن کو زخمی کیا جاسکتا ہے۔ لیکن (بسا اوقات) کبھی یہ کسی کا دانت توڑ دیتی ہے اور آنکھ پھوڑ دیتی ہے۔''

پھر عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ شخص دوبارہ پھر کنکریاں پھینک رہا ہے تو اسے کہا:

((أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ نَهَى عَنِ الْخَذْفِ أَوْ كَرِهَ الْخَذْفَ وَأَنْتَ تَخْذِفُ لَا أُكَلِّمُكَ كَذَا وَكَذَا)) ❶

''میں تجھے رسول اللہ ﷺ سے حدیث بیان کر رہا ہوں کہ آپ ﷺ نے کنکری پھینکنے سے منع کیا ہے لیکن تو پھر کنکریاں پھینک رہا ہے میں تجھ سے اتنے دن بات نہیں کروں گا۔''

اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے:

((لَا أُكَلِّمُكَ أَبَدًا.)) ❷

''میں تجھ سے کبھی بات نہیں کروں گا۔''

❀:...... اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بھی ہے جو کہ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا:

((لَا تَمْنَعُوا نِسَاءَكُمُ الْمَسَاجِدَ إِذَا اسْتَأْذَنَّكُمْ إِلَيْهَا.))

''اپنی عورتوں کو جب وہ تم سے مسجدوں میں جانے کی اجازت طلب کریں تو

❶ صحيح بخاري: 5479. ❷ صحيح مسلم: 1954.

انھیں (وہاں جانے سے) نہ روکو۔"

جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان سنایا تو مجلس میں ان کے بیٹے بلال بن عبداللہ رحمہ اللہ بھی موجود تھے انھوں نے کہا: وَاللّٰه! لَنَمْنَعُهُنَّ اللہ کی قسم! ہم تو ان کو ضرور روکیں گے۔

جب انھوں نے یہ بات کہی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ غصے میں ان کی طرف متوجہ ہوئے اور انھیں ایسے سخت اور برے الفاظ کہے کہ اس سے پہلے ان سے ایسے الفاظ نہیں سنے گئے تھے اور پھر فرمانے لگے:

((أُخْبِرُكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ تَقُوْلُ: وَاللّٰه! لَنَمْنَعُهُنَّ.)) [1]

"میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کا فرمان بتا رہا ہوں اور تم کہتے ہو: اللہ کی قسم! ہم انھیں ضرور روکیں گے۔"

تصور کیجیے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسی شریف طبع شخصیت نے بھی جب رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے معارض اپنے بیٹے کو پایا تو انتہائی سخت الفاظ میں اسے کوسا اور اس کی تردید کی اور مسند احمد کی روایت میں یہ صراحت بھی موجود ہے کہ جناب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس واقعہ کے بعد جتنی دیر تک زندہ رہے اپنے اس بیٹے سے کبھی بات نہ کی۔

❀:...... صحیح مسلم میں حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ عبدالرحمٰن بن ام الحکم بیٹھ کر خطبہ دے رہا تھا (جبکہ رسول اللہ ﷺ کی سنت مبارکہ ہے کہ آپ ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے) تو غصہ ہوئے اور فرمایا:

((اُنْظُرُوا اِلٰی هٰذَا الْخَبِيْثِ يَخْطُبُ قَاعِدًا وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا نِ انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا﴾ .)) [2]

"اس خبیث کو دیکھو بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے" اور

---

[1] صحيح بخاري: 873، صحيح مسلم: 442.

[2] صحيح مسلم: 864.

جب وہ کوئی تجارت یا مشغلہ دیکھتے ہیں تو ادھر ٹوٹ پڑتے ہیں اور آپ کو کھڑا چھوڑ جاتے ہیں۔"

تصور کیجیے حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اپنے والیِ شہر کو سنت کی مخالفت کرتے ہوئے دیکھا تو فوراً بلا تامل سب لوگوں کے سامنے اس کی سخت مخالفت کی اور اسے شرم دلائی تاکہ اسے معلوم ہو سکے کہ اس کا یہ عمل رسول اللہ ﷺ کی سنت اور قرآن کی واضح نص کے خلاف ہے۔

❁:...... سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے مروی ہے کہ مدینے کے گورنر مروان بن حکم نے سفرِ حج کے موقع پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ مدینہ میں نائب مقرر کیا تو ان دنوں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مسئلہ آیا ہوا یوں کہ دو پڑوسی آئے جن میں سے ایک نے دوسرے کی دیوار پر اپنی چھت کا شہتیر رکھنا چاہا تو دیوار والے نے انکار کر دیا تو اس بارے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مجمع عام میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((لَا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهُ أَنْ يَغْرِزَ خَشَبَةً فِي جِدَارِهِ.))

"کوئی پڑوسی دوسرے پڑوسی کو اپنی دیوار میں لکڑی (کھونٹی، شہتیر وغیرہ) گاڑنے سے نہ روکے۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگوں نے اس بات کو خوشی سے تسلیم نہیں کیا تو غصہ سے فرمانے لگے: مَالِي أَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِينَ؟ کیا بات ہے کہ میں تمھیں اس بات سے روگردانی کرتے دیکھ رہا ہوں؟

((وَاللّٰهِ لَأَرْمِيَنَّهَا بَيْنَ أَكْتَافِكُمْ.)) [1]

"(اگر تم اس حکم کو قبول نہیں کرو گے) تو اللہ کی قسم! میں اس شہتیر کو تمھارے کندھوں کے درمیان رکھ دوں گا۔"

تو گویا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس حکم کو اور سنتِ رسول ﷺ کو نافذ کروانے میں سختی

---

[1] صحيح بخاري: 2463.

برتی اور سنت سے اعراض کرنے والوں کو سخت سست قرار دیا اور انھیں سرزنش کی۔

بعض اہل علم نے اس آخری مقولے کا مفہوم یہ بیان کیا ہے: کہ اگر تم رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے اعراض بھی کرو گے تو تب بھی اللہ کی قسم! میں تمھیں یہ فرمان بیان کروں گا اور اسے نافذ کروں گا۔

دوسرا اس واقعے سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کسی مسئلہ میں اختلاف ہو جائے تو پھر اس اختلاف کا حل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمان کی طرف رجوع کرنے میں ہے۔

❁:......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خلافِ سنت کام سے خود بھی اجتناب کرتے اور اپنے اہل کو بھی سنت کی پیروی کی تعلیم دیتے۔

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُوْتَشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ .))

"اللہ تعالیٰ گودنے والی، گدوانے والی، خوبصورتی کے لیے چہرے کے بال اکھاڑنے والی اور دانتوں میں کشادگی کروانے والی عورتوں پر لعنت کی ہے جو اللہ کی خلقت کو تبدیل کرتی ہیں۔"

یہ بات بنو اسد کی ایک عورت تک پہنچی جس کو ام یعقوب کہا جاتا تھا لہٰذا وہ عورت آئی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہنے لگی کہ مجھے علم ہوا ہے کہ تم نے ایسی ایسی عورتوں پر لعنت کی ہے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ میں ایسی عورتوں پر لعنت کیوں نہ کروں جن پر اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت کی ہے اور وہ اللہ کی کتاب میں بھی ملعون ہیں۔

تو وہ عورت کہنے لگی کہ میں نے تو سارا قرآن پڑھ ڈالا ہے جو دو تختیوں کے درمیان ہے مجھے تو اس میں ایسی چیز نہیں ملی جو تم کہہ رہے ہو۔

تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((لَئِنْ كُنْتِ قَرَأْتِيهِ لَقَدْ وَجَدْتِيهِ .))

نہ اختیار کرتے اور نہ اسے اپنی صحبت میں رکھتے لیکن آج ہماری سنت پر غیرت کہاں گئی آج ہماری گھریلو زندگی سنت کے خلاف، ہماری گھر سے باہر کی زندگی سنت کیخلاف، ہماری تجارت سنت کے خلاف، ہمارے معاملات سنت کے خلاف لیکن ہمیں سنت کی کوئی قدر نہیں رہی آج سنت کے لیے ہماری تڑپ نہیں رہی ہمارے بیٹے سنت کے خلاف زندگی گزارنے والے آج ہماری بہو بیٹیاں سنت کے خلاف زندگی گزارنے والیاں لیکن ہمیں کبھی سنت کی فکر نہیں ہوئی اگر ہمارا رویہ سنت کے ساتھ یہ ہے تو پھر پوری امتِ مسلمہ کی حالت بھی ہمارے سامنے ہے آج حُبِ رسول کے دعوے ہماری محفلوں اور ہمارے جلسوں میں بڑے زور و شور سے کیے جاتے ہیں لیکن جب عمل کی باری آتی ہے تو الا ماشاء اللہ سوائے چند انگلیوں پر گنے جانے والے افراد کے اور کچھ نہیں ہے۔

❁:...... امام قتادہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ نے ایک شخص کو حدیث بیان کی تو وہ شخص کہنے لگا:

قال فلان: كذا و كذا فلاں تو ایسے ایسے کہتے ہیں تو ابن سیرین رحمہ اللہ فرمانے لگے: أُحَدِّثُكَ عَنِ النَّبِي ﷺ و تقول: قال فلان كذا و كذا؟ لا اُكَلِّمُكَ اَبَدًا . [1]

"میں تمھیں نبی اکرم ﷺ کی حدیث بیان کر رہا ہوں اور تم کہہ رہے ہو فلاں نے ایسے کہا ہے: میں تم سے کبھی کلام نہیں کروں گا۔"

❁:...... ابوسلمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو کہا:

((يَا ابْنَ أَخِي إِذَا حَدَّثْتُكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَدِيثًا فَلَا تَضْرِبْ لَهُ الْأَمْثَالَ .)) [2]

"بھتیجے جب میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث سناؤں تو اس کے مقابلے میں مثالیں نہ بیان کرو۔"

---

[1] سنن الدارمی : 455. [2] سنن ابن ماجه : 22.

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کیا صحابہ رضی اللہ عنہم میں کوئی ایسا تھا جس نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے ہوتے ہوئے اپنے قیاس یا ذوق یا وجد یا عقل یا اپنی سیاست کو مقدم کیا ہو۔ [1]

عزیز بھائیو! ان تمام آثار سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہر حال میں رسول اللہ ﷺ کی بات کو مقدم کیا جائے اور اس کے معارض اور مقابلے میں خواہ کوئی قیاس ہو یا اجتہاد یا کسی امام کی تقلید تو اسے چھوڑ دیا جائے کیونکہ معصوم شخصیت صرف رسول اللہ ﷺ کی ہے جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ما مِنّا من اَحَدٍ الا رَدَّ ورُدَّ علیه الاصاحبُ هَذَا القَبْرِ ." [2]

''ہم میں سے ہر شخص مقبول بھی ہے اور اس کی تردید بھی کی جاسکتی ہے سوائے اس قبر والے کے۔''

لہٰذا ہر مومن مسلمان کو چاہیے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کی تعظیم کرے اور اس کے مدمقابل میں خواہ جیسی بھی شخصیت ہو اس کی بات کو رد کر دیا جائے کیونکہ ایمان کا تقاضا یہی ہے اور کتاب وسنت کا مقتضی بھی یہی ہے اور ہمارے اسلاف کا منہج بھی یہی ہے اللہ ہم سب کو سنت کی تعظیم کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

---

[1] مدارج السالکین: 334/1. [2] السلسلة الصحيحة: 51/2.

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کیا صحابہ رضی اللہ عنہم میں کوئی ایسا تھا جس نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے ہوتے ہوئے اپنے قیاس یا ذوق یا وجد یا عقل یا اپنی سیاست کو مقدم کیا ہو۔ [1]

عزیز بھائیو! ان تمام آثار سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہر حال میں رسول اللہ ﷺ کی بات کو مقدم کیا جائے اور اس کے معارض اور مقابلے میں خواہ کوئی قیاس ہو یا اجتہاد یا کسی امام کی تقلید تو اسے چھوڑ دیا جائے کیونکہ معصوم شخصیت صرف رسول اللہ ﷺ کی ہے جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ما مِنّا من اَحَدٍ الا رَدَّ ورُدَّ علیه الا صاحبُ هَذَا القَبرِ." [2]

"ہم میں سے ہر شخص مقبول بھی ہے اور اس کی تردید بھی کی جا سکتی ہے سوائے اس قبر والے کے۔"

لہٰذا ہر مومن مسلمان کو چاہیے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کی تعظیم کرے اور اس کے مدمقابل میں خواہ جیسی بھی شخصیت ہو اس کی بات کو رد کر دیا جائے کیونکہ ایمان کا تقاضا یہی ہے اور کتاب و سنت کا مقتضی بھی یہی ہے اور ہمارے اسلاف کا منہج بھی یہی ہے اللہ ہم سب کو سنت کی تعظیم کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

---

[1] مدارج السالکین: 334/1. [2] السلسلة الصحيحة: 51/2.

رسول اللہ ﷺ کی اپنی امت سے محبت

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ . اَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٢٨﴾﴾ [التوبہ 9:128]

”البتہ تحقیق تمھارے پاس ایک رسول آیا ہے جو تم ہی میں سے ہے، اس پر بہت شاق (گراں) ہے کہ تم مشقت میں پڑو، تم پر بہت حریص ہے، مومنوں پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

ہر قسم کی حمد و ثنا، اللہ رب العالمین کے لیے جو سب کا خالق و مالک ہے اور درود و سلام امام کائنات رحمتِ عالم جناب محمد ﷺ کے لیے۔

عزیز بھائیو! دوستو! بزرگو! آج کے خطبے کا موضوع ”رسول اللہ ﷺ کی اپنی امت سے محبت“ کے عنوان پر ہے اللہ کے فضل و کرم سے اور مالکِ کائنات کی توفیق سے اس مختصر سے وقت میں آپ احباب کے سامنے اس جامع موضوع کو سمیٹنے کی کوشش کروں گا۔

بھائیو! اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو رسول عطا کیا وہ سب انبیاء و رسل سے اعلیٰ اور افضل ہے اور اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس

امت کو سب امتوں سے بہترین امت بنایا ہے اور اس امت کے بہترین امت ہونے کی وجوہات میں سے ایک وجہ رسول اللہ ﷺ کی اپنی امت کے لیے خیر و بھلائی کی دعاؤں کا نتیجہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کبھی اپنی ذات کے لیے اس قدر پریشان نہیں ہوئے جتنا آپ ﷺ اپنی امت کے لیے پریشان ہوتے حتی کہ اللہ رب العزۃ نے تو یہاں تک فرمایا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰٓ اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا﴾ [الكهف 6:18]

”پس شاید کہ آپ ان کے پیچھے، غم کے مارے اپنے آپ کو ہلاک کرنے والے ہیں اگر وہ اس بات (قرآن) کے ساتھ ایمان نہ لائیں۔“

اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے بارے یوں فرمایا:

﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ [الشعراء 3:26]

”شاید کہ آپ ہلاک کر ڈالیں اپنے آپ کو اس لیے کہ وہ نہیں ہوتے ایمان لانے والے۔“

ان دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ نے بڑے واضح انداز میں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں آگاہ فرمایا کہ لوگوں کے ایمان نہ لانے کے بارے آپ ﷺ بہت زیادہ فکر مند رہتے اور یہ فکر اس انتہا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہیں یہ فکر اور پریشانی آپ کے لیے جان لیوا ثابت نہ ہو۔

صحیح مسلم میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کیفیت کی مثال بیان فرمائی اور فرمایا:

((مَثَلِي وَمَثَلُ أُمَّتِي كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نَارًا فَجَعَلَتِ الدَّوَابُّ وَالْفَرَاشُ يَقَعْنَ فِيهِ فَأَنَا آخِذٌ بِحُجَزِكُمْ وَأَنْتُمْ تَقَحَّمُونَ فِيهِ))

”میری مثال اس شخص جیسی ہے جس نے آگ جلائی اور جب اس آگ نے اردگرد کو روشن کر دیا تو پتنگے اور حشرات جو آگ میں (آپڑے) ہیں، اس میں

گرنے لگے۔“

((وَ جَعَلَ يَحْجُزُهُنَّ وَ يَغْلِبْنَهُ فَيَتَقَحَّمْنَ فِيهَا .))

”اور اس شخص نے انھیں روکنا شروع کردیا اور وہ (پتنگے وغیرہ) اس پر غالب آتے گئے اور آگ میں گرتے گئے۔“

پھر فرمایا:

((فَذَلِكُمْ مَثَلِي وَمَثَلُكُمْ أَنَا آخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ هَلُمَّ عَنِ النَّارِ هَلُمَّ عَنِ النَّارِ فَتَغْلِبُونِي تَقَحَّمُونَ فِيهَا)) ❶

یہی میری اور تمھاری مثال ہے، میں تمھیں کمروں سے پکڑ کر آگ سے دور کرنے والا ہوں اور (کہہ رہا ہوں) آگ سے دور ہو جاؤ! آگ سے ہٹ جاؤ! اور تم مجھ پر غالب آرہے ہو اور آگ میں گرتے جا رہے ہو۔

محترم سامعین! تصور کیجیے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی امت کی خیر خواہی میں کس قدر کوشاں تھے کہ امت کو تباہی سے اور سب سے بڑی ذلت و رسوائی یعنی جہنم سے بچانے میں مسلسل جدوجہد کرتے رہے اور یہ بات یاد رکھیں اللہ تعالیٰ کے بعد انسانیت سے بھلائی اور خیر خواہی کا جو جذبہ نبی میں ہوتا ہے وہ کسی ولی، امام یا عالم میں نہیں ہوتا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے سابقہ انبیاء علیہم السلام کے اقوال نقل کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَ قَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ وَ لٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ﴾ [الاعراف 7:79]

”اور نبی نے کہا: اے میری قوم! البتہ تحقیق میں نے تمھیں اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا اور تمھاری خیر خواہی کی لیکن تم خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے۔“

اور کسی نبی نے یوں کہا:

﴿اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ﴾ [الاعراف 7:68]

❶ صحيح مسلم : 2284.

''میں تمھیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا رہا ہوں اور تمھارے لیے خیر خواہ ہوں، امین ہوں۔''

تو معلوم ہوا کہ سب سے زیادہ خیر خواہ امت کا اللہ کا رسول اور نبی ہوتا ہے اور پیارے پیغمبر جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی اپنی امت سے خیر خواہی کی ایک جھلک آپ احباب کے سامنے پیش کرتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی امت کو جہنم سے بچانے میں کس قدر کوشاں تھے۔

صحیح بخاری کی روایت ہے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی بچہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں آیا کرتا تھا اور آپ ﷺ کی خدمت بھی کرتا ایک مرتبہ وہ بیمار ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ اس کی تیمارداری اور بیمار پرسی کے لیے اس کے گھر چلے گئے۔

آج ہم لوگ اپنے دینی بھائیوں کی بیمار پرسی تو دور کی بات اپنے سگے خونی رشتوں کی بیمار پرسی کے لیے نہیں جاتے اللہ تعالیٰ ہماری کوتاہیاں دور فرمائے۔ آمین

بہر حال رسول اللہ ﷺ اس بچے کے گھر گئے اور اس کے سرہانے کی جانب بیٹھ گئے حال احوال پوچھا پھر فرمایا: أَسْلِمْ اے بچے اسلام قبول کرلو۔

باپ پاس کھڑا تھا اس بچے نے باپ کی طرف دیکھا گویا باپ سے اجازت مانگ رہا ہو اور باپ بھی رسول اللہ ﷺ کے تشریف لانے سے بہت متاثر ہوا بیٹے کو کہنے لگا:

أَطِعْ اَبَا الْقَاسِمِ ﷺ ابو القاسم یہ رسول اللہ ﷺ کی کنیت تھی باپ کہنے لگا: ابو القاسم ﷺ کی بات مان لو۔ چنانچہ وہ بچہ مسلمان ہوگیا۔

رسول اللہ ﷺ خوشی سے وہاں سے نکلے اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے یوں فرمایا:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ .)) [1]

''اللہ کا شکر ہے جس نے اسے آگ سے بچالیا۔''

سابقہ امتوں میں جو احکام پر عمل کرنے میں بوجھ اور سختی تھی رسول اللہ ﷺ کے ذریعے اس امت کے لیے آسانی کردی گئی اور آپ ﷺ کا یہ وصف اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں

[1] صحیح بخاری: 1356.

یوں بیان فرمایا ہے:

﴿وَ يَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾

[الاعراف 7:157]

''اور وہ (نبی) ان سے بوجھ اور (وہ) طوق اتارتا ہے جو ان پر تھے۔''

لہٰذا آپ ﷺ کے آنے سے اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر بڑی آسانیاں فرمادیں اور سابقہ امتوں میں جو بوجھ اور سختی تھی اسے ختم کردیا جیسے:

1: کپڑے کی جس جگہ نجاست لگ جاتی وہاں سے کپڑے کو کاٹنا۔

2: جسم کے جس حصے کو گندگی لگ جاتی وہاں سے چمڑے کو کاٹنا۔

3: مال غنیمت کا حرام ہونا۔

4: اونٹ کے گوشت اور اس کے دودھ کا حرام ہونا۔

5: گناہ کی سزا قتل۔

6: چربی کا حرام ہونا۔

جس طرح آپ ﷺ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس امت سے بہت سی مشقتیں ختم کردیں اسی طرح آپ ﷺ کی اپنی طبیعت مبارکہ بھی ایسی تھی کہ آپ ﷺ ہمیشہ وہ کام کرتے جس میں زیادہ آسانی ہوتی جیسا کہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((مَا خُيِّرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ أَمْرَيْنِ قَطُّ إِلَّا أَخَذَ أَيْسَرَهُمَا.)) [1]

''رسول اللہ ﷺ کو دو کاموں میں اختیار دیا جاتا تو آپ ان دونوں میں سے آسان کو اختیار کرتے۔''

یہ سب آسانیاں جو آپ ﷺ نے اپنی امت کے لیے اختیار کیں یہ درحقیقت آپ ﷺ کی اپنی امت سے محبت کا نتیجہ تھیں اور رسول اللہ ﷺ نے اہل علم کو بھی یہی نصیحت کی ہے جیسا کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[1] صحیح بخاری: 6126.

((يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا وَسَكِّنُوْا وَلَا تُنَفِّرُوا .)) [1]

"آسانی کرو، تنگی میں نہ ڈالو، لوگوں کو تسلی دو اور ان کے لیے نفرت کی فضا نہ پیدا کرو۔"

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اہل علم کو بھی امت پر بھلائی کرنے اور ان کے لیے آسانی کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا اپنی امت سے محبت کا اظہار اس روایت سے بھی واضح ہوتا ہے جسے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان تلاوت کیا:

﴿رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَ مَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ [ابراهيم 36:14]

"اے میرے رب! بے شک ان (بتوں) نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا، پھر جس نے میری پیروی کی وہ یقیناً میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو بے شک تو بہت بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔"

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول پڑھا:

﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝﴾ [المائده 118:5]

"اگر تُو انھیں عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تُو انھیں معاف فرما دے تو بلاشبہ تو ہی غالب حکمت والا ہے۔"

یعنی رسول اللہ ﷺ نے ان دو برگزیدہ پیغمبروں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعائیں اپنی امت کے بارے اور ان کے اپنی امت کے بارے محبت بھرے انداز کو تلاوت فرمایا تو اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور انتہائی رقت آمیز انداز میں روتے ہوئے دعا کی اور کہا:

---

[1] صحيح بخاری : 6125.

((اَللّٰھُمَّ أُمَّتِي أُمَّتِي .))

''اے اللہ! میری امت، میری امت۔''

تو اللہ تعالیٰ نے جبریل امین علیہ السلام کو فرمایا:

((یا جبریلُ! اِذْھَبْ إِلٰی مُحَمَّدٍ وَ رَبُّكَ أَعْلَمُ فَاسْأَلْهُ مَا یُبْکِیكَ؟))

''اے جبریل! محمد ﷺ کے پاس جاؤ (حالانکہ تیرا رب تو زیادہ جانتا ہے) اور ان سے پوچھو آپ ﷺ کو کیا بات رُلا رہی ہے؟''

تو جبریل امین علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے دریافت کیا، پریشانی پوچھی آپ ﷺ سے رونے کی وجہ پوچھی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی (امت کے بارے) پریشانی کا ذکر کیا۔ جبریل امین علیہ السلام واپس گئے اللہ تعالیٰ نے ان کو رسول اللہ ﷺ کے پاس دوبارہ بھیجا اور فرمایا:

((اِذْھَبْ إِلٰی مُحَمَّدٍ فَقُلْ: إِنَّا سَنُرْضِیكَ فِي أُمَّتِكَ وَلَا نَسُوءُكَ)) [1]

''اے جبریل! محمد ﷺ کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم آپ کی امت کے بارے آپ کو راضی کریں گے اور آپ ﷺ کو (امت کے بارے) تکلیف نہیں ہونے دیں گے۔''

محترم سامعین! دیکھیے رسول اللہ ﷺ اپنی امت کے بارے غمگین ہوئے اپنی امت کے بارے روئے، اپنی امت کے بارے رب تعالیٰ سے دعا کی، یہ ہے رسول اللہ ﷺ کی محبت اپنی امت سے کیونکہ جس سے محبت ہوتی ہے تو انسان اس کے لیے خیر کی دعائیں کرتا ہے اور پریشان ہوتا ہے اور ڈرتا ہے کہ کہیں اسے کوئی نقصان نہ ہوجائے کہیں اسے کوئی تکلیف نہ پہنچے بلکہ صحیح مسلم کی ایک روایت میں تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت سے محبت بڑے واضح انداز میں یوں فرمائی آپ ﷺ نے فرمایا:

((لِکُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ فَتَعَجَّلَ کُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهُ .))

''ہر نبی کے لیے ایک دعا ایسی تھی جو یقینی طور پر قبول کی جانے والی تھی، ہر نبی

[1] صحیح مسلم: 202.

نے اپنی وہ دعا جلدی مانگ لی۔''

((وَ إِنِّي اِخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ .))

''اور میں نے اپنی دعا قیامت کے دن اپنی امت کی سفارش کے لیے محفوظ کر لی ہے۔''

پھر فرمایا:

((فَهِيَ نَائِلَةٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِي لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا .)) [1]

لہٰذا میری یہ دعا ان شاء اللہ میری امت کے ہر اس فرد کو پہنچے گی جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتے ہوئے فوت ہوا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے لیے اپنی پسندیدہ دعا سنبھال کے رکھی ہے جیسے ماں کو اپنے بچے سے محبت ہوتی ہے تو اگر کوئی پسندیدہ چیز کہیں سے آجائے تو وہ خود اسے استعمال نہیں کرتی بلکہ اپنے بچے کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اس مقبول دعا کو اپنی ذات کے لیے نہیں استعمال کیا بلکہ اپنی امت کے لیے سنبھال لی جبکہ دیگر انبیاء علیہم السلام نے وہ دعا اپنے لیے مانگ لی۔

دوسری اہم بات جو اس روایت سے معلوم ہوتی ہے وہ شرک کی قباحت ہے کہ یہ ایسا بُرا گناہ ہے کہ جو شخص بغیر توبہ کے یہ گناہ ساتھ لیے دنیا سے رخصت ہوا وہ رسول اللہ ﷺ کی سفارش سے محروم کر دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہماری اولادوں کو اس بُرے اور خطرناک گناہ سے محفوظ رکھے۔ آمین

تو بات ہو رہی تھی رسول اللہ ﷺ کی اپنی امت سے محبت تو اس بارے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (ایک مرتبہ) قبرستان گئے اور آپ ﷺ نے وہاں یہ کلمات پڑھے:

[1] صحيح مسلم : 199 .

((اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِیْنَ وَ إِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ.))

''اے ایمان والی قوم کے گھرانے! تم پر سلامتی ہو اور ہم بھی ان شاء اللہ تمھارے ساتھ ملنے والے ہیں۔''

پھر آپ ﷺ نے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

((وَدِدْتُ أَنَّا قَدْ رَأَیْنَا إِخْوَانَنَا.))

''میری خواہش ہے کہ ہم نے اپنے بھائیوں کو (بھی) دیکھا ہوتا۔''

تو یہ بات سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی:

((أَوَلَسْنَا إِخْوَانَكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ.))

''اے اللہ کے رسول! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں؟''

تو رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا:

((أَنْتُمْ أَصْحَابِي وَ إِخْوَانُنَا الَّذِیْنَ لَمْ یَأْتُوا بَعْدُ.))

''تم میرے ساتھی ہو اور ہمارے بھائی وہ لوگ ہیں جو ابھی تک (دنیا میں) نہیں آئے۔''

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تعجب سے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ اپنی امت کے ان لوگوں کو کیسے پہچانیں گے جو ابھی تک دنیا میں نہیں آئے۔

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَرَأَیْتَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا لَهٗ خَیْلٌ غُرٌّ مُحَجَّلَةٌ بَیْنَ ظَهْرَيْ خَیْلٍ دُهْمٍ بُهْمٍ أَلَا یَعْرِفُ خَیْلَهٗ))

''بتاؤ! اگر کالے سیاہ گھوڑوں کے درمیان کسی کے سفید چہرے (اور) سفید پاؤں والے گھوڑے ہوں تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کو نہیں پہچانے گا؟''

تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواب دیا:

((بَلٰی یَا رَسُولَ اللّٰہِ))

''کیوں نہیں اے اللہ کے رسول!''

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فَإِنَّهُمْ يَأْتُونَ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنَ الْوُضُوءِ وَأَنَا فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ .)) [1]

''وہ (میرے امتی) وضوء کی بنا پر روشن چہروں، سفید ہاتھ پاؤں کے ساتھ آئیں گے اور میں حوض پر ان کا پیش رُو ہوں گا۔''

اس روایت سے یہ بات سمجھ آرہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی امت کو محبت بھرے انداز میں پہچانیں گے اور اپنے حوض پر ان کے منتظر ہوں گے اور رسول اللہ ﷺ نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو دیکھ لیا اپنے باقی امتیوں کو بھی دیکھ پاتا یہ محبت کا ہی پہلو ہے اور دوسری طرف آپ ﷺ کے کچھ امتی بھی ایسے ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے انتہا درجے کی محبت کرنے والے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مِنْ اَشَدِّ أُمَّتِي إِلَيَّ حُبًّا نَاسٌ يَكُونُونَ بَعْدِي يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ رَآنِي بِأَهْلِهِ وَمَالِهِ .)) [2]

''میری امت میں میرے ساتھ سب سے زیادہ محبت کرنے والوں میں وہ لوگ (بھی) ہیں جو میرے بعد ہوں گے ان میں سے (ہر) ایک یہ چاہتا ہوگا کہ کاش! اپنے اہل وعیال اور مال کی قربانی دے کر مجھے دیکھ لیں۔''

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اس امت میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو عہدِ نبوی کے بعد آئیں گے اور ان کو رسول اللہ ﷺ سے اتنی شدید محبت ہوگی کہ وہ آپ ﷺ کی زیارت کے حصول کے لیے اپنے اہل وعیال اور مال و دولت قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کریں

[1] صحيح مسلم : 249.
[2] صحيح مسلم : 2832.

گے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے ایسے پیارے بندوں میں شامل فرما دے۔ آمین

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَيُّهَا النَّاسُ! قَدْ فُرِضَ عَلَيْكُمُ الْحَجُّ فَحُجُّوا.))

''لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے، لہٰذا حج کرو۔''

تو ایک آدمی نے پوچھا:

((أَكُلَّ عَامٍ؟ يَا رَسُولَ اللّٰهِ))

''کیا ہر سال (فرض ہے)؟ اے اللہ کے رسول ﷺ؟''

بعض روایات میں اس بات کی صراحت ہے کہ اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے سوال پوچھا تھا۔ سوال پر اللہ کے رسول ﷺ خاموش رہے حتی کہ سائل نے تین مرتبہ سوال دہرایا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ)) [1]

''اگر میں ہاں کہہ دیتا تو واجب ہو جاتا اور تم (اس کی) استطاعت نہ رکھتے۔''

رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت سے محبت کی بناء پر ان کا خیال رکھا اور انھیں مشقت سے محفوظ کیا۔

رسول اللہ ﷺ کی اپنی امت سے محبت کی ایک مثال طائف کا واقعہ ہے جب رسول اللہ ﷺ اہل طائف کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے گئے جیسا کہ حدیث میں ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی محبوب بیوی اور مومنوں کی ماں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک دن رسول اللہ ﷺ سے پوچھا:

((يَا رَسُولَ اللّٰهِ! هَلْ أَتٰى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ أَشَدَّ مِنْ يَوْمِ أُحُدٍ؟))

''اے اللہ کے رسول! کیا آپ پر کوئی ایسا دن بھی آیا جو اُحُد کے دن سے زیادہ

[1] صحیح مسلم : 1337.

سخت ہو؟"

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے تمھاری قوم کی طرف سے بہت تکلیف پہنچی لیکن سب سے زیادہ مجھے تکلیف عقبہ والے دن پہنچی جب میں نے ابن عبد یالیل پر اپنی دعوت کو پیش کیا تو اس نے مجھے اچھا جواب نہ دیا بلکہ تکلیف دی۔

جب مجھے افاقہ ہوا تو میں نے اپنے آپ کو قرن الثعالب مقام پر پایا تو دیکھا کہ میرے اوپر ایک بادل کے ٹکڑے نے سایہ کیا ہوا ہے اور اس میں جبریل امین علیہ السلام تھے ان کے ساتھ پہاڑوں کا فرشتہ تھا اس نے مجھے سلام کیا اور کہا:

((يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَاَنَا مَلَكُ الْجِبَالِ وَقَدْ بَعَثَنِي رَبُّكَ اِلَيْكَ لِتَاْمُرَنِي بِاَمْرِكَ فَمَا شِئْتَ))

"اے محمد ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی طرف سے آپ کو دیا گیا جواب سن لیا ہے، میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں اور مجھے آپ کے رب نے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں۔"

((اِنْ شِئْتَ أَطْبَقْتُ عَلَيْهِمُ الْاَخْشَبَيْنِ .))

"اگر آپ چاہیں تو میں ان دونوں سنگلاخ پہاڑوں کو (اٹھا کر) ان کے اوپر رکھ دوں۔"

تو رسول اللہ ﷺ نے اہل طائف سے بدلہ نہیں لیا، ان کو سزا نہیں دی بلکہ ان کے بارے محبت بھرے انداز میں یوں فرمایا:

((بَلْ اَرْجُو اَنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ مِنْ اَصْلَابِهِمْ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ وَحْدَهٗ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا .)) [1]

"بلکہ میں یہ امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے لوگ نکالے گا جو صرف اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔"

---

[1] صحیح مسلم : 1795 .

رسول اللہ ﷺ نے اہل طائف کی جانب سے اتنی تکلیف پہنچنے کے باوجود ان کے لیے دعائے خیر ہی کی یہ رسول اللہ ﷺ کی اپنی امت سے محبت کی بہت بڑی دلیل ہے کیونکہ جس سے محبت ہو اس کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف اور پریشانی کے باوجود بھی اس کے لیے بندہ خیر کی ہی دعا کرتا ہے۔

❁:...... نبی اکرم ﷺ کی اپنی امت سے محبت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ جب بھی قربانی کرتے تو اپنی امت کو یاد رکھتے اور اپنی قربانی میں ان کو بھی شریک کرتے جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت ہے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بڑے سینگوں والا مینڈھا منگوایا جس کے پاؤں، پیٹ اور آنکھوں کے اردگرد کا رنگ سیاہ تھا پھر چھری منگوائی اور ذبح کرتے وقت یہ کلمات کہے:

((بِاسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَمِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ (ثُمَّ ضَحّٰى بِهٖ).)) [1]

''اللہ کے نام سے، اے اللہ! اسے محمد ﷺ، آلِ محمد ﷺ اور امتِ محمد ﷺ کی طرف سے قبول فرما۔''

❁:...... رسول اللہ ﷺ نے جہاں اپنی امت کے لیے اور بہت سی خیر کی دعائیں کیں وہاں آپ ﷺ کی اپنی امت کے لیے یہ تین دعائیں بھی مذکور ہیں جیسا کہ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن بڑی لمبی نماز پڑھائی جب فارغ ہوئے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ! آج آپ نے ایسی نماز پڑھی ہے کہ اس سے پہلے کبھی ایسے نہیں پڑھی۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَجَلْ إِنَّهَا صَلَاةُ رَغْبَةٍ وَرَهْبَةٍ وَإِنِّيْ سَأَلْتُ اللّٰهَ فِيْهَا ثَلَاثًا.))

''ہاں! یہ ڈر اور شوق کی نماز تھی اور میں نے اس نماز میں اللہ تعالیٰ سے تین

[1] صحيح مسلم : 1967.

سوال کیے۔"

تو اللہ نے دو عطا کر دیے اور ایک سے روک دیا۔

((سَأَلْتُهُ أَنْ لَا يُهْلِكَ أُمَّتِي بِسَنَةٍ فَأَعْطَانِيهَا .))

"میں نے اس (اللہ) سے سوال کیا کہ وہ میری (پوری) امت کو قحط سالی سے ہلاک نہ کرے تو اس نے مجھے یہ چیز عطا فرما دی۔"

((وَسَأَلْتُهُ أَنْ لَا يُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَيْرِهِمْ فَأَعْطَانِيهَا .))

"اور میں نے اس (اللہ) سے سوال کیا کہ اس (میری امت) پر ان کا غیر دشمن مسلط نہ کرنا تو اس نے مجھے یہ چیز عطا کر دی۔"

((وَسَأَلْتُهُ أَنْ لَا يُذِيقَ بَعْضَهُمْ بَأْسَ بَعْضٍ فَمَنَعَنِيهَا .)) [1]

"اور میں نے اس (اللہ تعالیٰ) سے سوال کیا کہ (میری امت کا) ایک حصہ دوسرے کو تکلیف سے دوچار نہ کرے (یعنی باہمی اختلاف نہ ہو) تو اس نے مجھے اس سے روک دیا۔"

فائدہ:...... صحیح مسلم میں ایک روایت ہے جس میں تین سوال ہیں لیکن آخری دو اس روایت سے مختلف ہیں۔ (دیکھیے صحیح مسلم: 2890)

محترم سامعین! یہ تھیں رسول اللہ ﷺ کی اپنی امت سے محبت کی چند جھلکیاں جو میں نے آپ احباب کے سامنے بیان کیں اللہ تعالیٰ ہمیں بھی سب سے بڑھ کر اپنے پیارے نبی ﷺ سے سچی محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے ایسی محبت جو سنت پر عمل کرنے سے مزین ہو اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو بدعات و خرافات سے محفوظ فرمائے۔ آمین

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

---

[1] جامع ترمذی: 2175.

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رسول اللہ ﷺ سے محبت

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ . اَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ﴾

[الاحزاب 33:6]

”نبی مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق دار ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہے۔“

ہر قسم کی حمد و ثناء اللہ رب العالمین کے لیے، درود و سلام امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ بابرکت کے واسطے۔

بھائیو! بزرگو! اور عزیز ساتھیو! اللہ کی توفیق اور اس کے فضل و کرم سے آج کے خطبے میں جس موضوع پر بات ہوگی وہ ہے ”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رسول اللہ ﷺ سے محبت۔“

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کائنات کی ہر چیز سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ سے محبت کی اور اس بات کا منہ بولتا ثبوت ان کی زندگیاں ہر اس کام کو کرنے میں گزریں جس کو رسول اللہ ﷺ نے پسند کیا اور رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کی بہار تھے آپ ﷺ خوش ہوتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ ﷺ کو دیکھ کر خوش

ہو جاتے، آپ ﷺ پریشان ہوتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کو دیکھ کر پریشان ہو جاتے، آپ ﷺ کو پرسکون دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی سکون اور راحت محسوس ہوتی۔ آپ ﷺ کی خدمت اپنے لیے دنیا و آخرت کی سب سے بڑی سعادت مندی سمجھتے، انھوں نے ہر اس چیز کو اپنایا جس کے اپنانے سے آپ ﷺ کو خوشی محسوس ہوتی اور اپنی زندگیوں سے ہر اس چیز کو نکال دیا اور دور کر دیا جس سے رسول اللہ ﷺ ناراض ہوتے اور ناپسند کرتے، حتی کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ٹھہرنے کو پسند کرتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کی بیویاں صحابیات رضی اللہ عنہن وہ بھی اہتمام سے اس دن رسول اللہ ﷺ کے لیے کھانے کی اشیاء بطور تحفہ بھیجتے جس دن رسول اللہ ﷺ کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ٹھہرنے کی باری ہوتی۔

غرضیکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے محبت کی وہ داستانیں قلم بند کر دیں ہیں اور تاریخ میں ایسے نقوش چھوڑے ہیں کہ قیامت تک تاریخ میں ایسی مثالیں دوبارہ نہیں ملیں گیں۔

رسول اللہ ﷺ کو مخفی دعوت دیتے ابھی تین سال گزرے تھے کہ ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اصرار کیا کہ آپ ﷺ اپنی دعوت کا اظہار کر دیں اس وقت مسلمان کمزور حالت میں تھے اور اپنے اسلام کو اپنے قبیلے اور قوم سے پوشیدہ رکھے ہوئے تھے۔ اور اپنے اپنے قبیلے کے افراد کے ساتھ بیٹھے تھے اس دوران حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اسلام کی دعوت دینے لگے اور اسلام کے مبلغ اول کے طور پر دعوت الی اللہ کے فریضے کو ادا کرنے لگے وہ اپنی بات کر رہے تھے کہ مشرکین مکہ ان پر ٹوٹ پڑے اور انھیں مارنا پیٹنا شروع کر دیا اور مسجد حرام میں جہاں جہاں مسلمان موجود تھے ان کو مارا جانے لگا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خوب مارا گیا اور پاؤں تلے روندا گیا حتی کہ عقبہ بن ربیعہ نے ان کے چہرہ مبارک کو موٹے تلے والے جوتوں سے مارا اور پسلیوں پر پاؤں سے ٹھوکریں ماری گئیں یہاں تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو گئے۔

انھیں اٹھا کر گھر لایا گیا اور سارا دن بیہوشی میں گزر گیا حتی کہ دن کے آخری پہر ہوش

آیا جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوش میں آئے تو ان کی زبان پر سب سے پہلے جو جملہ آیا وہ یہ تھا مَا فُعِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ؟ اللہ کے رسول ﷺ کا کیا ہوا؟ اپنی کوئی فکر نہیں کی، اپنے جسم کی کوئی خبر نہیں جو جسم زخموں سے چور تھا اور پسلیوں اور چھاتی پر جو چوٹیں آئیں ان کی کوئی فکر نہیں کی بلکہ ان کی سب سے بڑی فکر رسول اللہ ﷺ کا سلامت اور محفوظ ہونا تھی کہ آپ ﷺ کو کچھ نہ ہو۔

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر والوں نے ان کی زبان پر آنے والا پہلا جملہ سنا کہ مَا فُعِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ تو گھر والوں نے ملامت کی لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زبان پر یہی جملہ کہ رسول اللہ ﷺ کیسے ہیں بالآخر آپ رضی اللہ عنہ کو بتایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ خیر و عافیت سے ہیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے گھر والوں سے کہا:

((فَإِنَّ لِلّٰہِ عَلَيَّ أَنْ لَا أَذُوْقَ طَعَامًا وَلَا اَشْرَبَ شَرَابًا حَتّٰی اٰتِيَ رَسُوْلَ اللّٰہِ.))

''اللہ کے لیے مجھ پر قسم ہے کہ میں نہ کچھ کھاؤں گا اور نہ کچھ پیوں گا حتی کہ رسول اللہ ﷺ کو جا کر ملوں۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی اس بات پر مصر رہے یہاں تک جب اندھیرا پھیلنے لگا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی والدہ ایک اور عورت کے ساتھ مل کر انھیں سہارا دے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر آئیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر ان سے چمٹ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے بھی ان کو ساتھ لگا لیا اور ان کو بوسا دیا اور ان کے لیے نرمی اور رحم دلی کا مظاہرہ کیا۔ [1]

ذرا غور کیجیے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ ﷺ سے والہانہ محبت کہ اتنی مار کھانے اور جسم کے نڈھال ہو جانے کے باوجود بھی رسول اللہ ﷺ کا حال دریافت کیا اور پھر لاغر اور ہمت نہ ہونے کے باوجود بھی رسول اللہ ﷺ کو ملنے کی تڑپ تھی کیونکہ ان کے دلوں کا سکون اور

[1] البداية والنهاية: 30/3.

ان کے زخموں پر مرہم کا کام کرنے والی کوئی چیز تھی تو وہ دیدارِ مصطفیٰ ﷺ تھا۔

❀:......سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا:

((كَيْفَ كَانَ حُبُّكُمْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟))

''آپ (صحابہ رضی اللہ عنہم) کی رسول اللہ ﷺ سے محبت کیسی تھی؟''

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((كَانَ اَحَبَّ إِلَيْنَا مِنْ اَمْوَالِنَا وَ اَوْلَادِنَا وَ آبَائِنَا وَ أُمَّهَاتِنَا وَمِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ عَلَى الظَّمَاءِ.)) [1]

''اللہ کے رسول ہمیں اپنے مال، اپنی اولاد، اپنے ماں باپ سے اور حالتِ پیاس میں ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب تھے۔''

یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اپنی طرف سے اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے رسول اللہ ﷺ سے محبت کی گواہی تھی کہ وہ لوگ کس قدر آپ ﷺ سے محبت کرنے والے تھے۔

❀:......مومنوں کی ماں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور عرض کی:

((يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّكَ لَأَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ وَ اِنَّكَ لَأَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ وَلَدِي وَ إِنِّي لَأَكُوْنَ فِي الْبَيْتِ فَأَذْكُرُكَ فَمَا أَصْبِرُ حَتّٰى آتِيَ فَأَنْظُرَ إِلَيْكَ.))

''اے اللہ کے رسول! یقیناً آپ مجھے اپنی جان سے زیادہ محبوب ہیں اور یقیناً آپ مجھے اپنی اولاد سے زیادہ محبوب ہیں اور یقیناً میں گھر میں ہوتا ہوں تو آپ ﷺ کو یاد کرتا ہوں تو مجھ سے صبر نہیں ہوتا حتی کہ آکر آپ ﷺ کو دیکھ لیتا ہوں۔''

عزیز بھائیو! تصور کیجیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ ﷺ سے کتنی محبت تھی بلکہ

[1] شرح الشفاء للقاضی عیاض : 40/2.

آپ ﷺ تو ان کی زندگیوں کی بہار تھے آپ ﷺ کو دیکھ کر وہ جیتے تھے اور آپ ﷺ کے حکموں پر وہ مرمٹتے تھے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے حبیب ﷺ سے ایسی سچی محبت نصیب فرمائے۔ آمین

بہر حال صحابیِ رسول ﷺ پریشان ہوکر آیا اور پھر اپنی پریشانی کو یوں بیان کیا:

((وَ اِذَا دَخَلْتَ الجَنَّةَ خَشِيْتُ أَنْ لَا أَرَاكَ .))

''اے اللہ کے رسول! جب آپ ﷺ جنت میں داخل ہو جائیں گے تو مجھے ڈر لگتا ہے کہ آپ ﷺ کو نہیں دیکھ پاؤں گا۔''

گویا ان کی پریشانی یہ تھی کہ دنیا میں تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی صحبت نصیب فرما دی جب آپ ﷺ سے اداس ہوتا ہوں تو فوراً آپ ﷺ کی مجلس میں آ کر آپ ﷺ کے رُخِ انور کو دیکھ کر اپنے دل کو تسکین دیتا ہوں، آپ ﷺ کے دیدار سے سکون اور راحت محسوس کرتا ہوں لیکن قیامت کے دن جب آپ ﷺ جنت میں چلے جائیں گے تو میرا کیا بنے گا، میں کیسے آپ ﷺ کو دیکھ پاؤں گا، آپ ﷺ کے دیدار کے بغیر مجھے کیسے سکون ملے گا۔ حدیث کے الفاظ ہیں:

((فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ شَيْئًا حَتَّى نَزَلَ جِبْرِيْل عليه السلام بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ: ﴿وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝﴾ [النسآء 4:69] فَتَلَاهَا النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْهِ فَاسْتَبْشَرَ ذَالِكَ الرَّجُلُ .)) [1]

''نبی اکرم ﷺ نے (ابھی) اسے کوئی جواب نہ دیا کہ جبریل امین علیہ السلام یہ آیت مبارکہ لے کر نازل ہوئے: ﴿وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ

[1] السلسلة الصحيحة : 2933 .

أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ﴿٦٩﴾ ﴾ تو رسول اللہ ﷺ نے اس آدمی کو یہ آیت پڑھ کر سنائی تو وہ آدمی اس بات سے بہت خوش ہوا۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دنیا و آخرت کی سب سے بڑی نعمت رسول اللہ ﷺ کی صحبت اور رفاقت سمجھتے تھے۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ انسان کو جب اس کی سب سے محبوب چیز مل جائے تو اس کے ملنے کے بعد سب سے پہلے اور سب سے بڑی فکر جو لاحق ہوتی ہے وہ یہی ہوتی ہے کہ کہیں یہ چیز مجھ سے چھن نہ جائے بلکہ یہ میرے پاس ہمیشہ رہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے نعمتِ عظمیٰ رسول اللہ ﷺ کی رفاقت اور آپ ﷺ کی صحبت تھی یہی وجہ ہے کہ جب کسی صحابی سے اس کی تمنا پوچھی جاتی تو اس کی ایک ہی تمنا ہوتی اور وہ رسول اللہ ﷺ کی رفاقت اور صحبت تھی جیسا کہ ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس رات گزارتا، آپ ﷺ کے وضو یا قضائے حاجت کے لیے پانی کا بندوبست کرتا ایک مرتبہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے کہا: ((سل یا ربیعة))

"اے ربیعہ! سوال کرو۔"

تو حضرت ربیعہ کہتے ہیں میں نے کہا:

((اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ .))

"میں جنت میں آپ ﷺ کی رفاقت چاہتا ہوں۔"

دیکھیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دنیا و آخرت میں سب سے بڑی خواہش ایک ہی تھی اور وہ رسول اللہ ﷺ کی رفاقت تھی۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

سب کچھ اللہ سے مانگ لیا تجھ کو مانگ کر
اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ میرے اس دعا کے بعد

حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ کی ایک ہی تمنا تھی اور وہ ذکر کر دی، حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ربیعہ رضی اللہ عنہ سے دوبارہ پھر پوچھا: أَوْغَيْرَ ذَالِكَ۔

اے ربیعہ! اس کے علاوہ کوئی اور بھی حاجت اور تمنا ہے؟

تو حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: هُوَ ذَاكَ "بس وہی تمنا ہے۔"

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فَأَعِنِّي عَلَى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ.)) ❶

"تم اپنے معاملے کے بارے کثرتِ سجود سے میری مدد کرو۔"

❀:...... حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مدینہ کو چھوڑ دیا اور ملکِ شام رہائش پذیر ہو گئے تھے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے مدینہ میں اب رسول اللہ ﷺ نہیں رہے تھے آپ کی مسجد خالی ہوگئی اب وہی گھر اور وہی مسجد دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کی یاد تڑپاتی تھی جیسے ایک پنجابی شاعر کہتا ہے:

باغاں دے وِچ بلبل بولے تے نَال بولن گلزاراں

تَے وَسدے شہر اُجڑے دَ سِیُون باج پیارے یاراں

لہٰذا ملکِ شام میں سکونت اختیار کرلی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف سفر کیا تو جابیہ مقام پر پہنچے جہاں حضرت بلال رضی اللہ عنہ رہائش پذیر تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو صحابہ تھے انھوں نے اور وہاں کے لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ بلال رضی اللہ عنہ سے کہیں وہ ہمیں عہد نبوی کی آذان سنائے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کہنے پر آزان دی

روایت میں ہے:

((فَلَمْ يُرَ يَوْمًا كَانَ أَكْثَرَ بَاكِيًا مِنْ يَوْمَئِذٍ ذكرًا منهم النَّبِيَّ ﷺ.)) ❷

"تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ جتنا اس دن روئے اس سے پہلے کبھی نبی اکرم ﷺ کی یاد میں اتنا روتے ہوئے نہیں دیکھائی دیے گئے۔"

میرے بھائیو! یہ تھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رسول اللہ ﷺ سے محبت، آپ ذرا سوچیں کہ کسی عام آدمی کے ساتھ انسان کا اچھا وقت گزرا ہو تو انسان وہ نہیں بھولتا تو جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی زندگیوں کے حسین لمحات رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں گزارے تھے بھلا

❶ صحیح مسلم: 489. ❷ سیر اعلام النبلاء: 357/1.

وہ کیسے بھول سکتے تھے بلکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے بارے کتبِ تاریخ میں مذکور ہے کہ جب ان کا آخری وقت آیا تو ان کی بیوی جوان کے پاس کھڑی تھی کہنے لگی واحزناہ ہائے میرا غم۔

تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا بلکہ یہ کہو: وَاطَرَبَاه غَدًا نَلْقَى الأَحِبَّةَ محمدًا و حِزْبَهُ ہائے کس قدر خوشی ہے! کل (ان شاء اللہ) ہم اپنے پیاروں سے یعنی محمد ﷺ اور اس (کے ساتھیوں) کے گروہ سے ملیں گے۔ ❶

تصور کیجیے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ دنیا سے رحلت فرما ہو رہے ہیں اور خوش اس بات پر ہیں میری رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوگی، میری جدائی کا وقت ختم ہو رہا ہے رب کے حبیب اور اپنے پیارے محبوب نبی ﷺ سے ملاقات کا وقت قریب ہوگیا ہے یہ تھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رسول اللہ ﷺ سے محبت کہ محبوب کی ملاقات میں موت کو بھی شوق سے گلے لگایا۔ اللہ ہمیں بھی ایسی حبِ رسول ﷺ عطا فرمائے۔ آمین

آیئے خادمِ رسول ﷺ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ان کی رسول اللہ ﷺ سے محبت پوچھیے فرماتے ہیں:

((لَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِي دَخَلَ فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الْمَدِينَةَ أَضَاءَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ أَظْلَمَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ .)) ❷

"جس دن رسول اللہ ﷺ مدینہ میں داخل ہوئے تو مدینے کی ہر چیز روشن ہوگئی اور جس دن آپ ﷺ نے وفات پائی تو مدینے کی ہر چیز تاریک ہوگئی۔"

یہ روایت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کی بہار تھے آپ ﷺ مدینہ میں آئے تو ان کی زندگیاں جگمگا اٹھیں اور خوشیوں سے لبریز ہوگئیں اور جب رسول اللہ ﷺ دنیا سے رحلت فرما ہوئے ان کی زندگیوں کی روشنی جاتی رہی اور آزمائشوں سے دوچار ہوئے۔

---

❶ الثبات عند الممات لابن الجوزی ص: 93 و سیر اعلام النبلاء: 359/1.

❷ جامع ترمذی: 3618.

اور مثنی بن سعید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا انھوں نے کہا:

((ما من ليلة إلا و انا أرى فيها حبيبي ثم يبكى .)) ❶

''میں ہر رات (تخیلات) میں اپنے محبوب کو دیکھتا ہوں پھر (یہ بات کہہ کر) رونے لگے۔''

عزیز بھائیو! ذرا سوچیے جن کو رسول اللہ ﷺ کی صحبت نصیب ہوئی آپ ﷺ کے دنیا سے جانے کے بعد جب بھی آپ ﷺ کا ذکر خیر کرتے تو ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتیں۔ محمد العمری بیان کرتے ہیں:

((مَا سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ ذَكَرَ النَّبِيَّ ﷺ اِلَّا بَكٰى .)) ❷

''میں نے جب بھی ابن عمر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کا ذکر خیر کرتے ہوئے سنا تو دیکھا کہ وہ رو دیتے۔''

رسول اللہ ﷺ کی یاد میں اور ان کی جدائی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتیں یہ صرف اس لیے کہ ان کو رسول اللہ ﷺ سے انتہا درجے کی محبت تھی۔

آیئے میں آپ احباب کو دو اور محب رسول ﷺ کی داستان سناتا ہوں۔

رسول اللہ ﷺ کے پاس عضل اور قارہ قبیلے کے چند لوگ آئے اور آپ ﷺ سے عرض کی کہ آپ ﷺ اپنے چند ساتھی ہمارے ساتھ دعوت و تبلیغ کے لیے روانہ کر دیں تاکہ وہ ہمیں اسلام کی تعلیم دیں۔

لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ دس صحابہ کو روانہ کیا جن کو دھوکے سے بعد میں شہید کر دیا گیا ان میں سے دو کفارِ مکہ کو بیچ دیے گئے ایک خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ اور دوسرے زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ پھر ان دونوں صحابہ رضی اللہ عنہم کو کفارِ مکہ نے بڑی بے دردی سے شہید کیا حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کو مکہ میں تنعیم مقام پر سولی چڑھایا گیا، شہادت سے پہلے کفر کی پیشکش کی گئی لیکن انھوں نے انکار کر دیا پھر سوال کیا:

---

❶ طبقات ابن سعد : 20/7. ❷ سیر اعلام النبلاء : 214/3.

کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمھاری جگہ یہاں محمد ﷺ ہوتے تو انھوں نے فوراً بلا تردد جواب دیا:

((وَاللّٰہِ! مَا أُحِبُّ أَنْ یُشَاكَ مُحَمَّدٌ بِشَوْکَةٍ وَ اَنَا جَالِسٌ فِي بَیْتِي.)) ❶

''اللہ کی قسم! مجھے تو یہ بھی گوارہ نہیں کہ محمد ﷺ کو معمولی سا کانٹا چبھے اور میں اپنے گھر میں سکون سے بیٹھا رہوں۔''

یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت تھی کہ وہ جان دینا گوارہ کر لیتے تھے لیکن محبتِ رسول ﷺ کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ کو ایک معمولی کانٹا چبھے یہ گوارہ نہیں کرتے تھے۔

اسی طرح حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو جب شہید کرنے لگے تو اس وقت ابوسفیان رضی اللہ عنہ جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے ان سے پوچھنے لگے:

((أَنْشُدُكَ یَا زَیْدًا! أَتُحِبُّ أَنَّ مُحَمَّدًا الآنَ فِي مَکَانِك نَضْرِبُ عُنُقَهُ وَ اَنَّكَ فِي اَهْلِكَ؟))

اے زید! میں تمھیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں، کیا تم پسند کرتے ہو کہ اس وقت تمھاری جگہ محمد (ﷺ) ہمارے قبضے میں ہوتے ہم ان کی گردن مار دیتے اور تم آرام سے اپنے گھر میں بیٹھے ہوتے؟

تو حضرت زید رضی اللہ عنہ فوراً غصے میں آ کر تڑپ کر بولے:

((وَاللّٰہِ! مَا أُحِبُّ أَنَّ مُحَمَّدًا الآنَ فِي مَکَانِهِ الَّذِيْ هُوَ فِیْهِ تُصِیْبُهُ شَوْکَةٌ تُؤْذِیْهِ وَ إِنِّي جَالِسٌ فِي أَهْلِي.)) ❷

''اللہ کی قسم! میں تو یہ بھی گوارہ نہیں کرتا کہ محمد ﷺ جہاں موجود ہیں، وہاں انھیں ایک کانٹا بھی چبھے اور میں اپنے گھر میں آرام سے بیٹھا رہوں۔''

حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کا یہ جواب سن کر ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) بڑا حیران ہوا اور حیرانی

❶ المغازی للواقدی: 305/1۔ ❷ طبقات ابن سعد: 52/2۔

میں بے ساختہ اس کی زبان سے یہ کلمات نکلے:

((مَا رَأَيْتُ مِنَ النَّاسِ اَحَدًا يُحِبُّ اَحَدًا كَحُبِّ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا .)) ❶

''میں نے کبھی کسی کو کسی سے ایسی والہانہ محبت کرتے نہیں دیکھا جیسی محبت محمد ﷺ کے صحابہ محمد ﷺ سے کرتے ہیں۔''

یہ تو مرد صحابہ رضی اللہ عنہ کی محبت کی مثالیں تھیں لیکن اگر صحابیات رضی اللہ عنہن کو دیکھا جائے تو وہ بھی رسول اللہ ﷺ سے بڑی محبت وعقیدت رکھتی تھیں۔ غزوہ احد کی بات ہے مدینہ میں یہ افواہ پھیل گئی کہ رسول اللہ ﷺ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ تو بنو دینار قبیلے کی ایک عورت احد کی طرف آئی اسے اس کے باپ، بھائی اور خاوند کے شہید ہونے کی خبر دی گئی تو اس کی زبان پر ایک ہی جملہ تھا مَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ؟

اللہ کے رسول ﷺ کا کیا ہوا؟ تو جواب دیا گیا اے ام فلاں وہ محمد ﷺ خیریت سے ہیں اور جیسے تم پسند کرتی ہو ویسے ہی صحیح سلامت ہیں۔

تو اس نے کہا:

((اَرُوْنِيْهِ حَتّى أَنْظُرَ اِلَيْهِ .))

''مجھے دکھاؤ تاکہ میں خود ان کو دیکھ لوں۔''

تو اسے اشارہ کر کے بتایا گیا کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں جو دکھائی دے رہے ہیں۔

تو وہ عورت جلدی سے آگے بڑھی اور آپ ﷺ کو صحیح سلامت دیکھ کر فرحت ومسرت سے کہنے لگی:

((كُلُّ مُصِيْبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ .)) ❷

''آپ ﷺ کی سلامتی کے بعد ہر مصیبت ہی چھوٹی اور حقیر ہے۔''

عزیز بھائیو! ذرا سوچیے اس صحابیہ کی رسول اللہ ﷺ سے محبت وعقیدت کہ بھائی شہید

---

❶ ابن هشام : 181/3 . ❷ البداية والنهاية : 449/5 .

ہوا کوئی حزن و ملال نہیں ہوا، باپ شہید ہوا کوئی غم و پریشانی نہیں، سر کا تاج خاوند نہیں رہا شہید ہوگیا کوئی دکھ نہیں، صرف ایک ہی فکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کیسے ہیں آپ ﷺ سلامت ہیں تو زندگی کی بہار سلامت ہے آپ ﷺ نہیں تو پھر کچھ نہیں۔

غزوہ احد ہی کی بات ہے کہ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ڈھال کی مانند کھڑے ہوگئے اور دشمن کی طرف سے آنے والے تیروں کو رسول اللہ ﷺ سے روکنے لگے، رسول اللہ ﷺ ان کی اوٹ سے تھوڑا سا ہٹ کر دشمن کی طرف جھانکنے لگے تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

((بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي لَا تُشْرِفْ يُصِبْكَ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ الْقَوْمِ نَحْرِي دُونَ نَحْرِكَ)) [1]

"میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں! آپ سر مبارک نہ اٹھائیں، مبادا کفار کا کوئی تیر آپ کو لگ جائے میرا سینہ آپ کے سینے کے آگے قربانی کے لیے حاضر ہے۔"

یہ تھی رسول اللہ ﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کہ آپ کے لیے نہ جان کی پرواہ کرتے، نہ مال کی اور نہ اولاد کی بلکہ ان کی کل کائنات اللہ کے رسول ﷺ تھے۔ وہ انھیں کے حکموں پر قربان ہونے والے تھے۔

یہی وجہ تھی کہ جب عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ جو حدیبیہ کے موقعہ پر ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رسول اللہ ﷺ سے محبت وعقیدت مندی دیکھ کر بڑے دنگ ہوئے اور جب واپس گئے تو اپنی قوم سے کہنے لگے: میں نے بادشاہوں سے ملاقات کی ہے میں قیصر وکسریٰ سے ملا ہوں لیکن:

((وَاللّٰه إِنْ رَأَيْتُ مَلِكًا يُعَظِّمُهُ اَصْحَابُه مَا يُعَظِّمُ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ محمدًا.))

---

[1] صحیح بخاری: 4064.

"اللہ کی قسم! میں نے کبھی ایسا بادشاہ نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس کی ایسی تعظیم کرتے ہوں جیسی تعظیم محمد ﷺ کے ساتھی محمد ﷺ کی کرتے ہیں۔"

عزیز بھائیو! ان سب واقعات و آثار بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں علم ہو کہ اگر اس امت میں کسی نے رسول اللہ ﷺ سے صحیح معنی میں محبت کی ہے تو وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھی یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اور انھوں نے محبت کا سب سے اہم پہلو اطاعتِ رسول ﷺ سمجھا تھا اور آج ہم میں اس چیز کا فقدان ہے ہم میں سے ہر گروہ، ہر مسلک اس بات کا دعویدار ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ سے بڑی محبت ہے لیکن اگر ہم اپنے معاملات کو دیکھ لیں تو نہ ہماری گھریلو زندگی سنت کے مطابق ہے نہ ہماری باہر کی زندگی سنت کے مطابق ہے، نہ ہماری عبادت سنت کے مطابق ہے اور نہ ہماری تجارت سنت کے مطابق ہے، نہ ہماری خوشی سنت کے مطابق ہے اور نہ ہماری غمی سنت کے مطابق ہے تو بھائیو صرف دعوے سے کام نہیں چلے گا بلکہ دعوئے محبت کے ساتھ اپنی زندگیوں کو بھی سنتِ رسول ﷺ کے تابع بنانا ہے تب ہم صحیح معنی میں محبِ رسول ﷺ بنیں گے۔

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم بھی رسول اللہ ﷺ سے ویسی محبت کریں جیسی محبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کی پھر ہم اپنے رب کے ہاں سرخرو ہوں گے پھر ہمیں دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل ہوگی پھر ہم محبِ رسول کہلوانے کے صحیح حقدار ہوں گے اللہ ہمیں صحیح محبِ رسول ﷺ بننے کی توفیق عطا فرمائے اور سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ کروٹ کروٹ جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، اللہ ہماری کوتاہیاں دور فرمائے۔ آمین

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

جس نے سنت کی حفاظت کی اللہ نے اس کی حفاظت کی

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهُ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ . اَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَ يُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝ ﴾

[محمد 7:47]

”اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمھاری مدد کرے گا اور تمھارے قدم جما دے گا۔“

ہر قسم کی حمد و ثنا، تعریفات، تمجیدات اللہ رب العالمین کے لیے، درود و سلام امام الانبیاء احمد مجتبیٰ جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ مقدسہ کے لیے۔

بھائیو! دوستو! بزرگو! آج جس موضوع کو اللہ کی توفیق اور مدد سے بیان کیا جائے گا وہ یہ ہے کہ جس نے سنت کی حفاظت کی اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کی۔“

قرآن کریم کی مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ اللہ تمھاری مدد کرے گا اور اللہ کی مدد سے مراد اللہ کے دین کی مدد اور اس کے رسول ﷺ کی مدد ہے اور رسول اللہ ﷺ کی مدد سے مراد سنتِ رسول ﷺ کی حفاظت، اسے یاد کرنا، اسے محفوظ کرنا، اسے آگے پہنچانا اور سنتِ رسول ﷺ کو عام کرنا ہے

اپنے عمل سے بھی اور دعوت و تبلیغ سے بھی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ پر دین اسلام کو مکمل فرمایا پھر رسول اللہ ﷺ کے دنیا سے رحلت فرما ہونے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مختلف شہروں میں منتقل ہو گئے اور انھوں نے مختلف علاقوں میں رہائش اختیار کر لی اور انہوں نے ان علاقوں میں رسول اللہ ﷺ سے جو سنا یا جو کرتے دیکھا اسے لوگوں تک پہنچایا اور اللہ تعالیٰ نے انھیں ایسے ہونہار شاگرد دیے جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو مِن وعَن یاد کیا اور سنت کی حفاظت کی اور رسول اللہ ﷺ نے سنت کی حفاظت کرنے والے شخص کو ایک خاص دعا دی ہے چنانچہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيثًا فَحَفِظَهُ حَتَّى يُبَلِّغَهُ فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَيْسَ بِفَقِيهٍ .)) [1]

"اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش و خرم اور شاداب رکھے جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی پھر اسے حفظ کیا اور یاد رکھا تاکہ اسے پہنچائے، بہت سے علم و فقہ کے حامل اپنے سے بڑھ کر زیادہ دانا اور فقیہ لوگوں کو پہنچاتے ہیں، اور بہت سے علم و فقہ کے حامل ایسے ہوتے ہیں جو درحقیقت دانا اور فقیہ نہیں ہوتے۔"

اس روایت کے بارے امام حمیدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا:

"مَا مِنْ اَحَدٍ يَطْلُبُ الْحَدِيْثَ إِلَّا وَفِي وَجْهِهِ نَضْرَةٌ لقول النبي ﷺ، نَضَّرَ اللّٰه امرا سَمِعَ مِنَّا حَدِيثًا ."

"نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان "نَضَّرَ اللّٰه امرا سَمِعَ مِنَّا حَدِيثًا" کی روشنی میں جو شخص بھی طلبِ حدیث میں مصروف ہوا، اس کے چہرے میں تروتازگی اور شادابی پائی جاتی ہے۔"

---

[1] سنن ابی داؤد: 3660.

اس روایت اور اثر سے یہ بات معلوم ہوئی کہ کتاب و سنت کا علم حاصل کرنا خیر و برکت والا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی دعا ایسے شخص کے بارے ہے کہ وہ ہمیشہ خوش وخرم، شاداب رہتا ہے اور یہ اس پاکیزہ علم کی برکت ہے کہ آپ حضرات مدارس اور جامعات کے اساتذہ اور مدرسین کو دیکھیں تو آپ کو ہمیشہ ان کے چہروں پر خوشی اور تروتازگی ملے گی اور آپ انھیں ایک پرسکون زندگی گزارنے والے افراد محسوس کریں گے باوجود اس کے کہ اس گئے گزرے اور مادیت پرستی کے دور میں ایک عام مزدور سے بھی کم تنخواہ ان کو دی جاتی ہے اور آپ نے کبھی اپنی زندگی میں یہ نہیں سنا ہوگا کہ کسی سڑک یا راستے پر علماء نے اپنی تنخواہیں بڑھانے کے لیے بھوک ہڑتال کی ہو بلکہ میں سمجھتا ہوں یہ رسول اللہ ﷺ کی دعا کا نتیجہ ہے کہ اللہ ایسے لوگوں کو خوش وخرم اور شاداب رکھتا ہے اور یقیناً جو رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی حفاظت کرتا ہے اللہ اس کی حفاظت کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ایسے لوگوں کا اکرام کرنے کی نصیحت فرمائی جیسا کہ:

سنن ابن ماجہ کی ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((سَيَأْتِيكُمْ أَقْوَامٌ يَطْلُبُونَ الْعِلْمَ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمْ فَقُولُوا لَهُمْ مَرْحَبًا مَرْحَبًا بِوَصِيَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَاقْنُوهُمْ)) [1]

”عنقریب تمھارے پاس ایسے لوگ آئیں گے جو علم (کتاب و سنت) کے متلاشی ہوں گے جب تم انھیں دیکھو تو (انھیں) کہو: مرحبا، خوش آمدید ہو تمھارے حق میں اللہ کے رسول کی (ہمیں) وصیت تھی اور انھیں محفوظ کرنے کے قابل چیز دو (یعنی انھیں تعلیم دو)۔“

اس روایت سے پتا چلا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو پہلے پیشین گوئی دی تھی کہ میرے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو میری سنت کو محفوظ کرنے والے اور سنت کے حریص ہوں گے اور اسے امت تک پہنچانے والے ہوں گے لہٰذا تمھیں ان کے بارے

[1] سنن ابن ماجہ: 247.

بھلائی کی نصیحت ہے اور جب وہ تمھارے پاس آئیں تو تم انھیں خوش آمدید کہنا اور ان کی حوصلہ افزائی کرنا اور میری باتوں اور میری سنت کی انہیں تعلیم دینا۔

عزیز بھائیو! سنت کے محافظ لوگ ہر دور میں رہے ہیں اور ہر دور میں اللہ تعالیٰ نے ایسے باکمال لوگ پیدا فرمائے جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی سنت کی حفاظت کی اور سنت کو اجاگر کیا اور یہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ ایک جماعت قیامت تک ایسی ضرور رہے گی جو دینِ حق کو قائم رکھنے والی ہوگی، سنت کی حفاظت کرنے والی ہوگی۔

چنانچہ صحیح بخاری کی روایت ہے، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَزَالُ مِنْ أُمَّتِي أُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِأَمْرِ اللّٰهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَهُمْ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ)) [1]

”میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا، اسے جھٹلانے والے اور رسوا کرنے والے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ اللہ کا امر یعنی قیامت آ جائے گی اور وہ اسی حال میں ہوں گے۔“

فضل بن زیاد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو سنا کہ انھوں نے ((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِيْ)) حدیث بیان کی اور فرمایا:

”إِنْ لَّمْ يَكُونُوا أصحاب الحديث فَلَا أَدْرِي مَنْ هُمْ؟“

اگر اس حدیث میں مذکور طائفہ سے مراد اصحاب الحدیث نہیں ہیں تو میں نہیں جانتا کہ وہ کون لوگ ہیں۔

اور امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: هُمْ عِنْدِي أَصْحَابُ الْحَدِيْثِ۔ [2]

وہ لوگ میرے نزدیک اصحاب الحدیث ہیں۔

---

[1] صحيح بخاري: 7460.

[2] شرف اصحاب الحديث، ص: 26.

تو ان آثار اور حدیث سے معلوم ہوا کہ اس امت میں ایک گروہ ایسا ہے جو رسول اللہ ﷺ کی سنت کا محافظ ہے اور ان کی زندگیوں کا نصب العین سنتِ رسول ﷺ ہے اور انھوں نے حدیث اور سنت کی حفاظت کی اور اسے امت تک پہنچایا اور وہ اس سنت یعنی حق پر ہمیشہ قائم رہیں گے اور سلف صالحین، اہل علم نے اس طائفہ منصورہ سے مراد اہل حدیث اور اصحاب الحدیث مراد لیے ہیں اور ہر وہ شخص اس حدیث کا مصداق ہے جو کتاب و سنت کو ماننے والا ہے جس کے شب و روز سنتِ رسول ﷺ کے مطابق گزرتے ہیں۔

میرے بھائیو! یاد رکھیں اگر کوئی شخص اپنے آپ کو اہل حدیث یا اصحاب الحدیث کے نام سے موسوم کرتا ہے لیکن اس کا کردار، اس کی گفتار اس کے لیل و نہار سنتِ رسول ﷺ کے خلاف ہیں تو یاد رکھیے صرف نام رکھ لینے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا اور نہ ہی ایسا شخص اہل حدیث اور اصحاب الحدیث کہلوانے کا حق دار ہے۔

اسی طرح وہ لوگ بھی اس حدیث سے مستثنیٰ ہیں جنھوں نے یہ کہا حدیث تو صحیح ہے لیکن ہمارے امام کی یہ رائے ہے ہمارے مولانا نے یوں کہا ہے اور ہمارے حضرت صاحب نے یوں فرمایا ہے کیونکہ یہ لوگ بھی اہل رائے ہیں نہ اہل حدیث ہیں اور نہ ہی اصحاب الحدیث ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے فرماتے ہیں:

> ”لوگو! اصحاب رائے سے بچو کیونکہ وہ سنت کے دشمن ہیں، وہ رسول اللہ ﷺ کے فرامین کو یاد کرنے سے عاجز آ گئے تو انھوں نے اپنی رائے سے مسائل بیان کرنے شروع کر دیے۔ اس طرح وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور انھوں نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔“ [1]

اور حضرت ایوب سختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ”اِذَا حَدَّثْتَ الرَّجُلَ بِالسُّنَّةِ فَقَالَ: دَعْنَا مِنْ هٰذَا وَحَدِّثْنَا بِالقُرْآنِ

[1] مفتاح الجنة في الاحتجاج بالسنة، ص: 47.

فَاعْلَمْ اَنَّهُ ضَالٌّ مُضِلٌّ ."❶

"جب تم کسی کو حدیث بیان کرو اور وہ کہے کہ سنت کو رہنے دو، ہمیں قرآن سے (مسائل) بیان کرو جان لو کہ وہ گمراہ ہے اور گمراہ کرنے والا ہے۔"

تو بھائیو! معلوم ہوا کہ سنتِ رسول ﷺ کے مقابلے میں رائے کی کوئی وقعت اور حیثیت نہیں ہے بلکہ آپ احباب ٹھنڈے دل سے سوچیے کہ ایک شخص اپنے آپ کو محب رسول ﷺ کہے لیکن جب زندگی گزارنے کی بات ہو، عمل کرنے کی بات ہو، غلامی اختیار کرنے کی بات ہو، تو پھر بڑے جگرے سے یہ کہے کہ میں فلاں امام کا مقلد ہوں، میں فلاں کی تقلید کرنے والا ہوں میرے شب و روز فلاں صاحب کی فقہ کے مطابق گزرتے ہیں تو بھائیو کیا یہ ظلم اور ناانصافی نہیں ہے۔

لہٰذا سعادت مندی ہے ایسے شخص کے لیے جو سنتِ رسول ﷺ کا پابند ہے، جس کے شب و روز سنت کی پیروی میں گزرتے ہیں، کیونکہ سنت پر عمل کرنے والا درحقیقت سنت کی حفاظت کرنے والا ہے اور بدعت پر عمل کرنیوالا درحقیقت سنت کو مٹانے والا ہے کیونکہ جہاں بدعت آتی ہے وہاں سے سنت اٹھ جاتی ہے۔

ایک عربی شاعر کہتا ہے:

اَهْلُ الْحَدِيْثِ هُمْ اَهْلُ النَّبِيِّ وَ اِنْ
لَمْ يَصْحَبُوا نَفْسَهُ اَنْفَاسَهُ صَحِبُوا

"اہل حدیث ہی درحقیقت نبی اکرم ﷺ کا گھرانہ ہیں اگرچہ وہ آپ ﷺ کی ذات کی صحبت نہیں اختیار کر سکے، (لیکن) آپ ﷺ کے سانسوں کی انھوں نے صحبت اختیار کی ہے۔"

مراد کہ اہل حدیث، اصحاب الحدیث سنتِ رسول ﷺ کو پڑھتے، سنتے، لکھتے ہوئے اور اس پر عمل کرتے ہوئے ایسے ہیں گویا وہ رسول اللہ ﷺ کے اعمال کی صحبت میں ہیں جیسا

❶ مفتاح الجنة، ص: 35.

کہ امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے بارے نعیم بن حماد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ زیادہ تر گھر میں رہتے تو میں نے ان سے پوچھا: اَلَا تَسْتَوْحِشُ؟ آپ گھر میں اکیلے وحشت (خوف) محسوس نہیں کرتے؟

تو امام عبداللہ بن مبارک مروزی رحمہ اللہ نے جواب دیا:

"كَيْفَ اَسْتَوْحِشُ وَ اَنَا مَعَ النَّبِيِّ وَ أَصْحَابِهِ؟"❶

"مجھے (گھر میں اکیلے) کیوں کر وحشت محسوس ہو جبکہ میں نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کے ساتھ ہوتا ہوں؟"

ان کی مراد کہ اَجْلِسُ مَعَهُمْ حَيْثُ جَلَسُوا وَ أَسِيرُ مَعَهُمْ حَيْثُ سَارُوا جہاں وہ بیٹھتے ہیں میں بھی ان کے ساتھ بیٹھتا ہوں اور جدھر کو وہ چل رہے ہوتے ہیں میں بھی ان کے ساتھ چل رہا ہوتا ہوں۔

جب گھر میں بیٹھ کر رسول اللہ ﷺ کی احادیث پڑھتا ہوں تو یوں محسوس کرتا ہوں گویا میں عہدِ نبویؐ میں ہوں اور رسول ﷺ جو فرما رہے ہیں میں سن رہا ہوں اور جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مل کر کسی کام میں مشغول ہوتے ہیں تو یوں محسوس کرتا ہوں کہ میں بھی ان کے ساتھ اسی کام میں مشغول ہوں۔

یہ لوگ تھے اصحاب الحدیث، یہ لوگ تھے حفاظِ حدیث، یہ لوگ تھے جنھوں نے اپنا اوڑھنا بچھونا سنت کے مطابق بنا رکھا تھا اور وہ سنت کے محافظ تھے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو سنت رسول ﷺ کی حفاظت کے لیے منتخب فرمایا اور جہاں جہاں کتبِ حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث محفوظ ہے اور موجود ہے وہاں وہاں سندِ حدیث میں ان نفوس مقدسہ کا نام بھی موجود ہے اور جہاں حدیث پڑھی جاتی ہے وہاں رحمت کا نزول ہوتا ہے اور اس رحمت کے سائے میں یہ لوگ بھی شامل ہوتے ہیں۔

ابوالقاسم عبداللہ المروزی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ:

❶ سیر اعلام النبلا : 382/8 .

"كُنْتُ اَنَا وَ اَبِي نتقابل بِاللَيْلِ الحَدِيْثَ ."

"میں اور میرے والد رات کو حدیث کا مذاکرہ کرتے تھے۔"

"فَرُئِيَ فِي المَوضِعِ الَّذِي كُنَّا نَتَقَابَلُ فِيهِ عَمُوْدَ نُوْرٍ يَبْلُغُ عَنَانَ السَّمَاءِ فَقِيْلَ: مَا هٰذَا النُّوْرُ ."

"تو خواب میں دیکھا کہ جس جگہ ہم حدیثِ رسول ﷺ کا مذاکرہ کرتے تھے وہاں ایک روشنی کا ستون ہے جو (اتنا لمبا کہ) آسمان کی بلندیوں کو چھو رہا ہے؟ تو پوچھا: یہ روشنی کیسی ہے؟"

"فَقِيْلَ: صَلَاتُهُمَا عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِذَا تقابلا ." [1]

"جب یہ دونوں مذاکرہ کرتے ہوئے ہر حدیث میں درود پڑھتے ہیں تو یہ اس (پر رحمت کے نزول) کے اثرات ہیں۔"

اس اثر سے معلوم ہوا کہ جس مجلس میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث پڑھی جائے وہاں رحمتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے اور جو حدیثِ رسول ﷺ اس لیے پڑھتے اور پڑھاتے ہیں تاکہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کی حفاظت ہو سکے تو یقیناً ان پر اللہ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔

محمد بن ابی سلیمان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے باپ کی وفات کے بعد انھیں خواب میں دیکھا تو میں نے پوچھا: مَا فَعَلَ اللّٰهُ بِكَ "آپ کے ساتھ اللہ نے کیا سلوک کیا؟"

تو میرے باپ نے کہا: غَفَرَ لِي اس (اللہ) نے مجھے بخش دیا؟

تو میں نے پوچھا: بِمَاذَا؟ کس وجہ سے؟

میرے باپ نے جواب دیا: بِكِتَابِي الصَّلَاةَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ في كُلِّ حَدِيْثٍ . [2]

"میرا ہر حدیث میں نبی اکرم ﷺ (کے نام) پر درود لکھنے کی وجہ سے۔"

---

[1] شرف اصحاب الحدیث ص : 37 .

[2] شرف اصحاب الحدیث ، ص : 37 .

اس اثر سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی احادیث، آپ ﷺ کی سنت کی حفاظت کی غرض سے اسے لکھا تو اللہ تعالیٰ نے سنت کی حفاظت اور کثرت سے درود پڑھنے اور لکھنے کی وجہ سے انھیں بخش دیا۔ بلکہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ تو فرماتے ہیں:

"لَوْ لَمْ يَكُنْ لِصَاحِبِ الحَدِيْثِ فَائِدَةٌ الا الصَّلَاةَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَإِنَّهُ يُصَلَّى عَلَيْهِ مَا دَامَ فِي الْكِتَابِ." [1]

"اگر صاحبِ حدیث کو سوائے رسول ﷺ پر درود پڑھنے کے اور کوئی فائدہ نہ بھی ہو تو یقیناً اس (صاحب حدیث) پر رحمت کی جائے گی جب تک وہ (درود) لکھا ہوا موجود ہے۔"

معلوم ہوا کہ حدیث پڑھنا جیسے باعثِ رحمت اور برکت ہے اسی طرح حدیثِ رسول ﷺ کو لکھنا بھی باعثِ رحمت اور اجر وثواب ہے۔ اور جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی سنت کی حفاظت کی، انھیں امت تک پہنچایا اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کی اور انھیں دنیا میں عزت و رفعت عطا فرمائی۔ اگر کوئی ان میں سے کمزور خاندان اور قبیلے سے تعلق رکھتا تھا تو تب بھی حدیثِ رسول ﷺ سے نسبت کی بناء پر وہ لوگ منظورِ نظر بن گئے ان کی عزت اور ان کی خدمت کرنے کو لوگ اپنے لیے نیکی اور ثواب کا ذریعہ سمجھتے ہیں کبھی آپ احباب نے اپنی زندگی میں دیکھا ہو کہ کسی شخص نے کسی فزکس، کیمسٹری کے پروفیسر سے عرض کی ہو کہ پروفیسر صاحب دعا کیجیے میری والدہ بیمار ہے، دعا کیجیے حالات پریشان کن ہیں اللہ آسانیاں فرما دے یا کسی انجینئر یا کسی بڑے تاجر سے جا کر دعا کروائی ہو۔

لیکن یہ مشاہدہ آپ نے ضرور کیا ہوگا کہ ایک چٹائی پر بیٹھ کر قال اللہ اور قال رسول اللہ ﷺ کی صدا بلند کرنے والے کے پاس تاجر بھی جاتے ہیں، پروفیسر بھی دعا کرواتے ہیں، انجینئر بھی رابطہ کرتے ہیں یہ عزت وتوقیر کس لیے صرف اس مقدس نسبت کی بناء پر رب تعالیٰ کی کتاب اور سنتِ رسول ﷺ سے نسبت کی بناء پر۔

[1] شرف اصحاب الحدیث : 36.

امام بخاری رحمہ اللہ اپنے ایک سفر میں جب بغداد پہنچے تو کثیر تعداد میں لوگ ان سے عقیدت کی بناء پر ان کے استقبال کے لیے شہر سے باہر نکل آئے تو والیِ شہر نے دیکھا تو تجسس سے پوچھا کہ لوگ سب شہر سے باہر کیوں جا رہے ہیں تو ان کو بتایا گیا کہ آج اس شہر میں حافظِ حدیث امیر المومنین فی الحدیث محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ آ رہے ہیں تو والی شہر بے ساختہ یہ کہنے پر مجبور ہو گیا:

''آہ! ہماری کیا حکومت اور بادشاہی ہے ہم تو لوگوں پر ڈنڈے کے زور سے حکومت کرتے ہیں اصل بادشاہ تو یہ لوگ ہیں جو لوگوں کے دلوں پر حکومت کرتے ہیں۔''

سید التابعین مسجد نبوی میں درسِ حدیث دینے والے امام سعید بن مسیب رحمہ اللہ اپنے شاگردوں کو کہا کرتے تھے کہ اگر ان بادشاہوں کو پتا چل جائے کہ جس بادشاہی کی زندگی اور جس سکون و اطمینان کی زندگی میں ہم لوگ ہیں تو یہ ہم سے یہ بادشاہی چھین لیں لیکن ان کو یہ شعور نہیں اور پھر شاگردوں سے فرماتے: یہی وجہ ہے کہ جب ان میں سے کوئی بادشاہ مرتا ہے تو مرنے سے پہلے ہمارے جیسی زندگی کی تمنا کرتا ہے کاش! میں ایک عام انسان ہوتا، ایک عالم ہوتا، دین کی خدمت کرتا، لیکن کبھی کسی عالم نے مرتے وقت یہ تمنا نہیں کی کہ کاش! میں بادشاہ ہوتا، میں فلاں شہر کا والی ہوتا۔

اللہ ہمیں اس شاہانہ زندگی پر قائم دائم فرمائے اور جب ہمارا آخری وقت آئے تو اسی مقدس کام قال اللہ اور قال الرسول کی صدا دیتے ہوئے اللہ ہمیں اپنے پاس بلا لے۔ آمین

امام تاج الدین سبکی اپنی کتاب طبقات الشافعیۃ الکبریٰ میں ایک واقعہ نقل کرتے ہیں ایک طلب حدیث کے سفر میں چار محمد نام کے محدث اکھٹے ہوئے ایک محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ، دوسرے محمد بن اسحاق بن خزیمہ رحمہ اللہ، تیسرے محمد بن نصر المروزی رحمہ اللہ اور چوتھے محمد بن ہارون رویانی رحمہ اللہ اور یہ مصر کا واقعہ ہے چاروں نے مل کر ایک کرائے کا مکان لے رکھا تھا اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہوا یہ کہ سب کا خرچہ ختم ہو گیا حتی کہ جو کچھ کھانے کے لیے محفوظ تھا

وہ بھی ختم ہوگیا۔ چاروں اللہ کے بندے اس حالت کو جا پہنچے کہ بھیک مانگیں بالآخر ایک رات چاروں اس گھر میں اکٹھے ہوئے اور یہ فیصلہ طے پایا کہ قرعہ اندازی کی جائے اور جس کے نام کا قرعہ نکلے وہ صبح بھیک مانگنے جائے گا اور اپنے اور اپنے ساتھیوں کے لیے کچھ کھانے وغیرہ کا بندوبست کرے گا۔

آخرکار قرعہ اندازی کی گئی تو محمد بن اسحاق بن خزیمہ رحمہ اللہ کا نام نکلا تو محمد بن اسحاق رحمہ اللہ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے:

"أَمْهِلُونِي حَتَّى أَتَوَضَّأَ وَ أُصَلِّيَ صَلَاةَ الْخِيَرَةِ."

"مجھے مہلت دو حتی کہ میں وضو کرلوں اور دو رکعت نمازِ استخارہ پڑھ لوں۔"

یعنی اپنے رب سے مشورہ اور تجویز لے لوں، کیا نماز پڑھی ہوگی، کس قدر خشوع و خضوع ہوگا، کس قدر عاجزی و انکساری ہوگی، کیسی اپنے رب سے بات کی ہوگی۔ ہمیں تو نماز کے لیے فرصت نہیں ہے اور اگر پڑھ بھی لیں تو طوطے کی طرح بغیر سمجھ کے رٹے رٹائے الفاظ پڑھے اور سلام پھیر دیا، دنیا کے کام بڑے سکون اور دھیان سے اور اس میں خوبصورتی پیدا کرنے کے لیے طرح طرح کی ڈیزائننگ اور نماز میں...... اللہ کی پناہ...... ہماری ساری تیزی نمازوں ہی میں رہ گئی ہے الا ماشاء اللہ۔

بہر حال نماز پڑھ رہے تھے اپنے مولیٰ اور خالق و مالک سے محو گفتگو تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی دیکھا تو والی مصر کی طرف سے ایک خاص کارندہ جس کے ہاتھ میں شمع تھی گھوڑے سے اترا اور پوچھنے لگا: أَيُّكُم مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرٍ؟ تم میں محمد بن نصر کون ہے؟ فَقِيْلَ: هُوَ ذَا فَأَخرج صُرَّةً، اسے بتایا گیا کہ وہ یہ ہیں تو اس نے ایک تھیلی نکالی۔ فِيهَا خَمْسُوْنَ دِينَارًا فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ. جس میں پچاس دینار تھے اس نے ان کے سپرد کردی۔

"ثُمَّ قَالَ: أَيُّكُمْ مُحَمَّدُ بْنُ جَرِيْرٍ" "پھر پوچھا: تم میں محمد بن جریر کون ہیں۔"

"فَقَالُوْا: هُوَ هٰذَا فَأَخرَجَ صُرَّةً فِيهَا خَمْسُوْنَ دِيْنَارًا فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ."

’’تو انھوں نے کہا: وہ یہ ہیں، اس نے ایک تھیلی نکالی جس میں پچاس دینار تھے جوان کے سپرد کردی۔‘‘

’’ثُمَّ قَالَ: أَيُّكُمْ مُحَمَّدُ بْنُ اسحاق ‘‘ ’’تم میں محمد بن اسحاق کون ہیں؟‘‘

’’فَقَالُوْا: هُوَ هَذَا يُصَلِّي فَلَمَّا فرَغَ من صلاته دفَعَ اليه الصُّرَّةَ وَ فِيْهَا خَمْسُوْنَ دِيْنَارًا . ‘‘

’’تو انھوں نے کہا: وہ یہ نماز پڑھ رہا ہے جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو اس نے انہیں تھیلی دی جس میں پچاس دینار تھے۔‘‘

’’ثُمَّ قَالَ: أَيُّكُمْ مُحَمَّدُ بْنُ هَارونَ؟‘‘ پھر کہا تم میں محمد بن ہارون کون ہیں؟ پھر انہیں بھی اسی طرح تھیلی دے دی پھر اس آدمی نے خبر دی کہ گزشتہ کل دوپہر کے وقت امیر قیلولہ کر رہے تھے تو نیند میں انھوں نے دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے: محمدون اپنی بھوک پر پردہ ڈالے ہوئے ہیں اس لیے اس نے تمھاری طرف تھیلیاں بھیجی ہیں اور پھر اس اہلکار نے کہا کہ امیر نے تمھیں قسم دی ہے کہ اگر یہ ختم ہو جائیں تو اپنے میں سے کسی ایک کو بھیج دینا۔ [1]

اللہ اکبر! دیکھیے اللہ تعالیٰ کیسے اپنے بندوں کی مدد فرماتا ہے اور یقیناً جو سنتِ رسول ﷺ کی حفاظت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرتا ہے اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو سنت کی حفاظت کرنے والا اور اس پر عمل پیرا ہونے والا بنائے۔ آمین

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

[1] طبقات الشافعية الكبرى للسبكي : 251/2 .

معجزاتِ رسول ﷺ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهُ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ . اَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَ اِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَ يَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝﴾ [القمر 54: 1، 2]

''قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا اور اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے جو جاری رہنے والا ہے۔''

ہر قسم کی حمد و ثنا، اللہ رب العالمین کے لیے درود وسلام امام المرسلین خاتم النّبیین سید الاولین والآخرین جناب محمد رحمۃ للعالمین ﷺ کے لیے۔

بھائیو! دوستو! بزرگو! آج سیرت نبوی کے جس پہلو کو میں آپ حضرات کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں وہ ہے رسول اللہ ﷺ کے معجزات اس سے قبل کہ میں معجزات رسول ﷺ پر بیان کروں میں آپ احباب کے سامنے معجزات کے بارے کچھ معلومات پیش کرنا چاہتا ہوں۔

لفظِ معجزات یہ معجزۃ کی جمع ہے اور لفظ عجز سے بنا ہے اور عجز کا معنی ہے کسی چیز سے قاصر ہونا یا کسی چیز پر طاقت نہ رکھنا اور معجزۃ کو معجزۃ اس لیے کہتے ہیں کہ نبی کے ہاتھ پر اللہ

تعالیٰ ایسی چیز کا ظہور کرتا ہے کہ عام انسان اس چیز یا اس کام پر طاقت نہیں رکھتا بلکہ وہ چیز اس کی طاقت سے باہر ہوتی ہے۔

یہ بات یاد رکھیں کہ معجزے کا صدور وظہور نبی کی اپنی طاقت اور قدرت سے نہیں ہوتا بلکہ معجزات کا ظہور اللہ کے حکم سے اور اس کی قدرت اور مشیت سے ہوتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے اور جیسا چاہتا ہے اپنے نبی پر معجزہ ظاہر کرتا ہے لیکن یہ بات یقینی ہے انبیاء علیہم السلام کو دیے جانے والے معجزات ان کی نبوت و رسالت کی تائید اور توثیق کرتے ہیں کہ یہ اللہ کا سچا نبی ہے۔

مزید یہ بات بھی آپ احباب کے علم میں ہونی چاہیے کہ جو فن یا علم یا جو چیز نبی کے زمانے میں عروج پر ہوتی اسی سے ملتے جلتے اس وقت کے نبی کو معجزات دیے جاتے مثلاً

❁:...... موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جادو کا علم عروج پر تھا تو ان کو معجزات بھی اللہ تعالیٰ نے ایسے دیے جو جادو کے ہم شکل تھے لیکن جادو میں چونکہ حقیقت تبدیل نہیں محض نظر کا دھوکہ ہوتا ہے جبکہ موسیٰ علیہ السلام کو جو معجزے دیے گئے ان میں اس شے کی حقیقت ہی تبدیل ہو جاتی مثلاً لاٹھی کو پھینکنا تو اس کا حقیقت میں سانپ بن جانا، پہلو میں ہاتھ داخل کر کے باہر نکالتے تو اس ہاتھ سے روشنی نمودار ہوتی۔ پتھر کو لاٹھی مارتے اس سے چشمے پھوٹ پڑتے۔

❁:...... عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں یونان کے طبی علوم بڑے عروج پر تھے لیکن اس وقت کی یونانی طب پیدائشی نابینے کی بینائی واپس لانے سے قاصر تھی، اسی طرح پھلبہری کی مرض ان کے ہاں لاعلاج تھی اور خصوصاً مردے کو زندہ کرنا کہ جس سے آج کی سائنس بھی قاصر ہے تو یہ سب امراض کا علاج اور مردوں کو زندہ کرنا یہ معجزے اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو عطا کیے۔

❁:...... اور نبی کریم ﷺ جس قوم میں بھیجے گئے تھے وہ عرب تھے اور عرب اپنے آپ کو اہل زبان سمجھتے تھے اور اپنے علاوہ باقی سب کو عجم کہتے جو عجمہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی بے زبان یعنی چوپائے، جانور وغیرہ اور عرب اپنی زبان میں اتنے ماہر تھے کہ اگر کسی عورت کا خاوند فوت ہوتا تو وہ اس کی میت کے پاس کھڑے کھڑے فی البدیہ سینکڑوں اشعار پر مشتمل

مرثیہ کہہ دیتی، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس دعوے کے توڑ پر قرآن جیسی کتاب نازل فرمائی جو دیکھنے میں نثر ہے اور لیکن آیات کا اختتام نظم کے انداز میں مرتب ہے۔

قرآن کریم:

قرآن کریم اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ایسا معجزہ عطا فرمایا جس کی مثل آج تک عرب دنیا پیش نہ کر سکے بلکہ اللہ تعالیٰ نے بعض سورتوں کی ابتداء میں حروف مقطعات رکھے ہیں اور اس میں ان کو چیلنج کیا کہ یہ حروف تمھاری زبان کے ہیں اور ان کو اس انداز میں مرتب کرنے کا مطلب اور مفہوم کیا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کے بارے تین چیلنج کیے:

اس جیسی کتاب لاؤ:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا۝۸۸﴾

[بنی اسرائیل 17:88]

”کہہ دیجیے: یقیناً اگر تمام انسان اور جن اس (بات) پر جمع ہو جائیں کہ اس قرآن جیسا بنا لائیں تو وہ اس جیسا نہیں لا سکیں گے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔“

اس جیسی ایک سورت لاؤ:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَ ادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۝۲۳﴾ [البقرہ 2:23]

”اگر تم شک میں ہو اس سے جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا تو تم اس جیسی ایک سورت لے آؤ اور تم اپنے مددگاروں کو بلا لو جو اللہ کے علاوہ ہیں اگر تم سچے ہو۔“

اس جیسی ایک آیت لاؤ:

﴿فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ﴾ [الطور 52:34]

''پس چاہیے کہ وہ اس جیسی ایک بات لے آئیں اگر وہ سچے ہیں۔''

شقِ قمر:

جس طرح سابقہ امتوں نے اپنے انبیاء سے مطالبات کیے اسی طرح مشرکینِ مکہ نے بھی رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کیا اور مشرکین مکہ کا مقصد یہ تھا کہ آپ ﷺ کو عاجز اور خاموش کر دیا جائے اور آپ ﷺ پر ایمان لانے والوں کی تعداد جو دن بدن بڑھ رہی ہے اسے روکا جا سکے لہٰذا کفار مکہ اکٹھے ان میں سر فہرست ولید بن مغیرہ، ابو جہل بن ہشام، عاص بن وائل، عاص بن ہشام اور اسود بن عبد یغوث وغیرہ شامل تھے یہ لوگ آئے اور کہا: اگر آپ سچے ہیں تو ہمیں اس طرح چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھاؤ کہ آدھا چاند جبل ابی قبیس پر ہو اور آدھا چاند جبل ابی قُعَیقِعَان پر دکھائی دے۔

تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: إِنْ فَعَلْتُ تُؤْمِنُوا؟

اگر میں ایسا کر دکھاؤں تو کیا تم ایمان لے آؤ گے؟

تو ان سب نے کہا: جی ہاں۔

تو رسول اللہ ﷺ نے رب تعالیٰ کے سامنے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعا کو شرف قبولیت بخشا۔

چودھویں رات کا چاند تھا، چاند دو ٹکڑے ہو گیا آدھا چاند جبل ابی قبیس پر رونما ہوا اور آدھا چاند جبل قعیقعان پر رونما ہوا۔

تو اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِشْهَدُوا.)) [1]

''اے اہل مکہ! گواہ ہو جاؤ۔''

---

[1] صحيح مسلم: 2800.

تو بجائے اس کے کہ اہل مکہ ایمان لاتے بلکہ ہٹ دھرمی پر اتر آئے اور کہنے لگے ”یہ تو ابن ابی کبشہ کا جادو ہے۔“ ❶

واقعہ معراج:

نبی اکرم ﷺ کو دیگر انبیاء سے ہٹ کر جو انتہائی انوکھا اور منفرد معجزہ عطا کیا گیا وہ رسول اللہ ﷺ کا سفرِ معراج ہے کہ آپ ﷺ کو بیداری کی حالت میں ایک ہی رات میں مکہ مکرمہ سے بیت المقدس اور پھر بیت المقدس سے عرش معلیٰ تک کی سیر کرائی گئی لہٰذا یہ سفر دو مرحلوں میں تھا۔

پہلا مرحلہ: مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک: اور اس مرحلے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا﴾ [بنی اسرائیل 17:1]

”پاک ہے وہ (اللہ جو) اپنے بندے کو رات کے ایک حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے اردگرد کو ہم نے برکت دی ہے تاکہ اسے ہم اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں۔“

دوسرا مرحلہ: مسجد اقصیٰ سے عرش معلیٰ تک: اس مرحلے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے دو سورتوں میں بطور اشارہ بیان کیا ہے نمبر ایک سورہ بنی اسرائیل اور نمبر دو سورۃ نجم۔

تنا رونے لگا:

رسول اللہ ﷺ جس تنے سے ٹیک لگا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وعظ ونصیحت کرتے تھے جب آپ ﷺ کے لیے منبر بنایا گیا تو وہ تنا رونے لگا جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت ہے:

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ انصار کی ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی:

---

❶ دلائل النبوۃ لابی نعیم: 281/1.

((يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَلَا أَجْعَلُ لَكَ شَيْئًا تَقْعُدُ عَلَيْهِ فَإِنَّ لِي غُلَامًا نَجَّارًا .))

''اے اللہ کے رسول! کیا میں آپ کے لیے کوئی ایسی چیز نہ بنا لاؤں جس پر آپ بیٹھ جایا کریں؟ اس لیے کہ میرا غلام بڑھئی ہے۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِنْ شِئْتِ ''تم چاہو تو بنوالو''

لہٰذا اس عورت نے آپ ﷺ کے لیے منبر بنوایا جب جمعے کا دن ہوا رسول اللہ ﷺ تشریف لائے جب آپ ﷺ تنا چھوڑ کر منبر پر تشریف فرما ہوئے تو روایت میں ہے:

((فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ الَّتِي كَانَ يَخْطُبُ عِنْدَهَا حَتَّى كَادَتْ أَنْ تَنْشَقَّ))

''کھجور کا وہ تنا جس کے پاس کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے آہیں بھر کر چیخنے لگا اور قریب تھا کہ وہ پھٹ جائے۔''

((فَنَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى أَخَذَهَا فَضَمَّهَا إِلَيْهِ .))

''چنانچہ نبی اکرم ﷺ منبر سے اترے اور اسے اپنے گلے لگا لیا۔''

حدیث میں ہے:

((فَجَعَلَتْ تَئِنُّ أَنِينَ الصَّبِيِّ الَّذِي يُسَكَّتُ حَتَّى اسْتَقَرَّتْ .)) [1]

''وہ تنا ایسے بچے کی طرح سسکیاں لے کر رونے لگا جسے چپ کرایا جاتا ہے تا آنکہ وہ خاموش پڑ گیا۔''

امام حسن بصری رحمہ اللہ جب یہ واقعہ بیان کرتے تو کہتے:

"يا معشر المسلمين! الخشبة تحِنُّ إلى رَسُولِ اللّٰه ﷺ شَوْقًا إِلى لِقَائِهِ فَأَنْتُمْ احَقُّ أَنْ تَشْتَاقُوا إِلَيْهِ ." [2]

''اے مسلمانو! ایک لکڑی رسول اللہ ﷺ کی ملاقات کے شوق میں روتی ہے تو

---

[1] صحيح بخاری: 2095. [2] سير اعلام النبلا: 570/4.

تم زیادہ حق رکھتے ہو کہ تم رسول اللہ ﷺ (سے ملاقات) کا شوق کرو۔“

اللہ تعالیٰ ہمیں ہمارے والدین کو اہل و عیال کو آخرت میں رسول اللہ ﷺ کی رفاقت نصیب فرمائے۔ آمین

شجر و حجر میں معجزہ:

❁:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ ایک بدو رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ سے بات چیت کرنے لگا رسول اللہ ﷺ نے اسے اسلام کی دعوت تو وہ کہنے لگا: بِمَ اَعْرِفُ اَنَّكَ نَبِيٌّ میں کس چیز سے پہچانوں کہ آپ ﷺ نبی ہیں۔

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنْ دَعَوْتُ هٰذَا الْعِذْقَ مِنْ هٰذِهِ النَّخْلَةِ تَشْهَدُ اَنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ)) ❶

”اگر میں اس کھجور کے درخت کی ٹہنی کو بلاؤں اور وہ گواہی دے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔“

تو رسول اللہ ﷺ نے اسے بلایا چنانچہ وہ ٹہنی درخت سے اتری اور آپ ﷺ کے پاس آئی اور گواہی دی پھر رسول اللہ ﷺ نے اسے واپس اپنی جگہ پر لوٹنے کا کہا تو وہ واپس لوٹ گئی۔

❁:......حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنِّي لَاَعْرِفُ حَجَرًا بِمَكَّةَ كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيَّ قَبْلَ اَنْ اُبْعَثَ اِنِّي لَاَعْرِفُهُ الْآنَ .)) ❷

”میں مکہ میں اس پتھر کو اچھی طرح پہچانتا ہوں جو بعثت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا بلاشبہ میں اس پتھر کو اب بھی پہچانتا ہوں۔“

❁:......حضرت جابر بن عبداللہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریکِ سفر تھے آپ ﷺ ایک بڑے وسیع میدان میں جا رہے تھے کہ آپ ﷺ نے

---

❶ جامع ترمذی: 3628، الصحیحۃ: 3315۔ ❷ صحیح مسلم: 2277۔

قضائے حاجت کا ارادہ کیا میں بھی پانی لے کر آپ ﷺ کے ساتھ ہولیا آپ ﷺ چلتے رہے حتی کہ باقی ساتھیوں سے دور ہوگئے آپ ﷺ نے آس پاس دیکھا تو کوئی اوٹ نہ ملی۔ آپ ﷺ نے وادی کے کنارے دو درخت دیکھے آپ ﷺ پہلے ایک درخت کے پاس گئے اور اس درخت کی ایک ٹہنی پکڑ کر فرمایا:

((إِنْقَادِي عَلَيَّ بِإِذْنِ اللّٰه .))

''اللہ کے حکم سے میرے مطیع ہوجاؤ (اور میرے ساتھ چلو)''

تو وہ درخت نکیل ڈالے اونٹ کی طرح آپ کے ساتھ چل پڑا جب دونوں درختوں کے درمیان پہنچے تو اسے چھوڑ دیا تو وہ وہیں رک گیا پھر آپ ﷺ دوسرے درخت کے پاس گئے اور اس کی ایک ٹہنی کو پکڑ کر اسے بھی وہی بات کہی وہ بھی آپ ﷺ کا مطیع ہوکر چل پڑا اور درمیان جگہ میں آ گیا پھر آپ ﷺ نے ان دونوں کو حکم دیا:

''اِلْتَئِمَا عَلَيَّ بِإِذْنِ اللّٰه .''[1]

''اللہ کے حکم سے دونوں آپس میں اکٹھے ہو جاؤ مل جاؤ۔''

تو وہ دونوں درخت مل گئے رسول اللہ ﷺ کو قضائے حاجت کے لیے اوٹ مل گئی آپ ﷺ حاجت سے فارغ ہوئے اور وہاں سے واپس آگئے تو وہ دونوں درخت اپنی اپنی جگہ واپس چلے گئے۔

❀:...... مسند احمد کی روایت ہے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ بڑے افسردہ اور پریشان تھے اس لیے کہ مکہ کے کچھ بدبخت لوگوں نے آپ ﷺ پر اس قدر تشدد کیا کہ آپ ﷺ لہولہان ہوگئے آپ ﷺ کی پریشانی میں جبریل امین علیہ السلام تشریف فرما ہوئے اور پوچھا: مَا لَكَ؟ کیا ہوا آپ ﷺ کو؟ (آپ ﷺ پریشان کیوں ہیں؟)

تو رسول اللہ ﷺ نے اہل مکہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

[1] صحیح مسلم : 3012.

((فَعَلَ بِي هٰؤُلَاءِ وَ فَعَلُوْا .))

''ان لوگوں نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے۔''

تو جبریل امین علیہ السلام نے آپ ﷺ سے کہا: ((أَتُحِبُّ أَنْ أُرِيَكَ آيَةً .))

''آپ ﷺ پسند کریں تو میں آپ ﷺ کو ایک نشانی دکھاؤں؟''

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ دکھاؤ

تو جبریل امین علیہ السلام نے دور وادی کے پار ایک درخت دیکھا اور آپ ﷺ سے کہا:

((أُدْعُ بِتِلْكَ الشَّجَرَةِ)) ''اس درخت کو اپنے پاس بلائیے۔''

تو آپ ﷺ نے اس درخت کو اپنی طرف بلایا:

((فَجَاءَ تْ تَمْشِي حَتّٰى قَامَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ))

''وہ درخت اسی وقت چل پڑا حتیٰ کہ آپ ﷺ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔''

پھر جبریل امین علیہ السلام نے آپ ﷺ سے کہا: اب اسے حکم دیں کہ اپنی جگہ واپس پلٹ جائے تو رسول اللہ ﷺ نے اسے حکم دیا تو وہ درخت اپنی جگہ واپس چلا گیا۔

یہ ماجرا دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کو قلبی اطمینان ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((حَسْبِي)) ''میرے لیے یہی نشانی کافی ہے۔'' [1]

❀:...... حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ کے مضافات کی طرف نکلا:

((فَجَعَلَ لَا يَمُرُّ عَلٰى حَجَرٍ وَلَا شَجَرٍ إِلَّا سَلَّمَ عَلَيْهِ .)) [2]

''اللہ کے رسول ﷺ جس درخت یا پتھر کے پاس سے گزرتے وہی آپ کو سلام کہتا۔''

پانی میں معجزہ

❀:...... صحیح بخاری کی روایت ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک

[1] مسند احمد: 12112. [2] الصحیحة: 2670.

مرتبہ رسول اللہ ﷺ زوراء مقام پر تھے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں پانی کا برتن پیش کیا گیا آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک اس برتن میں رکھ دیا تو آپ ﷺ کی انگلیوں سے (چشمے کی مانند) پانی پھوٹنے لگا اور سب افراد نے وضو کیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ان کے شاگرد قتادہ رحمہ اللہ نے پوچھا: آپ کتنے افراد تھے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تین سو کے لگ بھگ تھے۔ ❶

❁:...... حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں شریک تھے کہ پانی ختم ہوگیا اور ہمیں پیاس کی شدت ستا رہی تھی اچانک ہم نے ایک عورت کو دیکھا جو سواری پر مشکیں لٹکائے آ رہی تھی ہم نے اس سے پانی کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ میرے گھر اور پانی کے درمیان ایک دن، رات کی مسافت ہے ہم سمجھ گئے کہ پانی بہت دور ہے لہٰذا اس عورت کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے حاضر کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے اس کی دونوں مشکوں کو کھولنے کا حکم دیا آپ ﷺ نے مشکوں پر ہاتھ پھیرا اللہ تعالیٰ نے برکت فرما دی سب افراد نے خوب سیر ہو کر پانی پیا اور اپنے سارے مشکیزے اور برتن بھر لیے۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے ﴿هَلْ جَزَآءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ﴾ کے تحت احسان کا بدلہ احسان کے ساتھ لٹانے کے طور پر اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا تمھارے پاس جو کچھ ہے میرے پاس لے آؤ چنانچہ صحابہؓ نے پیش کر دیا آپ نے کھجوریں اور روٹی کے ٹکڑے اس عورت کو دیے اور اس کے مشکیزے بھی اسی طرح پانی سے بھرے ہوئے واپس لوٹا دیے وہ عورت بڑی متعجب ہوئی وہ عورت اپنے قبیلے میں پہنچی تو سب لوگوں کو اکٹھا کیا اور کہنے لگی: میں آج بہت بڑے جادوگر سے ملی ہوں یا پھر وہ نبی ہے جیسا کہ اس کے ساتھی کہتے تھے بالآخر وہ عورت اور اس کا قبیلہ سب لوگ مسلمان ہو گئے۔ ❷

❁:...... حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنا ایک قصہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ

❶ صحیح بخاری: 3572. ❷ صحیح بخاری: 3571.

کے ساتھ جب لشکر میں واپس لوٹا تو چونکہ رسول اللہ ﷺ حاجت سے فارغ ہو کر لوٹے تھے اس لیے آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: يَا جَابِرُ نَادِ بِوَضُوءٍ.

اے جابر! اعلان کرو کہ (کسی کے پاس) وضوء کا پانی ہے۔

تو فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں سے پوچھا: کسی کے پاس وضوء کے لیے پانی ہے؟ اَلَا وَضُوءَ کیا وضوء کا پانی نہیں ہے، اَلَا وَضُوءَ؟ کیا وضوء کا پانی نہیں ہے؟

تو رسول اللہ ﷺ کو آ کر خبر دی کہ مجھے قافلے والوں سے ایک قطرہ پانی نہیں ملا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فلاں بن فلاں انصاری کے پاس جاؤ اور اس کے پرانے مشکیزے میں دیکھو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں گیا تو دیکھا کہ اس میں بھی پانی نہیں سوائے ایک قطرے کے بہر حال میں اسے لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا آپ ﷺ نے کچھ کلمات پڑھے مجھے ان کلمات کا پتا نہ چل سکا کہ وہ کون سے کلمات تھے۔

آپ ﷺ نے پھر اس مشکیزے کو الٹ پلٹ کیا پھر آپ ﷺ نے بڑا ٹب منگوایا اور اپنا دستِ مبارک اس ٹب میں رکھا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہا:

((خُذْ يَا جَابِرُ! فَصُبَّ عَلَيَّ وَ قُلْ: بِسْمِ اللّٰهِ .))

''اے جابر! یہ مشکیزہ پکڑو اور بسم اللہ پڑھ کر میرے ہاتھ پر انڈیل دو۔''

تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بسم اللہ پڑھ کر مشکیزے میں موجود جو تھوڑا سا پانی تھا وہ آپ ﷺ کے ہاتھوں پر بہا دیا تو آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی پھوٹنے لگا حتی کہ ٹب بھر گیا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہا:

"يَا جَابِرُ! مَنْ كَانَ لَهُ حَاجَةٌ بِمَاءٍ ." [1]

''اے جابر رضی اللہ عنہ! اعلان کر دو کہ جسے پانی کی ضرورت ہو وہ پانی لے جائے۔''

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خود بھی سیر ہو کر پیا اپنے جانوروں اور سواریوں کو بھی پلایا اور

[1] صحیح مسلم: 3013.

اپنے برتن بھی بھر لیے یہ تھی رسول اللہ ﷺ کی اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے لیے خیر و برکت۔

کھانے میں معجزہ:

❁:...... رسول اللہ ﷺ حدیبیہ سے واپس آ رہے تھے کہ جب آپ وادی عسفان میں پہنچے تو خوراک کی قلت ہوگئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے اونٹ ذبح کرنے کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے اجازت دے دی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم ہوا تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ یہ کام نہ کریں کیونکہ اگر دشمن سے سامنا ہوگیا تو صورت حال بہت نازک ہوگی اور ویسے بھی اگر سواریاں کم پڑ گئیں تو سفر کی صعوبت بڑھ جائے گی بہتر یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنے اصحاب سے کہیے کہ ان کے پاس جو کچھ ہے وہ جمع کر لیں اور آپ ﷺ ان کے لیے دعائے برکت فرما دیں تو رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم چودہ سو افراد نے کھانا کھایا پھر بھی باقی بچ گیا حتی کہ ہم نے اپنے برتن بھر لیے رسول اللہ ﷺ یہ ماجرا دیکھ کر انتہائی مسکرائے کہ آپ کی مبارک داڑھیں نظر آنے لگیں پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهِ لَا يَلْقَى اللّٰهَ تَعَالٰى عَبْدٌ مُؤْمِنٌ بِهِمَا إِلَّا حُجِبَ مِنَ النَّارِ .)) [1]

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں اور بلاشبہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اللہ کی قسم! جو شخص بھی ان دونوں پر ایمان کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے ملے گا یقیناً جہنم سے دور کر دیا جائے گا۔''

اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے:

((إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ .)) [2]

''مگر وہ شخص جنت میں داخل ہوگا۔''

---

[1] سبل الهدیٰ والرشاد: 95/5. [2] صحیح مسلم: 27.

❁:......صحیح بخاری کی روایت ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((وَلَقَدْ كُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِيحَ الطَّعَامِ وَهُوَ يُؤْكَلُ)) [1]

''بسا اوقات ہم (رسول اللہ ﷺ کے ساتھ) کھانا کھا رہے ہوتے تو کھانے میں سے تسبیح کی آواز سنتے تھے۔''

❁:......حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ خندق والے دن نبی اکرم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم بڑی دلجمعی سے خندق کھود رہے تھے اور بھوک کی شدت بھی ستا رہی تھی تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے گھر جانے کی اجازت مانگی اور گھر آیا۔ آ کر بیوی کو ساری صورتحال بیان کی اور کہا:

((رَأَيْتُ بِالنَّبِيِّ شَيْئًا مَا كَانَ فِي ذَالِكَ صَبْرٌ.))

''آج میں نے نبی اکرم ﷺ کو اس حالت میں دیکھا ہے جو مجھ سے برداشت نہیں ہوسکی۔''

لہٰذا تمھارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ انھوں نے ایک تھیلی سے جَو نکالے جو تقریباً ایک صاع کے قریب تھے اور گھر میں ایک بکری تھی اسے ذبح کرلیا۔

بیوی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو علیحدگی میں دعوت دینا اور کہنا کہ آپ ﷺ اپنے ساتھ چند ساتھیوں کو لے کر حاضر ہوں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اسی طریقے سے جا کر دعوت دی تو رسول اللہ ﷺ نے بآواز بلند اعلان فرما دیا:

((يَا أَهْلَ الْخَنْدَقِ إِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ سُؤْرًا فَحَيَّ هَلًا بِكُمْ.))

''''اے اہل خندق! جابر نے تمھارے لیے دعوت کی ہے اس لیے تم میرے ساتھ چلو۔''

پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہا:

[1] صحیح بخاری: 3579.

((قُلْ لَهَا لَا تَنْزِعِ الْبُرْمَةَ وَلَا الْخُبْزَ مِنَ التَّنُّورِ حَتَّى آتِيَ .))

"بیوی سے کہنا کہ وہ میرے آنے تک نہ ہنڈیا چولہے سے اتارے اور نہ تنور میں روٹی لگائے۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ تیزی سے گھر لوٹے سارا ماجرا سنایا تو بیوی نے ملامت کی اتنے میں رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لے آئے آپ ﷺ نے آٹے میں معمولی سا لعاب دہن پھینکا پھر ہنڈیا کے پاس گئے اور اس میں بھی کچھ لعاب ڈال دیا اور فرمایا:

((ادْعُ خَابِزَةً فَلْتَخْبِزْ مَعَكِ وَاقْدَحِي مِنْ بُرْمَتِكُمْ وَلَا تُنْزِلُوهَا))

"ایک روٹی پکانے والی بلالو تاکہ وہ تمھارے ساتھ روٹیاں پکائے اور اپنی ہانڈی سے پیالے میں سالن ڈالتی رہو اور ہنڈیا چولہے سے نہ اتارنا۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم ایک ہزار تھے پھر بھی سب نے سیر ہو کر کھانا کھایا اس کے باوجود ہنڈیا جوں کی توں اور آٹا بھی ویسے کا ویسے۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بیوی سے کہا:

((كُلِي هَذَا وَأَهْدِي فَإِنَّ النَّاسَ أَصَابَتْهُمْ مَجَاعَةٌ .))[1]

"خود بھی کھاؤ اور لوگوں کو بھی تحفہ بھیجو کیوں کہ لوگ بھوک کا شکار ہیں۔"

✿:...... اسی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو میری والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے مجھ سے کہا کیوں نہ اس مبارک اور خوشی کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے لیے کچھ پکا کر تحفہ بھیجیں تو میں نے کہا کیوں نہیں۔ تو میری والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کھجور، پنیر اور گھی سے حلوہ بنایا جیسے حَیْسَہ کہتے ہیں اور آج بھی اہل مدینہ اسے بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔

اس حلوے کو ایک ہنڈیا میں تیار کیا اور ساری ہنڈیا ہی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیج دی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے رکھ دو اور فرمایا: فلاں فلاں کو بلالو پھر فرمایا جو بھی

[1] صحیح بخاری : 4101 ، 4102 ، صحیح مسلم : 2039 .

تمھیں راستے میں ملے اسے دعوت دے دو۔

آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ مبارک حلوے کے اوپر کیے اور پھر کچھ کلمات پڑھے اور دعائے برکت کی پھر آپ ﷺ دس دس افراد کو بلاتے اور فرماتے:

((أُذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ وَلْيَاكُلْ كُلُّ رَجُلٍ مِمَّا يَلِيهِ .)) [1]

''اللہ کا نام لو اور ہر شخص اپنے آگے سے کھائے۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ان کے شاگرد جعد نے پوچھا: وہ کل کتنے افراد تھے؟ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تین سو کے قریب تھے۔

حیوانات میں معجزے:

❁:......حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا آپ ﷺ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے دیکھا تو وہاں ایک اونٹ تھا، جب اس اونٹ نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا تو رونے والی آواز نکالی اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، نبی اکرم ﷺ اس کے پاس آئے اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ چپ ہو گیا پھر آپ ﷺ نے پوچھا:

((مَنْ رَبُّ هٰذَا الْجَمَلِ؟ لِمَنْ هٰذَا الْجَمَلُ؟))

''اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ یہ کس کا اونٹ ہے؟''

تو ایک انصاری نوجوان آیا اور کہا:

((لِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ .))

''اے اللہ کے رسول! یہ میرا ہے۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَفَلَا تَتَّقِي اللّٰهَ فِي هٰذِهِ الْبَهِيمَةِ الَّتِي مَلَّكَكَ اللّٰهُ إِيَّاهَا فَإِنَّهُ شَكَا إِلَيَّ أَنَّكَ تُجِيعُهُ وَتُدْئِبُهُ)) [2]

[1] صحيح بخاري : 5163 ، صحيح مسلم : 1428 . [2] سنن ابی داؤد : 2549 .

”کیا تو اس جانور کے بارے اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا جس کا اس نے تجھ کو مالک بنایا ہے، اس نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے اور بہت تھکاتا ہے۔“

❁:...... مسند احمد میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک انصاری خاندان تھا جن کے پاس ایک ہی اونٹ تھا اور ان کی گزر بسر اس اونٹ کے ذریعے تھی ایک دن وہ اونٹ بپھر گیا اور باؤلا ہوگیا۔ یہ سرکش اونٹ کسی کو قریب نہیں آنے دے رہا تھا تو اس اونٹ کے مالکان رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شکایت کی کہ: وہ اونٹ سرکش ہوگیا ہے، کھجوریں اور کھیتی پیاسی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لیا اور باغ میں تشریف لے گئے آپ ﷺ جب باغ میں داخل ہوئے تو اونٹ کے مالکان نے کہا: اللہ کے رسول! دھیان سے یہ کتے کی طرح باؤلا ہو چکا ہے۔

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لَيْسَ عَلَيَّ مِنْهُ بَأْسٌ)) ”مجھے اس سے کوئی خطرہ نہیں۔“

((فَلَمَّا نَظَرَ الْجَمَلُ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَقْبَلَ نَحْوَهُ حَتَّى خَرَّ سَاجِدًا بَيْنَ يَدَيْهِ .))

”جب اس اونٹ نے رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھا تو آپ ﷺ کی طرف آیا یہاں تک کہ آپ ﷺ کے سامنے سجدہ ریز ہوگیا۔“

تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی پیشانی سے پکڑا اور اسے دوبارہ اس کے کام پر لگا دیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب یہ معاملہ دیکھا تو کہنے لگے:

((يَا نَبِيَّ اللّٰهِ هٰذِهِ بَهِيمَةٌ لَا تَعْقِلُ تَسْجُدُ لَكَ وَ نَحْنُ نَعْقِلُ فَنَحْنُ اَحَقُّ أَنْ نَسْجُدَ لَكَ .))

اے اللہ کے نبی ﷺ! یہ جانور ہو کر جسے عقل بھی نہیں آپ ﷺ کو سجدہ کر رہا ہے جبکہ ہم عقل مند ہیں ہم تو زیادہ حق رکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کو سجدہ کریں۔“

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَصْلُحُ لِبَشَرٍ أَنْ يَسْجُدَ لِبَشَرٍ وَلَوْ صَلَحَ لِبَشَرٍ أَنْ يَسْجُدَ لِبَشَرٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا مِنْ عِظَمِ حَقِّهِ عَلَيْهَا.)) [1]

''کسی انسان کے لیے درست نہیں کہ وہ کسی دوسرے انسان کو سجدہ کرے، اگر کسی انسان کا، انسان کو سجدہ کرنا روا ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے کیونکہ بیوی پر شوہر کا بہت بڑا حق ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کو جو رب تعالیٰ نے معجزات عطا کیے وہ بے شمار ہیں البتہ بعض اہل علم نے کم وبیش ایک ہزار ذکر کیے ہیں جیسے امام بیہقی رحمہ اللہ اور امام شرف الدین نووی رحمہ اللہ نے بارہ سو ذکر کیے ہیں بہر حال یہ ناممکن ہے کہ جمعہ کے خطبہ میں سارے بیان ہوں اللہ کی توفیق سے میں نے چند چیدہ چیدہ ذکر کیے ہیں ان معجزات کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی شان وعظمت کو سمجھا جائے آپ ﷺ کے مقام کو پہنچانا جائے اور پھر اس مقام کی قدر کرتے ہوئے آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کو اپنی زندگیوں کے سانچے میں ڈھالا جائے اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ احباب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

[1] مسند احمد: 12614 صحیح بشواهده.

رسول اللہ ﷺ کے اسمائے گرامی

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ . اَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ﴾

[الفتح 48:29]

”محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں نہایت رحم دل ہیں۔“

ہر قسم کی حمد و ثنا، کبریائی بڑائی اللہ رب العزت کے لیے، درود و سلام امام الانبیاء، ختم الرسل، سید البشر جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ بابرکت کے واسطے۔

محترم سامعین! آج کے خطبے کا موضوع ”رسول اللہ ﷺ کے اسمائے گرامی“ کے حوالے سے ہے اللہ تعالیٰ حق سچ بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

عزیز بھائیو! اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اسم با مسمیٰ بنایا تھا یعنی جو معنیٰ اور مفہوم آپ ﷺ کے نام میں مضمر تھا وہ وصف آپ ﷺ میں بدرجۂ اتم پایا جاتا تھا۔ آپ احباب نے اپنی زندگی میں ایسے لوگ ضرور دیکھے ہوں گے کہ جن کا نام تو بہت پیارا ہے نام کا مطلب اور مفہوم بہت اچھا ہے لیکن وہ شخص جس کا یہ نام ہے اس میں وہ وصف پایا نہیں جاتا

مثال کے طور ایک شخص کا نام "صالح" ہے یعنی نیک انسان لیکن نیک لوگوں والی اس میں کوئی خصلت نہیں ہوتی جیسے ایک مشہور کہاوت آپ نے سنی ہوگی

نہ پڑھے نہ لکھے اور نام محمد فاضل

لیکن رسول اللہ ﷺ کے نام کا جو مطلب و مفہوم ہے وہ وصف رسول اللہ ﷺ میں صفاتی طور پر موجود بھی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ذاتی نام محمد ﷺ اور احمد ہے اللہ تعالیٰ نے اسم محمد قرآن مجید میں چار مقامات پر ذکر فرمایا ہے:

پہلا مقام: سورۃ آل عمران میں جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۗ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا ۗ وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ۝﴾ [آل عمران 3:144]

"اور نہیں ہیں محمد ﷺ مگر ایک رسول تحقیق ان سے پہلے بھی کئی رسول گزر چکے ہیں، کیا پھر اگر وہ فوت ہو جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے؟ اور جو کوئی اپنی ایڑیوں پر پھر جائے تو وہ ہرگز اللہ تعالیٰ کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور اللہ تعالیٰ عنقریب شکر کرنے والوں کو جزا دے گا۔"

دوسرا مقام: سورۃ احزاب میں جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَٰكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝﴾ [الاحزاب 33:40]

"محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔"

تیسرا مقام: سورۃ محمد میں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ

رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ۝ ﴾ [محمد 2:47]

''اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے اور ایمان لائے اس پر جو نازل کیا گیا محمد ﷺ پر اور وہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے اللہ نے ان سے ان کی برائیاں دور کر دیں اور ان کی حالت کی اصلاح کر دی۔''

چوتھا مقام: سورہ فتح میں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ ﴾

[الفتح 29:48]

''محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں کفار پر بڑے سخت ہیں آپس میں بڑے مہربان ہیں۔''

اور اسم محمد وہ اسم ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب کو قیامت کے دن پکاریں گے:

"يَا محمدُ! اِرْفعْ رَاْسَكَ سَلْ تُعْطَ وَ قُلْ تُسْمَعْ وَاشفعْ تُشَفَّعْ"

اے محمد! اپنے سر کو اٹھایئے جو مانگو گے دیا جائے گا، اور کہو تمھاری بات سنی جائے گی اور سفارش کرو تمھاری سفارش قبول کی جائے گی۔

اسمِ محمد وہ اسم ہے جس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ اپنا ذکر کرتے جیسے

...... أنا محمد بن عبدالله — میں محمد بن عبداللہ ہوں

...... یافاطمة بن محمد! — اے محمد کی بیٹی فاطمہ!

...... والذي نفس محمد بيده

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے

...... اسی نام سے اپنے خطوط کو شروع کرتے جیسے

من محمد رسول الله إلى فلان ....

...... جنت کے دربان کو آپ ﷺ یہی نام بتائیں گے تو وہ آپ ﷺ کے لیے دروازہ

کھول دے گا۔

...... یہی نام آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کے لیے تجویز کیا اور قریش کے سامنے ذکر کیا۔

احمد

نبی اکرم ﷺ کا دوسرا نام احمد تھا یہ نام آپ ﷺ کی والدہ نے آپ کے لیے تجویز کیا اور قرآن کریم میں یہ نام ایک مرتبہ ذکر ہے جیسا کہ سورہ صف میں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا:

﴿وَ اِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ﴾ [الصف 6:61]

"اور جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا اے بنو اسرائیل! بے شک میں تمھاری طرف اللہ کا رسول ہوں اور تصدیق کرنے والا ہوں اس کتاب کی جو مجھ سے پہلے ہے یعنی تورات اور خوشخبری دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہوگا"

رسول اللہ ﷺ کے ان دونوں ناموں میں بہت زیادہ مبالغہ اور انفرادیت کا معنی پایا جاتا ہے جیسے کہ نامِ محمد کا مطلب کہ وہ ہستی جس کی تعریف و نعت زمین و آسمان میں سب سے زیادہ کی گئی ہو۔

اور نامِ احمد کا مطلب وہ ہستی جو زمین و آسمان میں سب سے بڑھ کر اپنے رب کی تعریف اور حمد بیان کرنے والی ہے لہٰذا یہ دونوں آپ ﷺ کے نام بھی ہیں اور آپ ﷺ کے وصف بھی۔

صحیح مسلم میں سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں اپنے نام بیان کیے اور فرمایا:

((اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَحْمَدُ وَالْمُقَفِّي وَالْحَاشِرُ وَنَبِيُّ التَّوْبَةِ وَنَبِيُّ الرَّحْمَةِ .)) ❶

''میں محمد ہوں اور احمد ہوں اور مقفی (آخر میں آنے والا) ہوں اور حاشر ہوں نبی توبہ اور نبی رحمت ہوں۔''

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے دو ذاتی نام اور چار صفاتی نام بیان ہوئے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

محمد ﷺ اور احمد ﷺ یہ دو ذاتی نام ہیں جن کی پہلے میں نے وضاحت کر دی ہے۔

''مُقَفِّي'' کے معنی ہیں آخر میں آنے والا یہ آپ ﷺ کا صفاتی نام ہے اور اس کی تائید میں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس نام کا ہم معنی نام ''خاتم النّبیین'' ذکر فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴾ [الاحزاب 40:33]

''محمد ﷺ تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النّبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

تو معلوم ہوا کہ مقفی اور خاتم النّبیین کا باہم ملتا جلتا مفہوم ہے اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں اسی مفہوم میں ایک تیسرا نام بھی مذکور ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَ اَنَا العَاقِبُ الذي لَيْسَ بَعْدَه نَبِيٌّ .)) ❷

''اور میں عاقب ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔''

لہٰذا ختم نبوت کے اثبات میں کتاب وسنت میں تین نام موجود ہیں سب سے پہلے خاتم النّبیین پھر مُقَفِّي جس کے معنی آخر میں آنے والا اور تیسرے نمبر پہ العاقب جس کے معنی پیچھے آنے والا کہ جس کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

❶ صحیح مسلم : 2355 . ❷ صحیح مسلم : 2354 .

الحاشر:

صحیح مسلم کی روایت میں چوتھا نام جو مذکور ہے وہ ہے حاشر جس کے معنی جمع کرنے والا اور رسول اللہ ﷺ نے حاشر نام کی وجہ تسمیہ خود بیان فرما دی لہٰذا فرمایا:

((وَ اَنَا الحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى عَقِبِي .))

''اور میں حاشر (جمع کرنے والا) ہوں کہ لوگوں کو میرے پیچھے حشر کے میدان میں جمع کیا جائے گا۔''

اس نام کی دلالت یہ ہوئی کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کو دی گئی شریعت آخری شریعت ہے نہ آپ کے بعد کوئی نبی ہے اور نہ آپ کے دین کے بعد کوئی نیا دین آئے گا اور یہ امت بھی آخری امت ہے اس کے بعد صرف اور صرف قیامت ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمانِ گرامی ہے:

((بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ .)) [1]

''مجھے اور قیامت کو ان دو انگلیوں کی طرح بھیجا گیا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے اپنی شہادت والی اور درمیان والی انگلی کو باہم آپس میں ملایا اور اشارہ کیا کہ جیسے ان دونوں کے درمیان کوئی تیسری چیز نہیں اسی طرح میرے بھیجے جانے کے درمیان اور قیامت کے وقوع کے درمیان کوئی نبی یا کوئی دین حائل نہیں ہے یعنی میرے بعد صرف قیامت ہی آئے گی اور لوگ محشر میں اکٹھے کیے جائیں گے۔

نبی التوبۃ

صحیح مسلم کی روایت میں پانچواں نام جو بیان ہوا ہے وہ ہے نبی التوبۃ ہونا۔ نبی اکرم ﷺ کے صحابہ سے اگر کوئی گناہ ہو جاتا تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے اگر کسی نے ایسے گناہ کا ارتکاب کیا ہوتا جس پر حد لگتی ہو تو آپ ﷺ اس پر حد نافذ کرتے اور پھر اس کے لیے دعا کرتے اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتے جیسا کہ سنن ابی داؤد میں

[1] جامع ترمذی: 2214.

حدیث ہے کہ ایک چور چوری کے جرم میں پکڑا گیا تو آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا جب اس پر حد نافذ کردی گئی تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: اِسْتَغْفِرِ اللّٰهَ وَ تُبْ إِلَيْهِ .

''اللہ سے معافی مانگو اور توبہ کرو'' تو اس چور نے یہ کلمات کہے: أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَ أَتُوْبُ إِلَيْهِ . میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔ [1]

اور اگر کوئی ایسا گناہ کرتا جس پر حد نہ لگتی ہو تو آپ ﷺ اس کے لیے بخشش کی دعا فرما دیتے جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴾ [النسآء 4:64]

''اور اگر واقعی یہ لوگ جب انھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا تیرے پاس آتے پھر اللہ سے بخشش مانگتے اور رسول (بھی) ان کے لیے بخشش مانگتا تو اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا بہت مہربان پاتے۔''

اس آیت سے دو باتیں سمجھ آتی ہیں:

پہلی بات: گناہوں سے معافی صرف اللہ تعالیٰ سے مانگی جائے گی۔

دوسری بات: رسول اللہ ﷺ کا کسی کے لیے بخشش طلب کرنا یہ صرف آپ ﷺ کی زندگی کے ساتھ خاص تھا آپ ﷺ کے دنیا سے جانے کے بعد کسی کا رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے معافی مانگنا جائز نہیں۔

نبی الرحمۃ

صحیح مسلم کی روایت میں چھٹا نام رسول اللہ ﷺ کا نبیِ رحمت ہونا ہے آپ ﷺ جن و انس کے لیے، حیوانات کے لیے، نباتات کے لیے سراپا رحمت بنا کر بھیجے گئے جیسا کہ قرآن اس بات کی گواہی دیتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الانبیاء 21:107]

---

[1] سنن ابی داؤد: 4380، ضعیف۔

”اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر۔“

رسول اللہ ﷺ کے آنے سے اللہ تعالیٰ نے اس امت سے بڑے بوجھ اتار دیے اور بہت سی مشقتیں ختم کر دیں، اور بہت سے احکام میں رخصت اور آسانیاں فرما دیں۔

الماحی

محترم سامعین! میں آپ احباب کو صحیحین کی ایک اور روایت سناتا ہوں جس میں رسول اللہ ﷺ نے اپنا ایک اور نام بتایا ہے اور وہ ہے الماحی چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

((وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُو اللَّهُ بِيَ الْكُفْرَ)) ❶

”اور میں ماحی (مٹانے والا) ہوں جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹاتا ہے۔“

یقیناً آپ ﷺ کے آنے سے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق سے کفر و شرک اور گمراہی اور جہالت کے اندھیروں کو ہٹا دیا ہر ایک کے سامنے جھکنے والے صرف ایک اللہ کے سامنے جھکنے والے بن گئے، چور اور ڈاکو محافظ بن گئے، عزت لوٹنے والے اور بدکار، عفیف اور پاکدامن بن گئے رات بھر رقص و سرور اور شعر گوئی کی محافل قائم کرنے والے رات بھر مصلے پر کھڑے ہو کر قرآن پڑھنے والے اور رونے والے بن گئے۔

عبداللہ

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے صفاتی ناموں میں سے ایک نام عبداللہ بھی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿١٩﴾﴾

[الجن 72:19]

”اور بلاشبہ شان یہ ہے کہ جب اللہ کا بندہ (محمد ﷺ) اسے پکارنے کے لیے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ وہ سارے اس پر بھیڑ کرتے ہوئے اکٹھے ہو جاتے۔“

جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

❶ صحيح بخاري: 3532 و صحيح مسلم: 2354.

((لَا تُطْرُونِی كَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی ابْنَ مَرْيَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُه فَقُوْلُوْا عَبْدُاللّٰهِ وَ رَسُوْلُهٗ .)) ❶

مجھے ایسا نہ بڑھاؤ جس طرح نصاریٰ نے ابن مریم کو بڑھا دیا، بس میں تو صرف اس (اللہ) کا بندہ ہوں، اس لیے تم یوں کہا کرو: آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

لہٰذا آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے عبداللہ کہو یعنی مجھے اللہ کا بندہ کہو اور اس میں ان لوگوں کا بھی رد ہے جو آپ ﷺ کی بشریت کے انکاری ہیں اور آپ ﷺ کو نور من نور اللہ کہتے ہیں۔

شاہد، مبشر، نذیر، داعی الی اللہ، سراج منیر:

قرآن کریم کے ایک مقام میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے چند صفاتی نام ذکر کیے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًاۙ۝ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا۝ ﴾ [الاحزاب 33:45، 46]

”اے نبی! یقیناً ہم ہی نے آپ ﷺ کو گواہی دینے والا، خوشخبری دینے والا، ڈرانے والا، اللہ کی طرف بلانے والا اس کے حکم سے، اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔“

شاہد

یہ رسول اللہ ﷺ کا صفاتی نام ہے اور اس کا مطلب ”گواہی دینے والا“ اور آپ ﷺ اپنی امت پر گواہ ہوں گے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا:

﴿ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًاؕ۝ ﴾

[النسآء 4:41]

”پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور (اے رسول) ہم آپ کو ان پر گواہ لائیں گے۔“

❶ صحیح بخاري: 3445.

لہٰذا رسول اللہ ﷺ اس امت تک دعوت کو پہنچانے کی گواہی دیں گے اور رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا:

((أَنْتُمْ تُسْأَلُوْنَ عَنِّي فَمَا أَنْتُم قَائِلُوْنَ؟))

''تم لوگوں سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو تم کیا کہو گے؟''

تو سب موجود حاضرین نے کہا:

((نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَأَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ)) [1]

''ہم گواہی دیں گے کہ یقیناً آپ نے (کماحقہ دین) پہنچا دیا، (اللہ کی طرف سے سونپی گئی) امانت ادا کر دی اور آپ نے امت کی ہر طرح سے خیر خواہی کی۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی شہادت والی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی پھر لوگوں کیطرف اس کا رخ کرتے ہوئے تین مرتبہ فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ ، اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ ، اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ))

اے اللہ! تو گواہ ہو جا، اے اللہ! تو گواہ ہو جا، اے اللہ! تو گواہ ہو جا

لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت تک اس دین کی امانت کو پہنچا دینے پر صحابہ رضی اللہ عنہم سے گواہی طلب کی تو سب نے گواہی دے دی تو رسول اللہ ﷺ نے اس پر اللہ کو بھی گواہ بنا لیا۔

اور اسی بات کی قیامت کے دن ہر نبی گواہی دے گا کہ اے اللہ! میں نے تیری مخلوق تک تیرے دین کو پہنچا دیا تھا۔

اشکال:

بعض لوگ اس بات سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ گواہ تو وہ ہوتا ہے جو موقع پر موجود ہو اور اللہ کے رسول گواہ تب ہی ہوں گے جب آپ ﷺ حاضر ناظر تصور کیے جائیں وگرنہ گواہی کا کیا مطلب ہوا لہٰذا رسول اللہ ﷺ ہر جگہ حاضر ناظر ہیں۔

---

[1] صحیح مسلم : 1218 .

جواب:

اس اشکال کے مندرجہ ذیل جوابات ہیں:

1: اگر ہر قسم کی گواہی میں گواہ کا موجود ہونا ضروری ہے تو پھر قرآن کریم کی اس آیت کا کیا مطلب ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ [البقرة 2:143]

"اسی طرح ہم نے تمھیں افضل امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہو جائیں۔"

اس کا مطلب یہ ہوا کہ صرف رسول اللہ ﷺ اکیلے ہی حاضر ناظر نہیں پوری امت ہی حاضر ناظر ہے تم بھی ہر جگہ حاضر ناظر ہو جبکہ اس بات کے قائل تو تم بھی نہیں ہو۔

اس گواہی کی تفسیر اور وضاحت صحیح بخاری کی روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يَجِيءُ نُوحٌ وَأُمَّتُهُ فَيَقُولُ اللّٰهُ تَعَالَى هَلْ بَلَّغْتَ فَيَقُولُ نَعَمْ أَيْ رَبِّ .))

"قیامت کے دن نوح علیہ السلام اور ان کی امت آئے گی تو اللہ تعالیٰ (نوح علیہ السلام سے) پوچھیں گے: کیا تو نے (امت کو) پہنچا دیا تھا تو وہ کہیں گے: ہاں میرے رب (میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا تھا۔)"

پھر اللہ تعالیٰ ان کی امت سے دریافت کریں گے:

((هَلْ بَلَّغَكُمْ))

"کیا انھوں نے تمھیں (میرا پیغام) پہنچایا تھا؟"

تو نوح علیہ السلام کے امتی کہیں گے:

((لَا مَا جَائَنَا مِنْ نَبِيٍّ))

”نہیں! ہمارے پاس تیرا کوئی نبی نہیں آیا۔“

تو اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے فرمائیں گے:

((مَنْ يَشْهَدُ لَكَ))

”تمھارا کوئی گواہ ہے؟“

تو نوح علیہ السلام کہیں گے:

((مُحَمَّدٌ ﷺ وَأُمَّتُهُ))

”محمد ﷺ اور اس کی امت کے لوگ میرے گواہ ہیں۔“

((فَتَشْهَدُ أَنَّهُ قَدْ بَلَّغَ .)) [1]

تو وہ (میری امت) گواہی دے گی کہ نوح علیہ السلام نے اپنی امت کو دعوت دی تھی اور اللہ کا حکم پہنچا دیا تھا اور سنن ابن ماجہ میں یہی روایت ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ امت محمدیہ سے پوچھیں گے: وَمَا عِلْمُكُمْ بِذَلِكَ؟ تمھیں اس بات کا کیسے علم ہوا؟

تو امتِ محمدیہ کے لوگ کہیں گے:

((أَخْبَرَنَا نَبِيُّنَا بِذَلِكَ أَنَّ الرُّسُلَ قَدْ بَلَّغُوا فَصَدَّقْنَاهُ .)) [2]

”ہمیں اس بات کی خبر ہمارے نبی ﷺ نے دی تھی کہ تمام انبیاء نے (اپنی اپنی امت کو) تیرے پیغام پہنچائے تھے تو ہم نے (اپنے) اس نبی کی تصدیق کی۔“

تو معلوم ہوا کہ یہاں گواہی سے مراد جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہم کو سابقہ امتوں کے بارے یا اس امت کے بارے جو خبر دی ہے ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں اور اس پر گواہ ہیں نہ کہ یہ امتِ محمدیہ کے لوگ حاضر ناظر ہیں اور یہی مطلب رسول اللہ ﷺ کی گواہی کا ہے کہ وہ اس امت پر گواہ ہوں گے۔

2: اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے اعتبار سے عرش پر مستوی ہیں اور اپنے علم کے اعتبار سے ہر چیز سے باخبر ہیں اور اپنے عرش سے ہر چیز کو دیکھنے والے ہیں تو جب اللہ تعالیٰ اپنے

---

[1] صحیح بخاری: 3339. [2] سنن ابن ماجه: 4284.

وجود کے اعتبار سے ہر جگہ حاضر نہیں ہیں تو رسول اللہ ﷺ ہر جگہ کیسے حاضر ناظر ہو سکتے ہیں بلکہ اس اعتقاد سے تو ہم نے رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ سے بھی بڑھا دیا۔

مبشر و نذیر:

مذکورہ آیت کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کا وصف بشیر اور نذیر بھی ذکر کیا ہے جس کا مطلب نیکوکار اور فرماں بردار لوگوں کو، انبیاء کے راستے کی پیروی کرنے والوں کو، جنت کی بشارت سنانے والا اور نافرماں لوگوں کو، اور انبیاء کے مخالفین کو، جہنم سے ڈرانے والا۔

داعی الی اللہ:

رسول اللہ ﷺ کا ایک وصفی نام داعی الی اللہ کیونکہ تمام انبیاء اپنی اپنی امتوں کو صرف رب تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں اور یہی انبیاء کا مشن ہوتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ [آل عمران 79:3]

”کسی بشر کے لیے یہ (بات) لائق نہیں کہ اللہ اسے کتاب، حکم اور نبوت دے اور پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔“

لہٰذا معلوم ہوا کہ انبیاء کی دعوت ہی یہ ہوتی ہے کہ مخلوق کو خالق سے جوڑ دیا جائے اور انسان اپنے خالق و مالک کو پہچانیں اور صرف اسی کی بندگی کریں۔

دعوت الی اللہ کے بارے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو یوں حکم دیا:

﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ﴾

[یوسف 108:12]

”کہہ دیجیے: یہی میرا راستہ ہے میں (تمھیں) اللہ کی طرف بلاتا ہوں بصیرت کے ساتھ، میں اور جس نے میری پیروی کی۔“

سراج منیر

آپ ﷺ کو ایک روشن چراغ سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح ایک چراغ جلے تو اس کے آس پاس سے اندھیرا ختم ہو جاتا ہے اسی طرح آپ ﷺ کے آنے سے ظلمت و گمراہی کے اندھیرے ختم ہوئے۔

اسی طرح بعض سورتوں کے شروع میں بھی آپ ﷺ کے صفاتی نام ذکر کیے گئے ہیں اور ان ناموں کے ذکر کرنے میں اللہ تعالیٰ کی اپنے حبیب سے محبت کے مظاہر نمایاں ہوتے ہیں مثال کے طور پر

- ﴿ يَاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ ﴾ [المزمل 73:1، 2]

"اے کپڑے میں لپٹنے والے! رات کے کچھ حصہ میں قیام کیجیے۔"

- ﴿ يَاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ ﴾ [المدثر : 74:1، 2]

"اے کمبل میں لپٹنے والے! اٹھیے پس ڈرائیے۔"

- ﴿ يٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ ﴾ [یٰس 36:1 تا 3]

"یٰس۔ قسم ہے حکمت والے قرآن کی۔ یقیناً آپ رسولوں میں سے ہیں۔"

یہاں یٰس سے مراد اے انسان اور انسان عاقل سے مراد محمد ﷺ ہیں۔ [1]

- ﴿ طٰهٰ ۝ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۝ ﴾ [طٰہٰ 20:1، 2]

"طہٰ۔ ہم نے آپ پر قرآن اس لیے نازل نہیں کیا تا کہ آپ مشقت میں پڑیں۔"

امام مزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن صرف اور صرف محمد ﷺ پر نازل ہوا ہے لہٰذا آپ ﷺ ہی طہٰ ہیں البتہ بعض اہل علم کے نزدیک یٰسین اور طہٰ رسول اللہ ﷺ کے اسمائے گرامی نہیں صرف حروف مقطعات ہیں۔ [2]

رؤوف رحیم:

رسول اللہ ﷺ کے صفاتی ناموں میں سے دو نام رؤوف اور رحیم بھی ہیں جن کو اللہ

---

[1] تهذيب الكمال : 188/1 .
[2] تهذيب الكمال : 187/1 .

تعالیٰ نے اکٹھا ہی ذکر فرمایا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ [التوبه 9:128]

''تحقیق آ گیا تمھارے پاس ایک رسول جو تمھاری جانوں میں سے ہے، گراں ہے اس پر تمھارا تکلیف میں مبتلا ہونا، تمھاری بھلائی پر بڑا حریص ہے، مومنوں کے ساتھ بڑا شفقت کرنے والا بہت مہربان ہے۔''

رسول اللہ ﷺ اپنی امت سے بہت زیادہ شفقت کرنے والے تھے اسی لیے بہت سے معاملات میں آپ ﷺ نے ہمیشہ آسانی والی راہ کو اپنایا تاکہ امت کے لیے آسانی رہے جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((مَا خُيِّرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلَّا اخْتَارَ أَيْسَرَهُمَا .)) [1]

''جب بھی رسول اللہ ﷺ کو دو کاموں کا اختیار دیا جاتا تو آپ ﷺ اس کام کو اپناتے جو زیادہ آسان ہوتا۔''

سوال بچے کا نام محمد رکھنا:

کسی بچے کا نام محمد رکھنا جائز ہے جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بازار میں جا رہے تھے تو ایک شخص نے آواز دی: اے ابو القاسم! نبی اکرم ﷺ فوراً اس کی طرف متوجہ ہوئے جبکہ وہ کسی اور کو مخاطب کر رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((سَمُّوا بِاسْمِي وَلَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي .)) [2]

''میرا نام رکھ لیا کرو مگر کنیت مت رکھو۔''

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج پر روانہ ہوئے تو مدینہ کے میقات ذوالحلیفہ کے مقام پر ان کی بیوی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے بچے کو جنم دیا جس کا نام انھوں نے

[1] صحیح بخاری: 3560۔ [2] صحیح بخاری: 3537۔

محمد رکھا اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک بیٹے کا نام محمد رکھا لہٰذا رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں نام رکھنے کی اجازت تھی البتہ کنیت سے منع کیا گیا لیکن آپ ﷺ کے دنیا سے جانے کے بعد آپ ﷺ کے نام جیسا نام رکھنا بھی جائز ہے اور کنیت رکھنی بھی جائز ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے ناموں کی کثرت آپ ﷺ کے اوصاف کی کثرت پر دلالت کرتی ہے لہٰذا آپ ﷺ اپنی ذات کے اعتبار سے بھی اعلیٰ تھے اور اپنی صفات کے اعتبار سے بھی اعلیٰ تھے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے اور آپ ﷺ کی سنتوں کو اپنانے کی توفیق دے۔ آمین

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

حلیہ مبارک اور جسمانی کیفیت

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِينُهٗ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ . اَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِىٓ أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝﴾ (التین : 4:95)

ہر قسم کی حمد و ثنا اللہ رب العالمین کے لیے، درود و سلام سرور کائنات، ختم الرسل جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکت کے لیے۔

بھائیو! دوستو! بزرگو! قابلِ صد تکریم کے لائق میری اسلامی ماؤں، بہنو اور بیٹیو! زندگی گزارتے ہوئے یقیناً آپ نے ایسے لوگ دیکھے ہوں گے کہ شکل وصورت بڑی پیاری اور خوبصورت ہے لیکن اخلاق کے اعتبار سے انتہائی بدتمیز اور بدلحاظ ہوتے ہیں اور جب بولتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے گویا منہ سے آگ اگل رہے ہیں اور اس کے برعکس ایسے لوگ بھی زندگی میں ملے ہوں گے جو دیکھنے میں بدصورت، سیاہ رنگ اور نقش و نگار کے بھی اتنے دلکش نہیں ہوتے لیکن اگر ان کا اخلاق دیکھا جائے تو اخلاق کے بڑے اچھے، کردار اور گفتار میں صاف اور کھرے ہوتے ہیں لیکن ان دونوں گروہوں سے ہٹ کر ایک تیسرا گروہ بھی ہے اور یہ بہت کم لوگ ہیں کہ جو شکل وصورت میں اچھے ہوں اور اپنے اخلاق و کردار کے بھی اچھے ہوں اور اسی تیسری قسم کے افراد میں سے ایک رسول اللہ ﷺ تھے آپ ﷺ حسن و جمال

میں بھی بے مثل اور بے مثال تھے اور اخلاق و کردار میں بھی بے مثل اور بے مثال تھے۔ آپ ﷺ حسن میں بھی سب سے اعلیٰ اور حسن اخلاق میں بھی سب سے اعلیٰ تھے۔ اللہ کی توفیق سے آج میں آپ احباب کے سامنے رسول اللہ ﷺ کا حلیہ مبارک اور آپ ﷺ کے جسمِ اطہر کی ڈیل ڈول اور کیفیت بیان کروں گا۔ ان شاء اللہ

رسول اللہ ﷺ کے بے مثال حسن و جمال کو مداحِ رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یوں بیان کیا ہے:

وَ أَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِىْ
وَ أَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

”آپ سے بڑھ کر حسین میری آنکھ نے کبھی کوئی دیکھا ہی نہیں۔ آپ سے بڑھ کر جمال والا کبھی کسی عورت نے جنا ہی نہیں۔ آپ ہر قسم کے عیب سے پاک صاف پیدا کیے گئے ہیں۔ گویا کہ جس طرح آپ نے چاہا اسی طرح ہی آپ کو پیدا کیا گیا ہے۔“

رسول اللہ ﷺ کے بڑے قریبی اور جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اگر آپ ﷺ کا حلیہ بیان کرنے کی کوشش کی ہے تو بالآخر یہی کہا کہ آپ ﷺ کے جلال اور عظمت کی وجہ کبھی جی بھر کر دیکھنے کی ہمت نہیں ہوئی جیسا کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((وَمَا كَانَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَلَا أَجَلَّ فِي عَيْنَيَّ))

”رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر مجھے کوئی محبوب نہ تھا اور نہ آپ ﷺ سے بڑھ کر میری نظر میں کسی کی عظمت تھی۔“

پھر مزید فرماتے ہیں:

((وَمَا كُنْتُ أُطِيقُ أَنْ أَمْلَأَ عَيْنَيَّ مِنْهُ إِجْلَالًا لَهُ وَلَوْ سُئِلْتُ أَنْ أَصِفَهُ مَا أَطَقْتُ لِأَنِّي لَمْ أَكُنْ أَمْلَأُ عَيْنَيَّ مِنْهُ.)) ❶

"آپ کی عظمت کی بناء پر میں آپ ﷺ کو آنکھ بھر کر دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا اور اگر مجھ سے آپ ﷺ کا حلیہ پوچھا جائے تو میں بیان کرنے کی طاقت نہیں رکھتا کیونکہ میں آپ ﷺ کو آنکھ بھر کر نہیں دیکھ سکا۔"

البتہ رسول اللہ ﷺ اپنے حلیے اور شکل وصورت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مشابہ تھے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((عُرِضَ عَلَيَّ الْأَنْبِيَاءُ فَإِذَا مُوسَى ضَرْبٌ مِّنَ الرِّجَالِ كَأَنَّهُ مِنْ رِّجَالِ شَنُوئَةَ))

"میرے سامنے انبیاء لائے گے تو موسیٰ علیہ السلام درمیانے آدمی تھے جیسے قبیلہ شنوءۃ کے مردوں میں سے ہوں۔"

((وَرَأَيْتُ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَام فَإِذَا أَقْرَبُ مَنْ رَأَيْتُ بِهِ شَبَهًا عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ.))

"اور میں نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو دیکھا تو مجھے ان کے ساتھ سب سے قریبی مشابہت عروہ بن مسعود میں نظر آتی ہے۔"

((وَرَأَيْتُ إِبْرَاهِيمَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَإِذَا أَقْرَبُ مَنْ رَأَيْتُ بِهِ شَبَهًا صَاحِبُكُمْ يَعْنِي نَفْسَهُ.)) ❷

"اور میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو مجھے ان سے سب سے زیادہ قریبی مشابہت تمھارے صاحب (نبیؐ) میں نظر آئی آپ اپنے آپ کو مراد لے رہے تھے۔"

❀......صحیح بخاری کی روایت ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا:

((أَكَانَ وَجْهُ النَّبِيِّ مِثْلَ السَّيْفِ؟)) "کیا نبی اکرم ﷺ کا چہرہ تلوار کی طرح

❶ صحیح مسلم : 121. ❷ صحیح مسلم : 167.

(چمکدار) تھا۔"

تو حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((لَا ، بَلْ مِثْلَ الْقَمَرِ .)) ❶

"نہیں، بلکہ چاند کی طرح (خوبصورت اور پُر نور) تھا۔"

❁:...... صحیح مسلم کی روایت ہے کہ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک کے بارے پوچھا: ((وَجْهُهُ مِثْلُ السَّيْفِ؟)) رسول اللہ ﷺ کا چہرہ تلوار جیسا (لمبا اور چمک دار) تھا؟

تو جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((لَا ، بَلْ كَانَ مِثْلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَ كَانَ مُسْتَدِيْرًا .)) ❷

نہیں بلکہ سورج اور چاند کی طرح روشن اور گول تھا۔

❁:...... ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ میرے ہاں بڑے خوش خوش داخل ہوئے ((تَبْرُقُ اَسَارِيْرُ وَجْهِهِ .)) خوشی کی بناء پر آپ ﷺ کی پیشانی کی سلوٹیں چمک رہی تھیں۔ ❸

❁:...... رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی کعب بن مالک رضی اللہ عنہ غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے جس کی وجہ سے ان سے رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں نے بائیکاٹ کر دیا پچاس دن گزرنے کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ پر آیات نازل فرمائیں تو کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بڑے خوش خوش رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے ادھر رسول اللہ ﷺ بھی ان پر بڑے خوش تھے۔ فرماتے ہیں:

((سَلَّمْتُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ يَبْرُقُ وَجْهُهُ مِنَ السُّرُوْرِ))

"میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت حاضر ہو کر سلام پیش کیا تو خوشی اور مسرت

---

❶ صحيح بخاري : 3552. ❷ صحيح مسلم : 2344.
❸ صحيح بخاري : 3555.

کی بناء پر آپ ﷺ کے چہرے مبارک سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔"

پھر حضرت کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ حَتَّى كَأَنَّهُ قِطْعَةُ قَمَرٍ وَكُنَّا نَعْرِفُ ذَلِكَ مِنْهُ.)) ❶

"رسول اللہ ﷺ جب بھی خوش ہوتے تو آپ ﷺ کا چہرہ مبارک روشن ہو جاتا گویا چاند کا ٹکڑا ہو۔ ہم رسول اللہ ﷺ کی خوشی و مسرت کی اس حالت کو آپ ﷺ کے روشن چہرے سے پہچان لیتے تھے۔"

❁:...... تابعی جریری بیان کرتے ہیں میں نے حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ ﷺ نے رسول اللہ ﷺ کو کیسا دیکھا تو انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا رنگ سفید، ملاحت یعنی سرخی مائل تھا اور قد و قامت میں درمیانے تھے۔ ❷

❁:...... حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((كَانَ رسولُ اللّٰه ﷺ ضَلِيعَ الْفَمِ، أَشْكَلَ العَيْنِ، مَنْهُوسَ العَقِبَيْنِ.)) ❸

"رسول اللہ ﷺ فراخ دہن والے، بڑی اور بیضوی آنکھ والے اور ایڑیوں پر گوشت کم تھا۔"

❁:...... رسول اللہ ﷺ کے باقی جسم اطہر کے رنگ کے بارے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کے جسم مبارک کا وہ حصہ زیادہ چمک دار اور سفید ہوتا جو کپڑوں سے ڈھکا ہوا ہوتا۔ ❹

بلکہ رسول اللہ ﷺ کا کمال حسن یہ تھا کہ عام انسان کے بغلوں والا حصہ، گردن یا پھر ٹانگوں کے درمیان والا حصہ عام رنگ سے سیاہ ہوتا ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں

❶ صحيح بخاري: 3556.
❷ صحيح مسلم: 2340.
❸ صحيح مسلم: 2339.
❹ دلائل النبوة للبيهقي: 299/1.

مروی ہے کہ آپ ﷺ سجدہ کرتے تو اپنے بازوؤں کو اتنا فراخ کرتے ((حتی یَبْدُوَ بَیَاضُ اِبِطَیْهِ .)) ❶ ''کہ آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی نمایاں ہوتی۔''

اور جس نے بھی آپ ﷺ کا حلیہ مبارک دیکھا اور بیان کیا ہر صحابی نے یہی کلمات کہے لم أرقبله ولا بعده مثله میں نے ان جیسا نہ ان سے پہلے کسی کو دیکھا نہ ان کے بعد کسی کو۔ اور دامادِ رسول سیدنا علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا حلیہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ ضَخَمُ الرَّأْسِ بڑے سر والے عظیم العینین بڑی آنکھوں والے ھدب الاشفار سرخی مائل آنکھوں والے کث اللحیة گھنی داڑھی والے اذھر اللون گلابی رنگ والے شثن الکفین والقدمین موٹی اور کھلی ہتھیلیاں اور پاؤں والے تھے۔ ❷

❋:...... اور رسول اللہ ﷺ کے خادم سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((مَا شَمَمْتُ عَنْبَرًا قَطُّ وَلَا مِسْكًا وَلَا شَيْئًا أَطْيَبَ مِنْ رِيحِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ .)) ❸

''میں نے کبھی کوئی عنبر، کوئی کستوری یا کوئی بھی ایسی خوشبو نہیں سونگھی جو رسول اللہ ﷺ کے (جسم اطہر) کی خوشبو سے زیادہ اچھی اور پاکیزہ ہو۔''

تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے جسم سے پسینے کی بُو نہیں آتی تھی بلکہ خوشبو آتی تھی اور خوشبو بھی ایسی جو عنبر اور کستوری سے زیادہ اچھی ہو بلکہ ایک دن رسول اللہ ﷺ مائی ام سُلیم رضی اللہ عنہا جو کہ حضرت انس کی والدہ محترمہ ہیں ان کے گھر دوپہر کو آرام فرما رہے تھے کہ گرمی کی وجہ سے جسم مبارک پر پسینہ آ گیا۔ حضرت ام سُلیم نے ایک شیشی میں اسے محفوظ کرنا شروع کر دیا تو رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے اور پوچھا:

((يَا أُمَّ سُلَيْمٍ مَا هٰذَا الَّذِي تَصْنَعِينَ قَالَتْ هٰذَا عَرَقُكَ نَجْعَلُهُ

❶ صحیح بخاری: 807. ❷ مسند احمد: 796.
❸ صحیح مسلم: 2330.

فِیْ طِیبِنَا وَهُوَ مِنْ اَطْیَبِ الطِّیبِ)) ❶

"یہ آپ ﷺ کا پسینہ مبارک ہے جسے ہم اپنی خوشبو میں ڈالتے ہیں تو وہ سب سے عمدہ خوشبو ہوتی ہے۔"

اور ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! نرجو برکته لِصِبْیَانِنَا اے اللہ کے رسول! ہم اس پسینے کو اپنے بچوں کے لیے بطور برکت استعمال کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اَصَبْتِ اچھا کرتی ہو۔

مزید حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے جسم مبارک کے بارے بیان کرتے ہیں:

((مَا مَسِسْتُ حَرِیْرًا وَلَا دِیْبَاجًا أَلْیَنَ من کَفِّ النَّبِیِّ ﷺ .)) ❷

"اور میں نے کبھی کسی موٹے یا باریک ریشم کو نہیں چھوا جو چھونے میں رسول اللہ ﷺ (کے ہاتھوں) سے زیادہ نرم و ملائم ہو۔"

اور فرماتے ہیں:

((کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَجُلًا مَرْبُوعًا))

"رسول اللہ ﷺ درمیانہ قد کے آدمی تھے۔"

((بَعِیدَ مَا بَیْنَ الْمَنْکِبَیْنِ))

"دونوں شانوں کے درمیان دوری اور فاصلہ تھا۔"

((عَظِیمَ الْجُمَّةِ اِلَی شَحْمَةِ اُذُنَیْهِ))

"بال بڑے تھے جو کانوں کی لو تک آتے تھے۔"

((عَلَیْهِ حُلَّةٌ حَمْرَآءُ)) "آپ ﷺ پر سرخ جوڑا تھا۔"

بالآخر حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((مَا رَاَیْتُ شَیْئًا قَطُّ اَحْسَنَ مِنْهُ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ .)) ❸

---

❶ صحیح مسلم: 2331. ❷ صحیح البخاري: 3561.
❸ صحیح مسلم: 2337.

''میں نے آپ ﷺ سے بڑھ کر کبھی کوئی خوبصورت نہیں دیکھا۔''

اسی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((لَيْسَ بِالطَّوِيلِ وَلَا بِالْقَصِيرِ))

''رسول اللہ ﷺ نہ بہت زیادہ لمبے تھے اور نہ ہی پست قد تھے یعنی آپ ﷺ درمیانہ قد تھے۔''

((وَ لَيْسَ بِأَبْيَضَ أَمْهَقَ وَلَا آدَمَ))

''نہ بالکل بہت سفید (کلّے) تھے اور نہ ہی بالکل گندمی رنگ کے تھے۔''

((وَلَا بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَلَا بِالسَّبِطِ .)) [1]

''اور سر کے بال نہ سخت گھنگریالے تھے اور نہ ہی بالکل سیدھے۔''

مزید رسول اللہ ﷺ کے حسن و جمال کے بارے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ ضَخْمَ الْيَدَيْنِ لَمْ أَرَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَكَانَ بَسْطَ الْكَفَّيْنِ .)) [2]

''نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پاؤں پُر گوشت بڑے تھے میں نے ان جیسا (خوبصورت) نہ ان سے پہلے اور نہ ان کے بعد کسی کو دیکھا اور آپ ﷺ کی ہتھیلیاں کشادہ تھیں۔''

رسول اللہ ﷺ کا جسم اطہر جس طرح اپنے اندر حسن و جمال کی تمام خوبیاں سمیٹے ہوئے تھا اسی طرح آپ ﷺ کا جسم باعث برکت اور خیر والا تھا آپ ﷺ کا جسم اطہر باعث شفا بھی تھا اور باعث برکت بھی بلکہ وہ چیز بھی برکت والی ہو جاتی جو آپ ﷺ کے مبارک جسم کو چھو لیتی جیسا کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

((قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ جَاءَ خَدَمُ الْمَدِينَةِ

[1] صحيح بخاری: 3548، صحيح مسلم: 2347.

[2] صحيح بخاری: 5907.

کے جبے کا تذکرہ کرتے ہوئے جسے اللہ کے رسول ﷺ جمعہ کے دن یا وفود کی آمد پر پہنا کرتے تھے فرماتی ہیں کہ میری بہن عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے پاس وہ جبہ تھا ان کی وفات کے بعد وہ جبہ میں نے اپنے پاس محفوظ کرلیا۔

((فَنَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضٰی لِنَسْتَشْفِي بِهَا))

''ہم بیماروں کے لیے اس جبے کو (پانی میں ڈبو کر) دھوتے تاکہ اس پانی کے ذریعے سے شفا حاصل کریں۔''

صغار صحابہ رضی اللہ عنہم میں ایک صحابی ہیں جن کا نام سائب بن یزید رضی اللہ عنہ ہے جب بڑھاپے کو جا پہنچے تو ان کی داڑھی اور سر کے کناروں سے بال سفید ہوگئے لیکن سر کی چوٹی سے لے کر پیشانی تک کے بال باوجود بڑھاپے کے سیاہ ہی تھے اور بڑا عجیب منظر پیش کرتے تھے ان کے غلام عطا نے ان سے کہا: مَا رَأَيْتُ أَعْجَبَ شَعْرًا مِنْكَ .

میں نے آپ سے بڑھ کر باعثِ تعجب بال کسی کے نہیں دیکھے۔

تو حضرت سائب فرمانے لگے:

((أَوَ تَدْرِي مِمَّا ذَاكَ يَا بُنَيَّ؟))

''بیٹا! کیا تمھیں معلوم ہے یہ ایسا کیوں ہے؟''

((إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّبِي وَ اَنَا أَلْعَبُ فَمَسَحَ يَدَهُ عَلَى رَأْسِي وَ قَالَ: "بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ" فَهُوَ لَا يَشِيْبُ اَبَدًا .)) [1]

''یقیناً اللہ کے رسول ﷺ میرے پاس سے گزرے جبکہ میں کھیل رہا تھا تو آپ ﷺ نے میرے سر پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا اور فرمایا: بارك الله فيك اللہ تجھ میں برکت کرے۔ لہٰذا سر کا وہ حصہ کبھی (بوڑھا) سفید نہیں ہوسکتا۔''

اسی طرح مسند احمد میں روایت ہے حضرت حنظلہ بن حذیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنے بھائیوں اور والد کے ساتھ آئے تو میرے والد نے اللہ کے

[1] سیر اعلام النبلا: 438/3.

کے جبّے کا تذکرہ کرتے ہوئے جسے اللہ کے رسول ﷺ جمعہ کے دن یا وفود کی آمد پر پہنا کرتے تھے فرماتی ہیں کہ میری بہن عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے پاس وہ جبہ تھا ان کی وفات کے بعد وہ جبہ میں نے اپنے پاس محفوظ کرلیا۔

((فَنَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضٰى لِنَسْتَشْفِي بها))

''ہم بیماروں کے لیے اس جبے کو (پانی میں ڈبو کر) دھوتے تاکہ اس پانی کے ذریعے سے شفا حاصل کریں۔''

صغار صحابہ رضی اللہ عنہم میں ایک صحابی ہیں جن کا نام سائب بن یزید رضی اللہ عنہ ہے جب بڑھاپے کو جا پہنچے تو ان کی داڑھی اور سر کے کناروں سے بال سفید ہو گئے لیکن سر کی چوٹی سے لے کر پیشانی تک کے بال باوجود بڑھاپے کے سیاہ ہی تھے اور بڑا عجیب منظر پیش کرتے تھے ان کے غلام عطا نے ان سے کہا: مَا رَأَيْتُ أَعْجَبَ شَعْرًا مِنْكَ .

میں نے آپ سے بڑھ کر باعثِ تعجب بال کسی کے نہیں دیکھے۔

تو حضرت سائب فرمانے لگے:

((أَوَ تَدْرِي مِمَّا ذَاكَ يَا بُنَيَّ؟))

''بیٹا! کیا تمھیں معلوم ہے یہ ایسا کیوں ہے؟''

((إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّبِي وَ اَنَا أَلْعَبُ فَمَسَحَ يَدَهُ عَلَى رَأسِي وَ قَالَ: "بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ" فَهُوَ لَا يَشِيْبُ اَبَدًا .)) [1]

''یقیناً اللہ کے رسول ﷺ میرے پاس سے گزرے جبکہ میں کھیل رہا تھا تو آپ ﷺ نے میرے سر پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا اور فرمایا: بارك الله فيك اللہ تجھ میں برکت کرے۔ لہٰذا سر کا وہ حصہ کبھی (بوڑھا) سفید نہیں ہوسکتا۔''

اسی طرح مسند احمد میں روایت ہے حضرت حنظلہ بن حذیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنے بھائیوں اور والد کے ساتھ آئے تو میرے والد نے اللہ کے

[1] سیر اعلام النبلا : 438/3.

رسول ﷺ سے عرض کی کہ میرے اس بیٹے کے لیے دعا فرما دیجیے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے سر پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا اور فرمایا: بارك الله فيك تو حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے پوتے بیان کرتے ہیں کہ بیمار شخص کو یا جس جانور کے پستان میں ورم ہوتا اس کو ان کے پاس لایا جاتا تو وہ پانی یا تھوک اپنے ہاتھ کو لگا کر بسم اللہ پڑھ کر اپنے سر کے اس حصہ پر ہاتھ رکھتے جہاں رسول اللہ ﷺ نے اپنی ہتھیلی رکھی تھی اور فرماتے: على موضع كف رسول الله ﷺ پھر اس مریض یا بیمار جانور کو وہ ہاتھ پھیر دیتے تو وہ تندرست ہو جاتا۔ [1]

یہ تھے رب کے حبیب حضرت محمد ﷺ جو سیرت میں بھی اعلیٰ، صورت میں بھی اعلیٰ اور پھر حسن و جمال کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کا جسم باعث خیر و برکت تھا باعثِ شفا تھا اللہ ہمارے پیارے نبی پر اپنی کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور اپنے حبیب ﷺ سے سچی محبت نصیب فرمائے۔ آمین

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

[1] مسند احمد : 20665.

رسول ﷺ کا گھرانہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ . اَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ﴾ [الاحزاب 6:33]

''نبی مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق دار ہے اور اس کی بیویاں ان (مومنین) کی مائیں ہیں اور خونی رشتے اللہ کی کتاب میں بعض، بعض سے زیادہ حق دار ہیں۔''

محترم سامعین! آج کے خطبہ میں مَیں آپ حضرات کے سامنے ''رسول اللہ ﷺ کے گھرانے'' کے متعلق بیان کروں گا۔ مراد آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کے متعلقہ چند معلومات پیش کروں گا اللہ مجھے حق سچ بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

رسول اللہ ﷺ بحیثیت خاوند اور بحیثیت باپ ایک بہترین خاوند اور ایک بہترین باپ تھے بلکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے جسے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَ اَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي .)) [1]

[1] جامع ترمذی : 3895، الصحیحة : 285 .

''تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہے اور میں (محمد ﷺ) اپنے گھر والوں کے لیے تم سب سے بہتر ہوں۔''

جبکہ صحیح مسلم کی روایت میں آپ ﷺ کی محبوب بیوی، مومنوں کی ماں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے بارے میں بیان کرتی ہیں:

((مَا ضَرَبَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ شَيْئًا قَطُّ بِيَدِهِ وَلَا امْرَأَةً وَلَا خَادِمًا.)) [1]

''رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا تھا نہ کسی عورت کو اور نہ کسی غلام کو۔''

میرے بھائیو! رسول اللہ ﷺ ہی وہ کامل شخصیت ہیں کہ جن کی مداح ان کی ازواج مطہرات بھی ہیں، آپ ﷺ کے غلام اور لونڈیاں بھی اور آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم بھی اور یہ صرف خوبی اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمائی ہے آپ ﷺ کے علاوہ کوئی بھی شخص ہو آپ جتنے اس کے قریب ہوں گے آپ کو اس کے عیب اور نقص معلوم ہوں گے، جتنے آپ اس کے قریب ہو کر اس کو دیکھیں گے آپ اس سے متنفر ہوں گے لیکن سبحان اللہ، رسول اللہ ﷺ وہ مقدس ہستی ہیں کہ کوئی جتنا آپ ﷺ کے قریب ہوتا، اتنا ہی آپ ﷺ کی محبت کا اسیر ہو جاتا، اتنا ہی وہ آپ ﷺ کا گرویدہ ہو جاتا۔

اب میں آپ احباب کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے بارے مختصر بیان کرتا ہوں۔

رسول اللہ ﷺ کے نکاح اور صحبت میں یکے بعد دیگرے کل گیارہ بیویاں رہی ہیں اور جب رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے رحلت فرما ہوئے اس وقت آپ ﷺ کے نکاح میں کل نو بیویاں تھیں۔

پھر ان گیارہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے چھ قریشی تھیں جن کے نام درج ذیل ہیں:

[1] صحیح مسلم: 2328.

1: سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا 2: حضرت عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا

3: حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا 4: حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا

5: حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا 6: حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

جبکہ آپ ﷺ کی پانچ بیویاں غیر قریشی تھیں جو درجہ ذیل ہیں:

1: حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا 2: حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

3: حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا 4: حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا

5: حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

لیکن رسول اللہ ﷺ کا ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے نکاح کی ترتیب کے لحاظ سے آپ ﷺ کی بیویوں کے نام کچھ یوں ہیں:

1: سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا 2: حضرت سودہ رضی اللہ عنہا

3: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا 4: حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

5: حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا 6: حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

7: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا 8: حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

9: حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا 10: حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

11: حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

اب میں آپ حضرات کے سامنے ان ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا انفرادی علیحدہ علیحدہ بیان کرتا ہوں۔

ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے جس مقدس عورت سے شادی کی وہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں یہ مکہ کی بڑی مالدار اور معزز خاتون تھی لیکن جب رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آئیں تو اپنا سب کچھ رسول اللہ ﷺ کے لیے لٹا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو ساری اولاد انھی کے بطن سے عطا فرمائی سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے جو

ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہوئے۔ اعلان نبوت کے بعد جو آپ ﷺ پر مصائب اور مشکلات آئیں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ہر لحاظ سے آپ ﷺ کا ساتھ دیا اور خصوصاً شعب ابی طالب کے پر کٹھن حالات میں اپنا سارا مال رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لگا دیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی رفاقت میں چوبیس سال گزارے یہ فطرتی بات ہے کہ پہلی بیوی جو دل میں جگہ لیتی ہے وہ بعد والیاں نہیں اور پھر بیوی بھی حضرت خدیجہ الکبریٰ جیسی ہو جس نے اپنے پیارے شوہر اور رب کے حبیب علیہ السلام کی خدمت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اسی خدمت کا یہ صلہ تھا کہ صحیحین کی روایت ہے جبریل امین علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

((يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذِهِ خَدِيجَةُ قَدْ أَتَتْ مَعَهَا إِنَاءٌ فِيهِ إِدَامٌ أَوْ طَعَامٌ أَوْ شَرَابٌ فَإِذَا هِيَ أَتَتْكَ فَاقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنْ رَبِّهَا وَمِنِّي.))

''اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تشریف لا رہی ہیں ان کے پاس ایک برتن ہے جس میں سالن یا کھانا یا کوئی مشروب ہے، جب وہ آپ کے پاس آئیں تو انھیں ان کے رب کی طرف سے اور میری طرف سے سلام کہیے گا۔''

سبحان اللہ! یہ کیسا مقام ہے اور یہ کیسی فضیلت جو اللہ تعالیٰ نے ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو عطا کی۔ کسی کو MNA, MPA سلام بھیجتا ہے، کسی کو وزیراعلیٰ سلام بھیجتا ہے، کسی کو وزیراعظم یا صدر سلام بھیجتا ہے تصور کیجیے وہ کس قدر خوش نصیب ہے کس قدر قدر و منزلت والا ہے جس کو کائنات کا مالک، سارے جہانوں کو پالنے والا اللہ رب العزت سلام بھیجے اور فرشتوں کا سردار سلام بھیجے اور پھر صرف سلام ہی نہیں بھیجا بلکہ ساتھ جنت کی بشارت بھی دی چنانچہ فرمایا:

((وَبَشِّرْهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَا صَخَبَ فِيهِ وَلَا

نَصَبَ .)) ❶

''اور انھیں جنت میں موتی کے بنے گھر کی بشارت دیں جس گھر میں نہ شور وغل ہوگا نہ کوئی تھکاوٹ۔''

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا وہ مقدس شخصیت ہیں جو عورتوں میں سب سے پہلے اسلام میں داخل ہوئیں اور رسول اللہ ﷺ نے جب تک وہ زندہ رہیں کسی دوسری عورت کو اپنے نکاح میں داخل نہیں کیا اور آپ ﷺ کو ان سے بڑی والہانہ محبت تھی اکثر آپ ﷺ ان کا ذکرِ خیر فرماتے تو ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: فَأَغْضَبْتُه يَوْمًا میں نے ایک دن رسول اللہ ﷺ کو غصہ دلا دیا کہ آپ ﷺ کیا ہر وقت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ہی تذکرہ کرتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِنِّي قَدْ رُزِقْتُ حُبَّهَا . ❷

''مجھے اس کی محبت (اللہ کی طرف سے) دی گئی ہے۔''

اور صحیح بخاری میں روایت ہے کہ ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا غیرت میں آ کر کہنے لگیں:

((كَأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ فِي الدُّنْيَا امْرَأَةٌ إِلَّا خَدِيجَةُ))

''گویا کہ دنیا میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ اور کوئی (آپ ﷺ کی) بیوی ہے ہی نہیں۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّهَا كَانَتْ وَكَانَتْ وَكَانَ لِي مِنْهَا وَلَدٌ))

''بے شک وہ (خدیجہ رضی اللہ عنہا) وہی تھی (وہ) وہی تھی اور میری اولاد بھی انھیں سے ہوئی۔''

اللہ تعالیٰ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر کروٹ کروٹ اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے حضرت خدیجہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے دسویں سال رمضان میں فوت ہوئیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ نے جن سے نکاح کیا وہ ام المومنین

❶ صحيح بخاري : 3820، صحيح مسلم : 2432 .

❷ صحيح مسلم : 2435 .

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ صحیح مسلم کی روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

((أُرِيتُكِ فِي الْمَنَامِ ثَلَاثَ لَيَالٍ جَاءَنِي بِكِ الْمَلَكُ فِي سَرَقَةٍ مِنْ حَرِيرٍ فَيَقُولُ هٰذِهِ امْرَأَتُكَ))

''مجھے تین راتیں (مسلسل) تم خواب میں دکھائی گئی ریشم کے ایک کپڑے میں فرشتہ تمھاری صورت لے کر آتا اور کہتا: یہ آپ ﷺ کی بیوی ہے۔''

((فَأَكْشِفُ عَنْ وَجْهِكِ فَإِذَا أَنْتِ هِيَ))

''میں تمھارے چہرے سے کپڑا اٹھاتا تو وہ تم ہوتی۔''

تو میں کہتا:

((إِنْ يَكُ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ يُمْضِهِ .)) [1]

''اگر یہ اللہ کی طرف سے ہے تو اللہ اسے پورا کر دے گا۔''

اس روایت میں ان لوگوں کا بھی رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اتنی چھوٹی عمر کی لڑکی سے نکاح ظلم ہے جبکہ یہ نکاح اللہ تعالیٰ کے حکم اور فیصلے سے ہوا اور اللہ تعالیٰ علیم بھی ہے اور حکیم بھی ہے نہ ہم اس کے علم کا احاطہ کر سکتے ہیں اور نہ ہم اس کی ہر حکمت کا ادراک کر سکتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑی محبت تھی جیسا کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ آپ ﷺ کو لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا میں نے پوچھا: مِنَ الرِّجَالِ مردوں میں سے؟

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: أَبُوهَا ان کے والد۔ [2]

رسول اللہ ﷺ نے بعثت کے دسویں سال ان سے نکاح کیا اسی سال آپ ﷺ نے

---

[1] صحیح مسلم: 2438.

[2] صحیح بخاری: 3662، صحیح مسلم: 2384.

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا لیکن حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی فوراً ہوگئی البتہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہجرت کے بعد شوال کے مہینے میں غزوہ بدر کے بعد ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا کسی کنواری عورت سے نکاح نہیں کیا۔ اور آپ ﷺ کی دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث بیان کرنے والی ہیں اور رسول اللہ ﷺ جب اس دنیا سے رحلت فرما ہوئے اس دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر ٹھہرنے کی باری تھی اور ان کی گود میں رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی اور آپ ﷺ کی آخری آرام گاہ یعنی آپ ﷺ کی قبر مبارک انھیں کے حجرے میں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے 58 ہجری میں مدینہ میں وفات پائی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ان دنوں مروان بن حکم کے نائب تھے مدینہ میں اور مروان عمرے پر گیا تھا تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اللہ ان کی قبر مبارک پر بے شمار رحمتوں کا نزول فرمائے۔ آمین

ام المومنین حضرت سودۃ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا:

رسول اللہ ﷺ نے جن دنوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا انھیں دنوں میں آپ ﷺ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے سابقہ خاوند سکران بن عمر رضی اللہ عنہ صحابی رسول تھے انھوں نے مکہ میں وفات پائی ان کی عدت سے جب حضرت سودہ فارغ ہوئیں تو آپ ﷺ نے انھیں نکاح کا پیغام بھیجا جس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور عرض کی:

((أَلَا تَتَزَوَّجُ يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ .))

اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ ﷺ شادی نہیں کریں گے؟

تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا: من؟ کس سے؟

تو حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ((إِنْ شِئْتَ بِكْرًا وَإِنْ شِئْتَ ثَيِّبًا .))

''اگر آپ ﷺ چاہیں تو کنواری سے چاہیں تو بیوہ سے۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ((مَنِ الْبِکْرُ؟ وَ مَنِ الثَّیِّبُ؟))

تو انھوں نے کہا: ((أَمَّا الْبِکْرُ فَعَائِشَۃُ ابنۃُ اَحَبِّ خَلْقِ اللّٰهِ اِلَیْكَ .))

''کنواری سے مراد عائشہ جو مخلوق میں آپ ﷺ کے سب سے پسندیدہ شخص کی بیٹی ہے۔''

اور پھر فرمایا:

((وَ أَمَّا الثَّیِّبُ فَسَوْدَۃُ بِنْتُ زَمْعَہَ قَدْ اٰمَنَتْ بِكَ وَاتَّبَعَتْكَ .))

''بیوہ سے مراد سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا جو آپ ﷺ پر ایمان لائی اور پھر آپ ﷺ کی پیروی کی۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((أُذْکُرِیْھِمَا عَلَيَّ .)) [1]

''جاؤ اور میری طرف سے ان دونوں کو نکاح کا پیغام دو۔''

ادھر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند کی وفات سے پہلے ایک خواب دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ان کے گھر آئے ہیں اور ان کی گردن پر اپنا پاؤں رکھا ہے تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اس خواب کا تذکرہ اپنے خاوند سے کیا تو اس نے قسم کھا کر کہا کہ اگر یہ تیرا خواب سچا ہے تو میں ضرور فوت ہو جاؤں گا اور میرے بعد تم سے رسول اللہ ﷺ شادی کریں گے چنانچہ اسی طرح ہوا کہ چند دن بعد سکران رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے اور فوت ہو گئے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند سے عدت کو پورا کیا۔

تو حضرت خولہ رضی اللہ عنہا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں اور رسول اللہ ﷺ سے نکاح کی بات کی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے رضامندی ظاہر کی اور اپنے باپ سے بات کرنے کا کہا، تو حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے ان کے والد سے جا کر بات کی تو انھوں نے کہا: کُفْءٌ کریم وہ (رسول اللہ ﷺ) ہم پلہ بھی ہیں اور معزز بھی ہیں پھر حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تمھاری

[1] سیر اعلام النبلاء: 149/2.

سہیلی سودہ کی کیا رائے ہے تو انھوں نے بتایا: انھیں پسند ہے تو ان کے والد نے رسول اللہ ﷺ کو پیغام بھیجا چنانچہ رسول اللہ ﷺ آئے اور ان کے والد نے ان سے نکاح کر دیا۔ ❶

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا وجود کے اعتبار سے بھاری تھیں جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت ہے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((كَانَتْ سَوْدَةُ امْرَأَةً ضَخْمَةً ثَبِطَةً فَاسْتَأْذَنَتْ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَنْ تُفِيضَ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ فَأَذِنَ لَهَا .)) ❷

''حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بڑے بھاری جسم والی خاتون تھیں، تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت چاہی کہ وہ رات ہی کو مزدلفہ سے روانہ ہو جائیں تو آپ ﷺ نے انھیں اجازت دے دی۔''

عام طور پر حاجی حضرات دس ذوالحجہ کی فجر کی نماز پڑھ کر جب صبح واضح ہو جائے تب مزدلفہ سے روانہ ہوتے ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے معذورین کو، زیادہ بوڑھوں کو اور اسی طرح فربہ خواتین کو رات کو ہی مزدلفہ سے منی روانہ ہونے کی اجازت دی ہے لیکن یہ سب حضرات کنکریاں طلوع آفتاب کے بعد ہی جمرہ عقبہ کو ماریں گے۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نیک پارسا اور بہت سخاوت کرنے والی خاتون تھیں اور مزاج کے اعتبار سے نہایت خوش طبع خاتون تھیں اہل سیر نے ان کے حالاتِ زندگی میں ان کی رسول اللہ ﷺ سے خوش طبعی کے کچھ احوال بیان کیے ہیں۔

جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ:

((خَشِيَتْ سَوْدَةُ أَنْ يُطَلِّقَهَا النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَتْ لَا تُطَلِّقْنِي وَأَمْسِكْنِي وَاجْعَلْ يَوْمِي لِعَائِشَةَ)) ❸

''حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں رسول اللہ ﷺ ان کو طلاق نہ دے

❶ مسند احمد : 25769. ❷ صحیح مسلم : 1290.

❸ جامع ترمذی : 3040.

دیں تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ آپ ﷺ مجھے طلاق نہ دیں مجھے اپنے پاس رہنے دیں البتہ میرا دن آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دیں۔“

اور طبقات ابن سعد کی روایت جو صحیح سند سے ہے انھوں نے کہا:

((لکن أرید أن ابعث مع نسائك یوم القیامة .)) [1]

”میں چاہتی ہوں کہ قیامت کے دن آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کے ساتھ اٹھائی جاؤں۔“

تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں اپنے پاس اپنے نکاح میں باقی رکھا اس وقت قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

﴿وَ اِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَاۤ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا﴾ [النسآء 4:128]

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے آخر میں وفات پائی۔

رضی اللہ عنہا و ارضاھا

ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا:

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پانچ سال قبل پیدا ہوئیں یعنی جب رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک 35 برس تھی ان دنوں قریش بیت اللہ کی تعمیر کر رہے تھے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی پہلی شادی حضرت خُنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ سے ہوئی انھوں نے اپنے خاوند کے ساتھ ہجرت حبشہ کی پھر دوبارہ مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند حضرت خُنیس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بدر میں شریک ہوئے جہاں ان کو گہرے زخم آئے جب مدینہ واپس پلٹے تو چند دن کے بعد ان زخموں کی وجہ سے وفات پا گئے اور شہادت کا رتبہ حاصل کیا۔

[1] طبقات ابن سعد : 43/8.

انھی دنوں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پہلی بیوی اور رسول اللہ ﷺ کی بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ملے اور ان سے کہا: إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ اگر آپ چاہیں تو میں حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ ﷺ سے کر دیتا ہوں۔

تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: سَأَنْظُرُ فِي أَمْرِي میں اپنے معاملے میں غور کروں گا۔

پھر چند دنوں کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دے دیا اور کہا: قَدْ بَدَا لِي أَنْ لَا أَتَزَوَّجَ يَوْمِي هٰذَا میں ابھی یہی بہتر سمجھتا ہوں کہ ان دنوں ابھی نکاح نہ کروں۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہی بات لے کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے بھی یہی کہا:

((إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ))

''اگر آپ چاہیں تو میں حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ ﷺ سے کر دیتا ہوں۔''

لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ خاموش رہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

((فَكُنْتُ عَلَيْهِ أَوْجَدَ مِنِّي عَلَى عُثْمَانَ .)) ❶

''مجھے ان (ابوبکرؓ) پر حضرت عثمان سے بھی زیادہ غصہ آیا۔''

سیر اعلام النبلاء میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان دونوں پر غصہ آیا اور دکھ بھی ہوا تو ان دونوں ساتھیوں کی شکایت لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

((يَتَزَوَّجُ حَفْصَةَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْ عُثْمَانَ وَ يَتَزَوَّجُ عُثْمَانُ مَنْ هِيَ خَيْرٌ مِنْ حَفْصَةَ .)) ❷

''حفصہ رضی اللہ عنہا سے وہ شادی کرے گا جو عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر ہے اور عثمان اس عورت سے شادی کرے گا جو حفصہ رضی اللہ عنہا سے بہتر ہے۔''

❶ صحیح بخاری: 4005. ❷ سیر اعلام النبلاء: 228/2.

پھر تھوڑے دنوں بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا اپنی طرف سے پیغام بھیجا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کا نکاح رسول اللہ ﷺ سے کر دیا اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی دوسری بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ سے نکاح ہو جانے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملے اور فرمایا:

((لَعَلَّكَ وَجَدْتَ عَلَيَّ حِينَ عَرَضْتَ عَلَيَّ حَفْصَةَ فَلَمْ أَرْجِعْ إِلَيْكَ))

''شاید تم نے مجھ پر غصہ کیا ہے کیونکہ تم نے حفصہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ مجھ پر پیش کیا تھا اور میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔''

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ''ہاں۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

((فَإِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَرْجِعَ إِلَيْكَ فِيمَا عَرَضْتَ إِلَّا أَنِّي قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ ذَكَرَهَا فَلَمْ أَكُنْ لِأُفْشِيَ سِرَّ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَلَوْ تَرَكَهَا لَقَبِلْتُهَا.)) [1]

''دراصل بات یہ تھی کہ مجھے تمھاری پیش کش قبول کرنے میں کوئی چیز مانع نہ تھی لیکن رسول اللہ ﷺ نے (مجھ سے) حفصہ کا ذکر کیا تھا تو میں رسول اللہ ﷺ کا راز فاش نہیں کر سکتا تھا اگر وہ (رسول اللہ ﷺ) اسے ترک کر دیتے تو میں ضرور انھیں قبول کر لیتا۔''

تو اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غصہ بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے جاتا رہا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا شرم و حیاء کی پیکر اور مکہ کی پڑھی لکھی عورتوں میں شمار ہوتی تھیں۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت 45 ہجری میں 60 سال کی

[1] صحیح بخاری: 4005.

عمر پا کر مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ رضي الله عنها و ارضاها۔

ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا:

پانچویں نمبر پر جو خاتون رسول اللہ ﷺ کے عقد میں آئیں وہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا ہیں حضرت زینب فقراء و مساکین کو کھانا کھلاتیں اور کثرت سے صدقہ خیرات کرتی تھیں اسی لیے ''ام المساکین'' کنیت سے مشہور ہوئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے عقدِ نکاح 4 ہجری میں کیا اس سے پہلے یہ طفیل بن حارث رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں تو انھوں نے انھیں طلاق دے دی۔ پھر یہ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ کے بھائی عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آگئیں۔ حضرت عبیدۃ بن حارث رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں شہید ہو گئے تو ان کے بعد حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آگئیں تو بعد میں حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے ان کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ نے نکاح کیا اور انھیں ام المومنین کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد یہ رسول اللہ ﷺ کی دوسری بیوی تھیں جو آپ ﷺ کی حیات میں ہی فوت ہوئیں چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائی اور یہ ازواج مطہرات میں سے پہلی بیوی تھیں جو بقیع میں دفن ہوئیں وفات کے وقت ان کی عمر تیس سال کے قریب تھی۔ رسول اللہ ﷺ کے عقدِ نکاح میں انھوں نے بہت تھوڑا عرصہ گزارا بعض مؤرخین نے دو ماہ ذکر کیے ہیں اور بعض نے تین جبکہ بعض نے آٹھ ماہ ذکر کیے ہیں۔ رضي الله عنها و ارضاها

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رملۃ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا:

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ان گھرانوں میں سے ہیں جنھوں نے کفار مکہ کے ظلم و ستم سے بچنے کے لیے حبشہ کی طرف ہجرت کی چنانچہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند عبیداللہ بن جحش کے ساتھ اپنا دین بچانے کے لیے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ لیکن وہاں جا کر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے خاوند عبیداللہ مرتد ہو گئے اور عیسائیت قبول کر لی اور کچھ ہی عرصہ کے بعد وفات پا گئے۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹی دی جو عبیداللہ سے ہوئی جس کا نام

انھوں نے حبیبہ رکھا اور پھر اسی بیٹی کی کنیت سے مشہور ہوئیں۔

نبی اکرم ﷺ کو جب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بیوہ ہونے کا علم ہوا تو مدت گزرنے پر آپ ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو شاہِ حبشہ نجاشی کے پاس بھیجا تاکہ وہ آپ ﷺ کی طرف سے سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام پہنچادیں۔

ادھر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے عبیداللہ کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا کہ ایک شخص انھیں ''یا ام المومنین'' کہہ کر پکار رہا ہے یہ آواز سن کر وہ چونک کر بیدار ہوئیں پھر دل میں اس خواب کی تعبیر آئی کہ یہ تو رسول اللہ ﷺ کے حرمِ مبارک میں آنے کی بشارت ہے۔

نجاشی کو جب رسول اللہ ﷺ کا پیغام ملا تو انھوں نے اپنی خاص باندی ابرہہ کو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے آپ کی رسول اللہ ﷺ سے شادی کرنے کا حکم دیا ہے لہٰذا آپ اپنی طرف سے کسی کو اپنا وکیل مقرر کردیں جب وہ باندی یہ پیغام لے کر آئی تو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اسے دعائے خیر دی اور جو زیور پہنا تھا خوشی کے مارے اسے دے دیا اور حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو جو ددھیال کی طرف سے ان کے رشتہ دار تھے اپنا وکیل مقرر کیا چنانچہ نجاشی اصحمہ نے چار سو دینار کے عوض رسول اللہ ﷺ سے ان کا نکاح کردیا اور کچھ اشیاء بھی تحفے میں دیں اور تمام حاضرین کی ضیافت کی۔

رسول اللہ ﷺ کی ان سے نکاح کرنے کی حکمت یہ تھی کہ کفار مکہ کا سردار اور مسلمانوں کا دشمن اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں پیش پیش رہنے والا شخص ابوسفیان جس کے پاس جنگ کا علَم ہوتا اور جب وہ علمِ جنگ بلند کرتا تو سب اہل مکہ اس کے جھنڈے تلے جمع ہوجاتے تھے لیکن جب اس کی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آگئی تو اس کے بعد یہ دوبارہ مسلمانوں کے خلاف لشکر کشی کرتا نظر نہیں آیا بلکہ اس کا فائدہ یہ بھی ہوا کہ تھوڑے عرصہ بعد ابوسفیان رضی اللہ عنہ بھی مسلمان ہوگئے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول اللہ ﷺ سے 7ھ میں ہوا۔ انھوں نے اپنے بھائی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں 44 ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ رضي الله عنها وأرضاها.

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ان خواتین میں سے ہیں جنھوں نے اپنے خاوند کے ساتھ دو مرتبہ حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں قیام پذیر ہوئے تو اپنے خاوند کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی ان کے خاوند ان کے چچازاد تھے اور وہ رشتے میں رسول اللہ ﷺ کے رضاعی بھائی لگتے تھے اور ابوسلمہ کے نام سے مشہور تھے۔

ان کا سفرِ مدینہ بھی بڑا دکھ بھرا ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ نے نکاح ہجرت کے چوتھے سال کیا۔

نبی اکرم ﷺ کو حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے بیمار ہونے کا علم ہوا تو آپ ﷺ ان کی عیادت کے لیے گئے جب رسول اللہ ﷺ ان کے ہاں داخل ہوئے تو حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں کھلی تھیں اور وہ وفات پاچکے تھے آپ ﷺ نے ان کی آنکھیں بند کردیں اور فرمایا:

((إِنَّ الرُّوحَ إِذَا قُبِضَ تَبِعَهُ الْبَصَرُ .))

''یقیناً جب روح قبض کی جاتی ہے تو نظر اس کا پیچھا کرتی ہے۔''

آپ ﷺ کی یہ بات سن کر گھر والے اور زیادہ رونے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں روکا اور فرمایا:

((لَا تَدْعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ إِلَّا بِخَيْرٍ فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُؤَمِّنُونَ عَلَى مَا تَقُولُونَ .))

''تم اپنے لیے سوائے بھلائی کے اور کوئی دعا نہ کرو کیونکہ جو تم کہتے ہو اس پر فرشتے آمین کہتے ہیں۔''

پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کی:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأَبِي سَلَمَةَ وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ فِي الْمَهْدِيِّيْنَ وَاخْلُفْهُ فِي عَقِبِهِ فِي الْغَابِرِينَ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ وَافْسَحْ لَهُ

فِي قَبْرِهِ وَنَوِّرْ لَهُ فِيهِ)) ❶

''اے اللہ! ابوسلمہ کو بخش دے اور ہدایت یافتہ لوگوں میں اس کے درجات بلند فرما اور اس کے پیچھے رہ جانے والوں میں تو اس کا جانشین بن۔ اے جہانوں کو پالنے والے! ہمیں اور اس کو بخش دے، اس کے لیے اس کی قبر میں کشادگی فرما اور اس کے لیے اس (قبر) میں روشنی کر دے۔''

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا کہ جو بندہ مصیبت آنے پر یہ کلمات کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس مصیبت پر اسے اجر دیتے ہیں اور اس کو اس سے بہتر بدل عطا فرماتے ہیں تو چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے کہنے پر میں نے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر یہ کلمات پڑھے۔

((اَللّٰهُمَّ أْجُرْنِي فِي مُصِيبَتِي وَأَخْلِفْ لِي خَيْرًا مِنْهَا)) ❷

میں نے یہ کلمات کہے تو سوچا بھلا ابوسلمہ صحابیِ رسول سے بہتر بھی کوئی ہوسکتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے بہتر رسول اللہ ﷺ عطا فرما دیے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حسن و جمال میں بھی اپنی مثال آپ تھیں اور اس کے ساتھ بڑی مدبّرہ سمجھ بوجھ کی مالکہ اور دانا تھیں جب رسول اللہ ﷺ صلح حدیبیہ کا مکتوب لکھ کر فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جانور ذبح کرنے اور سر منڈوانے کا کہا تو پریشانی کے عالم میں کوئی نہ اٹھا بالآخر رسول اللہ ﷺ پریشان حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

((يَا نَبِيَّ اللهِ أَتُحِبُّ ذَلِكَ اخْرُجْ ثُمَّ لَا تُكَلِّمْ أَحَدًا مِنْهُمْ كَلِمَةً حَتَّى تَنْحَرَ بُدْنَكَ وَتَدْعُوَ حَالِقَكَ فَيَحْلِقَكَ.)) ❸

''اے اللہ کے نبی! اگر آپ یہ بات چاہتے ہیں تو باہر تشریف لے جائیں اور

❶ صحيح مسلم: 920. ❷ صحيح مسلم: 918.

❸ صحيح بخاري: 2732.

ان میں سے کسی سے کلام نہ کریں بلکہ آپ اپنے قربانی کے جانور کو ذبح کر کے سر مونڈنے والے کو بلائیں تاکہ وہ آپ ﷺ کا سر مونڈ دے۔"

چنانچہ آپ ﷺ نے ایسے ہی کیا آپ ﷺ کو دیکھ کر سب صحابہ نے جانور ذبح کر دیے اور بال منڈوا دیے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد دوسرے نمبر پر ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے کثرت سے احادیث بیان کرنے والی ہیں، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے 84 سال عمر پا کر 63ھ میں وفات پائی۔ رضي الله عنها و أرضاها

ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا رشتے میں رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی زاد لگتی تھیں جب رسول اللہ ﷺ نے اعلانِ نبوت کیا تو ابتداء ہی میں مسلمان ہونے والوں میں ان کے بھائی عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ بھی تھے ان کے مسلمان ہونے کی وجہ سے ان کا سارا خاندان مسلمان ہو گیا، کفار مکہ کی سختیوں کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اس خاندان کو حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ہوا جن کو رسول اللہ ﷺ نے آزاد کر کے اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا۔ لیکن جب ان دونوں کی ازدواجی زندگی پرسکون نہ بن سکی تو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے ان کو طلاق دے دی اور عرب میں رواج تھا کہ منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹے کا درجہ دیا جاتا تھا اور اس کی بیوی کو حقیقی بہو کی طرح، تو اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے اس تصور کو توڑنے کے لیے آسمان سے خود ہی ان کا نکاح رسول اللہ ﷺ سے فرما دیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا ﴾ [الاحزاب 37:33]

"جب زید نے اس سے (اپنی) حاجت کو پورا کر لیا (تو عدت کے بعد) ہم نے اس کا نکاح آپ سے کر دیا۔"

لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے پانچ ہجری میں ان سے نکاح کر لیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بڑی

عابدہ زاہدہ اور اللہ کی راہ میں بہت صدقہ وخیرات کرنے والی خاتون تھیں انھوں نے اپنے گھر میں ایک حصہ عبادت کے لیے خاص کر رکھا تھا اور اسے اپنے لیے مسجد بنا رکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ بھی بسا اوقات اسی جگہ نفل ونوافل اور تہجد پڑھ لیتے۔

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے آپ ﷺ کی کسی بیوی نے پوچھا:

((أَيُّنا أَسْرَعُ بِكَ لُحُوقًا؟)) [1]

''وفات کے بعد ہم میں سے کون سب سے پہلے آپ ﷺ کو ملے گی؟''

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اطولکنّ یدًا جس کا ہاتھ تم سب میں لمبا ہے۔

تو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے چھڑی لی اور ایک دوسرے کے ہاتھ ناپے تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ سب سے لمبے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سب سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی تو ہمیں علم ہوا کہ لمبے ہاتھوں سے مراد صدقہ وخیرات ہے وَ کَانَتْ تُحِبّ الصدقة وہ صدقہ وخیرات کرنے کو بڑا پسند کرتی تھیں۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے سالانہ خرچ بھیجا تو انھوں نے اس پر کپڑا ڈال دیا اور خادمہ برزۃ بنت رافع رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میرے رشتہ داروں اور یتیموں ومسکینوں میں خرچ کردو تو انھوں نے تقسیم کرنے شروع کردیے حتی کہ برزہ نے کہا ام المومنین ہمارا بھی تو اس میں حق ہے تو ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا جو باقی ہے کپڑے کے نیچے وہ تمھارا ہے دیکھا تو باقی پچاس درھم نکلے۔

اس بات کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملی تو انھوں نے ایک ہزار درہم مزید بھیج دیے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے وہ بھی تقسیم کردیے اور پھر دعا کی:

((اَللّٰهُمَّ لا يُدْرِكْنِي عَطاءُ عُمَرَ بَعْدَ عَامِيْ هذا.))

''اے اللہ! میرے اس سال کے بعد مجھے عمر کا کوئی وظیفہ یا عطیہ نہ پائے۔''

چنانچہ اسی سال حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے بیس ہجری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت

[1] صحيح البخاري: 1420.

میں وفات پائی اور نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے یہ پہلی خاتون تھیں جنھوں نے وفات پائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ رضي الله عنها وأرضاها

ام المومنین حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا:

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا نام اصل میں برہ تھا صحیح مسلم کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ پسند نہ تھا آپ ﷺ نے ان کا نام برۃ تبدیل کر کے جویریہ رکھ دیا۔ ❶

جب غزوہ بنو مصطلق میں رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے فتح دی تو بنو مصطلق کے لوگ قیدی بن کر آئے ان میں بنو مصطلق کے سردار حارث کی بیٹی جویریہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں ان کا خاوند مسافع بن صفوان اسی غزوہ بنو مصطلق میں حالت کفر پر مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ حضرت جویریہ مال غنیمت میں ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے اپنے مالک سے ۹ اوقیے چاندی پر مکاتبت کرلی۔ اور مکاتبت کہتے ہیں کہ کوئی غلام یا لونڈی اپنے مالک سے یہ سمجھوتہ کرے کہ وہ ایک مقررہ رقم ادا کر کے آزاد ہو جائے گا۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی بڑی تعریف سنی تھی اور آپ ﷺ کی رحمدلی کا تذکرہ سنا تھا لہٰذا وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں رسول اللہ ﷺ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے انھوں نے اندر آنے کی اجازت مانگی اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کی اور اپنا تعارف کروایا اور ساتھ اپنی مکاتبت کے بارے مدد مانگی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فَهَلْ لَّكِ فِي خَيْرٍ مِنْ ذَالِكَ؟

"کیا تم اس سے بہتر چیز چاہتی ہو؟"

تو انھوں نے پوچھا: اللہ کے رسول ﷺ! وہ کیا ہے؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا: أَقْضِي كِتَابَتَكِ وَ أَتَزَوَّجُكِ. ❷

---

❶ صحیح مسلم: 2140.

❷ مسند احمد: 26365، سنن ابی داؤد: 3931.

''میں تمھاری مکاتبت کی رقم ادا کر دیتا ہوں اور تم سے شادی کر لیتا ہوں۔''

جس وقت رسول اللہ ﷺ نے ان سے شادی کی ان کی عمر بیس سال تھی حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے شادی سے صحابہ بڑے خوش ہوئے اور انھوں نے جو قیدی ان کے پاس تھے آزاد کر دیے کہ یہ تو اب رسول اللہ ﷺ کے سسرالی رشتہ دار ہیں اس طرح سے ان سے نکاح سے ان کی قوم بنو مصطلق کے سو کے قریب گھرانے آزاد ہو گئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد فرماتی ہیں:

((فَمَا أَعْلَمُ امْرَأَةً كَانَتْ أَعْظَمَ بَرَكَةً عَلَى قَوْمِهَا مِنْهَا.))

''میں نہیں جانتی کہ کوئی عورت حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر اپنی قوم کے لیے برکت والی ثابت ہو۔''

رسول اللہ ﷺ کے بنو مصطلق پر حملہ کرنے سے تین راتیں پہلے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے خواب دیکھا کہ یثرب سے چاند آ رہا ہے اور آ کر میری گود میں اتر گیا اور یہ خواب رسول اللہ ﷺ سے نکاح کی شکل میں پورا ہوا۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی زوجیت میں آ کر بڑا اچھا وقت گزارا اور اپنی زندگی کا زیادہ تر حصہ رب تعالیٰ کی بندگی اور رسول اللہ ﷺ جیسے بہترین خاوند والی نعمت کے شکرانے میں گزار دیا۔

ایک دن رسول اللہ ﷺ ان کے پاس سے جب نمازِ فجر کے لیے جانے لگے تو ان کو اپنے مصلیٰ پر عبادت کرتے پایا پھر جب رسول اللہ ﷺ چاشت کے وقت واپس آئے تو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا اسی طرح محوِ عبادت تھیں تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا:

((مَا زِلْتِ عَلَى الْحَالِ الَّتِي فَارَقْتُكِ عَلَيْهَا.))

''تم ابھی تک ویسے ہی (بیٹھی) ہو جیسے میں تمھیں چھوڑ کر گیا تھا؟''

تو انھوں نے فرمایا: جی ہاں ذرا سوچیے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کس قدر عبادت گزار تھیں اور آج ہماری عورتیں اللہ المستعان صرف فرضی نماز پڑھ کر سمجھتی ہیں گویا ہم نے معرکہ

مار لیا۔

بہر حال تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: کہ تمھارے پاس سے جانے کے بعد میں نے تین بار چار ایسے کلمات پڑھے ہیں کہ اگر تمھاری صبح سے لے کر اب تک کی عبادت کے ساتھ تولا جائے تو وہ کلمات بھاری ہوں گے پھر آپ ﷺ نے وہ کلمات پڑھے۔

((سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ)) [1]

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے 65 سال کی عمر پا کر حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں وفات پائی۔ رضی اللہ عنا و أرضاها

ام المومنین حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا:

جب خیبر فتح ہوا تو خیبر کے یہودی مرد و خواتین قیدی بنا لیے گئے تو ان قیدیوں میں حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا بھی تھیں حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضرت دحیہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اللہ کے رسول ﷺ! مجھے بھی کوئی باندی دیں آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اور ایک لونڈی لے لو تو انھوں نے حضرت صفیہ کو لے لیا تو ایک شخص آیا اور اس نے عرض کی: یا رسول اللہ!

((اَعْطَيْتَ دَحِيَةَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيّ سَيِّدَةَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيرِ .))

"اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ نے قریظہ اور نضیر کی شہزادی صفیہ بنت حیی دحیہ رضی اللہ عنہ کو دے دی ہے۔"

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ادعو بها دحیہ کو صفیہ سمیت بلاؤ۔

جب حضرت دحیہ رضی اللہ عنہا صفیہ کو لے کر آئے آپ ﷺ نے اسے دیکھا تو فرمایا: دحیہ! اس کے علاوہ کوئی اور باندی لے لو۔

تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ اور

[1] صحیح مسلم: 2726.

رسول اللہ ﷺ کے دورانِ سفر ہی ان کا ولیمہ کیا اور صحابہ کرام ؓ کو مدینے کا معروف حلوہ حَیس کھلایا۔ [1]

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت صفیہ ؓ نے اپنے آپ کو زیادہ تر عبادت میں مصروف رکھا تا آنکہ پچاس ہجری میں حضرت معاویہ ؓ کے دور حکومت میں وفات پائی انھیں بقیع میں دفن کیا گیا۔ رضي الله عنها و أرضاها

ام المومنین حضرت میمونہ بنت الحارث ؓ:

رسول اللہ ﷺ نے عمرة القضاء سے واپسی پر سات ہجری میں ان سے نکاح کیا ان کا نام پہلے برہ تھا جو رسول اللہ ﷺ نے تبدیل کر کے میمونہ رکھا اور یہ رسول اللہ ﷺ کے عقد نکاح میں آنے والی آخری خاتون تھیں۔ یہ رشتہ میں حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کی خالہ لگتی ہیں۔

اور دلچسپ بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ کے قریب سرف مقام پر ان سے نکاح کیا اور ازدواجی تعلقات قائم کیے اور 61 ہجری میں عین اسی مقام سرف پر حضرت میمونہ ؓ نے اسی سال کی عمر پا کر وفات پائی اور ان کی نمازِ جنازہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے پڑھائی اور عین اسی جگہ ان کی قبر ہے جہاں رسول اللہ ﷺ نے ان سے خلوت اختیار کی تھی۔

یہ تھیں رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات ؓ جن کا تذکرہ میں نے آپ احباب کے سامنے بڑے اختصار سے بیان کیا۔ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں یہودیوں نے بطورِ طنز یہ بات کہی کہ تمھارے نبی کو تو سوائے شادیاں کرنے کے اور کوئی کام نہیں انھیں تو چاہیے صرف تبلیغ میں مصروف رہیں تو ان کے اس اعتراض کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ کو نازل فرمایا:

---

[1] صحيح بخاری : 371.

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً ۚ﴾

[الرعد 38:13]

”البتہ تحقیق ہم نے آپ سے پہلے (بھی) کئی رسول بھیجے اور ان کے لیے بیویاں اور اولاد بنائی۔“

اسی طرح کچھ لوگ عصرِ حاضر میں بھی یہ اعتراض کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ آپ ﷺ عورتوں میں زیادہ رغبت رکھتے تھے اور آپ ﷺ نے اسی میں زندگی گزار دی تو اس بے مقصد اعتراض کے کئی ایک جواب ہیں۔

1: قرآنی جواب کہ آپ ﷺ سے پہلے بھی انبیاء آئے اور ان کی بھی متعدد ازواج تھیں۔

2: آپ ﷺ نے جن عورتوں سے بھی نکاح کیا ان کے پیچھے ایک مقصد اور حکمت تھی۔

3: جاہلیت میں ایک عادت تھی کہ جس کو بیٹی دے دیتے تو پھر اس کی مخالفت چھوڑ دیتے تھے یہی وجہ تھی کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے آپ ﷺ سے نکاح ہو جانے کے بعد آپ ﷺ کی مخالفت چھوڑ گیا۔ اسی طرح یہود ہر لڑائی میں پیش پیش ہوتے تھے لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو یہود مخالفت میں کم ہو گئے۔

4: قاضی سلیمان منصور پوریؒ نے اس بارے اپنی کتاب رحمۃ للعالمین میں بڑا عمدہ جواب دیا ہے۔

❁ نبی اکرم ﷺ کی کل زندگی 63 سال تھی اور کمال جوانی کے ابتدائی 25 سال عفت پاکدامنی اور زہد و ورع میں گزرے۔

❁ پھر 25 سے 50 سال کا عرصہ ایسی خاتون کے ساتھ گزرا جو آپ ﷺ سے عمر میں 15 سال بڑی تھی اور صاحب اولاد تھی۔

❁ پھر 55 سے لے کر 59 سال کا زمانہ ہے جس میں ازواج مطہرات کے حجرے بنے تو ذرا غور کیجیے زندگی کی پچپن بہاریں جس عمل میں گزریں وہ دعوت الی اللہ ہے وہ اللہ

کی توحید کا پرچار کرنا ہے اور عمر ڈھلنے لگی تو پھر شادی کروانا اس بات کا متقاضی ہے کہ وہاں مقصد عورتوں سے رغبت نہیں بلکہ دینی مقاصد اور دینی مصلحتیں تھیں اللہ تعالیٰ ہمیں نیکی کی توفیق دے اور ہر قسم کے شر اور برائی سے محفوظ فرمائے۔ آمین

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

رسول اللہ ﷺ کی اولاد

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِينُهٗ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ . اَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

﴿وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً﴾

[الرعد 13:38]

ہر قسم کی حمد و ثنا، اللہ رب العالمین کے لیے درود و سلام امام المرسلین، سید الاولین والآخرین جناب محمد رحمۃ للعالمین کے لیے۔

بھائیو! دوستو! بزرگو! آج کے خطبے کا موضوع رسول اللہ ﷺ کی اولاد طیبہ کے حوالے سے ہے اولاد فطرتی طور پر ہر ایک کو محبوب ہوتی ہے اور یہ ایک ایسی نعمت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کی ٹھنڈک کہا ہے اور یہ ایسا میوہ اور ایسا پھل ہے جس سے انسان سکون محسوس کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر جناب محمد ﷺ کو اس نعمت سے نوازا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تین بیٹے اور چار بیٹیاں عطا فرمائیں۔

آپ ﷺ کے تین بیٹوں کے نام یہ ہیں:

1: قاسم رضی اللہ عنہ　　2: عبداللہ رضی اللہ عنہ　　3: ابراہیم رضی اللہ عنہ

اور صاحبزادیوں کے نام یہ ہیں:

1: سیدہ زینب رضی اللہ عنہا 2: سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا

3: سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا 4: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

بعض لوگ تعصب کی بناء پر رسول اللہ ﷺ کی حقیقی بیٹی صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو قرار دیتے ہیں اور باقی تین بیٹیوں کو لے پالک قرار دیتے ہیں جبکہ یہ قرآن کی رو سے، روایات کی رو سے اور جمہور امت کے موقف کے خلاف ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی بیٹیوں پر جمع کا لفظ بولا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَآأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ﴾ [الاحزاب 33:59]

”اے نبی: اپنی بیویوں، اپنی بیٹیوں اور تمام اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں۔“

عربی زبان میں ایک بیٹی پر بنت کا لفظ بولا جاتا ہے اور اگر ایک سے زیادہ ہوں تو بنات کا لفظ اور قرآن نے بھی یہی لفظ بولا ہے لہٰذا نص قرآنی سے یہی ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کی ایک سے زیادہ بیٹیاں تھیں۔

اب میں آپ حضرات کے سامنے آپ ﷺ کی اولاد کی تفصیل بیان کرتا ہوں۔

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ:

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے بیٹا قاسم رضی اللہ عنہ عطا فرمایا انھیں کے نام سے آپ ﷺ نے اپنی کنیت ابوالقاسم رکھی۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے پیدا ہوئے اور بعثت سے دو سال قبل وفات پائی بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ وہ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچ چکے تھے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ (طاہر، طیب):

مکہ میں اعلانِ نبوت کے بعد رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے

ہی بیٹا عبداللہ رضی اللہ عنہ عطا فرمایا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا لقب طاہر، طیب ہے انھوں نے مکہ میں ہی دودھ پینے کی عمر میں وفات پائی ان کی وفات پر مکہ کے ایک چودھری عاص بن وائل نے آپ ﷺ کو ابتر کہا اور نسل بریدہ ہونے کا طعنہ دیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر سورۂ کوثر کو نازل فرمایا اور اس مشرک کافر کا جواب دیا اور فرمایا:

﴿إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۝﴾ [الکوثر 108:3]

"یقیناً آپ ﷺ کا دشمن ہی نسل بریدہ ہوگا۔"

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ:

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو آخری بیٹا ابراہیم رضی اللہ عنہ آٹھ ہجری میں عطا فرمایا جو کہ رسول اللہ ﷺ کی لونڈی ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ نے سات ہجری کی ابتداء میں مختلف بادشاہوں کو خط لکھے جن میں سے ایک شاہِ مصر مقوقس تھا جس کا نام جارج یا جُریج ذکر کیا جاتا ہے اس نے رسول اللہ ﷺ کے خط کی عزت کی اور جواباً خط لکھا اور ساتھ مزید آپ ﷺ کے لیے تحائف بھیجے ان تحائف میں دو لونڈیاں بھی تھیں جن میں سے ایک رسول اللہ ﷺ نے اپنے لیے خاص کر لی، انھیں ہی ام ابراہیم رضی اللہ عنہ بننے کا شرف حاصل ہوا۔

رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ جب پیدا ہوئے تو اس وقت آپ ﷺ کی اولاد میں سے صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زندہ تھیں اور ابراہیم رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی اولاد میں سے آخری تھے اور رسول اللہ ﷺ ان سے بے پناہ محبت کرتے تھے اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک ساٹھ سال کے قریب تھی۔

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وُلِدَ لِي اللَّيْلَةَ غُلَامٌ فَسَمَّيْتُهُ بِاسْمِ أَبِي إِبْرَاهِيمَ .))

"آج رات میرا بیٹا ہوا ہے جس کا نام میں نے اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کے نام

پر رکھا ہے۔‘‘

رسول اللہ ﷺ نے بنونجار کے ایک شخص ابوسیف جو کہ لوہار تھے ان کی بیوی ام سیف رضی اللہ عنہا کے پاس رضاعت کے لیے بھیج دیے جو عوالی مدینہ میں رہائش پذیر تھے رسول اللہ ﷺ اپنے بیٹے کو ملنے کے لیے اکثر ان کے پاس چلے جاتے بسا اوقات دوپہر کو آرام بھی ان کے پاس کرتے۔

رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ نے اٹھارہ ماہ یعنی ڈیڑھ سال عمر پائی صحیح بخاری کی روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ابوسیف رضی اللہ عنہ لوہار کے ہاں گئے جو حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے رضاعی باپ تھے رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو اٹھایا بوسہ دیا اور اپنا منہ مبارک ان کے منہ کے پاس کیا اور پیار و محبت کا اظہار کیا پھر ہم واپس آ گئے پھر رسول اللہ ﷺ کو ان کی حالت کے خراب ہونے کا علم ہوا تو ہم دوبارہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کے پاس پہنچے تو دیکھا حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ حالتِ نزع میں تھے اور ان کے سانس اکھڑ رہے تھے۔ راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((فَجَعَلَتْ عَيْنَا رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ تَذْرِفَانِ))

’’رسول اللہ ﷺ کی آنکھیں آنسو بہانے لگیں۔‘‘

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے پوچھنے لگے:

((وَأَنْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ))

’’اے اللہ کے رسول! آپ بھی روتے ہیں؟‘‘

تو رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا:

((يَا ابْنَ عَوْفٍ إِنَّهَا رَحْمَةٌ))

’’اے ابن عوف! یہ تو ایک (باپ کی بیٹے سے محبت اور) رحمت ہے۔‘‘

پھر آپ ﷺ نے روتے ہوئے فرمایا:

((إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضَى رَبُّنَا))

"یقیناً آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غم زدہ ہوتا ہے لیکن ہم زبان سے وہی (کچھ) کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہوتا ہے۔"

پھر رسول اللہ ﷺ نے بیٹے کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا:

((وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ .)) [1]

"اے ابراہیم! یقیناً ہم تیری جدائی سے بڑے غمگین ہیں۔"

میرے بھائیو! ہمارے لیے اس واقعہ میں سبق ہے کہ دکھ تو انبیاء علیہم السلام کو بھی آتے ہیں، پریشانیاں انھیں بھی لاحق ہوتی ہیں، غمگین وہ بھی ہوتے ہیں، لیکن وہ واویلا نہیں کرتے، وہ بین نہیں کرتے، وہ جاہلانہ پکار نہیں لگاتے، بلکہ وہ غم پہنچنے پر بھی وہی کام کرتے ہیں جس میں اللہ رب العزت کی رضامندی ہے جس کا رب نے حکم دیا ہے دوسری بات ہمیں یہ بھی سمجھ آئی کہ زندگی اور موت کا فیصلہ صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے کوئی نبی ولی کسی کو زندگی نہیں دے سکتا جبکہ ہمارے معاشرے میں ایسے لوگ بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ گیارہویں والی سرکار کے پاس ایک عورت آئی اور روئی اور عرض کی کہ میرا ایک ہی بیٹا تھا اور ملک الموت اس کی روح لے گیا ہے سرکار نے ملک الموت سے روحوں والا تھیلا چھین کر روحیں بکھیر دیں جو سب واپس آ گئیں۔

جبکہ میرے بھائیو! حق اور سچ میں فرق کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو بھیجا ہے اگر آپ ﷺ کے پاس روح واپس لانے کی اتھارٹی نہیں تھی تو ایک بزرگ کیا طاقت رکھتا ہے اور ویسے بھی اگر سوچا جائے تو سب سے پہلے انسان اپنی جان کی فکر کرتا ہے تو بابا جی اپنے آپ کو موت سے کیوں نہ بچا سکے۔

میرے بھائیو! اس قسم کے بے بنیاد واقعات اور غلط باتیں بزرگوں کی طرف منسوب کر کے ان کی توہین کی جاتی ہے بھلا سوچیے جس بچے کی روح نکالنے کا اللہ نے حکم دیا اور ملک الموت نے اللہ کا حکم مان کر اس کی روح نکالی تو کیا اللہ کا ولی اللہ کے فیصلے پر راضی ہوگا

---

[1] صحيح بخاري : 1303 .

یا اس کی مخالفت کرے گا تو اللہ کے لیے سنی سنائی باتوں پر اپنا اعتقاد نہ قائم کیجیے بلکہ کتاب و سنت کی روشنی میں اپنے اعتقاد کی اصلاح کیجیے اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ آمین

تو بات چل رہی تھی رسول اللہ ﷺ کے آخری بیٹے حضرات ابراہیم رضی اللہ عنہ کی تو ان کی وفات پر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو وحی کے ذریعے خبر دی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو مخاطب ہو کر اور اہل خانہ کی دلجوئی کے لیے فرمایا:

((إِنَّ إِبْرَاهِيمَ ابْنِي وَإِنَّهُ مَاتَ فِي الثَّدْيِ وَإِنَّ لَهُ لَظِئْرَيْنِ تُكَمِّلَانِ رَضَاعَهُ فِي الْجَنَّةِ)) [1]

"یقیناً ابراہیم رضی اللہ عنہ میرا بیٹا تھا اور مدتِ رضاعت میں فوت ہوا ہے اس کے لیے جنت میں دو دایہ ہیں جو اس کی مدتِ رضاعت کو پورا کریں گی۔"

اللہ تعالیٰ کی مشیت سے اتفاقاً جس دن رسول اللہ ﷺ کے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے وفات پائی اسی دن سورج کو گرہن لگ گیا۔ عربوں کے ہاں یہ تصور پایا جاتا تھا کہ جب کوئی بڑا آدمی پیدا ہوتا ہے یا فوت ہوتا ہے تو سورج یا چاند کو گرہن لگتا ہے رسول اللہ ﷺ نے الصلاۃ جامعۃ کے الفاظ سے منادی لگوائی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اکٹھے ہوئے تو آپ ﷺ نے انھیں صلوٰۃ الکسوف پڑھائی۔

صلوٰۃ الکسوف یا صلوٰۃ الخسوف سے مراد رسول اللہ ﷺ کی سنت مبارکہ ہے کہ جب سورج یا چاند کو گرہن لگے تو لمبی قرأت کرتے ہوئے دو رکعات نماز نفل پڑھی جائے اور رسول اللہ ﷺ سے ایک رکعت میں دو رکوع، تین رکوع بھی ثابت ہیں۔

بہر حال رسول اللہ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھائی اور پھر مختصر سی وعظ و نصیحت کی اور فرمایا:

((إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَصَلُّوا وَادْعُوا حَتَّى تَنْكَشِفَ.)) [2]

---

[1] صحيح مسلم: 2316.

[2] صحيح بخاري: 1043، صحيح مسلم: 915.

”یقیناً سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں ان کو نہ کسی کی موت سے گرہن لگتا ہے اور نہ کسی کی زندگی سے اس لیے جب تم ان کو (گرہن لگا) دیکھو تو اللہ تعالیٰ کو پکارو اور نماز پڑھو یہاں تک کہ گرہن زائل ہو جائے۔“

اس فرمان کے ذریعے سے رسول اللہ ﷺ نے عربوں کے غلط اعتقاد کی نفی فرما دی اور یہ بتا دیا کہ آسمانی تبدیلیوں اور زمین کی تبدیلیوں کا آپس میں کوئی تناسب نہیں اور نہ ہی ان ستاروں کا زمین اور اہل زمین پر کوئی اثر ہوتا ہے۔

سنن ابی داؤد کی روایت ہے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((مَاتَ اِبْرَاهِيمُ ابْنُ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ شَهْرًا فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ .)) [1]

”رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ اٹھارہ ماہ کے ہو کر فوت ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی تھی۔“

پھر انھیں بقیع میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے پڑوس میں دفن کیا گیا۔

رضي الله عنه و أرضاهُ

حضرت زینب رضی اللہ عنہا:

رسول اللہ ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی کا نام حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے دس سال قبل پیدا ہوئیں تھیں یعنی جب رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک تقریباً تیس سال تھی۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اعلیٰ صفات اور بلند اخلاق والدین کی صحبت میں تربیت پائی جب رسول اللہ ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کی بیٹیوں نے بھی اپنے معزز و مکرم باپ کے دین کو قبول کر لیا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی ان کے خالہ زاد ابو العاص بن ربیع سے ہوئی جو حضرت

[1] سنن ابی داؤد: 3187.

خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن ھالۃ بنت خویلد کے بیٹے تھے۔

ابوالعاص نرم مزاج، وعدے کا پکا اور اہل مکہ میں امانت داری میں معروف تھا۔ اہل مکہ بطور تجارت اپنی رقوم اس کے سپرد کر دیتے تھے۔

نبی اکرم ﷺ کے اعلان نبوت پر جب آپ ﷺ کی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا مسلمان ہوگئیں تو انھوں نے اپنے خاوند ابوالعاص کو بھی مسلمان ہونے کی دعوت دی لیکن انھوں نے اس چیز میں عار محسوس کی کہ اہل مکہ کیا کہیں گے کہ آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ کر بیوی کے دین کو قبول کرلیا ہے لہٰذا مسلمان نہ ہوئے۔

کفارِ مکہ گروہ کی شکل میں ابوالعاص کے پاس آئے اور یہ آفر کی کہ مکہ کی جس لڑکی کے ساتھ نکاح چاہتے ہو ہم کرا دیتے ہیں لیکن محمد ﷺ کی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کو چھوڑ دو لیکن انھوں بلا تردد صاف صاف انکار کر دیا اور ان کی آفر کو ٹھکرا دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے جب ہجرت کی تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے خاوند ابوالعاص کے پاس ہی ٹھہریں اور ہجرت نہ کی لیکن جب معرکہ بدر ہوا تو کفارِ مکہ کے ستر قیدی بنے ان قیدیوں میں ابوالعاص بھی قیدی بن کر آئے رسول اللہ ﷺ نے قیدیوں کے بارے فدیہ وصول کرنے کا فیصلہ کیا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے مکہ سے اپنے خاوند کا فدیہ ادا کرنے کے لیے مال بھیجا اور اس مال میں وہ ہار بھی تھا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بیٹی کو رخصتی کے وقت تحفہ میں دیا تھا جب وہ مال رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا اور آپ ﷺ نے وہ ہار دیکھا تو اپنی زوجہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یاد سے آپ ﷺ کی طبیعت میں رقت طاری ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے عرض کی:

((إِنْ رَأَيْتُمْ أَنْ تُطْلِقُوا لَهَا أَسِيرَهَا وَتَرُدُّوا عَلَيْهَا الَّذِي لَهَا)) [1]

"اگر تم مناسب سمجھو تو اس کے قیدی کو اس کے لیے ویسے ہی رہا کر دو اور اس کا ہار اسے واپس کر دو۔"

[1] سنن ابی داؤد: 2692.

پھر رسول اللہ ﷺ نے ابوالعاص سے وعدہ لیا کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیج دے۔

اور آپ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ اور ایک انصاری کو ذمہ داری سونپی کہ تم وادی یاجِج میں پہنچ کر زینب رضی اللہ عنہا کا انتظار کرنا اور پھر اسے ساتھ لے کر مدینہ آ جانا۔

ادھر ابوالعاص نے اپنے وعدے کی پاس داری کی اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینے کے سفر کی تیاری کا حکم دیا پھر خود تو نہ ساتھ روانہ ہوا لیکن اپنے بھائی کنانہ بن ربیع جو بہترین تلوار باز اور تیر انداز تھے اسے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ روانہ کیا کفار مکہ کو اس بات کا علم ہوا تو انھوں نے ان کے پیچھے چند نوجوان روانہ کیے جن میں ہبار بن اسود پیش پیش تھا اس نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی سواری کے پاس آ کر ان کو خوفزدہ کیا اور بعض روایات میں ہے کہ جس اونٹ پر سوار تھیں ہبار نے اسے نیزے سے ضرب لگائی جس سے اونٹ بھاگا تو وہ نیچے گر گئیں حالتِ حمل میں تھیں گرنے سے بیمار ہو گئیں حتی کہ ان کا حمل ساقط ہو گیا کنانہ نے صورت حال دیکھی تو ان کے اونٹ کو پکڑ کر بٹھا دیا اور اپنی ترکش سے تیر نکال کر سامنے رکھ لیے اور ان کے آڑے آنے والوں کو للکارا تو وہ سب پیچھے ہٹ گئے۔

ادھر مکہ میں ابوسفیان کو ان کے جانے کا علم ہوا تو کچھ اشرافِ مکہ کو لے کر وہاں پہنچ گیا اور کنانہ کو سمجھایا کہ اس طرح چڑھے دن مکہ والوں کے سامنے محمد ﷺ کی بیٹی کو لے کر نکلو گے یہ ان کے لیے عار ہے لہٰذا کچھ دن ٹھہر کر رات کی تاریکی میں نکلنا لہٰذا کنانہ ان کو لے کر واپس آ گیا اور پھر کچھ دن بعد دوبارہ ان کو لے کر نکلا اور وادی یاجج میں جہاں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ ان کے انتظار میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے ان کے سپرد کر کے کنانہ واپس مکہ پلٹ آیا۔

مکہ میں ابوالعاص اب اہل خانہ کی مصروفیت سے فارغ ہو چکا تھا چنانچہ اس نے اپنے آپ کو تجارت میں مصروف کر لیا اور تجارت کی غرض سے شام روانہ ہوا اہل مکہ نے اپنی رقوم ان کو سرمایہ کاری کے لیے دیں۔ جب ابوالعاص شام سے خرید و فروخت کر کے واپس مکہ کی

طرف پلٹا تو راستے میں مسلمانوں کے ایک لشکر سے ان کا سامنا ہوا جنھوں نے ان کا اور ان کے ساتھیوں کا سامان اپنے قبضہ میں کرلیا لیکن وہ لوگ مکہ کی طرف بھاگ نکلے چونکہ ابوالعاص کے پاس لوگوں کی رقوم اور ان کا مال تھا جو مسلمانوں نے ان سے قبضے میں کرلیا چنانچہ ابوالعاص نے رات کی تاریکی میں بجائے مکہ کے مدینہ کا رخ کیا اور رات کے پچھلے پہر کسی طریقے سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا تک جا پہنچا اور جان کی امان چاہی حضرت زینب رضی اللہ عنہا مان گئیں ادھر رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھے اور تکبیر تحریمہ کہی، نماز شروع کردی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی نماز شروع کی تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے بلند آواز سے کہا:

((أَيُّهَا النَّاسُ: إِنِّي قَدْ أَجَرْتُ أَبَا الْعَاصِ بْنَ الرَّبِيْعِ .))

''اے لوگو! بلاشبہ میں نے ابوالعاص بن ربیع کو اپنی پناہ میں لے لیا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں سے پوچھا، جو کچھ میں نے سنا ہے کیا تم نے بھی سنا ہے؟ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: جی ہاں! ہم نے بھی یہ آواز سنی پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

((أما والَّذِي نفسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! مَا عَلِمْتُ بشيء من ذالك حَتّٰى سَمِعْتُ مَا سَمِعْتُمْ إِنَّهُ يُجِيْرُ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ أَدْنَاهُمْ .))

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! مجھے اس واقع کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا حتی کہ میں نے بھی وہ بات اس وقت سنی جس وقت تم نے سنی ہے۔ بلاشبہ مسلمانوں میں سے ادنیٰ فرد بھی کسی کو پناہ دے سکتا ہے۔''

پھر رسول اللہ ﷺ اپنی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور انھیں فرمایا: کہ بیٹا ابوالعاص کی عزت و تکریم کرنا اور اس کے رہنے سہنے کا اچھا بندوبست کرو البتہ اسے اپنے قریب نہ آنے دینا کیونکہ تم اس کے لیے حلال نہیں۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے ان صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلا بھیجا جن کے پاس ابوالعاص کا مال تھا

رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: اس ابوالعاص کا ہمارے ساتھ جو رشتہ ہے وہ تمھیں معلوم ہے اگر تم اس کا مال لوٹا دو تو ہمیں خوشی ہوگی اگر تم انکار کرو تو یہ تمھارا حق ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کی خوشی کو مقدم رکھا اور ابوالعاص کو اس کا سارا مال واپس کر دیا۔

تو ابوالعاص کو کسی نے کہا: اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو یہ سارا مشرکین کا مال تمھارا ہوگا تو ابوالعاص نے کہا: اگر مال کے لیے اسلام قبول کروں تو میرا اسلام برا ہے چنانچہ ابوالعاص لوگوں کا مال لے کر مکہ پہنچا اور ہر شخص کو اس کا حق واپس لوٹایا اور پھر قریش والوں کو مخاطب ہو کر کہا۔

((يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ! هَلْ بَقِيَ لِأَحَدٍ مِنْكُمْ عِنْدِي شَيْءٌ قَالُوا: لا، فجزاك الله خيرًا قَالَ فَإِنِي أَشْهَدُ أن لا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُه وَ رَسُولُهُ وَاللهِ مَا مَنَعَنِي مِنَ الإِسْلَامِ عِنْدَهُ إِلَّا خَوْفُ أَنْ تَظُنُّوا أَنِّي إِنَّمَا أَرَدْتُ أَكْلَ أَمْوَالِكُمْ.))

"اے قریش کی جماعت! کیا تم میں سے کسی کی کوئی چیز مجھ پر باقی ہے تو انھوں نے کہا: نہیں، اللہ تمھیں اچھا بدلہ دے تو ابوالعاص نے کہا! تو بیشک میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔"

اللہ کی قسم! میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنے اسلام کا اعلان اس لیے نہیں کیا کہ کہیں تم یہ نہ گمان کرو کہ میں نے تمھارا مال ہڑپ کرنے کی غرض سے اسلام قبول کیا ہے۔

حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے صلح حدیبیہ سے پانچ ماہ قبل اسلام قبول کیا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے ابوالعاص سے دو بچے عطا کیے ایک بیٹا علی بن ابی العاص اور دوسری بیٹی امامۃ بنت زینب رضی اللہ عنہا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بیٹے علی لڑکپن کی عمر میں وفات پا گئے البتہ بیٹی زندہ رہیں

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی وفات کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بیٹی امامہ سے نکاح کرنے کی وصیت کی لہٰذا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔

حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا دو سال ان کی رفاقت میں رہیں اور بالآخر آٹھ ہجری میں اکتیس سال کی عمر پا کر اپنے خالق حقیقی سے جاملیں۔ چنانچہ صحیح بخاری کی روایت ہے حضرت ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے وفات پائی تو ہم اس کو غسل دینے کا انتظام کر رہی تھیں تو رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس آئے اور فرمایا: اسے تین یا پانچ مرتبہ غسل دو اور اگر تم بہتر سمجھو تو اس سے زیادہ مرتبہ بھی غسل دے سکتی ہو۔ اور غسل کے پانی میں بیری کے پتے ملا لو۔ اور آخر میں کچھ کافور لگا دینا اور جب تم غسل سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع کرنا۔

ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب ہم غسل دے کر فارغ ہوئیں تو ہم نے رسول اللہ ﷺ کو خبر دی تو آپ ﷺ نے اپنا (استعمال شدہ) تہبند دیا اور فرمایا اسے اس کپڑے میں لپیٹ دو۔ [1]

رسول اللہ ﷺ نے خود ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے ہاتھوں سے انھیں قبر میں اتارا۔ رضي الله عنها و أرضاها

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد تقریباً چار سال تک ابوالعاص رضی اللہ عنہ زندہ رہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت، بارہ ہجری میں اس فانی دنیا سے رب تعالیٰ کے جوارِ رحمت میں منتقل ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا

رسول اللہ ﷺ کی دوسری صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا ہیں جو بعثتِ نبوی سے سات سال قبل مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک اس وقت 33 سال تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر 48 سال تھی۔

---

[1] صحيح بخاري: 1253.

رسول اللہ ﷺ کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے ہوا تھا لیکن رخصتی ابھی عمل میں نہیں آئی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ کو علی الاعلان دعوت دینے کا حکم ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی توحید کا آوازہ بلند کیا اور انھیں ایک اللہ کے سامنے جھکنے کا حکم دیا تو اس وقت سب سے پہلے مخالفت آپ ﷺ کے سگے چچا ابولہب نے کی اور نعوذ باللہ کہنے لگا:

((تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ أَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا؟)) [1]

"تیرے لیے سارا دن تباہی ہو، کیا تو نے ہمیں اس کام کے لیے جمع کیا تھا؟"

تو اللہ تعالیٰ نے ابولہب اور اس کی بیوی کی مذمت میں سورۃ لہب نازل فرمائی جس سے انھوں نے اپنے لیے بڑی عار اور شرمندگی محسوس کی۔ ام جمیل بڑے غصے میں آپ ﷺ کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے مسجد حرام میں آئی رسول اللہ ﷺ اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد حرام میں تشریف فرما تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ وہ آپ ﷺ کو دیکھ لے گی اور بُرا بولے گی اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا کہ وہ آپ ﷺ کو نہ دیکھ سکی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کے بارے میں بُرا بول کر چلی گئی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حیران ہو کر پوچھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا زَالَ مَلَكٌ يَسْتُرُنِي حَتّٰى وَلَّتْ .)) [2]

"اس کے جانے تک ایک فرشتے نے مجھے ڈھانپے رکھا۔"

ان دونوں میاں بیوی کا غصہ تب بھی ٹھنڈا نہ ہوا حتی کہ ابولہب نے اپنے دونوں بیٹوں کو محمد ﷺ کی دونوں بیٹیوں کو طلاق دینے کا بڑی سختی سے حکم دیا لہٰذا ان دونوں نے آپ ﷺ کی بیٹیوں کو طلاق دے دی، ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل نے یہ سمجھا کہ اس طرح سے ہم محمد ﷺ کو پریشان اور غمزدہ کریں گے اور اپنے دل کا غصہ نکال لیں گے لیکن اللہ کی تدبیر ان کی بُری سوچ پر غالب رہی ہوا یوں کہ انھی دنوں مکے کا ایک خوبصورت

[1] صحیح بخاری: 4770. [2] مسند البزار: 15.

نوجوان تاجر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دعوت پر مسلمان ہوگیا میری مراد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں، آپ ﷺ کی بیٹیوں کو طلاق دیے جانے کی خبر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ملی تو یہ خود رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے آپ ﷺ کی بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا کے رشتے کی بات کی، تو رسول اللہ ﷺ نے خوشی سے اس بات کو قبول فرما کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو عزت بخشی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دامادِ رسول ﷺ بننے کا شرف حاصل ہوا۔

کفار مکہ نے مسلمانوں کا مکہ میں رہنا مشکل کردیا تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی زوجہ محترمہ کے ساتھ حبشہ کی جانب ہجرت کی پھر کچھ عرصہ بعد واپس آ گئے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند کے ساتھ جب واپس مکہ آئیں تو اس وقت ان کی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا وفات پا چکی تھیں جو کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے لیے ایک بہت بڑا صدمہ تھا پھر کچھ عرصہ مکہ ٹھہرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کو مدینہ کی جانب ہجرت کرنے کا حکم ہوا تو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی اور مدینہ میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بھائی اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ کے گھر دونوں میاں بیوی ٹھہرے۔

مدینہ میں رہائش اختیار کرنے کے بعد جن دنوں رسول اللہ ﷺ غزوہ بدر کے لیے روانہ ہوئے سن دو ہجری میں انھی دنوں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا چیچک کی مرض میں مبتلا ہوئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنی اہلیہ کی دیکھ بھال کے لیے مدینہ میں ہی ٹھہرنے کا حکم دیا۔ بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب کی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو فتح کی خوشخبری دینے کے لیے مدینہ کی طرف روانہ کیا، جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچے تو اس وقت حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو دفنا کران پر مٹی ڈالی جارہی تھی۔

حضرت رقیہ اکیس سال کی عمر پا کر سن دو ہجری میں فوت ہوئیں۔ رضی اللہ عنہا و أرضاها۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ایک بیٹا

عبداللہ عطا فرمایا، اسی کے نام سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ تھی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے یہ بیٹے عبداللہ اپنی ماں کی وفات کے دو سال بعد چار ہجری میں فوت ہوئے اور ہوا یوں کہ مرغ نے ان کی آنکھ میں چونچ ماری جس سے زخم بن گیا اور ورم سارے چہرے پر پھیل گیا حتی کہ فوت ہو گئے اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا:

رسول اللہ ﷺ کی تیسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا بعثت نبوی سے چھ سال قبل مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں اور چھوٹی عمر میں ہی ان کا نکاح ان کی بڑی بہن کے ساتھ ہی ایک ہی گھر میں یعنی ابولہب کے بڑے بیٹے عتبہ کے ساتھ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا اور چھوٹے بیٹے عتیبہ کے ساتھ ام کلثوم کا نکاح ہوا لیکن رخصتی سے قبل ہی طلاق ہو گئی۔

رسول اللہ ﷺ کی بڑی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا تو ابوالعاص کے گھر جا چکی تھی اور دوسری بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند کے ساتھ حبشہ کی جانب ہجرت کر چکی تھیں اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اپنی والدہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ان کے پاس رہیں لیکن جب شعب ابی طالب والا بائیکاٹ ختم ہوا تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا شعب ابی طالب کی سختیوں سے بڑی کمزور ہو گئیں حتی کہ نبوت کے دسویں سال وفات پا گئیں، ان کی وفات سے کچھ دن پہلے نبی اکرم ﷺ کے چچا ابوطالب نے وفات پائی ان کی وفات کے بعد کفارِ مکہ جرأت مند ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کے بھی آڑے آنے لگے اور آپ ﷺ کو ستانے لگے تو رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور پھر چند دنوں کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ابورافع رضی اللہ عنہ کو مکہ کی طرف بھیجا کہ وہ آپ ﷺ کی زوجہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا اور آپ ﷺ کی دو بیٹیوں کو بھی مدینہ لے آئیں چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے گھرانے کے ان باقی افراد اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھرانے کو لے کر مدینہ پہنچ گئے۔

سن دو ہجری میں جن دنوں غزوہ بدر ہوا انھیں دنوں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی اور

ادھر غزوہ بدر میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے خاوند خُنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی عدت مکمل ہونے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی پیش کش کی لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے دنیا سے جانے اور رسول اللہ ﷺ سے قرابت داری کے ختم ہوجانے کی وجہ سے بہت زیادہ غم زدہ تھے اس وجہ سے انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے معذرت کرلی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہی پیش کش حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کی لیکن انھوں نے کوئی جواب نہ دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ طرز عمل پسند نہ آیا حتی کہ رسول اللہ ﷺ سے ان کی شکایت کی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

((يَتَزَوَّجُ حَفْصَةَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْ عُثْمَانَ وَ يَتَزَوَّجُ عُثْمَانُ بِمَنْ هِيَ خَيْرٌ مِنْ حَفْصَةَ .)) [1]

”حفصہ سے وہ شادی کرے گا جو عثمان سے بہتر ہے اور عثمان اس سے شادی کرے گا جو حفصہ سے بہتر ہے۔“

تھوڑے دن گزرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے لیے ان کی بیٹی سے نکاح کا پیغام بھیجا جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بخوشی قبول کیا اور آپ ﷺ نے اپنی دوسری بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کردیا یہ سن تین ہجری کی بات ہے اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ سے دوبارہ قرابت داری حاصل ہوگئی اور اسی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین کا لقب حاصل ہوا اور میں سمجھتا ہوں اولادِ آدم علیہ السلام میں واحد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وہ خوش نصیب ہیں جن کے نکاح میں ایک نبی کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے آئیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے ازدواجی زندگی بڑے اچھے انداز میں گزاری اور اس خوشگوار اور پرسکون زندگی کو ابھی چھ سال گزرے تھے کہ نو ہجری شعبان کے مہینے میں

[1] سیر اعلام النبلاء : 228/2 .

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اس دار فانی کو چھوڑ کر اپنے رب کے جوارِ رحمت میں منتقل ہو گئیں۔

رضي الله عنها و أرضاها

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا:

رسول اللہ ﷺ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ہیں یہ بعثت سے پانچ سال قبل اس وقت پیدا ہوئیں جب قریش مکہ خانہ کعبہ کی تعمیر میں مصروف تھے اور رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک 35 برس تھی۔ رسول اللہ ﷺ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑی محبت تھی، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي فَمَنْ أَغْضَبَهَا أَغْضَبَنِي .)) [1]

"فاطمہ میرے جسم کا ایک حصہ ہے، جس نے اسے ناراض کیا، اس نے مجھے ناراض کیا۔"

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنی عادات، سیرت اور چال ڈھال میں رسول اللہ ﷺ سے بہت مشابہت رکھتی تھی۔ چنانچہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَشْبَهَ سَمْتًا وَهَدْيًا وَدَلًّا بِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ فَاطِمَةَ رضي الله عنها كَانَتْ إِذَا دَخَلَتْ عَلَيْهِ قَامَ إِلَيْهَا فَأَخَذَ بِيَدِهَا وَقَبَّلَهَا وَأَجْلَسَهَا فِي مَجْلِسِهِ وَكَانَ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ إِلَيْهِ فَأَخَذَتْ بِيَدِهِ فَقَبَّلَتْهُ وَأَجْلَسَتْهُ فِي مَجْلِسِهَا .)) [2]

"میں نے کسی کو اپنی عادات، چال ڈھال اور بات چیت میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے مشابہ نہیں پایا، جب وہ آپ ﷺ کے ہاں آتیں تو آپ ﷺ اٹھ کر ان کی طرف بڑھتے، ان کا ہاتھ پکڑتے، بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھا لیتے اور (اسی طرح) جب آپ ﷺ ان کے ہاں جاتے تو

[1] صحیح بخاری: 3767. [2] سنن ابی داؤد: 5217.

وہ اٹھ کر آپ ﷺ کی طرف بڑھتیں، آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑتیں بوسہ دیتیں اور اپنی جگہ پر بٹھا دیتیں۔"

اور صحیح بخاری کی روایت ہے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((أَقْبَلَتْ فَاطِمَةُ تَمْشِي كَأَنَّ مِشْيَتَهَا مَشْيُ النَّبِيِّ ﷺ)) [1]

"حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں گویا ان کی چال نبی ﷺ کی چال جیسی تھی۔"

اور رسول اللہ ﷺ کی زبانِ اقدس سے سَيِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ کا لقب ملا۔ [2]

ان کی فضیلت ایک یہ بھی ہے کہ یہ جنت کے نوجوانوں کے سرداروں کی ماں ہیں، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ .)) [3]

"حسن اور حسین رضی اللہ عنہما جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔"

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رضاعت کی مدت اپنی والدہ سے ہی پوری کی اور انھیں کسی دایہ کے پاس نہ بھیجا گیا جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر نو سال ہوئی یعنی بعثت کے دسویں سال تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دنیا سے رحلت فرما ہوگئیں پھر حضرت فاطمہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہن دونوں بہنیں اکٹھی رہیں حتی کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت اور بعد میں اپنی ان صاحبزادیوں کو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کو بھیج کر مدینہ میں بلوالیا۔

چونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کو بڑی محبت تھی تو رسول اللہ ﷺ کی پیاری بیٹی سے شادی ہو جانا یقیناً ایک اعزاز تھا۔ چنانچہ اس اعزاز کو حاصل کرنے کے لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ طلب کیا، پھر کچھ دیر بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی رسول اللہ ﷺ سے اس خواہش کا اظہار کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کو ایک ہی جواب دیا اور فرمایا: إِنَّهَا صَغِيرَةٌ کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تو

[1] صحيح بخاري : 3623 . [2] صحيح بخاري : 3624 .

[3] جامع ترمذي : 3768، الصحيحة : 796 .

ابھی چھوٹی ہے۔ ❶

چونکہ والدہ محترمہ بھی وفات پا چکی تھیں اور پھر سب سے چھوٹی بھی تھیں تو اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان پر گھریلو ذمہ داریوں کا ابھی بوجھ ڈالنا مناسب نہ سمجھنا۔

پھر غزوہ بدر کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام پیش کیا جسے رسول اللہ ﷺ نے بخوشی قبول فرمالیا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک حطمی زرہ تھی جس کی قیمت چار سو درھم کے قریب تھی رسول اللہ ﷺ نے وہ زرہ ہی بطور حق مہر کے عوض حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دیا اور اپنی بیٹی کو بطور تحفہ مندرجہ ذیل اشیاء دیں۔ ایک اونی سفید چادر، ایک مشک، اور اذخر گھاس سے بھرا ہوا چمڑے کا تکیہ جیسا کہ حدیث میں ہے:

((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ جَهَّزَ فَاطِمَةَ فِي خَمِيْلٍ وَ قِرْبَةٍ وَ وِسَادَةِ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفُ الإِذْخِرِ .)) ❷

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے تین بیٹے اور دو بیٹیاں عطا فرمائیں بیٹوں کے نام یہ ہیں: حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہما اور تیسرے محسن جو کہ بچپن میں فوت ہو گئے۔ اور دو بیٹیاں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہن یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بیٹیوں کے نام اپنی بہنوں کے نام پر رکھے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر کا کام کاج خود ہی کرتیں حتی کہ چکی پر آٹا بھی خود پیستی جس وجہ سے انھیں کافی دقت ہوتی اور مشقت محسوس کرتیں پھر انھیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ قیدی آئے ہیں تو رسول اللہ ﷺ سے ایک خادم لینے کے لیے آئیں لیکن رسول اللہ ﷺ گھر میں نہ ملے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے آنے کی وجہ بیان کی اور واپس آ گئیں جب رسول اللہ ﷺ آئے تو ام المومنین رضی اللہ عنہا نے سارا ماجرا بیان کیا

---

❶ سنن نسائی : 3223.

❷ مسند احمد : 643، سنن ابن ماجه : 4152.

اور ان کے آنے کا سبب بیان کیا۔ تو رسول اللہ ﷺ اپنی پیاری بیٹی کے گھر تشریف لائے تو اس وقت یہ دونوں مقدس ہستیاں اپنے اپنے بستروں پر لیٹ چکے تھے فوراً اٹھنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "عَلَى رِسْلِكُمَا" اپنی اپنی جگہ پر لیٹے رہو پھر فرمایا:

أَلا أَدُلُّكُمَا عَلَى خَيْرٍ مِمَّا سَأَلْتُمَانِي؟ میں تمھیں اس چیز سے بہتر بات نہ بتاؤں جس کی تم نے درخواست کی تھی؟

جب تم اپنے بستر پر لیٹو تو اللہ اکبر 34 بار اور الحمدللہ 33 بار اور سبحان اللہ 33 بار پڑھ لیا کرو تو یہ تمھارے لیے اس (خادم) سے بہتر ہے جو تم مانگ رہے تھے۔ ❶

اللہ کے رسول ﷺ ایک دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف فرما ہوئے تو دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر میں نہ تھے رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: أين ابن عمك؟ تمھارے چچا زاد کدھر ہیں؟ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: كَانَ بَيْنِي وَ بَيْنَهُ شَيْءٌ فَغَاضَبَنِي فَخَرَجَ فَلَمْ يَقِلْ عِنْدِي ہمارے درمیان جھگڑا ہو گیا تھا تو وہ مجھ سے ناراض ہو کر باہر چلے گئے ہیں اور میرے پاس قیلولہ بھی نہیں کیا۔

تو رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی سے کہا: دیکھ کر آ وہ کہاں ہیں؟

تو اس آدمی نے آکر بتایا کہ وہ مسجد میں سو رہے ہیں، رسول اللہ ﷺ ان کے پاس آئے دیکھا کہ ان کا کپڑا کمر کی ایک جانب سے ہٹا ہوا تھا اور اسے مٹی لگی ہوئی تھی رسول اللہ ﷺ ان کے بدن سے مٹی صاف کرنے لگے اور ساتھ فرمانے لگے:

((قُمْ يَا اَبَا تُرَابٍ قُمْ يَا اَبَا تُرَابٍ.))

''اے ابوتراب اٹھو! یعنی اے مٹی والے اٹھو!'' ❷

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ویسے تو ابوالحسن تھی لیکن رسول اللہ ﷺ کے انھیں شفقت سے ابوتراب کہنے کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ پسند کرتے تھے کہ انھیں ابوتراب کہا جائے۔

آیئے اس مقدس اور پیارے گھرانے کا ایک اور دلچسپ واقعہ بیان کرتا ہوں ایک دن

❶ صحيح بخاري: 3113. ❷ صحيح بخاري: 441.

حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر میں تشریف فرما ہوئے تو دیکھا کہ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما رو رہے ہیں تو پوچھا: یہ کیوں رو رہے ہیں تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ بچے بھوک کی وجہ سے رو رہے ہیں اور گھر میں کھانے کے لیے کچھ نہیں ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بازار کی طرف نکل گئے کہ اللہ رب العزت کوئی رزق عطا فرمائے بازار میں چلتے ہوئے انھیں ایک دینار ملا تو فوراً گھر واپس آئے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خبر دی تو انھوں نے کہا کہ آپ فلاں یہودی کے پاس جائیں اور کچھ آٹا خرید لائیں چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس یہودی کے پاس گئے آٹا خریدا جب واپس پلٹنے لگے تو یہودی نے پوچھا: أَنتَ خَتَنُ هٰذَا الَّذِي يَزْعُمُ أَنَّهُ رَسُولُ اللّٰهِ.

بھلا آپ اس شخص کے داماد ہیں (نا) جو اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کہتا ہے؟

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں

تو یہودی کہنے لگا: خُذْ دِينَارَكَ وَ لَكَ الدَّقِيقُ.

اپنا دینار لے لو اور (یہ) آٹا آپ کا ہی ہے۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آٹا لے کر گھر آئے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ساری بات بتائی پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا: آپ فلاں قصاب کے پاس چلے جائیں اور ایک درہم کا گوشت لے آئیں۔ چنانچہ وہ گئے اور اپنا دینار اس کے پاس رہن رکھا اور ایک درہم کا گوشت لے آئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کھانا تیار کیا اور نبی اکرم ﷺ کو بھی کھانے پر بلایا۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لے آئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سارا ماجرا ان کو سنایا مطلب یہ تھا کہ اگر رسول اللہ ﷺ اسے ہمارے لیے حلال سمجھیں گے تو کھالیں گے ورنہ نہیں کھائیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے سن کر فرمایا: اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ چنانچہ سب نے مل کر کھایا اور وہ ابھی اسی جگہ پر بیٹھے تھے کہ ایک لڑکا اللہ تعالیٰ اور اسلام کا واسطہ دے کر اپنا گمشدہ دینار ڈھونڈتا پھر رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تو اس لڑکے کو بلایا گیا۔ آپ ﷺ نے لڑکے سے اس کا مسئلہ پوچھا تو اس نے بتایا: کہ میرا دینار بازار میں کہیں گر گیا ہے تو رسول اللہ ﷺ

نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے علیؓ! اس قصاب کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ دینار میرے پاس بھیج دو اور تمھارا درہم میرے ذمے ہے۔ چنانچہ اس قصاب نے وہ دینار رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیج دیا تو رسول اللہ ﷺ نے وہ دینار اس لڑکے کے سپرد کر دیا۔ [1]

تو دیکھیے اس گھرانے نے سیر ہو کر کھانا بھی کھالیا، دینار والے کو اس کا دینار واپس مل گیا اور اس پیارے گھرانے کو رسول اللہ ﷺ کی مہمان نوازی کا اجر مل گیا اور رسول اللہ ﷺ ایک درہم اپنے ذمے لے کر ان کے میزبان بھی بن گئے اور نیکی میں حصہ دار بھی بن گئے اور اس روایت سے معلوم ہوا کہ گھر میں آیا ہوا مہمان بھی میزبانوں کو اپنی طرف سے کوئی چیز کھلا سکتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ کی ازدواجی زندگی بڑی خوشگوار گزر رہی تھی کہ ایک دن وہ بھی آیا کہ جس دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو علم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی سے منگنی کر لی ہے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: آپ ﷺ کی برادری کا خیال ہے کہ آپ ﷺ اپنی بیٹیوں کی حمایت میں غصہ نہیں کرتے، یہی وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔

یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے آپ ﷺ نے شہادتین کے کلمات کہے پھر اما بعد! کہنے کے بعد فرمایا:

((فَإِنِّي أَنْكَحْتُ أَبَا الْعَاصِ بْنَ الرَّبِيعِ فَحَدَّثَنِي وَ صَدَقَنِي .))

”میں نے ابوالعاص بن ربیع سے ایک بیٹی کا نکاح کیا تو اس نے مجھ سے جو بات کی اسے سچا کر دکھایا۔“

اور ایک روایت میں ہے: حَدَّثَنِي فَصَدَقَنِي وَ وَعَدَنِي فَوَفَى لِي . اس نے مجھ سے جو بات کی اسے سچا کر دکھایا اور مجھ سے جو وعدہ کیا اسے پورا کر دکھایا۔

---

[1] سنن ابی داؤد: 1716.

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَاللّٰهِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ بِنْتُ عَدُوِّ اللّٰهِ عِنْدَ رَجُلٍ وَاحِدٍ.))

”یقیناً فاطمہؓ میرا جگر گوشہ ہے اور مجھے یہ گوارا نہیں کہ اسے کوئی رنج پہنچے، اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک شخص کے نکاح میں نہیں رہ سکتیں۔“

روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اس بیان کو سن کو فَتَرَكَ عَلِيٌّ الْخِطْبَةَ حضرت علیؓ نے اس منگنی کو ترک کردیا۔

کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ سے بڑی محبت تھی اور وہ یہ اعزاز اور شرف کبھی نہیں کھونا چاہتے تھے جسے اللہ تعالیٰ نے انھیں عطا فرمایا تھا۔

زندگی کے دن پھر اپنے معمول سے بیتنے لگے حتی کہ رسول اللہ ﷺ مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور بیمار ہوگئے۔ رسول اللہ ﷺ کی اولاد میں سے صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں جو بقید حیات تھیں اور انھیں دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کو سکون محسوس ہوتا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس وقتاً فوقتاً آ کر بیٹھی رہتیں اور آپ ﷺ کی تیمارداری کرتیں حتی کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا آخری دن تھا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے پیارے ابا جان کے گھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں اپنے محترم ومکرم باپ سے ملنے آئیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے سرگوشی کرتے ہوئے چند باتیں کہیں جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں گویا ان کی چال نبی اکرم ﷺ کی چال جیسی تھی نبی اکرم ﷺ نے انھیں دیکھا تو فرمایا: مَرْحَبًا يَا ابْنَتِي میری بیٹی کا آنا مبارک ہو۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے انھیں اپنے دائیں یا بائیں بٹھا لیا اور پھر ان سے آہستہ سے گفتگو کی تو وہ رو پڑی میں نے پوچھا: تم کیوں روتی ہو؟ پھر اتنے میں رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ ان سے آہستہ سے بات کی جس سے وہ ہنس پڑیں، میں نے کہا: میں نے آج

جیسا دن نہیں دیکھا جس میں خوشی، غم کے زیادہ قریب ہو۔

میں نے رسول اللہ ﷺ کی گفتگو کے بارے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو انھوں نے جواب دیا:

((مَا كُنْتُ لِأُفْشِيَ سِرَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ .))

''میں رسول اللہ ﷺ کا راز افشاء نہیں کر سکتی۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ دنیا سے رحلت فرما ہو گئے اور آپ کے دنیا سے جانے کے بعد ایک دن میں نے ان سے پوچھا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے کہا تھا کہ جبریل علیہ السلام ہر سال مجھ سے ایک مرتبہ قرآن کا دور کرتے تھے البتہ اس سال انھوں نے دو بار مجھ سے دور کیا ہے۔ میرے خیال کے مطابق میری موت کا وقت آ چکا ہے اور یقیناً تم میرے گھر والوں میں سے سب سے پہلے مجھ سے ملاقات کروگی تو میں یہ سن کر رونے لگی۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُونِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ أَوْ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ فَضَحِكْتُ لِذَالِكَ .)) [1]

''کیا تمھیں پسند نہیں کہ تم جنت کی عورتوں یا اہل ایمان عورتوں کی سردار ہو تو میں اس بات سے مسکرا دی۔''

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زیادہ تر خاموش رہتیں اور اپنا زیادہ تر وقت ذکر و فکر میں گزارتی تھیں اور رسول اللہ ﷺ کی وفات ان کے لیے بہت بڑا صدمہ تھا اس غم و پریشانی میں وہ دن بدن کمزور ہوتی چلی گئیں۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کو چھ مہینے گزرے تھے کہ تین رمضان المبارک گیارہ ہجری بروز منگل حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس دارِفانی کو چھوڑ کر اپنے رب کے جوارِ رحمت میں منتقل ہو گئیں۔ رضي الله عنها و أرضاها

---

[1] صحیح بخاری: 3624,3623.

محترم سامعین! یہ تھا رسول اللہ ﷺ کی پاکیزہ ذریت کا کچھ تذکرہ اللہ تعالیٰ ان مقدس ہستیوں پر اپنی کروڑ ہا رحمتوں کی برکھا برسائے اور انھیں اپنی نعمتوں والی جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

رسول اللہ ﷺ کی ازدواجی زندگی

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِينُهٗ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ . اَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾ [الاحزاب 21:33]

”یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ایسے شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرتا ہے۔“

ہر قسم کی حمد و ثنا تعریفات تقدیسات تمجیدات اللہ رب العالمین کے لیے جو ہم سب کا خالق و مالک ہے۔ درود و سلام، امام الانبیاء احمد مجتبیٰ جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکت کے واسطے۔

بھائیو! دوستو! بزرگو! رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ کے جس پہلو کے حوالے سے آج میں آپ احباب کے سامنے چند معروضات پیش کرنا چاہتا ہوں وہ ہے رسول اللہ ﷺ کی ازدواجی زندگی، رسول اللہ ﷺ وہ کامل اور اکمل شخصیت ہیں کہ آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کو جس زاویے سے بھی دیکھا جائے تو آپ ﷺ اپنی مثال آپ ہیں۔ آپ ﷺ زندگی کے ہر

پہلو کے لحاظ سے کامل و مکمل تھے۔ زندگی کے کسی پہلو میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہ تھی بلکہ زندگی کا ہر پہلو روز روشن کی طرح واضح اور انسانیت کے لیے ایک بہترین آئیڈیل اور نمونہ ہے۔ اسی لیے اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو آپ کے بعد آنے والے انسانوں کے لیے آئیڈیل قرار دیا ہے۔

آپ ﷺ باپ ہونے کے ناطے سے ایک بہترین باپ تھے، ایک استاد ہونے کے ناطے سے بہترین استاد و مربی تھے، ایک امام ہونے کے ناطے بہترین امام، مقتدیٰ و پیشوا تھے، ایک سپہ سالار ہونے کے ناطے ایک بہترین سپہ سالار تھے، ایک دوست ہونے کے ناطے ایک بہترین رفیق، غم خوار اور خیر خواہ دوست تھے۔ اسی طرح ایک خاوند ہونے کے ناطے سے ایک بہترین اور مثالی خاوند تھے۔

رسول اللہ ﷺ اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ بڑے خوشگوار اور محبت بھرے ماحول میں زندگی بسر کرنے والے تھے، آپ ﷺ کسی کو برا بھلا نہ کہتے، کسی کی دل آزاری نہ کرتے چہرے مبارک پر ہر وقت ہلکی سی مسکراہٹ چھائی رہتی جو دیکھنے والے کا دل جیت لیتی، آپ ﷺ کسی کو ملامت نہ کرتے بات اچھی لگتی تو تعریف کرتے اگر کوئی چیز پسند نہ ہوتی تو خاموش ہو جاتے اور کبھی کسی پر ہاتھ نہ اٹھاتے حتیٰ کہ ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ شَيْئًا قَطُّ بِيَدِهِ وَلَا امْرَأَةً وَلَا خَادِمًا.)) [1]

"رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا نہ کسی عورت کو اور نہ کسی غلام کو۔"

بلکہ صحیح بخاری کی روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص کی سخت مذمت بیان کی جو اپنی بیوی پر، اپنی اہلیہ پر ہاتھ اٹھائے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

((بِمَ يَضْرِبُ أَحَدُكُمُ امْرَأَتَهُ ضَرْبَ الْفَحْلِ أَوِ الْعَبْدِ ثُمَّ لَعَلَّهُ

[1] صحیح مسلم: 2328.

يُعَانِقُهَا .)) ❶

”تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو نر حیوان جیسی مار کیوں مارتا ہے پھر شاید کہ (بعد میں) اس (بیوی) سے بغل گیر ہو۔“

یعنی غصے کی حالت میں اپنی بیوی کو ایسے پیٹتا ہے جیسے کسی جانور کو مارا جائے اور پھر اپنی خواہش بھی اسی سے پوری کرتا ہے، تو اسلام کا مقصد یہ ہے کہ میاں بیوی اپنی ازدواجی زندگی کو پرسکون بنائیں اور محبت و الفت کی فضا قائم کریں اور ایک دوسرے کے حقوق و آداب کا خیال رکھیں تو آیئے میں آپ احباب کو رسول اللہ ﷺ کی خوشگوار ازدواجی زندگی کی چند جھلکیاں پیش کرتا ہوں تاکہ رسول اللہ ﷺ کے گھریلو حالات کے بارے میں کچھ خاکہ ذہن نشین ہو۔

رسول اللہ ﷺ ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف فرما تھے تو آپ ﷺ بڑے خوشگوار موڈ میں فرمانے لگے:

((إِنِّي لَأَعْلَمُ إِذَا كُنْتِ عَنِّي رَاضِيَةً وَإِذَا كُنْتِ عَلَيَّ غَضْبٰى .))

”یقیناً میں خوب اچھی طرح جانتا ہوں جب تم مجھ پہ خوش ہوتی ہو اور جب مجھ پر ناراض ہوتی ہو۔“

تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے پوچھا:

((مِنْ أَيْنَ تَعْرِفُ ذٰلِكَ؟))

”آپ ﷺ کیسے یہ بات پہچانتے ہیں؟“

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَمَّا إِذَا كُنْتِ عَنِّي رَاضِيَةً فَإِنَّكِ تَقُولِينَ: لَا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ .))

”جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو! نہیں، مجھے محمد ﷺ کے رب کی قسم!“

((وَإِذَا كُنْتِ عَلَيَّ غَضْبٰى قُلْتِ: لَا وَرَبِّ إِبْرَاهِيمَ .))

---

❶ صحیح بخاری : 6042.

''اور جب تم ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو: نہیں، مجھے ابراہیم علیہ السلام کے رب کی قسم۔''

تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے محبت بھرے انداز میں جواب دیا:

((أَجَلْ وَاللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا أَهْجُرُ إِلَّا اسْمَكَ .)) [1]

''جی ہاں، اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! میں (حالتِ غصہ میں) صرف آپ کا نام زبان پر نہیں لاتی۔''

یعنی بظاہر صرف آپ ﷺ کا نام لینا چھوڑتی ہوں لیکن دل آپ ﷺ کی محبت سے سرشار رہتا ہے۔ اس حدیث سے کئی ایک فوائد حاصل ہوتے ہیں جو یہ ہیں:

1: ایک دوسرے کے مزاج اور طبیعت کو سمجھنا ایک بہترین کامیاب جوڑے کی نشانی ہے۔

2: ناراضگی اگر ہو بھی جائے تو صرف اس کا اظہار ہونا چاہیے، غصے کو دل میں نہیں جگہ دینی چاہیے کہ جس سے نفرت اور بغض پروان چڑھے۔

3: ناراضگی کے باوجود ایک دوسرے کے مقام و مرتبہ کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

4: ازدواجی زندگی گزارتے ہوئے تھوڑی بہت اونچ نیچ ہو جانا یہ فطرتی بات ہے۔

5: غلطی انسان ہی سے ہوتی ہے لہٰذا بہترین ازدواجی زندگی یہ ہے کہ درگزری سے کام لیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں ایک بہترین خاوند کی حیثیت سے زندگی گزارنے والے تھے اور اپنی ازواج میں عدل و انصاف اور برابری کا خیال رکھتے۔

ایک دن رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف فرما تھے تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے ایک پیالے میں کھانے کی کوئی چیز خادم کے ہاتھ بھیجی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات اچھی نہ لگی تو انہوں نے خادم کے پاس سے گزرتے ہوئے ہاتھ مارا جس سے پیالہ گر کر ٹوٹ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے آگے بڑھ کر پیالے کے دونوں ٹکڑے جوڑے اور جو کچھ کھانے کی چیز تھی۔ اس میں رکھ دی اور مسکراتے ہوئے فرمایا:

---

[1] صحیح بخاری: 5228.

((غَارَتْ أُمُّكُمْ))

''تمہاری ماں کو غیرت آ گئی ہے۔''

پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((طَعَامٌ بِطَعَامٍ وَإِنَاءٌ بِإِنَاءٍ.))

''کھانا، کھانے کے بدلے اور برتن، برتن کے بدلے۔''

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح سلامت پیالہ لے کر خادم کے ہاتھ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف بھیج دیا اور ٹوٹا ہوا پیالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کر دیا۔ [1]

رسول اللہ ﷺ حالات و واقعات اور ظروف کو بڑی باریکی سے سمجھتے تھے اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مابین اگر کوئی ناگزیر صورت حال پیدا ہوتی تو اسے بڑی خوش اسلوبی سے حل کرتے اور پیار و محبت کی فضا قائم رکھتے۔

ایک دن رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((يَا عَائِشُ! هٰذَا جِبْرِيْلُ يَقْرَأُ عَلَيْكِ السَّلَامَ.))

''اے عائش! یہ جبریل علیہ السلام ہیں جو تمہیں سلام کہہ رہے ہیں۔''

تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں تو میں نے جواب میں کہا:

((وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ.)) [2]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خاوند اپنی بیوی کو محبت سے Nick Name سے بلا سکتا ہے جیسے رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یَا عَائِشُ! کہہ کر مخاطب فرمایا۔ اور یہ بھی میاں بیوی کی آپس میں محبت و الفت کی بہت بڑی علامت ہے اور ان کی آپس کی ازدواجی زندگی کے پرسکون اور خوشگوار ہونے کی علامت ہے۔

---

[1] صحیح بخاری : 2481، 5225، و سنن ابی داؤد : 3567 و جامع ترمذی : 1359 وسنن ابن ماجہ: 2334 ومسند احمد : 12027 .

[2] صحیح مسلم : 2447.

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو رسول اللہ ﷺ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے داخل ہونے کی اجازت طلب کی دیکھا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بڑی بلند آواز سے رسول اللہ ﷺ سے بات کر رہی تھیں تو حضرت ابوبکر غصے سے آگے بڑھے تاکہ انہیں پکڑیں اور ساتھ کہا:

((يَا ابْنَةَ أُمِّ رَوْمَانَ! أَتَرْفَعِينَ صَوْتَكِ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ))

''اے ام رومان کی بیٹی! کیا تم رسول اللہ ﷺ سے اپنی آواز اونچی کر رہی ہو۔''

تو رسول اللہ ﷺ جلدی سے آگے بڑھے اور ان دونوں کے درمیان حائل ہو گئے اور رکاوٹ بن گئے۔

اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا غصہ جاتا رہا اور وہ باہر چلے گئے تو رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو راضی کرتے ہوئے فرمانے لگے:

((أَلَا تَرَيْنَ أَنِّي قَدْ حُلْتُ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَكِ .))

''دیکھا تو نے میں تمہارے اور اس آدمی کے درمیان (کیسے) رکاوٹ بنا۔''

اور سنن ابی داؤد کی روایت ہے:

((كَيْفَ رَأَيْتِنِي أَنْقَذْتُكِ مِنَ الرَّجُلِ))

''دیکھا تو نے! میں نے تمہیں کیسے اس آدمی سے بچایا؟''

پھر کچھ دیر گزری تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دوبارہ اجازت لے کر جب اندر آئے تو دیکھا آپ ﷺ اپنی زوجہ محترمہ کے ساتھ ہنس کر باتیں کر رہے تھے اور دونوں میاں بیوی کی صلح ہو چکی تھی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مسکراتے ہوئے محبت بھرے انداز میں عرض کی:

((يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَشْرِكَانِي فِي سِلْمِكُمَا كَمَا أَشْرَكْتُمَانِي فِي حَرْبِكُمَا .)) [1]

---

[1] مسند احمد : 18394 .

''اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ دونوں مجھے اپنی صلح میں شامل کرلیں جیسے آپ دونوں نے مجھے اپنی لڑائی میں شامل کیا تھا۔''

نوٹ:...... مذکورہ روایت سنن ابی داؤد میں بھی موجود ہے (4999) لیکن اس کی سند ضعیف ہے جبکہ مسند احمد کی روایت بالکل صحیح ہے۔

محترم سامعین! آپ احباب نے دیکھا کہ اس روایت میں رسول اللہ ﷺ کی ازدواجی اور اندرونِ خانہ زندگی کتنی خوش طبعی، مزاح اور وسعتِ قلبی پر مشتمل تھی۔ اور اس میں تکلف، درشتی یا خشکی کا دور دور تک کوئی نشان نہ تھا۔ بلکہ میاں بیوی کے معاملات میں وسیع الظرف ہونے کی ایک مثال صحیح بخاری میں بھی موجود ہے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

((لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَوْمًا عَلَى بَابِ حُجْرَتِي وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُونَ فِي الْمَسْجِدِ وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَسْتُرُنِي بِرِدَائِهِ أَنْظُرُ إِلَى لَعِبِهِمْ .)) [1]

''ایک دن میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہوئے دیکھا جب کہ حبشہ کے کچھ لوگ مسجد میں (جہادی مشقیں کرتے ہوئے) کھیل رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ اپنی چادر سے مجھے چھپا رہے تھے اور میں ان کا کھیل دیکھ رہی تھی۔''

محترم سامعین! اس حدیث سے بہت سے اہم مسائل اخذ ہوتے ہیں جو یہ ہیں:

1: مسجد میں جہاد کے معاون کھیل کھیلے جا سکتے ہیں۔

2: مردوں کے کھیل کو عورت دیکھ سکتی ہے بشرطیکہ مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھتے ہوئے:

- اس کھیل کو فرد واحد کی بجائے مختلف افراد کی جماعت کھیل رہی ہو۔
- کھیلنے والے مردوں کا لباس ایسا نہ ہو جس میں رانیں ننگی ہوتی ہوں۔
- عورتیں ایسی جگہ بیٹھ کر اس کھیل کو دیکھیں جہاں اجنبی اور غیر محرم افراد کا اختلاط

[1] صحيح بخاري : 454.

نہ ہو۔

❁ عورتیں باپردہ ہو کر کھیل دیکھ سکتی ہیں۔

3: خاوند اپنی اہلیہ کو ایسی جگہوں کی سیر کرانے لے جاسکتا ہے جہاں نماز کا ضیاع اور غیر شرعی امور نہ ہوں۔

4: اسلام تنگ نظر مذہب نہیں بلکہ بڑا وسیع الظرف مذہب ہے۔

5: اسلام عورتوں کو بھی تفریح کے مواقع میسر کرتا ہے۔

6: عورتوں کو ایسی جنگی مشقیں دیکھنی چاہئیں تا کہ ان کے دل میں ایک مجاہد کی ماں بننے کی لگن پیدا ہو۔

تو اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا اپنی اہلیہ کو جہادی مشقیں دیکھانا یہ آپ ﷺ کی خوش طبعی اور وسعتِ ظرفی کی مثال ہے۔

اسی طرح اگر میاں بیوی آپس میں کوئی کھیل کھیلنا چاہیں تو اسلام میں اس کی بھی گنجائش ہے۔ بشرطیکہ پردے اور دیگر شرعی امور کا خیال رکھا جائے۔ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ سے اس کی بھی مثال موجود ہے جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریکِ سفر تھی تو بیان کرتی ہیں:

((فَسَابَقْتُهُ فَسَبَقْتُهُ عَلَى رِجْلَيَّ))

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے دوڑ میں مقابلہ کیا تو میں آپ ﷺ سے آگے بڑھ گئی۔''

پھر کچھ عرصہ گزرا اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے سفر میں پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کی رفاقت کا موقع دیا۔ چنانچہ فرماتی ہیں:،

((فَلَمَّا حَمَلْتُ اللَّحْمَ))

''پھر جب میں بھاری ہوگئی۔''

یعنی عمر کے ساتھ ساتھ وجود بھاری ہو گیا تو فرماتی ہیں:

((سَابَقْتُهُ فَسَبَقَنِي))

"میں نے آپ ﷺ سے دوڑ میں (دوبارہ) مقابلہ کیا تو رسول اللہ ﷺ مجھ سے آگے نکل گئے۔"

تو رسول اللہ ﷺ نے فرحت مسرت میں فرمایا:

((هَذِهِ بِتِلْكَ السَّبْقَةِ)) ❶

"یہ اس پہلی دوڑ کا بدلہ ہے۔"

تو معلوم ہوا کہ خاوند اپنی بیوی کی دلجوئی کے لیے اگر اس سے کوئی کھیل وغیرہ کھیل لے تو یہ زہد وتقویٰ کے منافی نہیں اور نہ ہی خاوند کو ہر وقت غصہ کے موڈ میں رہنا چاہیے بلکہ جہاں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی ہے، جہاں خلاف سنت کام ہو وہاں غصہ بھی دکھائے لیکن جہاں محبت و الفت کا موقع ہو وہاں اپنے جذبات کا اظہار بھی کرے۔

بلکہ میاں بیوی کو چاہیے کہ ایک دوسرے کے مزاج اور طبیعت کو سمجھنے کی کوشش کریں اور ایک دوسرے کی پسند اور ناپسند کا خیال رکھیں۔

رسول اللہ ﷺ اس معاملے میں بھی اپنی مثال آپ تھے چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک یا خیبر سے واپس آئے تو میرے گھر میں آئے تو میرے طاقچے کے سامنے پردہ لگا ہوا تھا۔ ہوا چلنے سے اس کی ایک جانب سے کپڑا ہٹ گیا تو اس طاقچے میں میرے کھلونے اور گڑیاں پڑی تھیں جن پر رسول اللہ ﷺ کی نظر پڑی تو آپ ﷺ نے پوچھا: عائشہ! یہ کیا ہے؟ تو فرماتی ہیں کہ میں نے کہا: یہ میری گڑیاں ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ان گڑیوں میں کپڑے کا بنا ہوا ایک گھوڑا دیکھا جس کے دو پر بھی تھے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا:

((مَا هَذَا الَّذِي أَرَى وَسْطَهُنَّ؟))

"میں ان کے درمیان یہ کیا دیکھ رہا ہوں؟"

---

❶ سنن ابی داود: 2578، سنن ابن ماجہ: 1979.

تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: ((فَرَسٌ)) "یہ گھوڑا ہے۔"

آپ ﷺ نے پوچھا: اور اس کے اوپر کیا ہے؟

تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اس کے دو پر ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے تعجب سے پوچھا:

((فَرَسٌ لَهُ جَنَاحَانِ؟))

"کیا گھوڑے کے بھی پَر ہوتے ہیں۔"

تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں:

((أَمَا سَمِعْتَ أَنَّ لِسُلَيْمَانَ خَيْلًا لَهَا أَجْنِحَةٌ؟))

"آپ ﷺ نے سنا نہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑے کے پَر تھے؟"

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات کہی تو فرماتی ہیں:

((فَضَحِكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حَتَّى رَأَيْتُ نَوَاجِذَهُ)) [1]

"چنانچہ رسول اللہ ﷺ اس قدر ہنسے کہ میں نے آپ ﷺ کی داڑھیں دیکھیں۔"

اور اسی روایت کی تائید میں سنن ابن ماجہ کی روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((كُنْتُ أَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ وَأَنَا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَكَانَ يُسَرِّبُ إِلَيَّ صَوَاحِبَاتِي يُلَاعِبْنَنِي)) [2]

"میں اس وقت بھی گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی جب میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آ چکی تھی۔ رسول اللہ ﷺ میری سہیلیوں کو میرے پاس بھیج دیتے اور وہ میرے ساتھ کھیلتی تھیں۔"

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر میاں بیوی ایک دوسرے کی چاہت کا خیال رکھیں اور ایک دوسرے کی پسندیدہ چیز کا خیال رکھیں تو یہ کوئی برا عمل نہیں۔ بلکہ یہ ایک بہترین اور کامیاب ازدواجی زندگی کا بنیادی حصہ ہے۔ اس سے بندہ بیگم کا مرید نہیں بن جاتا اور نہ ہی

[1] سنن ابی داؤد: 4932. [2] سنن ابن ماجہ: 1982.

ایسی بات سوچنی چاہیے کیونکہ میاں بیوی کا رشتہ راحت وسکون کے لیے اسلام نے وضع کیا ہے نہ کہ ہم ہندو کلچر سے متاثر ہو کر بیوی کو گھر کی خادمہ یا جوتی کی حیثیت دیں بلکہ اسلام نے عورت کو ماں، بہن بیٹی اور بیوی کے روپ میں ہر لحاظ سے عزت دی ہے۔ جو کہ کسی دوسرے مذہب یا دین میں نہیں ہے۔

اسی طرح ہمارے معاشرے میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو ایسے شخص کو برا سمجھتے ہیں جو اپنی بیوی کے ساتھ گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹائے اور بسا اوقات مجلسوں میں ایسے شخص کو ہنسی مذاق کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ جبکہ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ اسود بن یزید رحمہ اللہ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا:

((مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَصْنَعُ فِي بَيْتِهِ؟))

''نبی اکرم ﷺ اپنے گھر میں کیا کام کرتے تھے؟''

تو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

((كَانَ يَكُونُ فِي مِهْنَةِ أَهْلِهِ تَعْنِي: فِي خِدْمَةِ أَهْلِهِ۔ فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ.)) [1]

''رسول اللہ ﷺ اپنے اہل خانہ کی خدمت میں مصروف رہتے اور جب نماز کا وقت ہو جاتا تو آپ ﷺ نماز کے لیے تشریف لے جاتے۔''

تو معلوم ہوا کہ خاوند اپنی بیوی کے ساتھ گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹائے تو اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ یہ سنتِ رسول ﷺ ہے۔

اسی طرح میاں بیوی آپس میں محبت کا اظہار کرنے کے لیے کوئی فعل ادا کریں تو یہ بھی سنت سے ثابت ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے، اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((كُنْتُ أَشْرَبُ وَأَنَا حَائِضٌ ثُمَّ أُنَاوِلُهُ النَّبِيَّ ﷺ، فَيَضَعُ فَاهُ عَلَى مَوْضِعِ فِيَّ فَيَشْرَبُ.)) [2]

[1] صحيح بخاري: 676. [2] صحيح مسلم: 300.

”میں ایام مخصوصہ کے دوران پانی پی کر (برتن) نبی اکرم ﷺ کو پکڑا دیتی تو رسول اللہ ﷺ (برتن کے) اسی جگہ منہ رکھ کر پانی پیتے جہاں میں نے منہ رکھا ہوتا۔“

تو معلوم ہوا کہ میاں بیوی باہمی آپس میں کسی بھی انداز سے محبت کا اظہار کر سکتے ہیں۔ اس سے فریقین کے درمیان محبت و الفت مزید بڑھے گی۔

اسی طرح اگر کسی شخص کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو اسے چاہیے کہ ان کے درمیان عدل و انصاف کو مدنظر رکھے کیونکہ عدل و انصاف نہ کرنے والے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے بڑی سخت وعید بیان فرمائی ہے، چنانچہ حدیث میں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ كَانَتْ لَهُ امْرَأَتَانِ فَمَالَ إِلَى إِحْدَاهُمَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقُّهُ مَائِلٌ .)) ❶

”جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور پھر وہ ان میں سے کسی ایک طرف مائل ہو گیا تو وہ قیامت کے روز اس کیفیت میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو جھکا ہوا ہوگا۔“

لہٰذا ایک سے زائد بیویاں ہوں تو انصاف کا خیال رکھنا چاہیے اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یوں فرمایا:

﴿فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ﴾ [النساء : 129:4]

”ایک کی طرف پوری طرح نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو (درمیان میں) لٹکتی ہوئی کی طرح چھوڑ دو۔“

لیکن یہاں ایک بات سمجھنا ضروری ہے اور وہ یہ کہ ظاہری اعمال میں انصاف کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ البتہ قلبی میلان یقینی طور پر ایک کی طرف بانسبت دوسری کے زیادہ ہوگا لیکن شریعت میں اس کی گنجائش ہے لیکن قلبی میلان کا اظہار ظاہری اعمال میں اور حقوق کی ادائیگی میں اثر انداز نہیں ہونا چاہیے۔

❶ سنن ابی داؤد: 2133، سنن ابن ماجه : 1969، سنن النسائي : 3394.

چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَقْسِمُ فَيَعْدِلُ .))

"رسول اللہ ﷺ اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مابین تقسیم کرتے اور عدل و انصاف کرتے۔"

اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ اپنی ازواج رضی اللہ عنہن کے معاملے میں یہ کلمات کہا کرتے جیسا کہ ام المومنین کی مذکورہ روایت میں ہے:

((اَللّٰهُمَّ! هٰذَا قَسْمِي فِيمَا أَمْلِكُ فَلَا تَلُمْنِي فِيمَا تَمْلِكُ وَلَا أَمْلِكُ .)) [1]

"اے اللہ! یہ میری تقسیم ہے جو میرے بس میں ہے۔ اور اس بات میں مجھے ملامت نہ فرمانا جس کا تو مالک ہے اور میرا اس پر اختیار نہیں۔"

لہٰذا شریعت اسلامیہ اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اگر متعدد بیویاں ہیں تو ان کے مابین عدل و انصاف قائم کیا جائے۔ اسی طرح ان کے پاس رات ٹھہرنے کے اعتبار سے بھی ان کے درمیان باری مقرر کرے اور اس کا خیال رکھے۔

البتہ رسول اللہ ﷺ نے مردوں کو بیویوں سے بھلائی کی نصیحت کی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَيْرًا)) [2]

"عورتوں کے متعلق مجھ سے بھلائی کی وصیت لے لو۔"

یہ فرمان رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر کم و بیش ایک لاکھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا تاکہ ایک بہترین اسلامی گھریلو زندگی کی بنیاد قائم ہو۔

بلکہ مجھے حدیث یاد آئی ایک دن مدینے کی کئی عورتوں نے رسول اللہ ﷺ کی ازواج

---

[1] سنن ابی داؤد: 2134، سنن ابن ماجہ: 1971۔

[2] صحيح بخاري: 5186۔

مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس آ کر اپنے شوہروں کی شکایت کی۔ نبی اکرم ﷺ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے اور تمام لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

((لَقَدْ طَافَ بِآلِ مُحَمَّدٍ نِسَاءٌ كَثِيرٌ يَشْكُونَ أَزْوَاجَهُنَّ لَيْسَ أُولَئِكَ بِخِيَارِكُمْ.)) ❶

"محمد ﷺ کے گھر والوں کے پاس بہت سی عورتیں اپنے شوہروں کے متعلق شکایات لے کر آئی ہیں یہ لوگ (جن کی شکایت کی گئی ہے) کوئی اچھے آدمی نہیں ہیں۔"

اور رسول اللہ ﷺ نے اچھا آدمی کس شخص کو قرار دیا ہے۔ آیئے رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی روشنی میں جایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي.)) ❷

"تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے سب سے اچھا ہو اور میں تم سب سے بڑھ کر اپنے گھر والوں کے لیے اچھا ہوں۔"

لہٰذا رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی روشنی میں ہم سب کو چاہیے کہ بہترین انسان بنیں اور جس حسن معاشرت سے رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ ایک بہترین ازدواجی زندگی گزاری، اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اسی طرح اچھے انداز سے رسول اللہ ﷺ کے اسوہ حسنہ کی روشنی میں ازدواجی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یا رب العالمین

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

---

❶ سنن ابی داؤد: 2146.

❷ السلسلة الصحيحة: 285، جامع ترمذی: 3895.

ایک دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِينُهٗ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ . أَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ [الاعراف 158:7]

''کہہ دیجیے! اے لوگو! یقیناً میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔''

ہر قسم کی حمد و ثنا، تعریفات تحمیدات اللہ ربِ العالمین کے لیے درود و سلام امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ بابرکت کے واسطے۔

بھائیو! دوستو! بزرگو! آج میں رسول اللہ ﷺ سے مروی احادیث کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کے دن کا ایک خاکہ اور تصویر پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جس کا عنوان میں نے رکھا ہے ''ایک دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ'' اللہ تعالیٰ مجھے توفیق خاص سے نوازے کہ میں اس موضوع کو آپ احباب کے سامنے صحیح انداز میں بیان کرسکوں۔ تو آیئے رسول اللہ ﷺ کے دن کی ابتداء سنیے:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا صَلَّى صَلَاةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَقَالَ: مَنْ رَأَى مِنْكُمُ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا؟)) [1]

[1] صحيح بخاري : 1386 .

"نبی اکرم ﷺ جب نماز (فجر) سے فارغ ہوتے تو ہماری طرف منہ کر کے فرماتے: تم میں سے کسی نے آج رات کوئی خواب دیکھا ہے؟"

اگر کسی نے خواب دیکھا ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس کی تعبیر فرما دیتے۔

اسی طرح ایک معروف تابعی ہیں جن کا نام ہے سماک بن حرب رحمہ اللہ۔ انہوں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا:

((أَكُنْتَ تُجَالِسُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ؟))

"کیا آپ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں شرکت کرتے تھے؟"

تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا:

((نَعَمْ كَثِيرًا))

"ہاں، بہت زیادہ۔"

پھر حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا صبح کا معمول بیان کیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

((كَانَ لَا يَقُومُ مِنْ مُصَلَّاهُ الَّذِي يُصَلِّيْ فِيهِ الصُّبْحَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ.))

"رسول اللہ ﷺ جس جگہ صبح کی نماز پڑھتے سورج نکلتے تک وہاں سے نہیں اٹھتے تھے۔"

((فَإِذَا طَلَعَتْ قَامَ))

"اور جب سورج طلوع ہوتا تو پھر اس جگہ سے کھڑے ہوتے اور اشراق پڑھتے۔"

اور بسا اوقات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے پاس جاہلیت کی باتیں شروع کر دیتے۔

جیسا کہ اس روایت میں ہے، راوی بیان کرتا ہے:

((وَكَانُوا يَتَحَدَّثُونَ فَيَأْخُذُونَ فِي أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ فَيَضْحَكُونَ وَيَتَبَسَّمُ)) [1]

---

[1] صحيح مسلم : 2322.

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جاہلیت کے (کسی) معاملے کی بات شروع کر دیتے اور ہنستے ان باتوں پر اور رسول اللہ ﷺ (پاس بیٹھ کر) تبسم فرماتے۔''

اتنی دیر میں ضحیٰ (چاشت) کا وقت ہو جاتا تو رسول اللہ ﷺ چاشت (ضحیٰ) کی نماز ادا کرتے جو چار سے لے کر آٹھ رکعات تک ہوتی۔ جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے، فرماتی ہیں:

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ الضُّحٰى أَرْبَعًا وَيَزِيْدُ مَا شَاءَ اللّٰهُ .))

''رسول اللہ ﷺ چاشت کی نماز چار رکعتیں پڑھتے تھے اور اللہ تعالیٰ جس قدر چاہتا زیادہ بھی پڑھ لیتے۔''

رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہو کر ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے تو وہ ابھی تک عبادت میں مصروف تھیں۔

چنانچہ حضرت جویریہ بیان کرتی ہیں:

((اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا بُكْرَةً حِينَ صَلَّى الصُّبْحَ وَهِيَ فِيْ مَسْجِدِهَا .))

''بے شک نبی اکرم ﷺ صبح ان کے پاس سے باہر نکلے جس وقت صبح کی نماز پڑھتے ہیں اور وہ (حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا) اپنی نماز والی جگہ پر بیٹھی تھیں۔''

((ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ اَنْ اَضْحٰى وَهِيَ جَالِسَةٌ))

''پھر دن چڑھے (چاشت کے وقت) واپس پلٹے تو وہ ابھی (وہیں) بیٹھی ہوئی تھیں۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا:

((مَا زِلْتِ عَلَى الْحَالِ الَّتِي فَارَقْتُكِ عَلَيْهَا؟))

''تم ابھی تک اسی حالت میں بیٹھی ہوئی ہو جس پر میں تمہیں چھوڑ کر گیا تھا؟''

تو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: جی ہاں۔

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہارے پاس سے جانے کے بعد ایسے چار کلمات تین بار کہے ہیں کہ اگر ان کلمات کا تمہاری آج کی اب تک کی عبادت کے ساتھ وزن کیا جائے تو وہ بھاری ہوں گے۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے وہ چار کلمات پڑھے:

((سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ، عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضَا نَفْسِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ)) [1]

اتنے میں سورج کی تپش بڑھ گئی لوگوں کی آمد و رفت میں کمی ہونی شروع ہوگئی۔ پرندوں نے ٹہنیوں پر پتوں کی چھاؤں میں بیٹھنا شروع کردیا۔ لُو چلنے لگی۔

اتنے میں رسول اللہ ﷺ کو بھوک ستانے لگی۔ آپ ﷺ گھر سے باہر نکلے چنانچہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، فرماتے ہیں:

((خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فِي سَاعَةٍ لَا يَخْرُجُ فِيهَا وَلَا يَلْقَاهُ فِيهَا أَحَدٌ))

"رسول اللہ ﷺ ایک ایسی گھڑی میں گھر سے نکلے کہ آپ ﷺ اس گھڑی میں نہ باہر نکلتے اور نہ ہی آپ ﷺ کو اس گھڑی میں کوئی ملتا تھا۔"

اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی آگئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا:

((مَا جَاءَ بِكَ يَا أَبَا بَكْرٍ؟))

"اے ابوبکر! تمہیں (اس وقت) کیا چیز لے آئی؟"

تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ادب سے مسکراتے ہوئے جواب دیا:

((خَرَجْتُ أَلْقَى رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ وَأَنْظُرُ فِي وَجْهِهِ وَالتَّسْلِيمَ عَلَيْهِ .))

---

[1] صحيح مسلم : 2726.

''میں اس لیے گھر سے نکلا تا کہ رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کروں ان کے چہرہ انور کو دیکھوں اور محبت سے سلام عرض کروں۔''

پھر چند لمحے نہیں گزرے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا:

((مَا جَاءَ بِكَ يَا عُمَرُ؟))

''اے عمر! تمہیں (اس وقت) کیا چیز لے آئی؟''

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

((اَلْجُوعُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ))

''اے اللہ کے رسول ﷺ! بھوک لے آئی۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَأَنَا قَدْ وَجَدْتُ بَعْضَ ذٰلِكَ .))

''میں بھی یہی کچھ محسوس کر رہا ہوں۔''

چنانچہ تینوں ساتھی ابوالہیثم انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے۔ جب وہاں پہنچے تو ابوالہیثم رضی اللہ عنہ گھر نہ تھے۔ آپ ﷺ کے ساتھیوں نے پتہ کیا تو گھر والوں نے بتایا:

((اِنْطَلَقَ يَسْتَعْذِبُ لَنَا الْمَاءَ))

''کہ وہ ہمارے لیے پینے کا پانی لینے گئے ہیں۔''

ابھی وہ اسی حالت میں تھے کہ ابوالہیثم رضی اللہ عنہ آ گئے۔ انہوں نے مشکیزہ رکھا اور رسول اللہ ﷺ سے چمٹ گئے اور آپ ﷺ کو خوش آمدید کہا اور کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔

پھر وہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے دونوں ساتھیوں کو لے کر اپنے باغ میں گئے اور آپ ﷺ کے لیے کھجوریں پیش کیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہمارے لیے رطب علیحدہ کر دو۔ آپ ﷺ نے سب کھجوریں کھائیں اور پانی پیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((هٰذَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مِنَ النَّعِيمِ الَّذِي تُسْأَلُونَ عَنْهُ يَوْمَ

الْقِيَامَةِ ظِلٌّ بَارِدٌ وَرُطَبٌ طَيِّبٌ وَمَاءٌ بَارِدٌ))

''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہی وہ نعمت ہے جس کے بارے میں تم قیامت کے دن سوال کیے جاؤ گے۔ ٹھنڈا سایہ، عمدہ کھجوریں اور ٹھنڈا پانی۔''

اتنے میں ابوالہیثم رضی اللہ عنہ ان کے لیے کھانا بنوانے کے لیے جانے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دودھ والی بکری نہ ذبح کرنا لہٰذا انہوں نے ایک پٹھورا ذبح کیا اور تیار کروا کے آپ ﷺ کے پاس لے آیا، آپ ﷺ نے ساتھیوں کے ساتھ مل کر کھایا اس دوران رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا:

((هَلْ لَكَ خَادِمٌ))

''تمہارا کوئی (کام کاج کے لیے) خادم ہے؟

تو ابوالہیثم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: نہیں۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((فَإِذَا أَتَانَا سَبْيٌ فَأْتِنَا))

''جب ہمارے پاس غلام آئیں تو تم بھی آ جانا۔''

رسول اللہ ﷺ کھانا تناول فرما کر ساتھیوں کے ساتھ واپس آ گئے۔ کچھ دن گزرے تو رسول اللہ ﷺ کے پاس دو غلام آئے۔ حضرت ابوہثیم رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم ہوا تو وہ بھی آ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا:

((اِخْتَرْ مِنْهُمَا))

''ان دونوں میں سے ایک چن لو۔''

تو ابوہثیم رضی اللہ عنہ نے کہا:

((يَا نَبِيَّ اللهِ اخْتَرْ لِي))

''اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ میرے لیے چنیے۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ))

"یقیناً مشورہ دینے والا امین ہوتا ہے۔"

گویا مشورہ بھی امانت ہے، لہٰذا اس امانت کا خیال رکھنا چاہیے۔ ہمارا حال تو یہ ہے کہ اگر کوئی راستہ پوچھ لے تو ہم اسے غلط راستے بتاتے ہیں اور پھر اس برے فعل پر ہنستے ہیں، اسی طرح کوئی جماعتی بھائی مشورہ طلب کرے تو ہم اسے ایسا مشورہ دیتے ہیں کہ ساری زندگی وہ یاد رکھتا ہے کہ میں نے فلاں سے مشورہ طلب کیا تو اس نے یہ الٹ مشورہ دیا۔ اللہ ہماری اصلاح فرمائے۔

بہر حال رسول اللہ ﷺ سے ابوہیثم رضی اللہ عنہ نے مشورہ طلب کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((خُذْ هٰذَا فَإِنِّي رَأَيْتُهُ يُصَلِّي وَاسْتَوْصِ بِهِ مَعْرُوفًا))

"اس (غلام) کو لے لو کیونکہ میں نے اسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اور اس کے ساتھ بھلائی اور نیکی کی نصیحت قبول کرو۔"

اللہ اکبر! بھائیو دیکھیے رسول اللہ ﷺ کیا مشورہ دے رہے ہیں کہ یہ نمازی ہے اس کی نماز ٹھیک ہے۔ یعنی صحابی ابوہیثم رضی اللہ عنہ کو مشورہ دے رہے ہیں کہ اس غلام کو اپنے ساتھ لے جاؤ کیونکہ یہ نماز پڑھتا ہے یعنی تیرے گھر میں اگر غلام ہو، خادم ہو تو وہ بھی نمازی ہوگا جس سے خیر و برکت ہوگی اور ہماری صورت حال یہ ہے کہ گھروں کے گھر بے نماز ہیں۔ نہ ہماری اولادیں نمازی، نہ ہمارے گھر والے نمازی اور نہ کبھی نماز کے بارے میں فکر لاحق ہوئی۔

خلیفہ راشد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قول ہے، فرماتے ہیں:

((إِذَا رَأَيْتَ الرَّجُلَ يُضِيعُ مِنَ الصَّلَاةِ فَهُوَ وَاللّٰهِ لِغَيْرِهَا أَشَدُّ تَضْيِيعًا))

"جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ وہ نماز کو ضائع کرتا ہے تو اللہ کی قسم! وہ دیگر کاموں کو زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا۔"

یعنی جو نماز میں سست ہے وہ ہر کام میں سستی اور کوتاہی کرنے والا ہے اور دوسری بات جو اس حدیث سے سمجھ آئی وہ یہ کہ ہمارا انتخاب نمازی پرہیزگار لوگ ہونے چاہئیں۔ خواہ کاروبار کا معاملہ ہو یا دکان کا، دوستی کا معاملہ ہو یا کسی سے شادی کرنے کا اللہ ہماری اصلاح فرمائے۔

چنانچہ ابوالہیثم رضی اللہ عنہ اس غلام کو لے کر گھر واپس آئے اور سارا ماجرا اپنی زوجہ سے بیان کیا اور جو رسول اللہ ﷺ نے اس کے ساتھ بھلائی اور نیکی کرنے کی نصیحت کی تھی وہ بھی بیان کر دی تو ابوہیثم رضی اللہ عنہ کی بیوی وہ بھی محبت رسول ﷺ سے سرشار تھی اور بڑی سمجھ بوجھ کی مالک تھی۔ اپنے خاوند سے کہنے لگیں:

((مَا أَنْتَ بِبَالِغٍ مَا قَالَ فِيهِ النَّبِيُّ ﷺ إِلَّا أَنْ تُعْتِقَهُ)) [1]

"جو رسول اللہ ﷺ نے اس کے بارے میں بھلائی کی نصیحت کی ہے تم اس کو صرف ایک صورت میں پہنچ سکتے ہو اور وہ یہ کہ اس کو (اللہ کی رضا کے لیے) آزاد کر دو۔"

ابوہیثم رضی اللہ عنہ نے جب اپنی زوجہ سے خیر و بھلائی پر مبنی مشورہ سنا تو فوراً کہا:

((فَهُوَ عَتِيقٌ))

"وہ (اللہ کے لیے) آزاد ہے۔"

دوپہر کے وقت رسول اللہ ﷺ قیلولہ (آرام) فرماتے جیسا کہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ دوپہر کے وقت آرام فرما رہے تھے کہ بنو تمیم کے کچھ لوگ وفد کی صورت میں آئے اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجروں کے باہر کھڑے ہو کر بلند آواز میں بلانے لگے اور کہنے لگے: یا محمد! اخرج الینا" "اے محمد! ہمارے پاس باہر آؤ۔" تو رسول اللہ ﷺ کی نیند و آرام میں خلل پیدا ہوا اور ان کا یہ طرز عمل اور سخت رویہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آیا تو اس پر یہ آیات نازل فرما دیں۔ [2]

---

[1] جامع ترمذی: 2369. [2] تفسیر بغوی: 201/4.

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ۝ وَ لَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۝﴾ [الحجرات 49:4، 5]

دوپہر کے وقت بسا اوقات وفود کی شکل میں لوگ آتے تو آپ ﷺ ان کے پاس بیٹھ جاتے۔ جیسا کہ روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ ظہر کی نماز کے بعد ایک وفد کے پاس بیٹھے حتیٰ کہ عصر کی نماز کا وقت ہوگیا، جیسا کہ حدیث ہے۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز پڑھا کر ان کے گھر آئے اور دو رکعتیں پڑھیں تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے ان کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((هُمَا رَكْعَتَانِ كُنْتُ أُصَلِّيهِمَا بَعْدَ الظُّهْرِ فَشُغِلْتُ عَنْهُمَا حَتَّى صَلَّيْتُ الْعَصْرَ)) [1]

''وہ دو رکعتیں میں ظہر کے بعد پڑھتا تھا تو میں ان سے مشغول ہوگیا حتیٰ کہ میں نے عصر کی نماز پڑھی۔''

اور صحیح بخاری میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی یہی معلق روایت ہے کہ:

((صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ بَعْدَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ وَقَالَ: شَغَلَنِي نَاسٌ مِنْ عَبْدِالْقَيْسِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ .))

''رسول اللہ ﷺ نے عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھیں اور فرمایا: مجھے عبد القیس کے کچھ لوگوں نے ظہر کے بعد والی دو رکعات سے مشغول کر دیا تھا۔''

عصر کی نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس چکر لگاتے اور ان میں سے ہر ایک کے پاس کچھ دیر ٹھہرتے۔ چنانچہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

---

[1] سنن نسائي : 580 .

((كَانَ إِذَا انصَرَفَ مِنَ الْعَصْرِ دَخَلَ عَلَى نِسَائِهِ فَيَدْنُو مِنْ إِحْدَاهُنَّ .)) ❶

''رسول اللہ ﷺ جب نماز عصر سے فراغت کے بعد واپس آتے تو اپنی ازواج کے پاس تشریف لے جاتے اور بعض کے قریب بھی ہوتے تھے۔''

اس حدیث کا باقی حصہ کچھ یوں ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیویوں کے پاس جاتے تو حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس زیادہ دیر ٹھہرتے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں شہد پیش کرتیں جسے تناول کرتے کچھ وقت گزر جاتا۔ یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بڑی ناگوار گزری۔ چنانچہ انہوں نے یہ پروگرام بنایا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی رسول اللہ ﷺ آئیں گے تو وہ رسول اللہ ﷺ کو یہ بات کہے گی:

((إِنِّي لَأَجِدُ مِنْكَ رِيحَ مَغَافِيرَ أَكَلْتَ مَغَافِيرَ ؟)) ❷

''میں آپ ﷺ سے مغافیر کی بو پا رہی ہوں کیا آپ ﷺ نے مغافیر کھایا ہے؟''

لہٰذا ان دونوں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے ایسے ہی کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا بَأْسَ شَرِبْتُ عَسَلًا عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَلَنْ أَعُوْدَ لَهُ فَنَزَلَتْ ﴿ يَآيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ ...... الخ﴾ (التحریم 66:1).))

''کوئی حرج نہیں میں نے تو بس زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا ہے، اب دوبارہ ہرگز نہیں پیوں گا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ يَآيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ ...... الخ﴾''

رسول اللہ ﷺ اپنی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ہاں سے چکر لگا کر آخر میں اپنی اس بیوی کے پاس چلے جاتے جس کے پاس رات ٹھہرنے کی باری ہوتی اور بعض مرتبہ مغرب کی

❶ صحیح بخاری : 5268. ❷ صحیح بخاری : 5267.

نماز پڑھنے کے بعد اس بیوی کے پاس جاتے جہاں رات ٹھہرنا ہوتا اور بعض مرتبہ آپ ﷺ کی باقی بیویاں بھی مغرب کی نماز کے بعد آپ ﷺ کے پاس آ جاتیں اور آپ ﷺ ان سے باتیں کرتے حتیٰ کہ عشاء کا وقت ہو جاتا۔

محترم سامعین! یہ تھی پیارے محبوب حضرت محمد ﷺ کے مبارک دن کی چند جھلکیاں جن کو میں نے آپ احباب کے سامنے بیان کیا تاکہ کچھ رب کے حبیب علیہ السلام کا ذکر خیر بھی ہو جائے اور عہد نبوی کی یاد ہمارے دلوں میں تازہ ہو جائے۔ اللہ مجھے اور آپ کو، ہم سب کو آخرت میں اپنے پیارے حبیب ﷺ کی رفاقت نصیب فرما دے۔ آمین

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

رسول اللہ ﷺ کی چند مبارک راتیں

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ . اَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝ ﴾ [الاحزاب 21:33]

ہر قسم کی حمد وثنا اللہ رب العالمین کے لیے درود وسلام امام الانبیاء، جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس کے لیے:

بھائیو! دوستو! بزرگو! آج میں آپ احباب کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے روشن اور چمکدار پہلوؤں میں سے ایک روشن باب رسول اللہ ﷺ کی مبارک راتوں کی چند جھلکیاں آپ احباب کے سامنے بیان کروں گا، رسول اللہ ﷺ کا دن جس طرح مثالی تھا آپ ﷺ کی راتیں بھی اسی طرح مثالی اور محبت الٰہی اور اطاعتِ الٰہی سے سرشار تھیں۔

رسول اللہ ﷺ کی معمول کی زندگی کے مطابق آپ ﷺ مغرب کی نماز پڑھ کر اس بیوی کے ہاں تشریف لے جاتے جس کے ہاں آپ ﷺ نے رات ٹھہرنا ہوتا۔ البتہ مغرب کے بعد اور عشاء کے قریب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن گھر سے باہر نکلتیں اور جیسے دیہاتی ماحول میں عورتیں قضائے حاجت کے لیے مغرب کے بعد نکلتی ہیں اسی طرح ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن

بھی باہر جاتیں۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے، بیان کرتی ہیں:

((أَنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ ﷺ كُنَّ يَخْرُجْنَ بِاللَّيْلِ إِذَا تَبَرَّزْنَ إِلَى الْمَنَاصِعِ وَهُوَ صَعِيدٌ أَفْيَحُ .)) [1]

"نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن رات کو قضائے حاجت کے لیے مناصع کی طرف جاتی تھیں جو کہ ایک کھلا میدان تھا۔"

البتہ ایک دن حضرت سودہ رضی اللہ عنہا گھر سے باہر نکلیں، جیسا کہ روایت میں ہے:

((فَخَرَجَتْ سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ زَوْجُ النَّبِيِّ ﷺ لَيْلَةً مِنَ اللَّيَالِي عِشَاءً .))

"چنانچہ ایک رات عشاء کے وقت نبی اکرم ﷺ کی بیوی حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا قضائے حاجت کے لیے باہر نکلیں۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھ لیا اور آواز دی:

((أَلَا قَدْ عَرَفْنَاكِ يَا سَوْدَةُ!))

"اے سودہ! ہم نے تمہیں پہچان لیا ہے۔"

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو:

((فَانْكَفَأَتْ رَاجِعَةً وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي بَيْتِي))

"حضرت سودہ رضی اللہ عنہا الٹے پاؤں واپس چلی آئیں اس وقت رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں تھے۔"

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں تھے۔

((وَإِنَّهُ لَيَتَعَشَّى وَفِي يَدِهِ عَرْقٌ .)) [2]

"اور آپ ﷺ رات کا کھانا کھا رہے تھے اور آپ ﷺ کے ہاتھ میں گوشت والی ہڈی تھی۔"

---

[1] صحيح بخاری : 146 . [2] صحيح بخاری : 4795 .

محترم سامعین! محل شاہد اس روایت سے یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کا کھانا عشاء سے پہلے تناول فرماتے تھے جو کہ طبی طور پر بھی صحت کے لیے انتہائی مفید ہے۔ البتہ پوری روایت بھی آپ احباب سن لیں۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو سارا ماجرا بیان کیا اور جو باتیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہیں تھیں وہ بھی کہہ دیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ ثُمَّ رُفِعَ عَنْهُ وَإِنَّ الْعَرْقَ فِي يَدِهِ مَا وَضَعَهُ))

چنانچہ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی طرف وحی نازل فرمادی۔ پھر تھوڑی دیر بعد وحی کی کیفیت اٹھالی گئی جبکہ گوشت والی ہڈی اس وقت بھی آپ ﷺ کے ہاتھ میں تھی۔ آپ ﷺ نے اسے ابھی رکھا نہیں تھا۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّهُ قَدْ أُذِنَ لَكُنَّ أَنْ تَخْرُجْنَ لِحَاجَتِكُنَّ))

"اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں اپنی حاجت کے لیے باہر نکلنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔"

محترم سامعین! اس حدیث سے ایک بہت بڑا فائدہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح قرآن وحی الٰہی ہے۔ حدیث رسول اللہ ﷺ بھی وحی الٰہی ہے اور جس طرح قرآن کی اتباع واجب ہے اسی طرح حدیث رسول ﷺ کی اتباع بھی واجب ہے۔

دوسرا اس روایت سے یہ فائدہ معلوم ہوا کہ ضرورت کے تحت عورت گھر سے باہر جا سکتی ہے۔ بشرطیکہ پردے کا اہتمام ہو۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے بارے میں مروی ہے:

((كَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا))

"رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز سے پہلے سونے کو اور عشاء کے بعد باتیں کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔"

محترم سامعین! اگر ہم اپنا جائزہ لیں تو شاید ہی کوئی ایسا ہو جو اس حدیث پر صحیح طور پر عمل پیرا ہو ورنہ شہروں کے شہر اور دیہاتوں کے دیہات اس حدیث کے خلاف عمل کر رہے ہیں۔ آج ہماری محفلیں عشاء کے بعد بارونق ہوتی ہیں، آج ہماری مارکیٹیں عشاء کے بعد ازدحام کا شکار ہوتی ہیں، کھانے پینے کی دکانیں رات کو ہی کھلتی ہیں۔ الغرض رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کسی صورت فائدہ مند نہیں ہو سکتی بلکہ وہ انسان کے لیے دنیوی و اخروی طور پر نقصان دہ ہے۔

عشاء سے پہلے سونا اس کے منع ہونے کی حکمت یہ ہے کہ سونے سے ظن غالب ہے کہ عشاء کی نماز فوت ہو جائے گی اور رات دیر تک جاگنے سے منع کی حکمت یہ ہے کہ دیر سے سونے سے ظن غالب فجر کی نماز کے فوت ہونے کا اندیشہ ہے۔

البتہ بعض استثنائی صورتیں ہیں جن میں عشاء کے بعد باتیں کرنا جائز ہے اور وہ یہ ہیں:

1: مہمان آ جائیں تو ان سے بات چیت جائز ہے۔

2: خاوند اپنی بیوی سے باتیں کر سکتا ہے۔

3: دینی امور کے متعلق باہمی بات چیت کرنا یا درس و دروس کے انعقاد کا جواز ہے۔ البتہ رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز کو تاخیر سے پڑھنے کو پسند کرتے، جیسا کہ ایک رات کے بارے اُمّ المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

((أَعْتَمَ النَّبِيُّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ حَتَّى ذَهَبَ عَامَّةُ اللَّيْلِ وَحَتَّى نَامَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى، فَقَالَ: إِنَّهُ لَوَقْتُهَا، لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي.))

''ایک رات نبی اکرم ﷺ نے عشاء کی نماز میں دیر کر دی یہاں تک کہ رات کا بڑا حصہ گزر گیا اور اہل مسجد بھی سو گئے۔ پھر آپ ﷺ باہر تشریف لے گئے نماز پڑھائی اور فرمایا: اگر (مجھے) یہ (ڈر) نہ ہوتا کہ میں اپنی امت کو مشقت میں ڈالوں گا تو یہی اس کا (بہترین) وقت ہے۔''

اس روایت سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ باقی چار نمازوں کو اول وقت میں پڑھنے کو رسول اللہ ﷺ نے پسند کیا ہے اور عشاء کی نماز کو تاخیر سے پڑھنے کو پسند کیا ہے۔ جبکہ ہمارے معاشرے کا ایک بہت بڑا طبقہ ایسا بھی ہے جو باقی چار نمازوں کو مؤخر کر کے پڑھتے ہیں اور عشاء کو اس کے اول وقت میں پڑھتے ہیں۔ ان کا یہ عمل غیر افضل ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کو اہل ایمان سے افضل عمل مطلوب ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

((مَكَثْنَا ذَاتَ لَيْلَةٍ نَنْتَظِرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لِصَلَاةِ الْعِشَاءِ الْاٰخِرَةِ فَخَرَجَ إِلَيْنَا حِيْنَ ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ .))

''ایک رات ہم عشاء کی آخری نماز کے لیے رسول اللہ ﷺ کا انتظار کرتے رہے، جب رات کا تہائی حصہ گزر گیا تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے فرمایا:

((إِنَّكُمْ لَتَنْتَظِرُوْنَ صَلَاةً مَّا يَنْتَظِرُهَا اَهْلُ دِيْنٍ غَيْرُكُمْ .))

''بے شک تم ایسی نماز کا انتظار کر رہے ہو جس کا تمہارے سوا کسی اور دین کے پیروکار انتظار نہیں کر رہے۔''

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَلَوْلَا أَنْ يَثْقُلَ عَلٰى أُمَّتِي لَصَلَّيْتُ بِهِمْ هٰذِهِ السَّاعَةَ .))

''اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ یہ میری امت پر گراں ہوگا تو میں انہیں اسی گھڑی میں (یہ) نماز پڑھایا کرتا۔''

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ چونکہ بڑے رحیم و کریم تھے۔ اس لیے آپ ﷺ کے رحیم ہونے کا تقاضا تھا کہ کہیں امت کے لیے مشقت نہ ہو ورنہ آپ ﷺ عشاء کی نماز کو زیادہ مؤخر کر کے ادا کرتے اور امت کو بھی اسی کا حکم دیتے لیکن آپ ﷺ نے امت سے درگزر فرمایا۔

ایک رات حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنی خالہ ام المومنین میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے پاس ٹھہرے تا کہ رسول اللہ ﷺ کی رات کی عبادت دیکھیں کہ آپ ﷺ کا رات کی عبادت میں کیا معمول ہے۔ چنانچہ بیان فرماتے ہیں کہ میں تکیے کی چوڑائی والی سمیت لیٹ گیا اور رسول اللہ ﷺ اور ان کی اہلیہ جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ تھیں۔ تکیے کے دونوں جانب طول کی سمت میں لیٹ گئے اور سو گئے یہاں تک کہ جب آدھی رات گزر گئی تو رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے اور اپنے چہرہ مبارک سے دونوں ہاتھوں کے ساتھ نیند کے اثرات دور کرنے لگے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے سورۃ آل عمران کی آخری دس آیات کی تلاوت فرمائی۔ پھر اٹھے اور ایک لٹکے ہوئے مشکیزہ سے اچھی طرح وضو کیا اور نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں:

((ثُمَّ قُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ.))

”پھر میں اٹھا اور میں نے بھی ایسا ہی کیا جیسا رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا پھر میں آپ ﷺ کے ایک پہلو میں کھڑا ہو گیا۔“

رسول اللہ ﷺ نے مجھے سر سے پکڑ کر اپنے دائیں طرف کھڑا کر لیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے دو رکعات ادا کیں، پھر دو رکعات پڑھیں، پھر دو رکعات پڑھیں۔ اس کے بعد پھر دو رکعات پڑھیں۔ پھر مزید دو رکعات پڑھیں، آخر میں پھر دو رکعات ادا کیں، پھر ایک وتر پڑھا اور لیٹ گئے حتیٰ کہ مؤذن آپ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے اٹھ کر دو ہلکی سی رکعتیں پڑھیں۔

((ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ)) [1]

”پھر آپ ﷺ باہر تشریف لے گئے اور صبح کی نماز پڑھائی۔“

رسول اللہ ﷺ کے اس عمل سے بہت سے فوائد معلوم ہوتے ہیں:

1: اگر دو افراد باجماعت نماز پڑھیں تو مقتدی امام کی دائیں جانب کھڑا ہوگا۔

[1] صحیح بخاری: 1198.

2: اگر ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور دوسرا بعد میں آ کر اس کے ساتھ تکبیر پڑھ کے شامل ہو کر باجماعت نماز پڑھ سکتے ہیں۔

3: دو افراد بھی جماعت کرا سکتے ہیں۔

4: ایک رکعت وتر پڑھنا بھی جائز ہے۔

5: فجر کی دو سنتیں ہلکی اور خفیف پڑھنی چاہئیں۔

6: تہجد پڑھ کر کچھ دیر لیٹ جانا یہ بھی سنت ہے۔

اس روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نصف رات اٹھ کر وتر پڑھنے شروع کیے جبکہ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((مِنْ كُلِّ اللَّيْلِ قَدْ أَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَانْتَهٰى وِتْرُهُ إِلَى السَّحَرِ .)) [1]

”رسول اللہ ﷺ نے رات کے ہر حصے میں وتر (رات) کی نماز پڑھی ہے لیکن عموماً آپ ﷺ کے وتروں کی انتہا سحری تک ہوتی۔“

اسی طرح ایک رات کا واقعہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ حالت اعتکاف میں تھے۔ رمضان کے آخری عشرے کی بات ہے تو ام المومنین حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس آپ کے معتکف میں آئیں اور کچھ دیر آپ ﷺ سے باتیں کرتی رہیں، فرماتی ہیں:

((ثُمَّ قُمْتُ فَانْقَلَبْتُ فَقَامَ مَعِي لِيَقْلِبَنِي))

پھر واپس مڑنے کے لیے کھڑی ہوئیں تو آپ ﷺ بھی میرے ساتھ اٹھے تاکہ مجھے گھر چھوڑ آئیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی رہائش حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حویلی میں تھی۔ آپ راستے میں جا رہے تھے کہ دو انصاری آپ ﷺ کے پاس سے گزرے۔ جب انہوں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو تیزی سے چلنے لگے، رسول اللہ ﷺ بڑی فہم و فراست کے مالک تھے۔ آپ ﷺ بھانپ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کو آواز دی:

[1] صحيح مسلم : 745.

((عَلَى رِسْلِكُمَا .))

''یہیں ٹھہر جاؤ۔''

((إِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ))

''یہ میری بیوی صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا ہے۔''

تو وہ دونوں کہنے لگے:

((سُبْحَانَ اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ!))

''اللہ کے رسول ﷺ! سبحان اللہ (ہم آپ ﷺ کے بارے میں ایسی بات سوچ سکتے ہیں)''

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ، وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوبِكُمَا سُوْءًا ـ أَوْ قَالَ ـ شَيْئًا .)) [1]

''یقیناً شیطان انسان کے اندر خون کی طرح دوڑتا رہتا ہے، مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ شیطان تمہارے دلوں میں کوئی برائی یا کوئی اور چیز نہ ڈال دے۔''

اس حدیث سے بہت سے فوائد ملتے ہیں، جو یہ ہیں:

1: انسان کے جسم میں شیطان کا خون کی طرح گردش کرنا حقیقی طور پر ہے۔

2: انسان کو تہمت اور بدگمانی والی جگہوں سے بچنا چاہیے۔

3: اگر انسان محسوس کرے کہ اس کے جائز فعل سے کوئی مسلمان آپ کے بارے بدگمانی کر سکتا ہے تو معاملے کی وضاحت کر دے تا کہ شیطان کو موقع نہ ملے اور ایک مسلم معاشرے میں بگاڑ پیدا نہ ہو۔

آیئے رسول اللہ ﷺ کی مبارک راتوں میں سے ایک مبارک رات کا تذکرہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی سنیے۔ چنانچہ بیان کرتی ہیں کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ

[1] صحیح بخاری: 3281.

کی میرے ہاں ٹھہرنے کی باری تھی، رسول اللہ ﷺ مسجد سے واپس لوٹے۔ آپ ﷺ نے اپنی چادر مبارک اتار کر رکھ دی۔ پھر جوتے اتارے اور پاؤں کے قریب ہی رکھ دیے پھر اپنے تہبند کا ایک کنارہ اپنے بستر پر بچھا دیا اور لیٹ گئے۔ فرماتی ہیں:

((فَلَمْ يَلْبَثْ إِلَّا رَيْثَمَا ظَنَّ أَنْ قَدْ رَقَدْتُ))

''آپ ﷺ صرف اتنی دیر رکے کہ جب آپ ﷺ کو خیال ہوگیا کہ میں سو چکی ہوں۔''

آپ ﷺ نے آہستہ سے اپنی چادر مبارک اٹھائی، آہستہ سے اپنے جوتے پہنے اور پھر آہستہ سے دروازہ کھولا باہر نکلے اور چپکے سے آہستہ دروازہ بند کر دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب باہر نکلے:

((فَجَعَلْتُ دِرْعِي فِي رَأْسِي وَاخْتَمَرْتُ وَتَقَنَّعْتُ إِزَارِي ثُمَّ انْطَلَقْتُ عَلَى إِثْرِهِ))

''میں نے بھی جلدی سے اپنی قمیص سر میں ڈالی، ڈوپٹا لیا اور اپنی ازار (کمر پر) باندھی اور آپ ﷺ کے پیچھے چل پڑی۔''

یہاں تک کہ آپ بقیع (کے قبرستان) میں آئے اور کھڑے ہوگئے اور لمبی دیر تک کھڑے رہے۔ پھر آپ ﷺ نے تین دفعہ ہاتھ اٹھائے۔ پھر آپ ﷺ وہاں سے پلٹے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: تو میں بھی واپس پلٹی۔

((فَأَسْرَعَ فَأَسْرَعْتُ))

''آپ ﷺ تیز چلے تو میں بھی تیز چلنے لگی۔''

((فَهَرْوَلَ فَهَرْوَلْتُ))

''آپ ﷺ اور تیز ہوئے تو میں بھی اور تیز ہوگئی۔''

((فَأَحْضَرَ فَأَحْضَرْتُ فَسَبَقْتُهُ فَدَخَلْتُ))

''آپ ﷺ دوڑے تو میں بھی دوڑی اور آپ ﷺ سے آگے نکل کر جلدی سے

گھر میں داخل ہوگئی۔''

فرماتی ہیں:

((فَلَيْسَ إِلَّا أَنِ اضْطَجَعْتُ فَدَخَلَ))

''پس میں آتے ہی لیٹ گئی کہ اتنے میں رسول اللہ ﷺ بھی گھر میں داخل ہوگئے۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا:

((مَا لَكِ؟ يَا عَائِشُ حَشْيَا رَابِيَةً))

''اے عائشہ! تمہیں کیا ہوا؟ کانپ رہی ہو اور سانس بھی پھولا ہوا ہے؟''

تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا:

((لَا شَيْءَ))

''کچھ نہیں ہے۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں کہا:

((لَتُخْبِرِينِي أَوْ لَيُخْبِرَنِّي اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ))

''تم مجھے بتاؤ گی یا پھر وہ ذات مجھے بتا دے گی جو بڑی لطیف اور خبیر ہے۔''

یعنی جو ذات بڑی باریک بین ہے اور ہر چیز سے باخبر ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو جواب دیا:

((يَا رَسُولَ اللّٰهِ! بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي! فَأَخْبَرْتُهُ))

''اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں (فرماتی ہیں میں نے ساری بات بتادی۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے کہا:

((فَأَنْتِ السَّوَادَ الَّذِي رَأَيْتُ أَمَامِي؟))

''اچھا، تو تم ہی وہ سیاہ پرچھائی تھی جس کو میں نے اپنے سامنے دیکھا تھا۔''

تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں نے کہا: ہاں۔

تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تھوڑا سا زور سے سینے سے دھکیلا جس کی انھوں نے تکلیف محسوس کی۔

تو اس وقت رسول اللہ ﷺ نے انہیں دھکیلتے ہوئے فرمایا:

((أَظَنَنْتِ أَنْ يَحِيفَ اللّٰهُ عَلَيْكِ وَرَسُوْلُهُ؟))

''کیا تم نے گمان کیا کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر زیادتی کرے گا۔''

پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اصل وجہ بتائی کہ جب تم نے مجھے جاتے دیکھا تھا تو اس وقت جبریل امین علیہ السلام میرے پاس آئے اور تم سے چھپا کر مجھے آواز دی تو میں نے بھی اسے تم سے چھپا کر جواب دیا اور وہ تمہارے پاس اس لیے نہیں داخل ہوئے تھے کہ تم کپڑے اتار چکی تھی اور میں سمجھا کہ تم سو چکی ہو تو میں نے تمہیں بیدار کرنا اچھا نہ سمجھا اور مجھے یہ بھی خوف محسوس ہوا کہ تم جاگتے ہوئے اکیلی وحشت محسوس کرو گی تو جبریل امین علیہ السلام نے آکر مجھے بتایا کہ:

((إِنَّ رَبَّكَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَأْتِيَ أَهْلَ الْبَقِيعِ فَتَسْتَغْفِرَلَهُمْ))

''آپ کا رب آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اہل بقیع کے پاس جائیں اور ان کے لیے بخشش کی دعا کریں۔''

تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا:

((كَيْفَ أَقُوْلُ لَهُمْ؟ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ))

''اے اللہ کے رسول! میں ان کے لیے بطور دعا کیا کہوں؟''

تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا اور یہ دعا سکھلائی:

((اَلسَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِيْنَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ

لَلَاحِقُوْنَ .)) ❶

اور اس دعا کا ذرا معنی سنیے کتنی پیاری دعا ہے:

''مومنوں اور مسلمانوں میں سے ان ٹھکانوں میں رہنے والوں پر سلامتی ہو، اللہ تعالیٰ آگے جانے والوں اور بعد میں آنے والوں پر رحم کرے اور ہم ان شاء اللہ ضرور تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔''

اس میں اہل ایمان اور اہل اسلام کے لیے دعا بھی ہے اور آخرت کی فکر بھی دی گئی ہے کہ ہم نے سدا اس دنیا میں بیٹھے نہیں رہنا بلکہ ہم بھی اپنے سے پہلے جانے والوں کو ملنے والے ہیں۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ ایک رات سفر میں تھے اور بعض روایات میں اس بات کی صراحت ہے کہ وہ صلح حدیبیہ والا سفر تھا۔ آپ ﷺ رات بھر سفر کرتے رہے رات کا جب پچھلا پہر ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پڑاؤ ڈالنے کا مشورہ دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنِّي أَخَافُ أَنْ تَنَامُوْا عَنِ الصَّلَاةِ))

''مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں تم نماز سے سوئے نہ رہو۔''

پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا:

((مَنْ يَكْلَؤُنَا اللَّيْلَةَ لَا نَرْقُدُ عَنِ الصَّلَاةِ عَنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ))

''آج رات کون ہمارا پہرہ دے گا کہ ہم نماز سے سوئے نہ رہ جائیں یعنی صبح کی نماز سے۔''

تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اَنَا اَحْفَظُكُمْ'' اے اللہ کے رسول! میں اس بات کی حفاظت کروں گا۔

تو رسول اللہ ﷺ اور سب صحابہ رضی اللہ عنہم سو گئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اپنی سواری سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور طلوع فجر کا انتظار کرنے لگے، چونکہ یہ بھی سارے دن کے تھکے ہوئے تھے۔

❶ صحیح مسلم : 974.

تو ان پر بھی نیند غالب آ گئی سارے نماز سے سوئے رہے حتیٰ کہ سورج نکل آیا سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

((يَا بِلَالُ! أَيْنَ مَا قُلْتَ؟))

''اے بلال! کہاں گئی وہ بات جو تم نے کہی تھی؟''

تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بڑے ادب سے جواب دیتے ہوئے کہا:

((مَا أُلْقِيَتْ عَلَيَّ نَوْمَةٌ مِثْلُهَا قَطُّ.))

''مجھے کبھی ایسی نیند نہیں آئی۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لِيَأْخُذْ كُلُّ رَجُلٍ بِرَأْسِ رَاحِلَتِهِ فَإِنَّ هٰذَا مَنْزِلٌ حَضَرَنَا فِيهِ الشَّيْطَانُ))

''ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اپنی سواری کو سر سے پکڑ کر اس جگہ سے آگے بڑھے کیونکہ یہ ایسی جگہ ہے جہاں ہمارے پاس شیطان حاضر ہوا ہے۔''

آپ ﷺ آگے بڑھے اور ایک اگلی وادی میں اترے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا انہوں نے اذان دی، فجر کی سنتیں ادا کی گئیں پھر اقامت ہوئی اور آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فجر کی نماز پڑھائی۔

اس واقعہ سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر:

1: اگر نماز کا وقت نکل جائے تو پھر بھی اس کی با جماعت قضائی دی جا سکتی ہے۔

2: سفر میں نماز قصر پڑھنے کا حکم ہے اور صرف فرض پڑھے جائیں گے لیکن صبح کی سنتیں اور عشاء کے وتر دورانِ سفر پڑھنے چاہئیں۔

3: قضاء نماز کی ادائیگی کا طریقہ بھی وہی ہے جو اداء نماز کا ہے۔

آیئے اب ایک اور رسول اللہ ﷺ کی مبارک رات کا ذکر ہو جائے جس میں

رسول اللہ ﷺ کا اور ان کے ایک چاہنے والے یعنی ایک صحابی کا تذکرہ ہے جو اصحاب صفہ میں سے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے حجرے کے پاس رات گزارتے کہ اگر رات کو آپ ﷺ کو کوئی حاجت ہو یا کوئی چیز مطلوب ہو تو مجھے خدمت کا موقع مل جائے اور میں سعادت حاصل کرلوں۔ چنانچہ روایت ملاحظہ فرمائیں:

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رات گزارتا اور آپ ﷺ کے لیے وضو کا پانی اور دیگر ضرورت کی چیز مہیا کرتا تو ایک رات رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا:

"سَلْ" (اے ربیعہ!) کچھ مانگ لو۔

تو میں نے عرض کی:

((أَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ))

"میں آپ ﷺ سے جنت میں آپ ﷺ کی رفاقت چاہتا ہوں۔"

شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

سب کچھ اللہ سے مانگ لیا تجھ کو مانگ کر
اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ میرے اس دعا کے بعد

کیا نصیب تھے ان لوگوں کے جن کی آنکھیں محبوب کبریاء کے دیدار سے ٹھنڈی ہوتی تھیں اور سبحان اللہ صحابی رسول ﷺ نے رفاقت حبیب ﷺ مانگ کر دنیا و آخرت کی مراد مانگ لی۔

تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ربیعہ سے پوچھا:

((أَوْ غَيْرَ ذٰلِكَ؟))

"کیا اس کے علاوہ کوئی اور بھی تمنا ہے؟"

تو حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

((هُوَ ذَاكَ))

"بس یہی تمنا ہے۔"

تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں جنت میں اپنی رفاقت کے حصول والا عمل بتلایا اور فرمایا:

((فَأَعِنِّي عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ.)) [1]

"تو تم اپنے معاملے میں سجدوں کی کثرت سے میری مدد کرو۔"

عزیز ساتھیو! رسول اللہ ﷺ نے حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ کو جنت میں اپنی رفاقت کے لیے فرائض کے ساتھ ساتھ نوافل کا اہتمام کرنے کا حکم دیا جبکہ ہماری صورتِ حال یہ ہے کہ ہم میں سے ہر کوئی جنت اور جنت میں رفاقت رسول ﷺ کا خواہشمند ہے لیکن نوافل تو دور کی بات ہم فرائض کو ترک کیے ہوئے ہیں۔

میرے بھائیو! ایسے بات نہیں بنے گی، فرائض کی پابندی کرنا پڑے گی، نوافل کا اہتمام کرنا پڑے گا، جھوٹ فریب، دھوکہ بازی، دغا بازی چھوڑنی ہوگی حلال کو اپنانا ہوگا حرام کو چھوڑنا پڑے گا اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حقوق پورے کرنا ہوں گے، اللہ تعالیٰ ہم سب کی اصلاح فرمائے اور جو کمیاں، کوتاہیاں ہیں اللہ تعالیٰ دور فرمائے۔ آمین

نبی اکرم ﷺ کی مبارک راتوں میں سے ایک بابرکت رات کا تذکرہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ جب ہم بیداء یا ذات الجیش کے مقام پر تھے کہ میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا، رسول اللہ ﷺ اس ہار کی تلاش کے لیے ٹھہر گئے، آپ ﷺ کے ٹھہرنے کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ٹھہر گئے۔

جس جگہ آپ ﷺ نے پڑاؤ ڈالا وہاں پانی نہیں تھا رات کے پچھلے پہر کا وقت تھا لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور شکوہ کیا:

((اَلَا تَرٰى إِلٰى مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ؟ اَقَامَتْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَالنَّاسِ.))

"آپ دیکھتے نہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا کیا؟ رسول اللہ ﷺ اور سب لوگوں کو

---

[1] صحیح مسلم: 489.

ٹھہرا دیا ہے۔"

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے: نہ تو یہاں پانی ہے اور نہ ہی لوگوں کے پاس پانی ہے یہ بات سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بڑے غصہ سے آئے دیکھا تو رسول اللہ ﷺ میری ران پر اپنا سر مبارک رکھ کر سو رہے تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قریب ہوئے اور کہا:

((حَبَسْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَالنَّاسَ وَلَيْسُوا عَلٰى مَآءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ .))

"تو نے رسول اللہ ﷺ اور سب لوگوں کو یہاں ٹھہرالیا ہے حالانکہ یہاں پانی نہیں ہے اور نہ ہی لوگوں کے پاس پانی ہے۔"

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے میرے ابا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کوسنے لگے اور جو اللہ نے چاہا مجھے ملامت کرنے لگے اور ساتھ ساتھ میری کوکھ میں اپنے ہاتھ سے چوکے مارنے لگے لیکن میں رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے حرکت نہیں کر رہی تھی کیونکہ آپ ﷺ آرام فرما رہے تھے تو کہیں آپ ﷺ کی نیند میں کوئی خلل واقع نہ ہو۔ جب صبح ہوئی رسول اللہ ﷺ اس بے آب مقام پر بیدار ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے تیمّم کی آیت نازل فرما دی:

﴿وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ ؕ﴾

تو سب نے تیمّم کیا۔ یہ بات دیکھ کر حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بلند آواز سے کہنے لگے:

((مَا هِيَ بِأَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا اٰلَ أَبِيْ بَكْرٍ .)) [1]

"اے آل ابی بکر! یہ کوئی تمہاری پہلی برکت نہیں۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب ہم نے جانے کے لیے اس اونٹ کو کھڑا کیا جس پر

[1] صحيح بخاري : 334.

میں بیٹھی تھی تو ہار اس کے نیچے سے ملا۔

اس واقعہ سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں جیسا کہ:

1: رسول اللہ ﷺ غیب نہیں جانتے تھے اگر جانتے ہوتے تو کیا آپ ﷺ نے جان بوجھ کر نہیں بتایا۔

2: اگر پانی میسر نہ ہو یا پانی تو ہو لیکن اس کو استعمال کرنے کی استطاعت نہ ہو بیماری کی وجہ سے تو تیمم جائز ہے۔

3: آل ابوبکر رضی اللہ عنہ میں اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے بڑی خیر رکھی اسی وجہ سے بہت سے مسائل میں آسانی کا سبب یہ بنے۔

4: بیوی کو اپنے خاوند کے آرام اور نیند کا خصوصی خیال رکھنا چاہیے۔

5: کسی غلطی پر اولاد کی سرزنش کرنا، ان کو ڈانٹنا جائز ہے۔

محترم سامعین! رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کی مبارک راتوں میں سے کچھ راتیں میں نے آپ احباب کے سامنے بیان کیں جو اپنے اندر بہت سے مسائل اور فوائد سمیٹے ہوئے تھیں جن کو میں نے مختصر انداز میں آپ کے سامنے پیش کرنے کی ناکام کوشش کی باقی رسول اللہ ﷺ کا ہر فرمان آپ ﷺ کا ہر فعل اور آپ ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو اپنے اندر بہت سی حکمت و دانائی سمیٹے ہوئے ہے جس کو اپنانے میں امت کے لیے دنیا و آخرت کی کامیابی اور خیر و بھلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پیارے حبیب حضرت محمد ﷺ کا صحیح معنی میں فرماں بردار بنائے اور آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور بدعات و خرافات سے ہم سب کو محفوظ فرمائے۔

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

رسول اللہ ﷺ کی شجاعت و بہادری

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِينُهٗ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ . أَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

﴿فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ﴾

[النساء 4: 84]

”پس آپ اللہ کے راستے میں لڑیں اور آپ کو نہیں ذمہ دار بنایا گیا مگر صرف اپنی ہی ذات کا اور آپ مومنوں کو رغبت دلائیں۔“

ہر قسم کی حمد وثناء اللہ رب العالمین کے لیے درود وسلام امام الانبیاء سید المرسلین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ بابرکت کے لیے۔

بھائیو! دوستو! بزرگو! میں آج آپ حضرات کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی صفات میں سے ایک اہم صفت کو بیان کرنا چاہتا ہوں، وہ ہے رسول اللہ ﷺ کی شجاعت اور بہادری۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ ایک بشر ہونے کے باوجود تمام اوصافِ حمیدہ کا مجموعہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ میں ذات اور صفات کے لحاظ سے کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی اور ہر وہ وصف جو ایک باکمال انسان میں ہونا چاہیے وہ آپ ﷺ میں بدرجہ اتم موجود تھا اور سب سے بڑھ کر خوبی یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے خود آپ ﷺ کی تربیت فرمائی اور آپ ﷺ

کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا۔

تو سامعین محترم! جو آیت مبارکہ میں نے آپ احباب کے سامنے پڑھی اس سے بعض سلف نے یہ استنباط کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس بات پر مامور کیا ہے کہ مشرکین سے مقابلہ کرتے ہوئے آپ ﷺ پیچھے نہ ہٹیں خواہ آپ ﷺ کو تن تنہا ان سے لڑنا پڑے کیونکہ آپ ﷺ صرف اپنی جان کے مکلف اور ذمہ دار ہیں باقی کوئی ٹھہرے یا نہ ٹھہرے۔

رسول اللہ ﷺ جس طرح دیگر خوبیوں میں اپنی مثال آپ تھے اسی طرح شجاعت اور بہادری میں بھی سب سے بڑھ کر تھے اور اس کی بہت بڑی دلیل کفارِ مکہ جو سالہا سال سے بت پرستی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ڈوبے ہوئے تھے اور بت پرستی ان کے مزاج میں ایسے پختہ ہو چکی تھی کہ وہ اس کے خلاف کوئی دوسری بات سننا بھی گوارا نہیں کر سکتے تھے لیکن ان سب چیزوں کے باوجود اس بہادر نبی ﷺ نے تن تنہا کوہ صفا پر کھڑے ہو کر اللہ کی توحید کا آوازہ بلند کیا، نہ کسی کی ملامت کی پرواہ کی، نہ یہ سوچا کہ لوگ کیا کہیں گے، نہ یہ فکر لاحق ہوئی کہ میرا انجام کیا ہوگا میں تو اکیلا ہوں کیا کروں گا، نہ گھبرائے نہ ڈگمگائے بلکہ اللہ پر اعتماد اور بھروسہ کیا اور بہادری کا مظاہرہ کیا۔

رسول اللہ ﷺ کے خادم سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یوں بیان کرتے ہیں:

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَحْسَنَ النَّاسِ وَكَانَ اَجْوَدَ النَّاسِ وَكَانَ اَشْجَعَ النَّاسِ .))

”رسول اللہ ﷺ تمام انسانوں میں سب سے بڑھ کر حسین، سب انسانوں سے بڑھ کر سخی اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔“

پھر دلیل کے طور پر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ رات کی تاریکی میں اہل مدینہ نے خوف زدہ آواز سنی جس سے لوگ گھبرا گئے تو کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسلحہ وغیرہ لے کر اس آواز کی طرف بڑھے تو رسول اللہ ﷺ انہیں اس جگہ سے واپس آتے

ہوئے ملے، رسول اللہ ﷺ ان سب سے پہلے اس آواز والی جگہ تک پہنچے۔ آپ ﷺ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار تھے یعنی گھوڑے پر کاٹھی کے بغیر سوار تھے اور آپ ﷺ کی گردن میں تلوار لٹک رہی تھی اور آپ ﷺ لوگوں کو گھبراہٹ سے اطمینان دلاتے ہوئے فرمار ہے تھے:

((لَمْ تُرَاعُوْا لَمْ تُرَاعُوْا .)) ❶

"تم گھبراؤ نہیں، تم گھبراؤ نہیں۔"

یعنی تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ رسول اللہ ﷺ اکیلے خطرہ مٹا آئے ہیں۔

اور یہ آپ ﷺ کے بہادر ہونے کی واضح دلیل ہے اور یہی ایک بہترین قائد کی علامت ہے کہ وہ لوگوں سے زیادہ بہادر ہو اور لوگوں کی نسبت زیادہ خطرات کو جھیلنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

بہادروں کے بہادر اور حیدر کا لقب پانے والے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرنے والے، مرحب کو زیر کرنے والے فاتح خیبر سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((كُنَّا إِذَا احْمَرَّ الْبَأْسُ وَلَقِيَ الْقَوْمُ الْقَوْمَ اِتَّقَيْنَا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ))

"جب جنگ میں خون ریزی بڑھ جاتی اور لشکر دوسرے لشکر سے مڈبھیڑ ہو جاتا تو ہم رسول اللہ ﷺ کے ذریعے اپنا تحفظ کرتے۔"

یعنی جیسے ایک بہادر اور بہترین سپہ سالار کی معیت میں انسان تحفظ محسوس کرتا ہے۔ اس طرح ہم اپنا دفاع رسول اللہ ﷺ کے ذریعے سے کرتے اور پھر مزید فرماتے ہیں:

((فَمَا يَكُوْنُ مِنَّا أَحَدٌ أَدْنٰى إِلَى الْقَوْمِ مِنْهُ .)) ❷

"اور رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر ہم میں کوئی ایسا نہیں تھا جو دشمن کے بالکل سر پر چڑھ کر حملہ کرنے والا ہو۔"

---

❶ صحیح مسلم : 2307.

❷ مسند احمد : 1347.

یقیناً یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کی بہادری کی گواہی ہے جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود ایک بہترین جنگجو اور بہادر شخصیت تھے۔

اور غزوۂ بدر میں رسول اللہ ﷺ کی بہادری اور جوانمردی کے بارے حضرت علی رضی اللہ عنہ یوں بیان کرتے ہیں:

((وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا يَوْمَ بَدْرٍ وَنَحْنُ نَلُوذُ بِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ أَقْرَبُنَا إِلَى الْعَدُوِّ وَكَانَ مِنْ اَشَدِّ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ بَأْسًا .)) [1]

”ہم بدر کے دن اپنے آپ کو دیکھتے کہ ہم (صحابہ) رسول اللہ ﷺ کے ذریعے سے تحفظ اور پناہ لیتے حالانکہ رسول اللہ ﷺ ہم سب سے بڑھ کر دشمن کے قریب ہوتے اور آپ ﷺ بدر کے دن سب سے زیادہ سخت جنگجو ثابت ہوئے۔“

اس روایت سے جنگ کی تصویر کشی ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک بہترین اور بہادر سپہ سالار کی طرح سب سے آگے آگے ہوتے اور دشمن پر بے دریغ حملہ کرتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے رہ کر آپ ﷺ کی پناہ میں بے خوف وخطر دشمن پر وار کرتے۔

رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں بہت سے ایسے مواقع آئے کہ جب بڑے بڑے بہادروں کے پتے پانی ہو جاتے ہیں، بڑے بڑے دل چھوڑ جاتے ہیں لیکن آپ ﷺ نہ کبھی گھبرائے نہ کبھی پریشان ہوئے اور نہ ہی پر ملال ہوئے بلکہ کمال یہ تھا کہ آپ ﷺ دل کے بھی بہادر تھے اور جسمانی طور پر بھی طاقتور تھے۔

جب رسول اللہ ﷺ مکہ سے نکل کر تین دن غار ثور میں ٹھہرے اور کفار مکہ پیچھا کرتے ہوئے غار تک آ پہنچے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ گھبرائے اور عرض کی:

((لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ نَظَرَ تَحْتَ قَدَمَيْهِ لَأَبْصَرَنَا))

”اگر ان میں سے کوئی اپنے قدموں کی طرف دیکھ لے تو یقیناً وہ ہمیں دیکھ لے گا۔“

تو اس وقت بھی رسول اللہ ﷺ پریشان نہیں ہوئے اور نہ ہی گھبراہٹ محسوس کی بلکہ فرمایا:

[1] مسند احمد: 654.

((مَا ظَنُّكَ يَا أَبَا بَكْرٍ بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا .)) ❶

"اے ابوبکر! ان دو افراد کے متعلق تیرا کیا گمان ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہو؟"

اسی طرح جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ سے ہجرت کی اور آپ ﷺ کے بارے کفار مکہ نے انعام مقرر کیا ہوا تھا، آپ ﷺ کو تلاش کرنے والے ہر سمت پھیل چکے تھے۔ چنانچہ سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ جن کا تعلق بنو مدلج سے ہے جو مکہ سے چند کلومیٹر کا علاقہ ہے یہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے اس نے آپ ﷺ کو پا لیا چنانچہ آپ ﷺ کے پیچھے اپنا گھوڑا دوڑایا، حضرت ابوبکر پریشانی میں بار بار پیچھے دیکھتے آخر رسول اللہ ﷺ سے کہنے لگے:

((هٰذَا الطَّلَبُ قَدْ لَحِقَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ .)) ❷

"اے اللہ کے رسول! یہ ہمارا متلاشی ہمارے قریب آ چکا ہے۔"

آپ ﷺ پر کوئی خوف اور پریشانی کے آثار نہیں بلکہ آپ ﷺ نے بڑے اطمینان قلب سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

((لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا))

"غم نہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔"

رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ حنین کے موقع پر جب مسلمانوں میں بھگدڑ مچی تو اس وقت میں اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے، آپ ﷺ سے دور نہیں ہوئے میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کفار کی طرف اپنے سفید خچر کو ایڑھی لگائی اور ان کی طرف دوڑا دیا میں اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ، آپ ﷺ کے خچر کو روکنے کی کوشش میں تھے، رسول اللہ ﷺ بے خوف وخطر ان کفار کی طرف بڑھ رہے تھے اور اپنی زبان اقدس سے یہ کلمات کہہ رہے تھے:

❶ صحيح بخاري: 3653.

❷ صحيح بخاري: 3652.

((أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ)) ❶

"میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔"

رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا چونکہ ان کی آواز بلند تھی، آپ ﷺ نے ان سے کہا: اصحاب السمرة کو آواز دیں، تو ان کو آواز دی گئی:

((یا اصحاب السمرة! هلموا إلى رسول الله ﷺ .))

"اے ببول درخت والو! رسول اللہ ﷺ کی طرف بڑھو۔"

ان سے مراد وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے جنہوں نے کیکر (ببول) کے درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، حدیبیہ کے مقام پر جسے بیعت رضوان کہا جاتا ہے۔

پھر انصار کو آواز دی گئی:

((یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَار .))

تو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کے پاس دوبارہ اکٹھے ہوئے، آپ ﷺ نے دوبارہ ان کی صف بندی کی اور دوبارہ یکبار حملہ کیا اور رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے نصرت و مدد کی دعا کی پھر زمین سے مٹھی بھر مٹی پکڑی اور کفار کی طرف پھینکی اور فرمایا:

((شَاهَتِ الْوُجُوهُ .)) ❷

"چہرے بگڑ گئے۔"

پھر فرمایا:

((اِنْهَزَمُوا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ .)) ❸

"محمد (ﷺ) کے رب کی قسم! وہ شکست کھا گئے۔"

یہ تھے اللہ کے محبوب جو سب سے بہادر تھے اپنے ساتھیوں کو میدان جنگ میں جوش دلانے والے ان کے حوصلوں کو بلند کرنے والے، آپ ﷺ کی بہادری کی ایک دلیل یہ بھی

---

❶ صحیح مسلم: 1776 .
❷ صحیح مسلم: 1777 .
❸ صحیح مسلم: 1775 .

ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی امت کو میدان جنگ میں پیٹھ پھیر کر بھاگنے کو کبیرہ گناہ قرار دیا ہے، چنانچہ فرمان نبوی ہے:

((اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ .))

''سات ہلاک کر دینے والے گناہوں سے بچو۔''

اور پھر ان میں سے ایک گناہ:

((وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ)) ❶

''میدان جنگ سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا۔''

گویا اس بہادر نبی ﷺ نے اپنی امت کو کفار کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہونے کا درس دیا ہے اور بزدلی دکھانا یا میدان جنگ سے بھاگنا گناہ قرار دیا ہے۔

اور اسی غزوۂ حنین کے بارے میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا: کیا تم غزوۂ حنین میں رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا: لیکن رسول اللہ ﷺ نہیں بھاگے تھے اور نہ پسپائی قبول کی، ہوا یوں کہ قبیلہ ہوازن کے لوگ بڑے ماہر تیرانداز تھے ہم نے ان پر حملہ کیا تو وہ بھاگ گئے اور جب مسلمان مال غنیمت پر ٹوٹ پڑے تو انہوں نے سامنے سے تیر برسانے شروع کر دیے، ہم تو بھاگ گئے مگر رسول اللہ ﷺ نہیں بھاگے۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ سفید خچر پر سوار تھے اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اس کی لگام تھامے ہوئے تھے اور نبی ﷺ فرما رہے تھے:

((أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ)) ❷

''میں (سچا) نبی ہوں (اس میں) کوئی جھوٹ نہیں ہے، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔''

رسول اللہ ﷺ کی بہادری کے بارے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یوں بیان فرماتے ہیں:

((مَا رَأَيْتُ اَحَدًا أَنْجَدَ وَلَا أَجْوَدَ وَلَا أَشْجَعَ وَلَا أَوْضَأَ مِنْ

---

❶ صحیح بخاری: 2766.

❷ صحیح بخاری: 2864.

رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ .))❶

”میں نے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی دلیر، کوئی سخی، کوئی شجاعت والا اور کوئی روشن چہرے والا نہیں دیکھا۔“

آیئے رسول اللہ ﷺ کی بہادری کا ایک قصہ میں آپ احباب کے سامنے ذکر کرتا ہوں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، عرب کا ایک نامی گرامی پہلوان یزید بن رکانہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا رسول اللہ ﷺ نے اسے دین اسلام کی دعوت دی لیکن اسے چونکہ اپنی پہلوانی پر گھمنڈ تھا اس لیے رسول اللہ ﷺ سے کہنے لگا:

((يَا مُحَمَّدُ هَلْ لَكَ أَنْ تُصَارِ عَنِي .))

”اے محمد ﷺ! کیا تم مجھ سے کشتی کرو گے۔“

یہ کسی مقابلے سے 300 بکریاں جیت کر آ رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوئی تو آپ ﷺ نے اسے دعوت دی جب اس نے رسول اللہ ﷺ سے کشتی کا کہا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَمَا تَجْعَلُ لِي إِنْ صَرَعْتُكَ؟))

”اگر میں نے تمہیں پچھاڑ دیا تو تم مجھے کیا انعام دو گے؟“

تو یزید بن رکانہ کہنے لگا:

((مِائَةٌ مِنَ الْغَنَمِ .))

”سو بکریاں دوں گا۔“

آپ ﷺ نے اسے پکڑا اور زمین پر دے مارا اور اسے پچھاڑ دیا۔

بڑا حیران ہو کر کہنے لگا گویا اسے سمجھ نہ آئی کہ میرے ساتھ ہوا کیا ہے کہنے لگا:

((هَلْ لَكَ فِي الْعَوْدِ .))

”کیا مقابلے میں دوبارہ آ ؤ گے؟“

❶ سنن الدارمی: 60.

تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا:

((فَمَا تَجْعَلُ لِي .))

''مجھے (اب) کیا انعام دو گے؟''

تو یزید بن رکانہ کہنے لگا:

((مِأَةٌ أُخْرٰی .))

''دوسری سو بھی آپ (ﷺ) کی۔''

رسول اللہ ﷺ پھر اس کے مدمقابل آئے، آپ ﷺ نے بالآخر دوبارہ پھر اسے پچھاڑ دیا۔ چنانچہ تین بار اس کے ساتھ ایسا ہوا تو آخر کار مایوس ہو کر کہنے لگا:

((يَا مُحَمَّدُ! مَا وَضَعَ جَنْبِي فِي الْأَرْضِ اَحَدٌ قَبْلَكَ .))

''اے محمد (ﷺ)! (آج تک) تم سے پہلے کبھی کوئی میری پشت زمین پر نہیں لگا سکا۔''

پھر یزید بن رکانہ مزید کہنے لگا:

((وَمَا كَانَ اَحَدٌ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْكَ وَأَنَا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ .)) [1]

''اور آپ ﷺ سے بڑھ کر کوئی شخص مجھے ناپسند نہیں تھا اور (اب) میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یقیناً آپ ﷺ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔''

((فَقَامَ عَنْهُ وَرَدَّ عَلَيْهِ غَنَمَهُ .))

''چنانچہ آپ ﷺ اس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کی بکریاں اسے واپس لوٹا دیں۔''

احباب گرامی قدر! دیکھئے رسول اللہ ﷺ جسمانی طور پر بھی طاقتور تھے اور دل کے لحاظ سے بھی طاقتور اور غنی تھے۔ آپ ﷺ کی فکر دنیا کا مال اکٹھا کرنا نہیں تھا بلکہ آپ ﷺ کا

[1] الاصابة: 6/ 340 بسند صحيح .

غم، آپ ﷺ کی سوچ اور فکر بس یہ تھی کہ لوگ ایک اللہ سے ناطہ جوڑ لیں اور جہنم سے بچ کر جنت کے وارث بن جائیں۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن اشراف قریش حطیم میں جمع تھے کہ مجلس میں رسول اللہ ﷺ کی باتیں شروع ہوگئیں تو وہ کہنے لگے:

((مَا رَأَيْنَا مِثْلَ مَا صَبَرْنَا عَلَيْهِ مِنْ هٰذَا الرَّجُلِ قَطُّ .))

"جتنا ہم نے اس آدمی پر صبر کیا ہے ہم نے ایسا صبر نہیں دیکھا۔"

کہ اس نے ہماری عقلوں کو بے وقوف قرار دیا، ہمارے بڑوں کو برا کہا، ہمارے دین کو عیب دار قرار دیا، ہماری اجتماعیت کو توڑ دیا اور ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہا۔ ابھی وہ یہ باتیں کر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نمودار ہوئے، آپ ﷺ نے حجر اسود کا استلام کیا اور طواف شروع کر دیا، جب رسول اللہ ﷺ طواف کرتے ہوئے ان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے بڑبڑاتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی طرف گھورتے ہوئے دیکھا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے چشم پوشی سے کام لیا اور پاس سے گزر گئے۔

جب دوبارہ طواف کرتے ہوئے حطیم کے پاس سے گزرے تو انہوں نے پھر آپ ﷺ کو گھورتے ہوئے دیکھا، لیکن آپ ﷺ نے پھر برداشت کیا اور گزر گئے۔ جب تیسری مرتبہ انہوں نے پھر یہ حرکت کی تو رسول اللہ ﷺ ٹھہر گئے، پھر آپ ﷺ نے اشراف قریش کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

((تَسْمَعُونَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ! اَمَا وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! لَقَدْ جِئْتُكُمْ بِالذَّبْحِ .))

"اے قریش کی جماعت! تم سن رہے ہو؟ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! یقیناً میں تمہارے لیے کٹ جانے کی دھمکی لایا ہوں۔"

رسول اللہ ﷺ کا ان الفاظ کو کہنا تھا کہ راوی کہتا ہے:

((فَاَخَذَتِ الْقَوْمَ كَلِمَتُهُ .))

”آپ ﷺ کی گفتگو نے سب کو پکڑ لیا۔“

کہ سب خاموش ہوگئے گویا کہ ان کے سروں پر پرندے ہیں یا انہیں سانپ سونگھ گیا ہو۔ حتیٰ کہ اس مجلس میں جو سب سے زیادہ بڑبولا تھا اٹھا اور کہنے لگا:

((اِنْصَرِفْ يَا اَبَا الْقَاسِمِ! اِنْصَرِفْ رَاشِدًا فَوَ اللّٰهِ مَا كُنْتَ جَهُولًا.)) ❶

”جائیں اے ابو القاسم! آپ خیر و بھلائی سے جائیں، اللہ کی قسم! آپ ناداں نہیں ہیں۔“

یعنی آپ ﷺ تو سمجھدار ہیں ان کو چھوڑیں اور درگزر فرمائیں۔

آپ ﷺ کی شخصیت میں ایک رعب اور دبدبہ تھا اور جلال کا ایک ایسا مظہر کہ بہادر سے بہادر شخص بھی آپ ﷺ کی نظروں سے نظر ملا کر دیکھنے کی جسارت نہیں رکھتا تھا اور جب آپ ﷺ کسی کام کا عزم کر لیتے تھے تو اللہ پر توکل کر کے اس کو کر گزرتے تھے، آپ ﷺ کی بہادری کی ایک یہ بھی علامت تھی کہ آپ ﷺ کے ارادوں میں کبھی کمزوری نہیں دیکھی گئی تھی کیونکہ کمزور اور بزدل شخص کی یہ علامت ہے کہ وہ کئی ارادے اور پروگرام بناتا ہے لیکن انہیں پایا تکمیل تک نہیں پہنچاتا اور رسول اللہ ﷺ جب ارادہ کر لیتے تو اللہ پر بھروسہ کرتے اور اس کام کو اللہ کی توفیق سے کر گزرتے۔

چنانچہ غزوۂ احد کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کہ مدینہ میں رہ کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے یا باہر میدان میں نکل کر تو چونکہ اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے دل میں شہادت کا شوق اور جذبہ جہاد مکمل عروج پر تھا تو اکثر نے یہی رائے دی کہ باہر میدان میں نکل کر ان سے مقابلہ کیا جائے جبکہ رسول اللہ ﷺ کی اپنی ذاتی رائے تھی کہ مدینہ میں رہ کر دشمن کے حملے کا جواب دیا جائے۔

لیکن ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اصرار غالب رہا آپ ﷺ گھر تشریف فرما ہوئے اپنا جنگی

---

❶ مسند احمد: 7036.

لباس پہنا۔

رسول اللہ ﷺ گھر میں جنگی تیاری میں مصروف تھے ادھر باہر اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سمجھایا کہ تم نے رسول اللہ ﷺ سے جو کہا وہ اچھا نہیں تمہیں چاہیے تھا تم رسول اللہ ﷺ کی رائے کو مقدم کرتے کیونکہ آسمان سے وحی ان پر آتی ہے لہٰذا اپنا معاملہ ان کے سپرد کر دو۔ یہ بات سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ندامت ہوئی، چنانچہ آپ ﷺ کے حجرے کے پاس آئے اور عرض کی:

((يَا رَسُوْلَ اللهِ! مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُخَالِفَكَ فَاصْنَعْ مَا بَدَالَكَ وَمَاكَانَ لَنَا أن نَسْتَكْرِهَكَ وَالأَمْرُ إِلَى اللهِ ثُمَّ إِلَيْكَ .))

''اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے لائق نہیں کہ ہم آپ ﷺ کی مخالفت کریں آپ ﷺ جو بہتر سمجھیں وہی کریں۔ اور نہ ہمارے لیے یہ لائق ہے کہ ہم آپ کو مجبور کریں لہٰذا فیصلہ اللہ تعالیٰ اور پھر آپ ﷺ ہی کے سپرد ہے۔''

تو اس بہادر اور دلیر نبی ﷺ نے ایک بڑا ہی عمدہ اور شجاعت مندانہ جواب دیا اور فرمایا:

((قَدْ دَعَوْتُكُمْ إِلَى هٰذَا فَأَبَيْتُم .))

''میں نے تمہیں اسی بات کی دعوت دی تھی لیکن تم لوگوں نے انکار کر دیا لہٰذا اب دھیان سے سنو!۔''

((لَا يَنْبَغِي لِنَبِيِّ إِذَا لَبِس لَأمَتَهُ أَنْ يَضَعَهَا حَتّٰى يَحْكُمَ اللهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَعْدَائِهِ .)) [1]

''کسی نبی کے لیے یہ لائق نہیں کہ جب وہ جنگی لباس پہن لے کہ اسے اتارے حتیٰ کہ اللہ اس کے اور اس کے دشمنوں کے درمیان فیصلہ فرما دے۔''

لہٰذا رسول اللہ ﷺ نکلے اور اللہ پر بھروسہ کیا اور احد کے میدان میں اپنی بہادری کے جوہر دکھائے اور جب غزوۂ احد میں کفار کا رن پڑا اور مسلمانوں میں بھگدڑ مچی تو رسول اللہ ﷺ

[1] مسند احمد: 14787 و المغازی للواقدی: 1/ 195، 196 واللفظ له.

ثابت قدم رہے اور لڑتے رہے حتیٰ کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنی طرف جمع ہونے کے لیے آواز دی:

((هَلُمُّوا إِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ، هَلُمُّوا إِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ .))

''اے اللہ کے بندو! میری طرف آؤ، اے اللہ کے بندو! میری طرف آؤ۔''

یہ سب رسول اللہ ﷺ کے بہادر ہونے کی واضح دلیلیں ہیں کہ آپ ﷺ بہادر بھی تھے اور اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کی حوصلہ افزائی بھی کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے جسمانی طور پر مضبوط اور طاقتور ہونے کی ایک مثال غزوۂ خندق کا موقع ہے، چنانچہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم خندق کے دن زمین کھود رہے تھے تو ایک سخت چٹان آڑے آ گئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کو خبر دی کہ خندق کے دوران ایک سخت چٹان آڑے آ گئی ہے۔

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں خود اتر کر اسے ہٹاتا ہوں۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ آگے بڑھے آپ ﷺ نے پیٹ پر بھوک کی وجہ سے پتھر باندھ رکھا تھا:

((فَأَخَذَ الْمِعْوَلَ فَضَرَبَ فِي الْكُدْيَةِ فَعَادَ كَثِيبًا أَهْيَلَ .)) [1]

''آپ ﷺ نے کدال پکڑی اور ایسی زور سے چٹان کو ضرب لگائی کہ وہ ریت کی طرح ریزہ ریزہ ہوگئی۔''

رسول اللہ ﷺ کی بہادری کے بارے حضرت براء رضی اللہ عنہ یوں بیان کرتے ہیں:

((كُنَّا إِذَا احْمَرَّ الْبَأْسُ نَتَّقِي بِهِ وَإِنَّ الشُّجَاعَ مِنَّا لَلَّذِي يُحَاذِي بِهِ يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ .)) [2]

''اللہ کی قسم! جب لڑائی شدت اختیار کر جاتی تو ہم آپ ﷺ کی اوٹ لے کر اپنا بچاؤ کرتے تھے اور ہم میں سے وہ بہادر ہوتا جو آپ ﷺ کے یعنی نبی

[1] صحيح بخاري: 4101. [2] صحيح مسلم: 1776.

اکرم ﷺ کے شانہ بشانہ ہو کر دشمن سے لڑتا۔"

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے ابوجہل کو اونٹ بیچے۔ ابوجہل نے ان اونٹوں کی قیمت ادا کرنے میں کافی تاخیر کر دی بالآخر وہ آدمی قریش کی مجلس میں آیا اور اپنی کمزوری کا اظہار کیا اپنے غریب الدیار اجنبی ہونے کا ذکر کیا اور پھر کہنے لگا کون ہے جو مجھے ابوالحکم سے میرے اونٹوں کی قیمت دلا دے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارہ کیا، آپ ﷺ اس وقت مسجد حرام میں عبادت میں مصروف تھے، اور قریش نے اس لیے اپ ﷺ کے بارے کہا کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ سے ابوجہل کی عداوت کو جانتے تھے۔ چنانچہ وہ آدمی آیا اور اس نے آ کر رسول اللہ ﷺ سے بات کی اور اپنی ضرورت کو پیش کیا رسول اللہ ﷺ نے اس کی بات کو سنا تو فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔

ادھر اشراف قریش نے اپنی مجلس سے ایک آدمی بھیجا تا کہ وہ دیکھے کہ ابوجہل رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ابوجہل کے دروازے پر دستک دی تو ابوجہل نے پوچھا:

من هذا؟

"کون ہے؟"

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((محمد، فَاخرُجْ إِلَيَّ .))

"میں محمد (ﷺ) ہوں، باہر آؤ۔"

چنانچہ ابوجہل باہر آیا تو رسول اللہ ﷺ نے سختی سے اسے کہا:

((اَعْطِ هٰذَا الرَّجُلَ حَقَّهُ .))

"اس آدمی کو اس کا حق دو۔"

تو ابوجہل پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا رعب طاری کر دیا۔

فوراً کہنے لگا:

((لَا تَبْرَحْ حَتّٰى أُعْطِيَهُ الَّذِي لَهُ .))

''آپ (ﷺ) یہیں ٹھہرو حتیٰ کہ میں اس کا حق اس کو دے دوں۔''

چنانچہ گھر میں گیا اور اس مسافر کا حق فوراً لا کر اس کے سپرد کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ وہاں سے واپس چلے اس اجنبی نے اس قریش کی مجلس میں آ کر بتایا کہ میرا حق مجھے مل گیا ہے۔ اور قریش نے جس آدمی کو پیچھے بھیجا تھا، اس نے آ کر بڑے تعجب سے سارا ماجرا بیان کر دیا۔

اتنے میں ابوجہل بھی آ گیا تو اشراف قریش کہنے لگے:

((وَيْلَكَ مَالَكَ فَوَاللّٰهِ مَا رَأَيْنَا مِثْلَ مَا صَنَعْتَ .))

''تیرا ستیاناس ہو تجھے کیا ہوا، اللہ کی قسم! جو آج تو نے کیا ہم نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔''

تو ابوجہل کہنے لگا: جب اس نے میرے دروازے پر دستک دی اور میں نے اس کی آواز سنی تو مجھ پر رعب طاری ہو گیا جب میں نکلا تو دیکھا کہ میرے سر کے قریب ایک نر اونٹ ہے جس کے اتنے بڑے جبڑے اور دانت کہ اس جیسے میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے، پھر کہنے لگا:

((فَوَاللّٰهِ! لَوْ اَبَيْتُ لَأَكَلَنِي .)) [1]

''اللہ کی قسم! اگر میں انکار کرتا تو وہ (اونٹ) مجھے کھا جاتا۔''

اس واقعے سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ بہادر ہونے کے ساتھ ساتھ بڑی بارعب شخصیت تھے کہ دشمن بھی آپ ﷺ سے مرعوب ہو جاتا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو خاص مدد اور نصرت حاصل تھی۔

بہادری کی جہاں دیگر علامات رسول اللہ ﷺ میں بدرجہ اتم موجود تھیں وہاں ایک خاص علامت جو رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم اور امت کو بیان کی وہ بھی آپ ﷺ میں موجود تھی اور وہ علامت ہے اپنے غصہ پر قابو پانا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ اِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ

[1] دلائل النبوۃ: 2/ 194.

الْغَضَبِ))

''پہلوان وہ نہیں جو کشتی کرتے وقت دوسرے کو بہت زیادہ پچھاڑنے والا ہو بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصے کی حالت میں اپنے آپ کو کنٹرول کرنے والا ہو۔''

بہادری کی یہ علامت بھی رسول اللہ ﷺ میں بڑی ممتاز تھی جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

((مَا ضَرَبَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ شَيْئًا قَطُّ بِيَدِهِ وَلَا امْرَأَةً وَلَا خَادِمًا إِلَّا أَنْ يُّجَاهِدَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ.))

''رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا نہ کسی عورت کو نہ کسی غلام کو مگر یہ کہ آپ ﷺ اللہ کے راستے میں جہاد کر رہے ہوں۔''

مزید فرماتی ہیں:

((وَمَا نِيلَ مِنْهُ شَيْءٌ قَطُّ فَيَنْتَقِمُ مِنْ صَاحِبِهِ إِلَّا أَنْ يَّنْتَهِكَ شَيْئًا مِّنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ.)) [1]

''اور جب بھی آپ ﷺ کو تکلیف دی گئی تو کبھی (ایسا نہیں ہوا کہ) آپ ﷺ نے اس سے انتقام لیا ہو مگر یہ کہ کوئی اللہ کی محرمات میں سے کسی کی خلاف ورزی کرتا تو آپ ﷺ اللہ عزوجل کی خاطر انتقام لیتے۔''

تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی اپنی ذات کی خاطر نہ کسی سے انتقام لیا اور نہ کبھی غصہ ہوئے ہاں اگر اللہ کی حرمت والی اشیاء کی حرمت کو پامال کیا جاتا تو آپ ﷺ شدید غصے کا اظہار کرتے۔

میرے بھائیو! آج ہمارے نوجوان کوئی کھیل کھیلتے ہیں یا اپنے آپ کو طاقتور بناتے ہیں، ویٹ لفٹنگ کے ذریعے یا کراٹے سیکھ کر یا پہلوانی یا کبڈی کے ذریعے تو جب اللہ کسی کو صحت دیتا ہے تو اس نعمت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرتا ہے اپنے سے کمزور مسلمان

[1] صحیح مسلم: 2328.

بھائیوں کو مارتا پیٹتا ہے یا اپنے محلے داروں، پڑوسیوں یا رشتہ داروں کی ناک میں دم کر دیتا ہے، بلکہ اپنی صحت اور طاقت بنانے میں نیت ہی یہ ہوتی ہے کہ کوئی اوکھا سوکھا ہوگا تو ٹھکائی کر دوں گا۔ یا لوگ مجھ سے ڈر کر رہیں گے۔

بھائیو! یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ آج کا مسلمان اپنی طاقت، اپنی بہادری اپنے مسلمانوں ہی کے خلاف استعمال کرتا ہے بلکہ طاقت اور بہادری تو دور کی بات دنیا کے بڑے بڑے عہدے منصب صرف اس لیے حاصل کیے جاتے ہیں کہ ہمارا بیٹا فوج میں چلا گیا تو لوگ ہم سے ڈر کے رہیں گے، ہمارا بیٹا پولیس افسر بن گیا تو پھر خاندان، محلے دار، برادری والے ہم سے ڈر کے رہیں گے، ہمارا بیٹا وکیل بن گیا تو جس سے مرضی بدلہ لینے کے لیے اس کے خلاف کارروائی کر لیں گے، نہیں میرے بھائیو! یہ سوچ اسلام کی سوچ نہیں، یہ فکر دین اسلام ہمیں نہیں دیتا بلکہ دین اسلام ایسی سوچ کی نفی کرتا ہے۔ اسلام تو یہ کہتا ہے جیسا کہ ارشادِ نبوی ہے:

((الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ)) [1]

"طاقت ور مومن اللہ کے نزدیک کمزور مومن کی نسبت بہتر اور زیادہ محبوب ہے۔"

اس لیے کہ طاقت ور مومن کا نفع اور فائدہ دیگر مسلمانوں اور اہل ایمان کو بھی حاصل ہوگا جبکہ کمزور مومن کا نفع اپنی ذات کی حد تک ہے لہٰذا اسلام ہمیں یہ درس دیتا ہے کہ ہم اپنی طاقت کے ذریعے سے دوسرے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائیں اور امت مسلمہ کے حق میں ہمارا منصب، ہماری دولت، ہماری طاقت زیادہ سے زیادہ فائدہ مند ثابت ہو نہ کہ ہم اپنے خاندان، قبیلے اور اپنے ہم خیال لوگوں کو نوازیں بلکہ اسلامی رشتے کو مقدم رکھے اسی سے اللہ نے اس امت کے پہلے افراد کو عزت دی اور اسی رشتے کو مقدم رکھنے میں ہماری عزت ہے۔

رسول اللہ ﷺ اس انسانیت میں سب سے بہادر انسان تھے اور آپ ﷺ نے اپنی بہادری اپنی طاقت اللہ کی اطاعت میں استعمال کی اور اپنی طاقت کے بل بوتے کسی پر ظلم

[1] صحیح مسلم: 2664۔

نہیں کیا تو ہمیں بھی اگر اللہ طاقت دے، بہادری دے تو ہم بھی اسے اللہ کی اطاعت میں استعمال کریں۔

عزیز بھائیو! رسول کریم ﷺ کی بہادری بیان کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ آج کا نوجوان مسلمان اپنی طاقت اور جوانی کو ایسے کاموں میں استعمال کرے جس میں اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری ہے اور جس طرح رسول اللہ ﷺ نے طاقت اور قوت کو اسلام اور امت مسلمہ کی خیر خواہی میں استعمال کیا ہم بھی اس نعمت کو رسول اللہ ﷺ کو اپنا اسوئے حسنہ بناتے ہوئے اسلام اور امت مسلمہ کی خیر خواہی میں استعمال کریں اور ظلم وستم، شیطان کی پیروی میں اس نعمت کو استعمال نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

رسول اللہ ﷺ کی سخاوت

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِينُهٗ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ . اَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

﴿ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ ﴾

[البقرة 2:3]

ہر قسم کی حمد وثنا اللہ رب العالمین کے لیے درود وسلام امام الانبیاء، جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے:

بھائیو! دوستو! بزرگو! رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کے روشن پہلوؤں میں سے ایک بڑا ہی روشن اور سنہری پہلو رسول اللہ ﷺ کی سخاوت ہے۔

اور سخاوت ایک ایسی خوبی ہے کہ جس سے بندہ اللہ کے قریب ہوتا ہے اللہ کے بندوں کے قریب ہوتا، لوگوں کے ہاں منظور نظر ہوتا ہے کیونکہ وہ سخاوت کے ذریعے لوگوں کو اپنا گرویدہ کر لیتا ہے جبکہ اس کے برعکس کنجوس اور بخیل آدمی نہ اللہ کو پسند ہے اور نہ ہی لوگ اسے پسند کرتے ہیں اور اخلاقی کمزوریوں میں سے بخل ایک بہت بری بیماری ہے۔

رسول کریم ﷺ جہاں دیگر اوصاف حمیدہ میں اپنی مثال آپ تھے اسی طرح جود وسخا کے وصف میں بھی آپ ﷺ دوسروں سے ممتاز تھے اور بہت سے ایسے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے جو

آپ ﷺ کی سخاوت سے اسلام میں داخل ہوئے اور پھر بڑے پختہ مسلمان بن گئے۔

رسول اللہ ﷺ کی سخاوت کے بارے بیان کرتے ہوئے حضرت انس رضی اللہ عنہ، جو کہ آپ ﷺ کے خادم تھے، یوں بیان کرتے ہیں:

((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَحْسَنَ النَّاسِ وَأَشْجَعَ النَّاسِ وَأَجْوَدَ النَّاسِ.)) [1]

''نبی کریم ﷺ سب لوگوں سے بڑھ کر خوبصورت، سب سے بڑھ کر بہادر اور سب سے زیادہ سخی تھے۔''

رسول اللہ ﷺ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ کے ہاں ''نہیں'' کا کلمہ تھا ہی نہیں بلکہ جب بھی رسول اللہ ﷺ سے کسی نے کوئی چیز مانگی تو آپ ﷺ نے اسے عطا کر دی اسے ''نا'' نہیں کہی جیسا کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

((مَا سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا.))

''کبھی ایسا نہیں ہوا کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی چیز کا سوال کیا گیا ہو اور آپ ﷺ نے انکار کر دیا ہو۔''

حتیٰ کہ بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ رسول اللہ ﷺ بذات خود اس چیز کے ضرورت مند تھے لیکن سائل نے وہ چیز آپ ﷺ سے مانگی اور آپ ﷺ نے بغیر سوچ و بچار کیے، بلا تامل اس مانگنے والے کو وہ چیز دے دی اور اپنی ضرورت کی پرواہ نہ کی۔

حدیث میں ہے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک عورت چادر لے کر آئی اور عرض کی:

((يَا رَسُولَ اللهِ! أَكْسُوكَ هٰذِهِ.))

''اے اللہ کے رسول! میں یہ چادر (لنگی) آپ کے لیے لائی ہوں۔''

تا کہ آپ اسے زیب تن کر لیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے وہ چادر قبول فرما لی۔ اس وقت آپ ﷺ کو اس کی ضرورت بھی تھی، لہٰذا آپ ﷺ نے وہ پہن لی۔

[1] صحيح بخاري: 2820.

صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک شخص نے آپ ﷺ کو وہ پہنے ہوئے دیکھا تو کہنے لگا:

((یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! مَا أَحْسَنَ هٰذِهِ فَاكْسُنِيْهَا .))

''اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ بڑی خوبصورت ہے، آپ مجھے پہننے کے لیے دے دیں۔ تو آپ ﷺ نے بلا تامل کے فرمایا: ہاں ٹھیک ہے تم لے لو۔''

جب مجلس ختم ہوئی اور رسول اللہ ﷺ چلے گئے تو دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے ملامت کی اور کہا:

((مَا أَحْسَنْتَ حِينَ رَأَيْتَ النَّبِيَّ ﷺ أَخَذَهَا مُحْتَاجًا إِلَيْهَا ثُمَّ سَأَلْتَهُ إِيَّاهَا وَقَدْ عَرَفْتَ أَنَّهُ لَا يُسْأَلُ شَيْئًا فَيَمْنَعُهُ .))

''تو نے اچھا نہیں کیا کہ جب تم نے دیکھ بھی لیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے بطور ضرورت قبول کیا تھا اور تم جانتے بھی ہو کہ رسول اللہ ﷺ سے کوئی چیز مانگی جائے تو آپ ﷺ انکار نہیں کرتے پھر تم نے ان سے چادر کا سوال کر دیا۔''

ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سوچ اپنی جگہ درست تھی لیکن اس محب رسول ﷺ کی سوچ کا زاویہ اپنی جگہ درست اور صحیح تھا، چنانچہ اس صحابی رسول ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو یوں جواب دیا:

((رَجَوْتُ بَرَكَتَهَا حِينَ لَبِسَهَا النَّبِيُّ ﷺ لَعَلِّي أُكَفَّنُ فِيهَا .)) [1]

''میں تو صرف اس (چادر) کی برکت کی امید لگائے ہوئے ہوں کیونکہ نبی اکرم ﷺ اسے پہن چکے تھے میری غرض یہ تھی کہ مجھے اس چادر میں کفن دیا جائے۔''

چنانچہ وہ صحابی رسول جب فوت ہوئے تو انہیں اسی چادر میں کفن دیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ کی سخاوت ہی کی یہ علامت تھی کہ آپ ﷺ نے اپنی ضرورت پر دوسرے کو ترجیح دی اگر آج ہم میں سے کوئی ہوتا تو شاید غیظ وغضب میں آ جاتا اور کہہ دیتا کہ اگر آج مل ہی گئی ہے تو تم نے اپنا کشکول سامنے کر دیا ہے یا اور کئی باتیں سنا دیتا لیکن وہ اللہ کے رسول ﷺ تھے، دنیا ان کا مقصود نہیں تھی انہوں نے کبھی اپنی ذات کو دوسروں کی

[1] بخاري: 6036.

ضروریات پر ترجیح نہیں دی تھی۔

عرب کا مشہور شاعر ہمام بن غالب فرزدق آپ ﷺ کی سخاوت اور آپ ﷺ کا سائل کو رد نہ کرنے کے بارے میں یوں کہتا ہے:

مَا قَالَ لَا قَطُّ اِلَّآ فِي تَشَهُّدِهِ
لَوْلَا التَّشَهُّدُ كَانَتْ لَاؤُهُ نَعَم

''آپ ﷺ نے حالت تشہد کے علاوہ کبھی ''لا'' نہیں کہا تھا اور اگر تشہد نہ ہوتا تو آپ ﷺ کا ''لا'' (کا کلمہ) بھی نعم ہوتا۔''

ابن ابی خیثمہ رحمہ اللہ اپنی مسند میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی سخاوت کے بارے میں یوں بیان کیا:

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَجْوَدَ النَّاسِ كَفًّا .))

''رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ سے خرچ کرنے میں لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے۔''

رسول اللہ ﷺ اگر دیکھتے کہ فلاں بندہ اگر اس پر خرچ کیا جائے تو وہ مسلمان ہو جائے گا تو آپ ﷺ اس پر بے دریغ خرچ کرتے تاکہ وہ اسلام لے آئے اور آخرت کے عذاب سے بچ جائے جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى الاسلام شيئا الا اعطاه .))

''رسول اللہ ﷺ سے اسلام لانے پر جو چیز بھی مانگی جاتی آپ ﷺ وہی عطا فرما دیتے۔''

پھر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَأَعْطَاهُ غَنَمًا بَيْنَ جَبَلَيْنِ فَرَجَعَ اِلَى قَوْمِهِ فَقَالَ: يَا قَوْمِ! اَسْلِمُوا فَاِنَّ مُحَمَّدًا يُعْطِي عَطَاءً لَا يَخْشَى الْفَاقَةَ .)) [1]

''ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے دو پہاڑوں کے درمیان

[1] صحیح مسلم: 2312.

جگہ جتنی بکریاں اسے دے دیں، وہ شخص اپنی قوم کے پاس واپس گیا تو کہنے لگا:
اے میری قوم! مسلمان ہو جاؤ، بلاشبہ محمد ﷺ اتنا عطا کرتے ہیں کہ انہیں فقر و فاقہ کا ڈر نہیں ہوتا۔"

یہ صرف رسول اللہ ﷺ کا وصف مبارک تھا کہ آپ ﷺ خرچ کرتے اور آپ ﷺ کو فقر و فاقے کا کوئی ڈر نہیں ہوتا تھا اور نہ مال کے ختم ہونے کی فکر ہوتی ورنہ آپ ﷺ کے علاوہ کوئی بھی شخص ہے چاہے وہ جتنا بھی مال دار ہوا سے کم ہونے اور مال کے ختم ہونے کی فکر لاحق رہتی ہے۔

چنانچہ غزوۂ حنین کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب علیہ السلام کو وافر مال عطا فرمایا تو آپ ﷺ نے تالیف قلبی کے لیے صفوان بن امیہ کو سو اونٹ عطا کیے پھر سو اونٹ اور دے دیے حتیٰ کہ تیسری مرتبہ پھر سو اونٹ دے دیے تو وہ مسلمان ہو گئے اور کہتے ہیں:

((وَاللّٰهِ! لَقَدْ أَعْطَانِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَا أَعْطَانِي وَإِنَّهُ لَأَبْغَضُ النَّاسِ إِلَيَّ فَمَا بَرِحَ يُعْطِينِي حَتّٰى إِنَّهُ لَأَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ.)) [1]

"اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے مجھے جو عطا کیا سو عطا کیا، اور یقیناً وہ مجھے لوگوں میں سب سے زیادہ ناپسند تھے پھر آپ ﷺ مجھے مسلسل عطا کرتے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہو گئے۔"

آپ ﷺ کی سخاوت کے اس واقعے سے دو باتیں سمجھ آتی ہیں کہ مالدار آدمی ایسی جگہ خرچ کرے جہاں اسلام اور مسلمانوں کا فائدہ ہو اور دوسرا خرچ کرتے وقت اپنا ذاتی مفاد مد نظر نہ رکھے بلکہ انسانیت کی بھلائی اور خیر خواہی مقصود ہو۔

غزوۂ حنین کے بارے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حنین سے واپس آ رہے تھے میں نے دیکھا کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو گھیر رکھا تھا اور آپ ﷺ سے مانگ رہے تھے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو مجبور کر کے ببول

[1] صحيح مسلم: 2313.

(کیکر) کے درخت تک پہنچا دیا، یہاں تک کہ آپ ﷺ کی چادر مبارک کیکر کی خاردار جھاڑی سے الجھ گئی تو آپ ﷺ نے پریشان ہو کر بالآخر فرمایا:

((أَعْطُونِي رِدَائِي .))

"میری چادر تو مجھے واپس کر دو۔"

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَوْ كَانَ لِي عَدَدُ هٰذِهِ الْعِضَاهِ نَعَمٌ لَقَسَمْتُهُ بَيْنَكُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُونِي بَخِيلًا وَلَا كَذُوبًا وَلَا جَبَانًا .)) [1]

"اگر میرے پاس اس (درخت) کے کانٹوں کے برابر بھی اونٹ ہوتے تو میں سب کے سب تم میں تقسیم کر دیتا، تم مجھے کبھی بھی بخیل، جھوٹا اور بزدل نہیں پاؤ گے۔"

یہ روایت رسول اللہ ﷺ کی سخاوت پر بہت بڑی دلیل ہے کہ حنین سے آپ ﷺ کو جو مال کثیر ملا وہ سارا رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم کر دیا اور بخل سے کام نہیں لیا۔

بلکہ ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے جود وسخا کے جذبے کو ان الفاظ میں یوں بیان فرمایا:

((لَوْ كَانَ عِنْدِي أُحُدٌ ذَهَبًا لَأَحْبَبْتُ أَنْ لَا يَأْتِيَ عَلَيَّ ثَلَاثٌ وَعِنْدِي مِنْهُ دِينَارٌ لَيْسَ شَيْءٌ أُرْصِدُهُ فِي دَيْنٍ عَلَيَّ أَجِدُ مَنْ يَقْبَلُهُ .)) [2]

"اگر میرے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہوتا اور اسے قبول کرنے والے مجھے مل جائیں تو میں پسند کرتا کہ تین دن گزرنے سے پہلے پہلے میرے پاس اس میں سے ایک دینار بھی نہ ہوتا۔ سوائے اتنا روک لیتا جس سے میں اپنے اوپر موجود قرض اتار لیتا۔"

میرے بھائیو! تصور کیجیے اتنا بڑا پہاڑ جسے آج کی مشینری سے توڑتے ہوئے کئی مہینے

---

[1] صحیح بخاری: 2821.
[2] صحیح بخاری: 7228.

گزر جائیں اور وہ ختم نہ ہو لیکن رسول اللہ ﷺ کا جذبہ سخاوت دیکھئے کہ آپ ﷺ نے اسے تین دن سے پہلے اللہ کی راہ میں خرچ کر دینے کی خواہش کا اظہار کیا ہے اور صرف اتنا اپنے پاس روک لینے کا ارادہ کیا جس سے آپ ﷺ اپنے اوپر موجود واجب الاداء حق یعنی قرض کو ادا کر سکیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کی سخاوت کے بارے یوں بیان کرتے ہیں:

((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ .))

''نبی اکرم ﷺ سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔''

اور مزید فرماتے ہیں:

((وَأَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ .))

''اور رمضان المبارک میں آپ بہت زیادہ سخاوت کرتے جب جبریل امین علیہ السلام آپ ﷺ سے ملاقات کرتے۔''

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((فَلَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ .))[1]

''یقیناً رسول اللہ ﷺ خیر و بھلائی میں تیز چلنے والی ہوا سے بھی زیادہ سخی تھے۔''

اس روایت سے درج ذیل فائدے حاصل ہوتے ہیں:

1: عام دنوں میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنا، سخاوت کرنا سنت سے ثابت ہے۔

2: خصوصاً رمضان میں عام معمول سے ہٹ کر زیادہ خرچ کرنا بھی رسول اللہ ﷺ کی سنت مبارکہ ہے۔

3: حفاظ کا ایک دوسرے سے قرآن کریم کا دور کرنا مسنون عمل ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی سخاوت اور فیاضی کے بارے مومنوں کی ماں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا یوں بیان فرماتی ہیں:

---

[1] صحیح بخاری: 3554.

((كَلَّا أَبْشِرْ، فَوَاللّٰهِ لَا يُخْزِيكَ اللّٰهُ أَبَدًا فَوَاللّٰهِ إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِيثَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ.))

ہرگز نہیں! آپ ﷺ کو خوشخبری ہو! اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ اللہ کی قسم! آپ ﷺ تو صلہ رحمی کرنے والے ہیں، آپ ﷺ ہمیشہ سچ بولتے ہیں، کمزوروں اور بے کس لوگوں کا بوجھ خود اٹھا لیتے ہیں، محروم لوگوں کو اشیائے ضرورت خود مہیا کرتے ہیں، مہمان کی ضیافت کرتے ہیں اور حق کے راستے میں پیش آنے والی مصیبتوں پر لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔''

ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اس بیان میں سخاوت کو بڑے وسیع انداز میں بیان کیا گیا ہے اور سخاوت کی تمام تر شکلوں کو سمیٹ دیا گیا ہے جیسا کہ

- صلہ رحمی میں رشتہ داروں پر خرچ کرنا ان کی حاجات کو پورا کرنا سخاوت میں شامل ہے۔
- سچ بولنا اور سچائی کو فروغ دینا یہ زبان کی سخاوت ہے۔
- کسی کا بوجھ اٹھا لینا ظاہری طور پر یا کسی غریب مسکین کے اخراجات اپنے ذمے لے لینا یہ بھی سخاوت ہے۔
- بے سہارا، محروم لوگوں پر خرچ کرنا ان کی ضرویاتِ زندگی کو پورا کرنا بھی سخاوت ہے۔
- مہمان کی اچھی ضیافت کرنا، اس کے لیے اچھے کھانے پینے اور رہنے کا بندوبست کرنا بھی سخاوت میں شامل ہے۔
- حق کی راہ میں آنے والے مصائب کو مال کے ذریعے روکنا، حق کی راہ میں لوگوں کی مدد کرنا اور ان پر خرچ کرنا بھی سخاوت کا حصہ ہے۔

اسی طرح حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی سخاوت کے بارے بیان کرتے ہیں کہ انصار کے کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے مال کا سوال کیا تو آپ ﷺ نے انہیں دے دیا پھر کچھ دنوں بعد انہوں نے دوبارہ آپ ﷺ سے

مانگا تو آپ ﷺ نے پھر انہیں دے دیا، پھر کچھ دنوں بعد آپ ﷺ سے تیسری مرتبہ پھر مانگا تو آپ ﷺ نے تیسری مرتبہ پھر دے دیا۔

حتیٰ کہ راوی بیان کرتا ہے:

((حَتّٰى نَفِدَ مَا عِنْدَهُ .))

''یہاں تک کہ آپ ﷺ کے پاس جو کچھ تھا ختم ہو گیا۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا يَكُونُ عِنْدِي مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ أَدَّخِرَهُ عَنْكُمْ وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ .))

''میرے پاس جو مال ہوگا میں اسے تم سے بچا کر نہیں رکھوں گا لیکن یاد رکھو! جو شخص سوال کرنے سے بچے گا اللہ تعالیٰ اسے فقر و فاقے سے بچا لے گا اور جو شخص دنیا کے مال سے بے نیاز رہے گا اللہ اسے غنی کر دے گا۔''

اس روایت میں رسول اللہ ﷺ کی سخاوت بیان کی گئی کہ آپ ﷺ کے پاس جو کچھ وہ سارے کا سارا آپ ﷺ اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو سوال کرنے سے بچنے کی نصیحت فرمائی بلکہ رسول اللہ ﷺ نے تو یہاں تک فرمایا ہے:

((اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى .)) [1]

''اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔''

مراد اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والا اللہ کے ہاں زیادہ بہتر ہے اس آدمی کی نسبت جو چیز لے لیتا ہے لیکن اللہ کی راہ میں دیتا نہیں۔

بلکہ ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ نے قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی بخیلی کا بڑھ جانا ذکر کیا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

[1] صحیح بخاری: 1428.

((يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَيَنْقُصُ الْعَمَلُ وَيُلْقَى الشُّحُّ وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ .)) ❶

''وقت بڑی تیزی سے گزرے گا اور عمل کم ہو جائے گا اور (دلوں میں) بخیلی کوٹ کوٹ کر بھر دی جائے گی اور هَرَج یعنی قتل کثرت سے ہوگا۔''

اور آپ احباب اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ بخیلی ہر سو پھیل چکی ہے اور سخاوت کہیں دور دور تک دکھائی نہیں دیتی الا جسے اللہ توفیق دے ورنہ ہر شخص اپنی ذاتیات کی فکر میں ہے اور وسائل زندگی اتنے وسیع کر لیے ہیں کہ اب غریب مسکین کو دینے کے لیے، رشتہ داری کے لیے، مہمان نوازی کے لیے، کسی یتیم کی کفالت کے لیے ہمارے پاس کچھ نہیں۔

دلوں میں بخل کے پائے جانے کی ایک مثال آج ہمارا عمل ہے کہ جب ہم بازار یا کسی مارکیٹ میں شاپنگ کے لیے جاتے ہیں تو ہزاروں خرچ کرتے ہیں لیکن جب رب تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے ہوں تو بڑے بڑے صاحب حیثیت افراد کی جیبوں سے دس بیس روپے سے زائد کچھ نہیں نکلتا۔

بلکہ میں اور آپ بھائی اگر اپنا جائزہ لیں اور اپنے ماضی پر نظر دوڑائیں تو جو ہم نے روپیہ پیسہ دنیا پر لگایا ہے وہ لاکھوں اور کروڑوں کی گنتی میں ہوگا اور جو ہم نے اپنی آخرت کے لیے، اپنی ہمیشہ ہمیش کی اخروی زندگی کے لیے اپنے رب کے راستے میں خرچ کیا ہے وہ بمشکل ہزاروں کی گنتی میں ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ کے سب سے زیادہ سخی ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ دل کے غنی تھے اور دنیا کی محبت سے محفوظ تھے اور اللہ تعالیٰ نے دنیا کی حقیقت آپ ﷺ کے سامنے بڑے واضح انداز میں آشکارہ فرما دی تھی اس لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں غنٰی پیدا فرما دے اور ہمیں دل کا غنی بنا دے چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

((لَيْسَ الْغِنٰى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلٰكِنَّ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ .)) ❷

''تونگری یہ نہیں کہ انسان کے پاس دنیا کے مال و متاع کی کثرت ہو بلکہ دولت

❶ صحیح بخاری: 6037.
❷ صحیح بخاری: 6446.

مندی یہ ہے کہ دل غنی ہو۔"

آپ احباب جانتے ہیں کہ اگر انسان کا دل غنی ہوتو مال و دولت خواہ انسان کے پاس تھوڑا ہی کیوں نہ ہو بندہ رب تعالیٰ کی راہ میں خرچ بھی کرتا ہے اوراس کے اوپر عائد ہونے والے حقوق یعنی مخلوق کے حقوق کی بھی پاسداری کرتا ہے اوراگر دل غنی نہ ہودل میں بخل ہوتو انسان نہ اپنی ذات پرخرچ کرتا ہے اور نہ رب تعالیٰ کی راہ میں اور نہ ہی رب کے بندوں کے حقوق کا خیال کرتا ہے بلکہ خرچ کرنے سے ایسے شخص کو گھٹن محسوس ہوتی ہے۔

جبکہ رسول اللہ ﷺ نے کم مال والے شخص کے خرچ کرنے کو افضل صدقہ قرار دیا ہے جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا:

((أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟))

"کون سا صدقہ افضل ہے؟"

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((جُهْدُ الْمُقِلِّ وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ .)) [1]

"کم مال والے کا محنت ومشقت کر کے (اللہ کی راہ میں) دینا اور شروع ان سے کرو جن کی کفالت کے تم ذمہ دار ہو۔"

اور رسول اللہ ﷺ کی صفت مبارکہ یہی تھی کہ آپ ﷺ مال تھوڑا ہوتا یا زیادہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں بے دریغ خرچ کر دیتے آیئے میں آپ بھائیوں کو رسول اللہ ﷺ کی سخاوت اور فیاضی کی ایک اور مثال بیان کرتا ہوں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: قسم ہے اللہ کی! جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ بسا اوقات میں بھوک کی شدت سے زمین پر اپنے پیٹ کے بل لیٹ جاتا اور بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا۔

ایک دن ایسا ہوا کہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس راستے پر بیٹھ گیا جہاں سے وہ مسجد سے

[1] سنن ابی داود: 1677 .

نکلتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے تو میں نے ان سے کتاب اللہ کی ایک آیت کے بارے میں پوچھا، میرے پوچھنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ مجھے کچھ کھلائیں پلائیں لیکن وہ کچھ کھلائے بغیر وہاں سے چلے گے اور میری مراد نہ سمجھے پھر کچھ دیر گزری حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے تو میں نے ان سے بھی قرآن کریم کی ایک آیت کے متعلق پوچھا لیکن وہ بھی آیت کا مفہوم بتا کر بغیر کچھ کھلائے چلے گئے اور میری بات نہ سمجھ پائے۔

اتنی دیر میں کائنات کے سب سے زیادہ سمجھ دار، مدبر اور نبض شناس انسان یعنی رسول کریم ﷺ وہاں سے گزرے تو آپ ﷺ مجھے دیکھتے ہی مسکرا دیئے اور میرے دل میں جو کچھ تھا اور میرے چہرے پر جو بھوک کے آثار تھے سمجھ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((يَا اَبَا هِر!))

"اے ابو ہر!"

میں نے کہا: اللہ کے رسول! میں حاضر ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے ساتھ آ جاؤ۔

لہٰذا رسول اللہ ﷺ جب چلنے لگے تو میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے ہو لیا۔ آپ ﷺ گھر میں تشریف فرما ہوئے میں نے بھی اندر آنے کی اجازت مانگی اور اندر آ گیا۔ آپ ﷺ نے دودھ کا ایک پیالہ دیکھا تو پوچھا:

((مِنْ اَيْنَ هٰذَا اللَّبَنُ؟))

"یہ دودھ کہاں سے آیا؟"

تو گھر والوں نے بتایا کہ فلاں نے آپ ﷺ کے لیے بطور تحفہ بھیجا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا: اے ابو ہر! میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں حاضر ہوں، فرمایا:

((اِلْحَقْ إِلَى اَهْلِ الصُّفَةِ فَادْعُهُمْ لِي .))

"اہل صفہ کے پاس جاؤ اور انہیں بھی میرے پاس بلا لاؤ۔"

اہل صفہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے جو اسلام کے مہمان تھے اور گھر بار، اہل وعیال اور مال ومتاع نہیں رکھتے تھے اور نہ ہی ان کا خرچ کسی کے ذمے تھا۔

اور رسول اللہ ﷺ کی صفت مبارکہ تھی کہ جب آپ ﷺ کے پاس صدقہ آتا تو آپ ﷺ ان کے پاس بھیج دیتے اور خود اس میں سے کچھ نہ لیتے اور جب آپ ﷺ کے پاس ہدیہ آتا تو تو خود بھی کھا لیتے اور ان کی طرف بھی بھیج دیتے اور انہیں اس میں شریک کر لیتے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات اچھی نہ لگی کہ آپ ﷺ نے اہل صفہ کو بلانے کا کہا ہے۔ جبکہ یہ پیالہ اتنے افراد کو کیا فائدہ دے گا۔ حالانکہ میں اس پیالے کا زیادہ حق دار ہوں اور پھر بھوک بھی مجھے ہے پیوں گا کوئی جسم میں جان آئے گی۔

بہر حال میں اہل صفہ کو بلا لایا جب وہ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ ان کو پلاؤ میں ایک ایک کر کے سب کو پیالہ دیتا گیا حتیٰ کہ سب سیر ہو گئے۔

میں نے وہ پیالہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں دے دیا۔ آپ ﷺ نے وہ پیالہ پکڑا اور میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا:

((یَا اَبَاهِرٍّ! بَقِيتُ أَنَا وَأَنْتَ .))

''اے ابو ہر! میں اور تو باقی رہ گئے ہیں۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ سچ کہہ رہے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أُقْعُدْ فَاشْرَبْ .))

''بیٹھ جاؤ اور اسے پیو۔''

فرماتے ہیں: میں بیٹھ گیا اور پینا شروع کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اور پیو۔ میں نے پھر پیا۔ آپ ﷺ مجھے بار بار پینے کا کہہ رہے تھے حتیٰ کہ میں بہت سیر ہو گیا اور بالآخر میں نے عرض کی:

((لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، مَا أَجِدُ لَهُ مَسْلَكًا .)) [1]

''اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر مبعوث فرمایا: نہیں، اب

[1] صحيح بخاري: 6452.

پینے کی بالکل گنجائش نہیں ہے۔"

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ پیالہ مجھے دکھاؤ میں نے پیالہ آپ ﷺ کو دے دیا۔ تو آپ ﷺ نے اللہ کی حمد وثنا کی اور بسم اللہ پڑھ کر ہمارا بچا ہوا دودھ نوش فرمالیا۔

اس روایت سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں جیسا کہ

- رسول اللہ ﷺ کی سخاوت پر یہ واضح دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو اپنے پر ترجیح دی اور ان کی بھوک پیاس کا پہلے خیال رکھا۔
- ہمیشہ بھوک رکھ کے کھانا پینا چاہیے لیکن کبھی کبھار جی بھر کر کھالیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔
- رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کی برکت پر دلیل ہے۔
- ہمیں اپنے کمزوروں کا خیال رکھنا چاہیے۔
- مدارس کے طلباء پر خرچ کرنا، انہیں کھلانا پلانا یہ بھی اجر وثواب کا باعث ہے۔
- کھاتے پیتے وقت بسم اللہ پڑھی جائے اور ساتھ ساتھ زبان سے اللہ کا شکر بھی ادا کرنا چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ جہاں خود سخاوت کرتے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرتے وہاں اپنے اہل کو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو بھی سخاوت کی ترغیب دیتے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا شوق دلاتے جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ انہوں نے ایک بکری ذبح کی اور ساری اللہ کی راہ میں بانٹ دی تو رسول اللہ ﷺ آئے اور پوچھا:

((مَا بَقِيَ مِنهَا .))

"باقی کیا بچا ہے؟"

تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے کہا:

((مَا بَقِيَ مِنهَا اِلَّا كَتِفُهَا .))

"(اللہ کے رسول!) صرف ایک دستی بچی ہے۔"

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((بَقِيَ كُلُّهَا غَيْرَ كَتِفِهَا.)) ❶

”(جو بانٹ دیا) اس بکری کا وہ سب بچ گیا سوائے ایک دستی کے (جو نہیں بانٹی)۔“

تو گویا رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر والوں کی تربیت کی کہ جو اللہ کی راہ میں ہم نے دے دیا وہی ہمارے لیے بچا ہے اور وہی ہمارے کام کا ہے اور جو کھالیا وہ تو فنا ہو گیا۔

رسول اللہ ﷺ جہاں مجموعی طور پر اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم پر خرچ کرتے اور ان کی ضروریات کا خیال رکھتے وہاں انفرادی طور پر بھی آپ ﷺ دیکھتے کہ کون سا ساتھی کن حالات سے دو چار ہے اور اس کی مدد کس طرح سے کی جا سکتی ہے۔ کیونکہ آپ حضرات اس بات سے بخوبی واقف ہوں گے کہ کوئی مانگے اور اس مانگنے والے کی ضرورت کو پورا کرنا اس نیکی کا معیار اور مقام اور ہے اور کسی کے مانگے بغیر اس کی ضرورت کو پورا کرنا اس نیکی کا معیار اور ہے۔

اور اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ اپنا قصہ خود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہم غزوۂ ذات الرقاع سے واپس آ رہے تھے کہ میرے ساتھی مجھ سے آگے نکل گئے، میں اپنے ساتھیوں سے پیچھے آ رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے پوچھا جابر ہو؟ میں نے عرض کی: جی ہاں، اللہ کے رسول! تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تمھیں کیا ہوا؟

تو میں نے عرض کی: میرا اونٹ چلنے میں سست ہو گیا ہے اور تھک بھی چکا ہے اس لیے میں پیچھے رہ گیا ہوں۔

تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

((أَمَعَكَ قَضِيبٌ؟))

”کیا تمھارے پاس کوئی چھڑی ہے؟“

تو فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: جی ہاں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”وہ مجھے دو۔“

❶ جامع ترمذی: 2470، الصحيحة: 2544.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو چھڑی پکڑائی تو آپ ﷺ نے اس اونٹ کو چھڑی ماری اور اسے ڈانٹا تو وہ سارے قافلے سے آگے آگے چلنے لگا۔

اب حضرت جابر رضی اللہ عنہ بڑے خوش اور سواری بالکل تازہ دم ہوگئی رسول اللہ ﷺ دوبارہ ان کے قریب آئے اور فرمایا: جابر! یہ مجھے بیچ دو۔

تو فرماتے ہیں میں نے کہا:

((بَلْ هُوَ لَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ .))

''بلکہ اللہ کے رسول! یہ آپ ہی کا ہے۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ یہ مجھے بیچ دو۔

((قَدْ اَخَذْتُه بِأَرْبَعَةِ دَنَانِيرَ وَلَكَ ظَهْرُهُ إِلَى الْمَدِيْنَةِ .))

''میں نے تم سے چار دینار میں لے لیا البتہ تم مدینہ پہنچنے تک اس پر سواری کر سکتے ہو۔''

جب مدینہ قریب رہ گیا تو میں نے زیادہ تیزی کی آگے جانے کے لیے تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا:

((أَيْنَ تُرِيْدُ؟))

''کدھر کا ارادہ ہے؟''

تو میں نے بتایا کہ میں نے ایک بیوہ سے شادی کر لی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی کنواری سے کیوں نہیں کی تاکہ تم دونوں ایک دوسرے سے خوش طبعی کرتے۔ تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بتایا:

((اَبِي تُوُفِّيَ وَتَرَكَ بِنَاتٍ فَأَرَدْتُّ أَنْ أَنْكِحَ اِمْرَأَةً قَدْ جَرَّبَتْ .))

''میرے ابا جی (احد میں شہادت پا کر) فوت ہوگئے ہیں اور پسماندگان میں بیٹیاں ہیں تو میں نے چاہا ایسی عورت سے نکاح کروں جو تجربہ کار ہوں۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فَذَالِكَ ''یہی اچھی بات ہے۔''

چنانچہ جب ہم مدینہ پہنچے تو اگلی صبح میں اونٹ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اونٹ یہیں چھوڑ دو اور مسجد میں دو رکعات نماز پڑھو۔ میں نماز سے فارغ ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اسے ایک اوقیہ چاندی دے دو یعنی چار دینار اور ساتھ مزید ایک قیراط چاندی زائد دے دی۔

پھر جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ جانے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أُدْعُوا لِي جَابِرًا .))

''جابر کو میرے پاس بلاؤ۔''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ڈر گیا کہ کہیں رسول اللہ ﷺ میرا اونٹ مجھے واپس نہ کر دیں۔ جب آپ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((خُذْ جَمَلَكَ وَلَكَ ثَمَنُهُ .)) [1]

''تم اونٹ بھی لے لو اور اس کی قیمت بھی لے جاؤ۔''

رسول اللہ ﷺ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ بسا اوقات اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو مال سے نوازتا تو آپ ﷺ اسے تقسیم کرتے حتیٰ کہ سارے کا سارا بانٹ کر اپنی چادر مبارک جھاڑ کر خود خالی ہاتھ گھر چلے جاتے۔

رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ جو مال عطا کرتا اس کے دو بڑے ذریعے تھے ایک یہ کہ بسا اوقات تھوڑی بہت تجارت کر لیتے کوئی چیز خریدتے اور پھر اسے آگے بیچ دیتے اور دوسرا ذریعہ جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے سے مال فے یا مال غنیمت کی صورت میں مال آتا تو رسول اللہ ﷺ اس مال میں سے اپنے اہل خانہ کے لیے سال بھر کا خرچہ علیحدہ کر لیتے اور باقی اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے جیسا کہ بخاری کی روایت ہے:

((فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِهِ نَفَقَةَ سَنَتِهِمْ مِنْ هٰذَا الْمَالِ ثُمَّ يَأْخُذُ مَا بَقِيَ فَيَجْعَلُهُ مَجْعَلَ مَالِ اللّٰهِ فَعَمِلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ

[1] صحيح بخاري: 2097- 2309.

بِذَلِكَ حَيَاتَهُ .)) ❶

''رسول اللہ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ وہ اس مال میں سے اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتے تھے کہ اس سے سال بھر کا خرچہ نکال کر باقی مال وہاں خرچ کر دیتے جہاں اللہ کا مال خرچ ہوتا۔''

بعض مرتبہ ایسے بھی ہوتا کہ ضرورت مند آپ ﷺ کے پاس آتا اور آپ ﷺ کے پاس مال نہ ہوتا تو آپ ﷺ اس سے مال آنے تک کا وعدہ کر لیتے کہ جب مال آئے گا تو تمہاری ضرورت پوری کر دی جائے گی۔

البتہ رسول اللہ ﷺ نے خرچ کرنے کے حوالے سے درج ذیل مراتب بیان فرمائے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کرنے کا حکم دیا تو ایک شخص نے عرض کی:

((يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! عِنْدِي دِيْنَارٌ .))

''اے اللہ کے رسول! میرے پاس ایک دینار ہے۔''

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((تَصَدَّقْ بِهِ عَلَى نَفْسِكَ .))

''اپنی جان پر صدقہ کرو۔''

تو اس نے کہا:

((عِنْدِي اٰخَرَ .))

''میرے پاس ایک اور ہے۔''

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((تَصَدَّقْ بِهِ عَلَى وَلَدِكَ .))

''اپنے بچے پر صدقہ کر۔''

---

❶ صحیح بخاری: 3094.

تو اس نے کہا:

((عِنْدِي اٰخَرُ .))

''میرے پاس ایک اور ہے۔''

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((تَصَدَّقْ بِهِ عَلَى زَوْجِكَ .))

''اپنی بیوی پر صدقہ کر۔''

تو اس نے کہا:

((عِنْدِي اٰخَرُ .))

''میرے پاس ایک اور ہے۔''

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((تَصَدَّقْ بِهِ عَلَى خَادِمِكَ .))

''اپنے خادم پر صدقہ کر۔''

تو اس نے کہا:

((عِنْدِي اٰخَرُ .))

''میرے پاس ایک اور ہے۔''

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَنْتَ أَبْصَرُ .)) [1]

''تم (اپنے قریبیوں میں) زیادہ بہتر دیکھ سکتے ہو۔''

یعنی تمہیں بہتر علم ہے کہ کہاں اور کس پر خرچ کرنا ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ ایک مومن مسلمان کو چاہیے کہ خرچ کرتے وقت بھی فہم و فراست سے کام لے اور خیال رکھے کہ اس وقت کہاں خرچ کرنے کی زیادہ ضرورت ہے

[1] سنن ابی داود: 1691 .

لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ اسلام ایک بڑا بہترین مذہب ہے کہ یہ اپنے ماننے والوں کو میانہ روی کا درس دیتا ہے اس لیے اگر انسان خود محتاج اور ضرورت مند ہے تو پھر خرچ کرنا اس کے حق میں محبوب عمل نہیں جیسا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک فقیر ضرورت مند شخص مسجد میں داخل ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ اس شخص کو صدقے کے طور پر کپڑے دو۔ چنانچہ اسے دو کپڑے دیے گئے پھر رسول اللہ ﷺ نے مزید اللہ کی راہ میں صدقہ کرنے کی ترغیب دی تو اس ضرورت مند شخص نے بھی ایک کپڑا بطور صدقہ دے دیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے ڈانٹ کر کہا:

((خُذْ ثَوْبَكَ .)) [1]

''اپنا کپڑا اٹھالو۔''

یعنی جب تم خود ضرورت مند ہو تو پھر پہلے اپنی ضرورت کو دیکھو۔ لیکن بلا ضرورت کسی چیز کو اپنی مجبوری بنا لینا یہ علیحدہ بات ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس رحمت عالم نبی ﷺ کو ہم ماننے والے ہیں وہ انسانیت میں سب سے بڑھ کر سخی تھے اور اللہ کی رضا مندی چاہنے کے لیے انسانیت پر ترس کھانے والے تھے۔ اور تھوڑا ہوتا یا زیادہ اسے بے دریغ خرچ کر دیتے تھے تو ہمارے لیے رسول اللہ ﷺ سخاوت کے پہلو میں بھی قابل اتباع اور نمونہ ہیں لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم بھی اللہ کی مخلوق پر خرچ کرنے والے بن جائیں اور صدقہ و خیرات کرنے والے بن جائیں اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی راہ میں خرچ کرنے والا بنائے، فقیری و محتاجگی سے محفوظ فرمائے۔ آمین

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

---

[1] سنن ابی داود: 1675.

رسول اللہ ﷺ کی تواضع وانکساری

إنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ . أَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

﴿ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [الشعراء: 215:26]

”اور جھکا دیجیے اپنا بازو ان لوگوں کے لیے جنھوں نے ایمان لانے والوں میں سے آپ کی پیروی کی۔“

ہر قسم کی حمد وثنا اللہ رب العالمین کے لیے، درود وسلام امام الانبیاء، احمد مجتبیٰ، جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکت کے لیے:

بھائیو! دوستو! بزرگو! آج کے اس خطبے کا موضوع ہے ”رسول اللہ ﷺ کی تواضع و انکساری۔“

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو پوری انسانیت کا سردار بنایا۔ آپ ﷺ کے ذکر خیر کو بلند فرمایا اور آپ ﷺ کو ایسی یگانہ عظمت اور قدر ومنزلت عطا فرمائی جو کسی اور کو نصیب نہیں ہوئی۔ آپ ﷺ کے مخلوق میں عالی شان اور بلند مقام ہونے کے دو بڑے اسباب ہیں، نمبر ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کا خاص آپ ﷺ پر فضل وکرم ہوا کیونکہ وہ جس پر چاہے اپنا فضل وکرم نچھاور فرمادے۔

اور دوسرا سبب آپ ﷺ کے ارفع مقام اور بلند مرتبہ ہونے میں آپ ﷺ کی تواضع اور انکساری ہے کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کا قانونِ فطرت بھی ہے۔

((مَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ .)) [1]

''جس کسی نے بھی اللہ تعالیٰ کی خاطر تواضع وانکساری اختیار کی، تو اللہ تعالیٰ اس کا مقام بلند کر دیتا ہے۔''

تو ہمارے پیارے نبی اور رب کے حبیب حضرت محمد ﷺ کائنات کے سب سے بڑے متواضع انسان تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سب سے بلند مقام پر فائز فرما دیا اور آپ ﷺ کو وہ شان اور مرتبہ عطا کیا جو اولادِ آدم میں کسی اور کے نصیب میں نہیں ہوا۔

آپ احباب اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ ہمیشہ اس ٹہنی کو پھل لگتا ہے جو جھکی ہوئی ہو اور رسول اللہ ﷺ جس قدر رب تعالیٰ کے سامنے متواضع ہوتے گئے، اتنا ہی اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی شان میں اضافہ فرماتا گیا۔

رسول اللہ ﷺ کی چال میں، گفتگو میں، اٹھنے بیٹھنے میں، کھانے پینے میں، ساتھیوں کے ساتھ مجلس میں، لین دین کے معاملات میں غرضیکہ کہ آپ ﷺ کی زندگی کے ہر پہلو میں تواضع وانکساری بڑے واضح انداز میں نمایاں ہوتی تھی۔

فخر وتکبر یا لوگوں کو حقیر سمجھنا یہ سب آپ ﷺ کی سیرت طیبہ میں کہیں دور دور تک دکھائی نہیں دیتا تھا۔

آپ ﷺ کی شخصیت بڑی بارعب تھی جو پہلی بار آپ ﷺ کو دیکھتا تو مرعوب ہو جاتا لیکن جب آپ ﷺ سے گفتگو کرتا یا آپ ﷺ کی مجلس کو اپناتا تو آپ ﷺ سے ایسے مانوس ہو جاتا یا اپنائیت محسوس کرتا گویا کہ ایک عرصہ دراز سے ایک دوسرے کو جاننے والے ہوں اور آپ ﷺ کی مجلس امیر غریب، چھوٹے بڑے سب کے لیے یکساں ہوتی تھی۔

آیئے میں آپ احباب کو رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ سے کچھ مثالیں بیان کرتا ہوں

[1] صحیح مسلم: 2588.

جو آپ ﷺ کی متواضع شخصیت کی بہت نمایاں دلیلیں ہیں۔

❁...... ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے بات چیت کرنے لگا، رسول اللہ ﷺ کے رعب کی بناء پر وہ آدمی (Under Pressure) ہوگیا یعنی گھبرا گیا اور اس پر کپکپی طاری ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا:

((هَوِّنْ عَلَيْكَ فَإِنِّي لَسْتُ بِمَلِكٍ إِنَّمَا أَنَا ابْنُ امْرَأَةٍ تَأْكُلُ الْقَدِيْدَ .)) ❶

''گھبراؤ نہیں، میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں، میں تو محض ایک ایسی (عام سی غریب) عورت کا بیٹا ہوں جو خشک کیا ہوا گوشت کھایا کرتی تھی۔''

رسول اللہ ﷺ کی تواضع کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ مجلس میں بلا امتیاز بیٹھ جاتے حتیٰ کہ اگر کوئی اجنبی آتا تو اسے دریافت کرنا پڑھتا اور آپ ﷺ کو پہچان نہ پاتا تو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے عرض کی کہ ہم آپ ﷺ کے بیٹھنے کے لیے کوئی چیز بنا دیں تاکہ کوئی اجنبی آنے والا آپ ﷺ کو پہچان سکے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں:

((فَبَنَيْنَا لَهُ دُكَّانًا مِنْ طِيْنٍ فَجَلَسَ عَلَيْهِ وَكُنَّا نَجْلِسُ بِجَنْبَتَيْهِ)) ❷

''لہٰذا ہم نے آپ ﷺ کے لیے ایک چبوترہ بنا دیا اور آپ ﷺ اس پر بیٹھنے لگے اور ہم اس کے اطراف میں بیٹھ جایا کرتے تھے۔''

جن حالات میں ایک عام انسان آپے سے باہر ہو جاتا ہے یا اپنی ہتک محسوس کرتا ہے یا ناراضگی کا اظہار کرتا ہے آپ ﷺ ایسے حالات میں بھی بڑی وسعت قلبی کا مظاہرہ فرماتے اور متواضع شخصیت ہونے کے ناطے چشم پوشی فرما لیتے جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

❶ سنن ابن ماجہ: 3312. ❷ سنن ابی داود: 4698.

((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَضَعَ صَبِيًّا فِي حِجْرِهِ يُحَنِّكُهُ فَبَالَ عَلَيْهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَتْبَعَهُ .)) [1]

"رسول اللہ ﷺ نے ایک بچے کو اپنی گود میں بٹھایا اور اسے گھٹی دی تو اس نے آپ ﷺ پر پیشاب کر دیا، آپ ﷺ نے پانی منگوایا اور اس (پیشاب کی جگہ) پر پانی بہا دیا۔"

آپ ﷺ نے نہ غصہ کیا نہ بچے کے والدین کو کچھ کہا اور نہ اس میں اپنی ہتک محسوس کی بلکہ یہ آپ ﷺ کی تواضع اور سادہ مزاج ہونے کی واضح دلیل ہے ورنہ ہوتے کوئی آج کل کے حضرت صاحب تو ہوسکتا ہے کہ ڈانٹ ڈپٹ بھی ہوتی، والدین کو بھی کوسا جاتا اور بے عزتی بھی کی جاتی، جبکہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں آپ ﷺ کی مسجد میں ایک بدو نے پیشاب کر دیا آپ ﷺ نے اسے بھی شفقت ومحبت سے سمجھایا اور برا بھلا نہیں کہا۔

تواضع کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ انسان اپنے سے کمزور یا کمتر شخص کو بھی اسی طرح عزت دے جس طرح اپنے سے بڑے یا کسی ہم منصب یا ہم پلہ کو عزت دیتا ہے چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی سادگی ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

((أَنَّ امْرَأَةً كَانَ فِي عَقْلِهَا شَيْءٌ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّ لِي إِلَيْكَ حَاجَةً .))

"ایک عورت جس کی عقل میں کچھ نقص تھا آئی اور اللہ کے رسول ﷺ سے کہنے لگی: مجھے آپ سے کام ہے۔"

تو رسول اللہ ﷺ نے اسے کہا:

((يَا أُمَّ فُلَانٍ! أُنْظُرِي أَيَّ السِّكَكِ شِئْتِ حَتّٰى أَقْضِيَ لَكِ حَاجَتَكِ .)) [2]

---

[1] صحيح بخاري: 6002. [2] صحيح مسلم: 2326.

''اے ام فلاں! دیکھو، جس گلی میں تم چاہو گی میں وہیں آ کر تمہاری ضرورت پوری کروں گا۔''

چنانچہ رسول اللہ ﷺ ایک راستے ہی میں اس سے ملے اور اس کی ضرورت کو سنا اور پورا فرما دیا۔

محترم سامعین! یہ ہے رسول اللہ ﷺ کی تواضع کہ کمزوروں، غریبوں کو بھی وہی مقام دیتے جو آپ ﷺ کے ہاں دوسروں کا تھا اور ان کی بات بھی اسی طرح سنتے جس طرح دوسروں کی بات دھیان سے سنتے اور آج ہمارا طرز عمل یہ ہے کہ نہ چھوٹے بڑوں کی بات پر دھیان دیتے ہیں اور نہ بڑے چھوٹوں سے شفقت سے پیش آتے ہیں، یہاں ہر کوئی بڑا ہے ہر کوئی چودھری ہے، پہلے محلے میں کوئی ایک چودھری ہوتا تھا، یا بڑے کی دید اور لحاظ ہوتا تھا۔ اب اغیار کے کلچر نے ہمیں اتنا بگاڑ دیا ہے کہ ہم کسی کی سننے کے لیے تیار ہی نہیں۔

آج ہم ایک دوسرے کی بات سننا تو دور کی بات ہم تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرامین کو پس پشت ڈال دیتے ہیں، بس جو چیز مزاج کے مطابق ہو اسے اپنا لیا اور جو مزاج کے خلاف اسے ٹھکرا دیا۔ اللہ تعالیٰ ہماری اصلاح فرما دے۔ آمین

رسول اللہ ﷺ کی تواضع وانکساری کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے قریبی ساتھی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جب ہجرت کر کے مدینہ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا بھائی چارہ ایک انصاری صحابی سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ سے قائم فرما دیا۔ انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو مال کی اور دیگر ضروریات کی پیش کش کی لیکن حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے انہیں دعائے برکت دی اور بازار کا راستہ پوچھا، خود تجارت شروع کی اللہ تعالیٰ نے برکت فرما دی تھوڑے دن گزرے کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ ان پر زرد رنگ کی خوشبو کے نشانات تھے آپ ﷺ نے فرمایا: مَهْيَمْ؟ یہ کیا ہے بھئی؟

تو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

((يَا رَسُوْلَ اللهِ تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ.))

''اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے انصار کی ایک عورت سے شادی کر لی ہے۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا:

((مَا سُقْتَ إِلَيْهَا؟))

''تو نے اس کا حق مہر کتنا رکھا ہے؟''

تو کہا:

((نَوَاةً مِنْ ذَهَبٍ.))

''گٹھلی بھر سونا۔''

محترم سامعین! ذرا غور کیجیے رسول اللہ ﷺ کے ساتھی ہیں، آپ ﷺ کے پیچھے نمازیں پڑھنے والے لیکن شادی کی اور رسول اللہ ﷺ کو بلایا تک نہیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے کوئی غصہ نہیں کیا، کوئی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا، کوئی سرزنش اور ملامت نہیں کی۔

لیکن آج ہماری صورتِ حال کیوں اتنی بگڑ چکی ہے یہاں داماد کہتا ہے میرے والدین اور بہن بھائیوں کو بلاؤ گے تو آؤں گا، بیٹا کہتا ہے میرے سسرال والوں کو بلاؤ گے تو میں خوش ہوں گا اور اس طرح کی دیگر سطحی باتیں کی جاتی ہیں۔

لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان کو جو ضروری بات تھی، جو اہم بات تھی اس کی طرف رہنمائی کی اور فرمایا:

((أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ.))

''ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی ہو۔''[1]

''یقیناً رسول اللہ ﷺ ایک متواضع شخصیت تھے اور آپ ﷺ صرف دوسروں کے لیے، یا باہر ملنے والے لوگوں کے لیے ہی صرف متواضع نہ تھے کہ گھر والوں سے سختی سے بات کریں اور ان پر رعب جمائیں یا ڈانٹ ڈپٹ کریں بلکہ آپ ﷺ گھریلو زندگی کے لحاظ

[1] صحيح بخاري: 2049.

سے بھی بڑے متواضع تھے جیسا کہ ایک آدمی نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ

((مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَصْنَعُ فِي بَيْتِهِ؟))

''رسول اللہ ﷺ کی اپنے گھر میں کیا مصروفیت ہوتی تھی؟''

تو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

((كَانَ يَكُوْنُ فِي مِهْنَةِ أَهْلِهِ .)) ❶

''نبی اکرم ﷺ اپنے اہل خانہ کی خدمت میں مصروف رہتے تھے۔''

اور مصنف عبدالرزاق کی روایت ہے کہ سائل کے سوال کے جواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا:

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَخْصِفُ نَعْلَهُ وَيَخِيْطُ ثَوْبَهُ وَيَعْمَلُ فِي بَيْتِهِ كَمَا يَعْمَلُ اَحَدُكُم فِي بَيْتِه .)) ❷

''رسول اللہ ﷺ اپنا جوتا (خود) مرمت کرتے، اپنے کپڑے کو پیوند خود لگا لیتے اور گھر میں ایسے ہی کام کاج کرتے جیسے تم میں سے ایک عام آدمی گھر کے کام کرتا ہے۔''

میرے بھائیو! ذرا سوچئے رب کے حبیب، اولاد آدم کے سردار، نبیوں کے امام لیکن گھر کے کام کاج خود کرتے، گھر والوں کا ہاتھ بٹاتے اور ہم ہندوؤں اور سکھوں کی تہذیب سے متاثر ہو کر گھر کے کام کرنے کو عار سمجھیں، اپنی بے عزتی محسوس کریں یا یہ سوچیں کہ لوگ کیا کہیں گے۔

نہیں میرے بھائیو! ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ کی سنت کیا ہے؟ آپ ﷺ کا عمل کیا ہے؟ یقیناً یہ رسول اللہ ﷺ کی تواضع وانکساری کی بہت بڑی دلیل ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی اجتماعی زندگی میں بھی تواضع وانکساری کی بڑی مثالیں موجود ہیں۔

❶ صحیح بخاری: 676. ❷ مصنف عبدالرزاق: 20492.

آپ ﷺ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ سفر وحضر کے واقعات میں، کھانے پینے کے معاملات میں، اور دیگر اجتماعی زندگی کے لوازمات میں آپ ﷺ کا عاجزی وانکساری کا وصف بڑا واضح نظر آتا ہے۔

آپ ﷺ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ کھانے پینے کے پروگرام میں ہمیشہ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو پہلے کھلاتے پلاتے اور خود آخر میں کھاتے پیتے۔

اسی طرح اگر قافلے کی شکل میں کہیں سفر کر رہے ہوتے تو خود پیچھے چلتے اور تواضع کو اپناتے آپ ﷺ قطعاً یہ پسند نہیں فرماتے تھے کہ میں آگے آگے چلوں اور لوگ میرے پیچھے پیچھے آ رہے ہوں، جیسے آج ہمارے دنیا دار حضرات ان چیزوں کو بڑا پسند کرتے ہیں اسی طرح کہیں جانا ہو تو فرنٹ سیٹ پر بیٹھنے کو پسند کرتے ہیں اگر پیچھے بٹھا دیا جائے تو ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں۔

آیئے میں آپ احباب کو رسول اللہ ﷺ کے سفر کا ایک واقعہ بیان کرتا ہوں جسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں فرماتے ہیں:

((كُنَّا يَوْمَ بَدْرٍ كُلُّ ثَلَاثَةٍ عَلَى بَعِيرٍ .))

''جب ہم بدر کے دن محو سفر تھے تو ہر تین افراد ایک اونٹ پر سوار تھے۔''

اور حضرت ابولبابہ اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہم رکاب تھے۔ یعنی ان تین حضرات کے لیے ایک اونٹ تھا، جس پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ چلتے چلتے جب رسول اللہ ﷺ کے پیدل چلنے کی باری آئی تو دونوں حضرات نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی:

((نَحْنُ نَمْشِي مِنْكَ .))

''آپ ﷺ کی طرف سے ہم پیدل چلیں گے۔''

تو اس متواضع شخصیت نے، اس عاجزی وانکساری اپنانے والے نبی ﷺ نے بڑے ہی محبت بھرے انداز میں یوں جواب دیا:

((مَا أَنْتُمَا بِأَقْوٰی مِنِّي وَمَا أَنَا بِأَغْنٰی عَنِ الْأَجْرِ مِنْكُمَا.)) [1]

"نہ تو تم دونوں مجھ سے زیادہ قوی ہو اور نہ ہی میں تمہارے اجر سے بے پرواہ ہوں۔"

چنانچہ رسول اللہ ﷺ اپنی باری پر خود پیدل چلے۔ آج یہ مثالیں کہاں ملتی ہیں آج ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ میں مخدوم بن جاؤں اور باقی سب لوگ میرے خادم ہوں، میری خدمت کریں، میرے آگے پیچھے ہوں جبکہ رسول اللہ ﷺ ہر وہ عمل جس سے فخر و تکبر محسوس ہوتا ہو اس سے اپنے دامن کو محفوظ رکھتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اگر کوئی سختی سے پیش آتا یا آپ ﷺ کے ساتھ کوئی ناروا سلوک کرتا تو آپ ﷺ باوجود بدلے کی طاقت رکھنے کے تواضع سے، عاجزی وانکساری سے کام لیتے اور درگزر فرماتے۔

چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا اور آپ ﷺ نے موٹے کناروں والی نجرانی چادر اوڑھ رکھی تھی اسی دوران ایک دیہاتی آیا اور اس نے آپ ﷺ کی چادر بڑے زور سے کھینچی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے شانہ مبارک پر دیکھا کہ اس کے زور سے کھینچنے کی وجہ سے اس پر نشان پڑ گئے تھے اور پھر اس دیہاتی نے بڑے کرخت لہجے میں کہا:

((يَا مُحَمَّدُ! مُرْلِي مِنْ مَالِ اللّٰهِ الَّذِي عِنْدَكَ.))

"اے محمد (ﷺ!) اللہ کا جو مال آپ کے پاس ہے اس میں سے مجھے بھی دینے کا حکم دیجیے۔"

سبحان اللہ! یہ رسول اللہ ﷺ کی عاجزی وانکساری تھی اور آپ ﷺ کی بردباری تھی کہ آپ ﷺ نے برداشت کیا اگر ہم میں سے کوئی ہوتا تو سر پھاڑ دیتا لیکن رسول اللہ ﷺ بڑے متواضع شخصیت تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

[1] مسند احمد: 3901.

((فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ فَضَحِكَ ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بِعَطَاءٍ .))[1]

"آپ ﷺ نے اسے مڑ کر دیکھا تو آپ ﷺ ہنس پڑے پھر آپ ﷺ نے اس کے لیے مال دینے کا حکم دے دیا۔"

رسول اللہ ﷺ کی عاجزی و انکساری اور متواضع شخصیت ہونے کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما یوں بیان فرماتے ہیں:

((مَا رُوِيَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَأْكُلُ مُتَّكِئًا وَلَا يَطَأُ عَقِبَهُ رَجُلَانِ))[2]

"رسول اللہ ﷺ کو کبھی نہیں دیکھا گیا کہ آپ ﷺ نے کبھی ٹیک لگا کر کھانا کھایا ہو یا دو آدمیوں نے کبھی آپ ﷺ کی ایڑھیاں روندی ہوں۔"

یعنی کبھی ایسے تکبرانہ انداز میں آگے آگے نہیں چلے کہ لوگ آپ ﷺ کے پیچھے ہوں۔ بلکہ اس روایت کی مزید توضیح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ہوتی ہے چنانچہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں مخاطب ہو کر فرمایا:

((يَا عَائِشَةُ! لَوْ شِئْتُ لَسَارَتْ مَعِيَ جِبَالُ الذَّهَبِ .))

"اے عائشہ! اگر میں چاہتا تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلتے۔"

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((جَاءَنِي مَلَكٌ إِنَّ حُجْزَتَهُ لَتُسَاوِي الْكَعْبَةَ فَقَالَ: إِنَّ رَبَّكَ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ! إِنْ شِئْتَ نَبِيًّا عَبْدًا وَإِنْ شِئْتَ نَبِيًّا مَلِكًا .))

"میرے پاس ایک فرشتہ آیا جس کی پشت کعبہ کے برابر چوڑی تھی، تو اس نے کہا: بلاشبہ آپ کا رب آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے، آپ نبوت اور سادگی چاہتے ہیں یا نبوت اور بادشاہت؟"

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] صحيح بخاري: 6088. [2] سنن ابی داود: 3770.

((فَنَظَرْتُ إِلَى جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ .))

''میں نے جبریل امین علیہ السلام کی طرف دیکھا (گویا ان سے مشورہ لے رہے ہوں)۔''

تو جبریل امین علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

((ضَعْ نَفْسَكَ .))

''اپنے آپ کو جھکا دیں۔'' یعنی عاجزی کو اپنا لیں۔

تو رسول اللہ ﷺ نے اس فرشتے کو جواب دیا:

((نَبِيًّا عَبْدًا .))

''میں نبوت اور عام انسان یعنی سادگی کی زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔''

تو اس روایت کو بیان کرنے کے بعد ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

((فَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بَعْدَ ذَالِكَ لَا يَأْكُلُ مُتَّكِئًا .))

''اس واقعہ کے بعد رسول اللہ ﷺ ٹیک لگا کر نہیں کھاتے تھے۔''

بلکہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

((آكُلُ كَمَا يَأْكُلُ الْعَبْدُ وَأَجْلِسُ كَمَا يَجْلِسُ الْعَبْدُ .)) [1]

''میں غلام کی طرح (عاجزی سے) کھاتا ہوں اور غلام کی طرح (تواضع سے) بیٹھتا ہوں۔''

تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ایک بڑی متواضع شخصیت تھے اور آپ ﷺ نے ساری زندگی بڑے سادے انداز میں بسر کی اور ہمیشہ کمزوروں، غریبوں اور مسکینوں کے پاس زیادہ وقت گزارا اور کبھی کمزوروں سے نفرت نہیں کرتے تھے۔

چنانچہ عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ .... لَا يَأْنَفُ أَنْ يَمْشِيَ مَعَ الْأَرْمِلَةِ

[1] شرح السنة للبغوي: 3683- والسلسلة الصحيحة: 544 .

والمِسْكِيْنِ فَيَقْضِي لَهُ الحَاجَةَ .)) ❶

"رسول اللہ ﷺ بیواؤں اور مساکین کے ساتھ چل کر ان کی ضرورت پوری کرنے میں عار یا نفرت محسوس نہیں کرتے تھے۔"

بلکہ رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں میں سے ایک یہ دعا بھی تھی:

((اَللّٰهُمَّ أَحْيِنِي مِسْكِينًا وَأَمِتْنِي مِسْكِينًا وَاحْشُرْنِي فِي زُمْرَةِ الْمَسَاكِينِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .))

"اے اللہ! مجھے مسکین بنا کر زندہ رکھنا اور مسکین بنا کر فوت کرنا اور روزِ قیامت مساکین کے گروہ میں مجھے حشر میں جمع کرنا۔"

رسول اللہ ﷺ کی عاجزی و انکساری کا عالم یہ تھا کہ اگر کوئی شخص آپ ﷺ کو دوسروں سے افضل قرار دینے کے لیے کوئی لفظ بولتا تو آپ ﷺ عاجزی وانکساری کے پہلو کو اپناتے اور اعجاب بالنفس سے اپنے آپ کو دور رکھتے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کو مخاطب ہوتے ہوئے یوں کہا:

((يَا خَيْرَ البَرِيَّةِ .))

"اے انسانیت کے سب سے اچھے انسان۔"

تو رسول اللہ ﷺ نے فوراً عاجزی وانکساری کو اپناتے ہوئے یوں جواب دیا:

((ذَالِكَ ابراهيم عليه السلام .)) ❷

"وہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔"

بلکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو یہ سبق دیا کہ میرے بارے یہ الفاظ بھی نہ بولا کرو چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

((مَا يَنْبَغِي لِعَبْدٍ أَنْ يَقُولَ! أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى .)) ❸

---

❶ سنن النسائی: 1415 . ❷ جامع ترمذی: 3352 .

❸ صحیح بخاری: 4631 .

"کسی شخص کے لیے یہ لائق نہیں کہ وہ یہ کہے کہ میں (محمد ﷺ) یونس بن متی سے بہتر ہوں۔"

رسول اللہ ﷺ اولاد آدم کے سردار ہیں لیکن یہ آپ ﷺ کی تواضع و انکساری تھی کہ آپ ﷺ ایسا بول بھی پسند نہیں فرماتے تھے جس میں فخر و تکبر کی بو آتی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کو عاجزی بڑی پسند ہے اللہ تعالیٰ اپنے علاوہ کسی اور سے تکبر پسند نہیں فرماتے کیونکہ تکبر اللہ کی چادر ہے اور اسی کے شایانِ شان ہے اور اگر کوئی ایسی بات کہے یا ایسا فعل ادا کرے جس میں تکبر کی بو آتی ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے خواہ کوئی اللہ کا جلیل القدر نبی ہی کیوں نہ ہو۔

جیسا کہ مشہور واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام بنو اسرائیل کی ایک جماعت میں وعظ و نصیحت میں مصروف تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا:

((هَلْ تَعْلَمُ اَحَدًا أَعْلَمَ مِنْكَ؟))

"کیا آپ کسی ایسے شخص کو جانتے ہیں جو آپ سے بڑا عالم ہو۔"

تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: نہیں۔"

تو حدیث کے الفاظ ہیں:

((فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَى مُوسٰى: بَلٰى عَبْدُنَا خَضِرٌ.)) [1]

"تو فوراً اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی نازل کی، کیوں نہیں ہمارا بندہ خضر (تم سے زیادہ عالم) ہے۔"

تو بھائیو! معلوم ہوا کہ اللہ کو اپنے بندوں کی عاجزی بڑی پسند ہے اور ایسی بات جس میں بڑائی ہو یا تکبر محسوس ہوتا ہو ایسی بات اللہ تعالیٰ کو قطعاً پسند نہیں خواہ وہ بات کہنے والا کوئی نبی ہو یا ولی۔ اب دیکھیے مذکورہ واقعے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بارے میں یہ سمجھا کہ مجھ سے بڑا اب کوئی عالم نہیں تو یہ بات اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آئی تو فرمایا نہیں میرا ایک بندہ خضر

[1] صحیح بخاری: 74.

ہے جو ایسا علم رکھتا ہے جو تیرے پاس نہیں۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے اس بندے تک پہنچنے کے لیے ایک دور دراز کا سفر طے کیا۔

اسی طرح کی ایک مثال رسول اللہ ﷺ کی زندگی سے بھی ملتی ہے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((كَانَتْ نَاقَةٌ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ تُسَمَّى الْعَضْبَاءَ وَكَانَتْ لَا تُسْبَقُ .))

"نبی اکرم ﷺ کی ایک اونٹنی تھی جسے عضباء کہا جاتا تھا، کوئی جانور اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔"

تو ایک دیہاتی ایک اونٹ پر آیا تو وہ اونٹ اس اونٹنی سے آگے بڑھ گیا۔ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

((فَاشْتَدَّ ذَالِكَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ وَقَالُوا! سُبِقَتِ الْعَضْبَاءُ .))

"یہ بات مسلمانوں پر بڑی شاق گزری تو انہوں نے کہا: افسوس! عضباء پیچھے رہ گئی۔"

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ حَقًّا عَلَى اللهِ أَنْ لَا يَرْفَعَ شَيْئًا مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا وَضَعَهُ .)) [1]

"یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر یہ بات لازم کر لی ہے کہ دنیا کی جس چیز کو وہ بلند کرے گا اسے پست اور نیچا بھی کرے گا۔"

تو معلوم ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا قانون فطرت ہے کہ ہر بلندی کو پستی لاحق ہے جیسا کہ عربی ضرب المثل ہے:

"لِكُلِّ عُلُوٍ نُزُوْلُ ."

"ہر بلندی کو پستی اور ہر عروج کو زوال لاحق ہے۔"

---

[1] صحیح بخاری: 6501.

اور قرآن کریم میں اس بات کی تائید مندرجہ ذیل آیت سے ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴾ [بنی اسرائیل: 17:58]

''اور نہیں کوئی بستی مگر ہم اسے قیامت سے پہلے ہلاک کرنے والے ہیں یا نہایت سخت عذاب دینے والے ہیں یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔''

گویا یہ بھی اللہ تعالیٰ کا قانون فطرت ہے کہ جس بستی اور قوم کو عروج ملا اسے روز قیامت سے پہلے پہلے زوال بھی پہنچے گا۔

لہٰذا ان روایات اور مذکورہ آیت سے یہ مفہوم اخذ ہوا کہ جو شخص یا قوم عاجزی و انکساری کو اپنائے رکھیں گے اللہ تعالیٰ ان کو عروج اور ترقی عطا فرمائے گا۔

کیونکہ جھکنے والے کو اللہ تعالیٰ زیادہ نوازتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی وانکساری اپنا لے اللہ تعالیٰ اسے بلندی عطا فرماتا ہے بلکہ میں تو یوں کہا کرتا ہوں جب بندہ اپنے رب کے سامنے عاجز ہو جائے اور اس بات کا معترف ہو جائے کہ اے اللہ! میں تو کچھ بھی نہیں سارے کمال اور فضل تیرے لیے ہیں میں تو صفر ''0'' ہوں اور مجھے تیری مدد اور توفیق کی ضرورت ہے اور تو میرے شامل حال ہو جا تو جب صفر ''0'' کے ساتھ ایک مل جائے تو وہ ''10'' ہو جاتا ہے اور اگر بندہ مزید عاجزی اپنا لے اور کہے کہ اے اللہ! میں تو ڈبل صفر ''00'' ہوں مجھے تیری توفیق کی ضرورت ہے تو ڈبل صفر ''00'' کے ساتھ ایک مل جائے تو ''100'' ہو جاتا ہے اسی طرح جیسے جیسے اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی اپناتے جائیں گے بندہ ''100'' سے ''1000'' اور ہزار سے 10000 (دس ہزار) ہوتا جائے گا اور اس کا مقام اس کے رب کے ہاں بڑھتا چلا جائے گا۔

تو محترم سامعین! رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جو بلند مقام اور اعلیٰ رتبہ عطا فرمایا ہے اس کی ایک بڑی وجہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے بعد آپ ﷺ کا ایک نہایت متواضع شخصیت

ہونا ہے۔

جب ہمارے پیارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ اتنے فضائل و کمالات ہونے کے باوجود ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی وانکساری کو اپناتے رہے اور جھکتے رہے اور اپنے آپ کو ہر اس قول و فعل سے دور رکھتے جو تکبر اور غرور کی طرف لے جانے والا تھا تو ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اس دنیا کی زندگی میں عاجزی وانکساری کو اپنائیں اور ہر ایسے قول و فعل سے اپنے دامن کو بچائیں جو تکبر اور غرور کی طرف دھکیلنے والا ہو اور اللہ سے دوری کا ذریعہ اور سبب ہو۔ اللہ تعالیٰ میری اور آپ احباب کی اصلاح فرمائے، اور جو لغزشیں اور کوتاہیاں ہیں اللہ تعالیٰ دور فرما دے اور اللہ ہمیں عاجزی وانکساری کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

رسول اللہ ﷺ کا زہد و ورع

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِينُهٗ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ . اَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

﴿لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ﴾

[الحجر: 88:15]

”آپ ہرگز نہ اٹھائیں اپنی آنکھیں اس (مال ومتاع) کی طرف جس کے ساتھ ہم نے فائدہ دیا ان (کافروں) میں سے کئی قسم کے لوگوں کو اور نہ آپ ان پر غمگین ہوں۔“

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ مَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌ ؕ وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝﴾ [العنكبوت 64:29]

”اور نہیں یہ دنیا کی زندگی مگر لہو ولعب (کھیل تماشا) اور یقیناً دار آخرت البتہ وہی اصل زندگی ہے، کاش وہ جانتے ہوتے۔“

ہر قسم کی حمد وثناء اللہ رب العالمین کے لیے اور درود وسلام امام کائنات، سرور کونین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکت کے لیے۔

محترم سامعین! آج کے خطبہ جمعہ میں جس موضوع کو میں آپ احباب کے سامنے بیان کرنا چاہتا ہوں وہ سیرت نبوی کا ایک اہم باب ہے جسے زہد و ورع کے نام سے موسوم کیا گیا ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کا زہد و ورع۔

زہد کا لفظ تین حروف کا مرکب اور مجموعہ ہے: زاء، ھاء اور دال۔

- زاء سے مراد "تَرْكُ الزِّينَةِ" یعنی اسراف و تبذیر پر مبنی زیب و زینت کو ترک کر دینا۔
- ھاء سے مراد "تَرْكُ الهَوٰى" بری خواہشات کو ترک کر دینا۔
- دال سے مراد "تَرْكُ الدُّنْيَا" دنیا سے بے رغبت ہو جانا اور دنیا کو ترک کر دینا۔

جب ہم رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کو دیکھتے ہیں تو زہد کا مفہوم اور معنی آپ ﷺ کی زندگی میں بڑا نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ دنیا آپ ﷺ کا مقصود اور مطلوب نہیں تھی۔ آپ ﷺ نے آخرت کا راہی بن کر زندگی بسر کی کیونکہ اللہ رب العزۃ نے آپ ﷺ کے سامنے دنیا کی حقیقت بڑے واضح انداز میں آشکارا فرما دی تھی۔

آپ ﷺ نے ساری زندگی انتہائی سادگی سے گزاری حالانکہ اللہ رب العزۃ نے آپ ﷺ کو جو مقام و مرتبہ عطا فرمایا تھا آپ ﷺ چاہتے تو دنیا بھر کے خزانے سمیٹ لیتے لیکن آپ ﷺ نے دنیا کی ہر نعمت پر آخرت کی نعمتوں کو ترجیح دی اور دنیا سے صرف اتنا تعلق رکھا جس کے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہو۔

آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دنیا کا رزق صرف اتنا ہی مانگا جس سے صرف گزارہ ہو۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ اپنے اور اپنے گھرانے والوں کے لیے یوں دعا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا .)) [1]

"اے اللہ! آل محمد (ﷺ) کو بقدر گزارہ رزق عطا فرما۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ چٹائی پر سوئے ہوئے تھے کہ چٹائی کے نشانات آپ ﷺ کے جسم مبارک پر نقش ہو گئے تو فرماتے ہیں کہ ہم نے

[1] صحيح بخاري: 6460، وصحيح مسلم: 1055 .

رسول اللہ ﷺ سے عرض کی:

((يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! لَوِ اتَّخَذْنَا لَكَ وَطَأً؟))

''اے اللہ کے رسول! اگر ہم آپ ﷺ کے لیے کسی نرم بستر وغیرہ کا بندوبست کر دیں؟''

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا لِي وَلِلدُّنْيَا، مَا أَنَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا كَرَاكِبٍ اِسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا .)) [1]

''مجھے دنیا سے کیا سروکار، میں تو دنیا میں محض ایک ایسے مسافر کی طرح ہوں جو کچھ دیر آرام کے لیے درخت تلے ٹھہرا پھر اس درخت کو چھوڑ کر (اپنی منزل) کو روانہ ہوگیا۔''

رسول اللہ ﷺ نے خود بھی ایک مسافر کی طرح زندگی بسر کی اور اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو بھی اسی بات کا درس دیا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے کندھے سے پکڑا اور مجھے فرمایا:

((كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ .))

''دنیا میں ایسے رہو جیسے ایک اجنبی ہو یا راستے کو عبور کرنے والا۔''

محترم سامعین! اس مبارک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے دو وصف بیان کیے ہیں:

1-غریب (اجنبی) 2-عَابِرُ سَبِيْلٍ (راستے کو عبور کرنے والا)۔

میرے بھائیو! غریب عربی زبان میں ایسے شخص کو کہتے ہیں جو دوسرے شہر میں اجنبی ہو یعنی پردیسی آدمی جو اپنے دیس سے دور ہو، اگر آپ نے بذات خود پردیس گزارا ہے تو آپ بخوبی واقف ہوں گے یا پھر کسی پردیسی سے پوچھیے کہ پردیس کی زندگی کیسی ہوتی ہے؟ ذرا سمجھیے۔

---

[1] جامع ترمذی: 2377.

- پردیس میں انسان ہمیشہ یہ بات ذہن نشین رکھتا ہے کہ میں یہاں مستقل نہیں رہنے والا۔
لہٰذا رسول اللہ ﷺ کی نصیحت کے مطابق ہمیں دنیا میں رہتے ہوئے یہ ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ ہم یہاں ہمیشہ نہیں رہنے والے۔
- پردیسی آدمی کے شب و روز اپنے دیس کی یاد میں گزرتے ہیں۔
لہٰذا ہمیں دنیا میں رہتے ہوئے اپنے اصل دیس آخرت، اللہ کی جنت کو یاد رکھنا چاہیے۔
- پردیسی آدمی اپنے لیے ہمیشہ صرف اتنی ہی اشیاء کا بندوبست کرتا ہے جس کے بغیر اس کا گزر بسر نہ ہو۔
لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ دنیا میں رہتے ہوئے اتنی ہی دنیا اکٹھی کریں جو زندگی کے لوازمات ہیں اور ان کے بغیر گزر بسر مشکل ہے۔
- پردیسی جو مال و دولت اکٹھی کرتا ہے صرف اس غرض سے کہ جب میں اپنے دیس جاؤں تو ایک پرسکون اور خوشحال زندگی گزار سکوں۔
لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ دنیا میں رہتے ہوئے نیکیوں کو اکٹھا کریں تاکہ جب ہم اپنے اصل دیس آخرت کی طرف لوٹیں تو پرسکون اور خوشحال زندگی گزار سکیں۔
- پردیسی آدمی پردیس کے لوگوں اور مقامات و مکانات سے ہمیشہ کا جی نہیں لگاتا۔
لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ ہم دنیا اور دنیا کی اشیاء سے دل نہ لگائیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دنیا چھوڑنا ہمارے لیے مشکل ہو جائے اور اللہ کی ملاقات ہمیں اچھی نہ لگے۔

دوسرا جو وصف مذکور حدیث میں بولا گیا وہ ہے "عَابِرُ سَبِيْلٍ" یعنی راستے کو عبور کرنے والا جسے راہگیر یا راہ گزر بھی کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے یہاں مسافر کی بجائے راہ گزر کا لفظ بولا ہے۔ جو زیادہ مبالغے والا ہے اور اس میں آخرت کی ترغیب زیادہ ہے۔ کیونکہ مسافر اگر راستے میں دو چار دن ٹھہر بھی جائے تو اسے مسافر ہی کہتے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس راہ گزر اسے کہتے ہیں جو ہر گھڑی، ہر لحہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے اور کہیں ٹھہرنے نہ

تو رسول اللہ ﷺ کی زندگی بھی ایسے ہی تھی، آپ ﷺ نے دنیا کا مال و متاع اپنے لیے نہیں سمیٹا بلکہ انتہائی سادگی اور کفایت شعاری سے زندگی گزاری اور ایک مسافر جتنا سامان سفر ہی اپنے پاس رکھا۔ چنانچہ

حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((مَا تَرَكَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَّا سَلَاحَهُ وَبَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ وَأَرْضًا تَرَكَهَا صَدَقَةً .)) [1]

"نبی اکرم ﷺ نے وفات کے بعد اپنے ہتھیار، ایک سفید خچر اور کچھ زمین بطور صدقہ کے سوا کوئی ترکہ نہیں چھوڑا تھا۔"

رسول اللہ ﷺ نے جس طرح خود سادہ زندگی بسر کی آپ ﷺ نے اپنے اہل خانہ کو بھی سادہ زندگی گزارنے اور دنیا سے بے رغبتی کا درس دیا اور انہیں بھی دنیا کی بجائے آخرت کو ترجیح دینے کا شوق دلایا۔ جیسا کہ مشہور واقعہ ہے کہ جب فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا، مسلمانوں کی حالت بہتر ہونی شروع ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے بھی رسول اللہ ﷺ سے نان ونفقہ کا مطالبہ کیا اور دنیا کی زیب و زینت اپنانے کا مطالبہ کیا تو رسول اللہ ﷺ اپنی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے ناراض ہو گئے جیسا کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں تشریف فرما تھے اور لوگ مسجد میں آپ ﷺ کے دروازے پر بیٹھے تھے، آپ ﷺ اپنی ازواج سے ناراض ہو گئے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اجازت لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس اندر آ گئے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے وہ بھی اجازت لے کر اندر آ گئے تو رسول اللہ ﷺ کو غمگین اور پریشان پایا۔ آپ ﷺ سے پریشانی کا سبب پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بیویاں جو میرے اردگرد بیٹھی ہیں، یہ مجھ سے نان ونفقہ کے ایسے مطالبات کر رہی ہیں جو میرے پاس نہیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گردن کو پکڑ لیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور اپنی بیٹی حضرت

[1] صحیح بخاری: 3098.

حفصہ رضی اللہ عنہا کو گردن سے پکڑا اور فرمایا: تم رسول اللہ ﷺ سے ایسی چیز مانگتی ہو جو ان کے پاس نہیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں ساتھیوں کو ایسا کرنے سے روک دیا تو آپ ﷺ نے اپنی تمام ازواج رضی اللہ عنہن سے ایک ماہ کے لیے علیحدگی اختیار کر لی پھر یہ آیت نازل ہوئی جسے آیت خیار بھی کہا جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ ﴾

[الاحزاب 33:28، 29]

”اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دیجیے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زیب وزینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ (دنیا کا سامان) دے دوں اور تمہیں اچھے انداز سے رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ، اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔“

اس آیت کے نزول کے بعد رسول اللہ ﷺ سب سے پہلے اپنی محبوب بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور فرمایا:

((يَا عَائِشَةُ! إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَعْرِضَ عَلَيْكِ أَمْرًا أُحِبُّ أَنْ لَا تَعْجَلِي فِيهِ حَتّٰى تَسْتَشِيرِي أَبَوَيْكِ))

”اے عائشہ! میں تمہارے سامنے ایک معاملہ پیش کر رہا ہوں اور میں پسند کرتا ہوں کہ تم اپنے والدین سے مشورہ کر لینے تک اس میں جلدی نہ کرنا۔“

تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا:

((وَمَا هُوَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ؟))

”اے اللہ کے رسول ﷺ وہ کیا معاملہ ہے؟“

تو رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ آیت یعنی آیت خیار پڑھ کر سنائی تو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

((أَفِيكَ يَارَسُولَ اللّٰهِ! أَسْتَشِيرُ أَبَوَيَّ .))

''اے اللہ کے رسول! کیا میں آپ ﷺ کے بارے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں گی۔''

پھر کہنے لگیں:

((بَلْ أَخْتَارُ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ .)) [1]

''بلکہ میں تو اللہ، اس کے رسول ﷺ اور آخرت کے گھر کو اختیار کرتی ہوں۔''

اسی طرح آپ ﷺ کی باقی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور دارِ آخرت کو اختیار اور دنیا اور دنیا کے مال ومتاع اور اس کی زیب وزینت کو ٹھکرا دیا۔

محترم سامعین! رسول اللہ ﷺ کے سامنے دو راستے تھے:

- ایک یہ کہ دنیا سے بے رغبتی اختیار کر لی جائے اور زہد کو اپنا لیا جائے اور دنیا کی زیب و زینت اور عیش عشرت کو چھوڑ کر صرف بقدر ضرورت دنیا کو اختیار کیا جائے اور یہ راستہ افضل راستہ تھا۔
- دوسرا یہ کہ دنیا کو اپنا لیا جائے اور دنیا اور دنیا کی نعمتوں سے بھر پور فائدہ اٹھایا جائے لیکن یہ جواز کا راستہ تھا۔

تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے لیے اور اپنے اہل خانہ کے لیے وہ راستہ اپنایا جو سب سے افضل اور اللہ کے ہاں زیادہ پسندیدہ ہے۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے دنیا کی زندگی زاہدانہ انداز میں گزاری اور دنیا کی بہاروں اور دنیا کی ناز ونعمت والی زندگی پر آخرت کو ترجیح دی۔

چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

((مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ مِنْ طَعَامِ بُرٍّ ثَلَاثَ

[1] صحيح مسلم: 1478.

لَيَالٍ تِبَاعًا حَتّٰى قُبِضَ .)) ❶

”حضرت محمد ﷺ کے اہل خانہ نے مدینہ طیبہ آنے کے بعد آپ ﷺ کی وفات تک کبھی تین راتیں مسلسل گندم کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔“

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے بستر کے بارے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((كَانَ فِرَاشُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهُ لِيفٌ .))

”رسول اللہ ﷺ کا بستر چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔“

رسول اللہ ﷺ کی زہد و قناعت پر مشتمل زندگی کے بارے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں اور اپنے شاگردوں کو مخاطب ہو کر کہنے لگے:

((اَلَسْتُمْ فِي طَعَامٍ وَشَرَابٍ مَا شِئْتُمْ .))

”کیا تم لوگوں کو اپنی مرضی کا کھانا اور پینا میسر نہیں؟“

یعنی جو چاہتے ہو کھانے کے لیے میسر ہے۔ اور ناز و نعمت کی زندگی میں ہو جبکہ رسول اللہ ﷺ:

((لَقَدْ رَأَيْتُ نَبِيَّكُمْ وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلَأُ بِهِ بَطْنَهُ .)) ❷

”جبکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا، آپ ﷺ کے پاس ردی اور نکمی کھجور بھی اتنی نہیں ہوتی تھی کہ جس سے اپنا پیٹ بھر سکیں۔“

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے بڑی زہد و ورع والی زندگی گزاری اور دنیا میں تھوڑے پر قناعت کرتے رہے۔

رسول اللہ ﷺ کی زاہدانہ زندگی کے بارے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ یوں بیان فرماتے ہیں:

((فَدَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَإِذَا هُوَ مُضْطَجِعٌ عَلٰى رِمَالِ حَصِيرٍ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فِرَاشٌ قَدْ أَثَّرَ الرِّمَالُ بِجَنْبِهِ مُتَّكِئًا عَلٰى

❶ صحيح بخاري: 6454.

❷ صحيح مسلم: 2977.

وِسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ .))

''میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ ﷺ رسیوں سے بنی ہوئی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے، جسم مبارک اور چٹائی کے درمیان کوئی بچھونا نہیں تھا۔ بان کے نشانات آپ ﷺ کے پہلو مبارک پر پڑے تھے اور جس تکیے پر آپ ﷺ ٹیک لگائے ہوئے تھے اس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی تو میں نے آپ ﷺ کو سلام کہا۔''

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے ناراضگی کا قصہ بیان کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

((فَرَفَعْتُ بَصَرِي فِي بَيْتِهِ فَوَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُ فِي بَيْتِهِ شَيْئًا يَرُدُّ الْبَصَرَ غَيْرَ أَهَبَةٍ ثَلَاثَةٍ .))

''میں نے نظر اٹھا کر آپ ﷺ کے گھر کا جائزہ لیا تو اللہ کی قسم! میں نے وہاں تین کچی کھالوں کے علاوہ کوئی چیز نہ دیکھی۔''

مراد رسول اللہ ﷺ کے گھر میں دنیا کا کوئی مال و متاع نہیں تھا اور یہ رسول اللہ ﷺ کے زہد اور دنیا سے بے رغبتی کی بہت بڑی نشانی تھی۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی:

((يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ! أُدْعُ اللّٰهَ فَلْيُوَسِّعْ عَلَى أُمَّتِكَ فَإِنَّ فَارِسَ وَالرُّومَ قَدْ وُسِّعَ عَلَيْهِمْ وَأُعْطُوا الدُّنْيَا وَهُمْ لَا يَعْبُدُونَ اللّٰهَ .))

''اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ اللہ سے دعا کریں کہ اللہ آپ کی امت پر وسعت کرے، یقیناً فارس اور روم کے لوگوں کو وسعت اور فراخی دی گئی ہے اور انہیں دنیا کا وافر حصہ دیا گیا ہے۔ حالانکہ وہ اللہ کی عبادت بھی نہیں کرتے۔''

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جب یہ بات سنی تو آپ ﷺ ٹیک لگائے ہوئے تھے فوراً چونک کر بیٹھ گئے اور فرمایا:

((أَوَفِي هَذَا أَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ؟))

''اے ابن خطاب! تمہاری نظر میں بھی یہ چیزیں اہمیت رکھتی ہیں؟''

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أُولَئِكَ قَوْمٌ قَدْ عُجِّلُوْا طَيِّبَاتِهِمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا .))

''یہ تو وہ لوگ ہیں جنہیں ان کی بھلائیوں کا صلہ دنیا کی زندگی میں ہی دے دیا گیا ہے۔''

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی:

((يَا رَسُولَ اللّٰهِ اسْتَغْفِرْ لِي .)) [1]

''اے اللہ کے رسول! میرے لیے رب تعالیٰ سے بخشش کی دعا کریں۔''

تو معلوم ہوا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا زہد وورع تھا کہ آپ ﷺ نے دنیا کی ناز ونعمت والی زندگی کی بجائے آخرت کی جاودانی زندگی کو ترجیح دی اور دنیا کی زوال پذیر نعمتوں پر آخرت کی لازوال نعمتوں کو ترجیح دی، اور اپنی ہر نیکی کو آخرت کے لیے توشہ بنانے کی فکر میں رہے۔

اور رسول اللہ ﷺ کی اس نصیحت کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر بڑا گہرا اثر ہوا چنانچہ وہ دن بھی آیا جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ وقت تھے اور اپنے بڑے قریبی ساتھی اور رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا اور انہیں یہ نصیحت فرمائی:

((انَّكَ لَنْ تَنَالَ عَمَلَ الْآخِرَةِ بِشَيْءٍ أَفْضَلَ مِنَ الزُّهْدِ فِي الدُّنْيَا)) [2]

''آخرت کے عمل کو تم صرف تب پاسکتے ہو جب تم دنیا سے بے رغبتی اختیار کرلو۔''

دنیا سے بے رغبتی بندہ تب ہی اختیار کرتا ہے جب وہ دنیا کی حقیقت کو صحیح طور پر پہچان لے اور رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو ہمیشہ دنیا میں زہد کو اپنانے اور دنیا سے بے رغبتی کا درس دیتے اور انہیں ہمیشہ آخرت کی توجہ دلاتے چنانچہ جامع ترمذی کی روایت ہے مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں بھی ان لوگوں کی جماعت میں تھا جو رسول اللہ ﷺ کے

[1] صحيح بخاري: 5191. [2] العاقبة، ص: 90.

ساتھ جا رہے تھے کہ آپ ﷺ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک مردار بکری کے پاس ٹھہر گئے اور اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے پوچھا:

((أَتَرَوْنَ هٰذِهِ هَانَتْ عَلَى أَهْلِهَا حِيْنَ أَلْقَوْهَا .))

''کیا تم خیال کرتے ہو کہ اس کے مالکوں نے جب اسے پھینکا تو یہ ان کے ہاں حقیر تھی۔''

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کو جواب دیا:

((مِنْ هَوَانِهَا أَلْقَوْهَا ، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ .))

''اے اللہ کے رسول ﷺ! اس کی حقارت کی وجہ سے ہی تو انہوں نے اسے پھینکا ہے۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے، اس زاہد اور متقی نبی ﷺ نے فوراً اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اصل بات کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا:

((فَالدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ عَلَى أَهْلِهَا .)) [1]

''اس بکری کا اپنے مالکوں کے ہاں سے زیادہ دنیا اللہ تعالیٰ کے ہاں حقیر ہے۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے دنیا سے بے رغبتی اور زہد کے لیے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو دنیا کی حقیقت سمجھائی تا کہ کہیں دنیا کا سرسبز و شاداب ہونا اور دنیا کے بظاہر سے یہ دھوکے کا شکار نہ ہو جائیں۔

کیونکہ دنیا دار بلاء ہے جس کو دنیا کی فراوانی دی گئی ہے وہ بھی بطور آزمائش ہے اور جس سے دنیا لے لی گئی یا دنیا سے محروم رکھا گیا وہ بھی بطور آزمائش ہے لیکن آخرت دارِ جزاء ہے جس کو آخرت میں خیر و بھلائی دی جائے گی وہ بھی بطور جزاء ہوگی اور جس کو آخرت کی خیر و بھلائی سے محروم رکھا جائے گا وہ بھی بطور جزاء کے ہوگا۔

جامع ترمذی میں حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت ہے جس میں

---

[1] جامع ترمذی: 2321.

رسول اللہ ﷺ نے دنیا اور آخرت کا باہمی تقابل بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمان نبوی ﷺ ہے:

((مَا الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ إِصْبَعَهُ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَاذَا يَرْجِعُ.))

"دنیا کی آخرت کے مقابلے میں صرف ایسے ہی مثال ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنی انگلی سمندر میں ڈالے، تو دیکھے وہ کتنا پانی لے کر لوٹتی ہے۔"

گویا جو سمندر کا پانی ہے وہ آخرت ہے اور جو چند قطرے انگلی کو لگے وہ دنیا ہے تو معلوم ہوا کہ دنیا اور آخرت کا آپس میں کوئی تناسب اور تقابل نہیں ہے۔

اس لیے متاع قلیل کے لیے خیر کثیر کو ترک کر دینا یا داؤ پہ لگا دینا یہ عقلمندی نہیں جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

((الدُّنْيَا دَارُ مَنْ لَا دَارَ لَهُ وَمَالُ مَنْ لَا مَالَ لَهُ وَلَهَا يَجْمَعُ مَنْ لَا عَقْلَ لَهُ.)) ❶

"دنیا اس آدمی کا گھر ہے جس کا (آخرت میں) کوئی گھر نہیں اور دنیا اس شخص کا مال ہے جس کا (آخرت میں) کوئی مال نہیں اور دنیا ہی کے لیے وہ شخص جمع کرتا ہے جس کو عقل نہ ہو۔"

اس لیے زہد و تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ ہم دنیا کو حسب ضرورت رکھیں اور آخرت کو اپنا مطلوب اور مقصود بنائیں۔

رسول اللہ ﷺ کا زہد و تقویٰ اور دنیا سے بے رغبتی کی علامت یہ بھی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی سادہ گزاری، فقراء و مساکین سے محبت کی اور ان کی صحبت کو اپنایا تاکہ دنیا سے دور رہیں بلکہ آپ ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ أَحْيِنِي مِسْكِينًا وَأَمِتْنِي مِسْكِينًا وَاحْشُرْنِي فِي زُمْرَةِ الْمَسَاكِينِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.))

---

❶ الزهد للامام احمدؒ، ص: 200.

''اے اللہ! مجھے مسکین بنا کر زندہ رکھنا اور مسکین بنا کر فوت کرنا اور روزِ قیامت مجھے مسکینوں کی جماعت میں اٹھانا''

حدیث میں ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے اس دعا کی وجہ پوچھی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّهُمْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَائِهِمْ بِأَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا .)) ❶

''کیونکہ بلاشبہ مساکین لوگ مالداروں سے 40 سال قبل جنت میں داخل ہو جائیں گے۔''

جب اللہ تعالیٰ نے فتوحات کا سلسلہ شروع کر دیا اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات بہتر ہونے لگے رسول اللہ ﷺ کو مال غنیمت میں سے خمس حصہ آتا اور مال فے مکمل حاصل ہوتا لیکن مال کی فراوانی کے باوجود یہ رسول اللہ ﷺ کا زہد تھا اور دنیا سے بے رغبتی کی علامت تھی کہ آپ ﷺ نے دنیا سے جی نہیں لگایا بلکہ آپ ﷺ بقدر ضرورت اپنے پاس مال رکھتے ورنہ سارا ملنے والا مال اللہ کی راہ میں یتیموں، مسکینوں اور بیوگان پر خرچ کر دیتے اور خود سادہ زندگی گزارتے رہے۔

اور دنیا کی فطرت میں یہ بات رکھ دی گئی ہے کہ جو اس کے پیچھے بھاگتا ہے وہ اسے زیادہ تھکاتی ہے جیسا کہ امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو حازم رحمہ اللہ سے سنا، انہوں نے فرمایا:

((أَوْحَى اللّٰهُ ـعَزَّ وَجَلَّ ـ إِلَى الدُّنْيَا مَنْ خَدَمَكِ فَأَتْعِبِيْهِ وَمَنْ خَدَمَنِي فَاخْدِمِيْهِ .)) ❷

''اللہ ـعزوجلـ نے دنیا کو یہ وحی کر دی ہے کہ جو شخص تیری خدمت کرے اسے (اور) تھکاؤ اور جو میری خدمت کرے اس کی تو خدمت کر۔''

یعنی جو اللہ اور اس کے دین کی خدمت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے تقرب کی طرف بڑھتا ہے

❶ جامع ترمذی: 2352. ❷ الزهد الكبير للبيهقي، ص: 65.

تو اس کی خادم بن جا۔

دنیا سے بے رغبتی اور رسول اللہ ﷺ کے زہد کا یہ نتیجہ تھا کہ رب تعالیٰ کے پیارے حبیب علیہ السلام جب دنیا سے رحلت فرما ہوئے تو آپ ﷺ کی حالت یہ تھی کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَدِرْعُهُ مَرْهُونَةٌ عِنْدَ يَهُودِيٍّ بِثَلَاثِيْنَ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ.)) [1]

"رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ ﷺ کی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس صاع جو کے عوض گروی رکھی ہوئی تھی۔"

لہٰذا رسول اللہ ﷺ دنیا سے رحلت فرما ہوئے تو آپ ﷺ کے گھر میں دنیا کے لیے کوئی جگہ نہیں تھی آپ ﷺ نے دنیا کو اپنے قریب نہیں آنے دیا۔ بسا اوقات مال غنیمت کی صورت میں کثیر مال آپ ﷺ کے پاس آتا لیکن آپ ﷺ کا زہد تھا کہ آپ ﷺ سارا مال بانٹ کر خالی ہاتھ اپنے گھر واپس لوٹتے۔

محترم سامعین! ان تمام روایات و آثار سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ دنیا سے دور رہنا اور اس سے بے رغبتی اختیار کرنا یہ افضل صورت ہے اور تقویٰ پرہیزگاری کا یہی تقاضا ہے اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے اپنے لیے اسی صورت کو پسند کیا اور اسی پر ساری زندگی عمل پیرا رہے، البتہ دنیا کو اپنانا یہ جواز ہے لیکن اس صورت میں فتنہ و آزمائش زیادہ ہے بلکہ دنیا کی کثرت یہ آزمائش کے ساتھ ساتھ پریشانی کا ذریعہ بھی ہے جیسا کہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((مَا أُعْطِيَ رَجُلٌ مِنَ الدُّنْيَا شَيْئًا إِلَّا قِيْلَ لَهُ خُذْهُ وَمِثْلَهُ حُزْنًا.)) [2]

---

[1] صحيح بخاري: 2916.

[2] حلية الاولياء: 20/7.

''جس شخص کو بھی دنیا دی جاتی ہے تو اسے کہا جاتا ہے دنیا لے لو اور اس کی مثل غم و پریشانی بھی لے لو۔''

لہٰذا احتیاط کی راہ یہی ہے کہ ہم دنیا سے بے رغبتی اختیار کریں اور ہمیشہ اپنی آخرت کے لیے تگ و دو کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب بھائیوں کو زہد و تقویٰ اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

رسول اللہ ﷺ کی خشیت الٰہی

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهُ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ . أَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ

﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۗ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ ﴿٢٨﴾﴾

[الفاطر: 28:35]

''اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں سے صرف علماء ہی ڈرتے ہیں، یقیناً اللہ خوب غالب اور بہت بخشنے والا ہے۔''

ہر قسم کی حمد وثناء اللہ رب العالمین کے لیے، درود وسلام امام الانبیاء، احمد مجتبیٰ جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکت کے لیے۔

بھائیو! دوستو! بزرگو! یہ بات یقینی ہے کہ جب انسان کسی چیز کے بارے معرفت تامہ رکھتا ہو تو پھر اس چیز کی افادیت یا اس چیز کے نقصان یا اس چیز کی اہمیت اور قدر و منزلت کو خوب سمجھتا ہے اور جب کسی چیز کے بارے صحیح طور پر معرفت اور پہچان نہ ہو تو اس چیز کے نفع ونقصان کا علم نہ ہو تو اس چیز کو نہ اہمیت دیتا ہے اور نہ ہی اس کی قدر و منزلت کو سمجھتا ہے۔

میں آپ احباب کے سامنے ایک مثال رکھتا ہوں آپ کسی مجلس میں بیٹھے ہیں اور آپ کے پہلو میں ایک شخص بیٹھا ہے جس کو آپ نہیں جانتے تو آپ اس شخص کو کوئی اہمیت نہیں

دیں گے لیکن اس کے برعکس اگر آپ اپنے پہلو میں بیٹھے شخص کو جانتے ہیں اور آپ کے علم میں ہے کہ وہ ایک بہت بڑی علمی شخصیت ہے، خدمت دین میں اس کا ایک نام ہے اور نیکی و تقویٰ میں وہ مشہور ہے تو یقیناً آپ اسے بڑی اہمیت دیں گے، اس کی بڑی عزت و توقیر کریں گے کیونکہ آپ اس کی قدر و منزلت کو جانتے ہیں، اس کے مقام و مرتبہ کو پہچانتے ہیں۔

تو اللہ رب العزت نے مذکورہ آیت میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں سے صرف علماء ہی ڈرتے ہیں کیونکہ وہ اللہ کی عظمت، اللہ تعالیٰ کی شان و شوکت، اللہ تعالیٰ کے جاہ و جلال، اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور بڑائی سے خوب واقف ہوتے ہیں اور یہ یقینی بات ہے کہ رب تعالیٰ کی معرفت اور پہچان جس قدر اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب حضرت محمد ﷺ کو حاصل تھی کسی اور کو نہیں تو اسی قدر رسول اللہ ﷺ میں رب تعالیٰ کا خوف اور خشیت الٰہی بھی سب سے بڑھ کر تھی۔

محترم سامعین! میں آج آپ احباب کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی خشیت الٰہی کی چند جھلکیاں پیش کروں گا اور یہی آج کے خطبے کا موضوع ہے اللہ تعالیٰ مجھے توفیق خاص سے نوازے تاکہ میں آپ احباب تک کتاب و سنت کی روشنی میں اپنی بات کو پہنچا سکوں۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

((صَنَعَ النَّبِيُّ ﷺ شَيْئًا فَرَخَّصَ فِيهِ .))

نبی اکرم ﷺ نے کوئی کام کیا اور لوگوں کو بھی اس کے کرنے کی اجازت دی۔''

((فَتَنَزَّهَ عَنْهُ قَوْمٌ))

''تو کچھ لوگوں نے اس کام سے پرہیز بہتر سمجھا۔''

ان کے اس رویے کی خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے خطبہ دیا، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا:

((مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَتَنَزَّهُونَ عَنِ الشَّيْءِ أَصْنَعُهُ .))

''لوگوں کو کیا ہوگیا ہے جس کام کو میں نے خود کیا ہے یہ اس سے پرہیز کر رہے ہیں؟''

پھر فرمایا:

((فَوَاللَّهِ إِنِّي لَأَعْلَمُهُمْ بِاللَّهِ وَأَشَدُّهُمْ لَهُ خَشْيَةً .)) ❶

"اللہ کی قسم! میں اللہ تعالیٰ کو ان سے زیادہ جاننے والا ہوں اور ان سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں۔"

تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کو جاننے والے تھے اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو آخرت کے امور مثلاً روز قیامت کی ہولناکیاں، جنت وجہنم کے مناظر اور پل صراط کی سختیاں آپ ﷺ کے لیے بڑی واضح فرما دی تھیں کہ گویا یہ سب آپ ﷺ کے لیے عین الیقین کا درجہ رکھتی تھیں یہی وجہ ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ ﷺ کے خادم تھے بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ہمیں ایسا خطبہ دیا کہ اس جیسا میں نے کبھی آپ ﷺ سے نہیں سنا تھا اور آپ ﷺ کے خطبہ میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا .))

"جو (آخرت کے) حقائق میں جانتا ہوں، اگر وہ تمہیں معلوم ہو جائیں تو تم ہنسو کم اور روؤ زیادہ۔"

جب یہ بات رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہونہار اور نیک و پارسا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بیان کی تو حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

((فَغَطَّى أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وُجُوهَهُمْ وَلَهُمْ خَنِينٌ .)) ❷

"رسول اللہ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے اپنے چہرے ڈھانپ لیے اور ان کے رونے کی آواز آنے لگی۔"

یہ روایت رسول اللہ ﷺ کی خشیت الٰہی اور آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہ کی خشیت الٰہی

❶ صحيح بخاري: 6101. ❷ صحيح بخاري: 4621.

اور رب تعالیٰ کے خوف پر واضح دلیل ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی خشیت الٰہی کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ ہم لوگ ایسے ہیں کہ ہمیں دنیا کی فکریں بوڑھا کرتی ہیں کسی کو اولاد کی طرف سے آنے والی پریشانیاں بوڑھا کر دیتی ہیں، کسی کو کاروبار کی طرف سے آنے والی پریشانیاں بوڑھا کر دیتی ہیں، کسی کو رشتہ داروں کی طرف سے آنے والی پریشانیاں بوڑھا کر دیتی ہیں، کسی کو مال و دولت کی فکر بوڑھا کر دیتی ہیں، کسی کو فقر و فاقے کی فکر بوڑھا کر دیتی ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کو دیکھئے آپ ﷺ کے بڑے ہی قریبی ساتھی، آپ ﷺ کی خوشی و غمی کے ساتھی، آپ ﷺ کے سفر وحضر کے ساتھی، آپ ﷺ کے ہجرت کے ساتھی، آپ ﷺ کے یار غار، آپ ﷺ کے خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ کی کنپٹی کے قریب کچھ بال سفید ہیں تو عرض کی:

((يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَدْ شِبْتَ .))

"اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ تو تحقیق بوڑھے ہو گئے۔"

تو رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا:

((شَيَّبَتْنِي هُودٌ وَالْوَاقِعَةُ وَالْمُرْسَلَاتُ وَعَمَّ يَتَسَائَلُونَ وَإِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ .)) [1]

"مجھے ہود، واقعہ، مرسلات، عم یتساءلون اور اذا الشمس کورت سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔"

عزیز ساتھیو! ذرا غور کیجیے رسول اللہ ﷺ کو سفید بال آنے کی وجہ ان سورتوں میں مذکور آخرت کے احوال، مجرمین کا بیان اور سابقہ جن قوموں نے رب تعالیٰ کی نافرمانی کی اور ان پر مختلف صورتوں میں عذاب الٰہی برسا اس کا بیان ہے اور سب خشیت الٰہی اور فکر آخرت کے اثرات ہیں اور آخرت کے امور کے بارے تو رسول اللہ ﷺ دنیا سے زیادہ یقین کرنے

---

[1] جامع ترمذی: 3297، السلسلة الصحيحة: 955.

والے تھے اور ہمیشہ ہر اس عمل کو کرنے کی فکر میں رہتے جو آخرت میں معاون ثابت ہو اور رب تعالیٰ کی خوشنودگی کا باعث ہو۔

آخرت کی فکر اور خشیت الٰہی میں رسول اللہ ﷺ ایک ایسے مقام پر تھے کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ آپ ﷺ کی خشیت الٰہی کا ہی یہ اثر تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو مخاطب ہو کر فرمایا:

((كَيْفَ أَنْعَمُ وَصَاحِبُ الْقَرْنِ قَدْ الْتَقَمَ الْقَرْنَ وَاسْتَمَعَ الْإِذْنَ مَتَى يُؤْمَرُ بِالنَّفْخِ فَيَنْفُخُ .)) ❶

''میں کیسے ناز و نعمت میں رہوں جبکہ صور پھونکنے والا، منہ میں صور لیے کان دھرے ہوئے ہے کہ کب اسے پھونکنے کا حکم دیا جائے اور وہ پھونک دے۔''

جب رسول اللہ ﷺ نے یہ بات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے بیان کی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ بات بڑی گراں گزری اور وہ پریشان ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ کلمہ کہو:

((حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا .))

رسول اللہ ﷺ پر خشیت الٰہی کا ایک اثر یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ جب نماز ادا کرتے تو بڑے خشوع خضوع سے اور بڑے انہماک سے ادا کرتے اور بسا اوقات نماز میں رب تعالیٰ کے خوف سے رو پڑتے جیسا کہ عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يُصَلِّي وَ لِجَوْفِهِ أَزِيزٌ كَأَزِيزِ الْمِرْجَلِ يَعْنِي يَبْكِي .)) ❷

''میں نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ ﷺ کے پیٹ سے ہنڈیا کے کھولنے کی طرح آواز آ رہی تھی یعنی آپ ﷺ رو رہے تھے۔''

اس طرح رسول اللہ ﷺ کی نماز خصوصاً تہجد کی نماز بڑے بڑے لمبے قیام، رکوع اور سجود پر مشتمل ہوتی کہ بسا اوقات پاؤں مبارک میں ورم اور سوزش ہو جاتی جیسا کہ حضرت

❶ جامع ترمذی: 2431۔ الصحیحة: 1079 . ❷ سنن النسائی: 1215 .

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

((قَامَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ.))

"نبی اکرم ﷺ نے (لمبا) قیام کیا یہاں تک کہ پاؤں مبارک میں ورم آ گیا۔"

آپ ﷺ سے پوچھا گیا، آپ ﷺ کے ذمے کوئی گناہ نہیں گویا اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا.)) [1]

"کیا میں (اللہ تعالیٰ کا) شکر گزار بندہ نہ بنوں۔"

اسی طرح رسول اللہ ﷺ پر خشیت الٰہی کا یہ اثر تھا کہ جب آپ ﷺ قرآن سنتے تو طبیعت رقت آمیز ہو جاتی اور کبھی قرآن سن کر اللہ کے ڈر سے اتنا روتے کہ چہرۂ انور پر آنسوؤں کی لڑیاں بن جاتیں جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرماتے ہیں، مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِقْرَأْ عَلَيَّ.))

"مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ۔"

تو میں نے عرض کی:

((آقْرَأُ عَلَيْكَ وَ عَلَيْكَ أُنْزِلَ؟))

"کیا میں آپ ﷺ کو قرآن پڑھ کے سناؤں جبکہ قرآن تو خود آپ ﷺ پر نازل کیا گیا ہے۔"

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي.))

"یقیناً میں چاہتا ہوں کہ اپنے علاوہ کسی دوسرے سے قرآن سنوں۔"

تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں چنانچہ میں نے سورۂ نساء پڑھنا شروع کر

---

[1] صحیح بخاری: 4836.

دی یہاں تک کہ جب میں اس آیت پر پہنچا:

﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾

[النساء 4:41]

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رک جاؤ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا:

((فَإِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ .)) [1]

''آپ ﷺ کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔''

اسی طرح جب خود قرآن کریم تہجد میں پڑھتے تو بسا اوقات عذاب الٰہی والی ایک آیت ہی بار بار پڑھ کر رات گزار دیتے جیسا کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((قَامَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى إِذَا أَصْبَحَ بِآيَةٍ وَالْآيَةُ ﴿إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ .)) [2]

''نبی اکرم ﷺ نے صبح ہونے تک ایک آیت کے ساتھ قیام کیا اور آیت یہ تھی۔''

﴿إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ [المائدة 5:118]

عزیز ساتھیو! ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا دل مبارک رب تعالیٰ کے خوف اور اس کی خشیت سے معمور تھا اسی لیے تو آپ ﷺ نماز خشوع خضوع سے پڑھتے، نماز میں رو دیتے، قرآن سنتے تو رو پڑتے، قرآن خود پڑھتے تو رقت آمیز طبیعت کے ساتھ لیکن آج ہم فانی دنیا میں ایسے مشغول ہو گئے ہیں اور دنیا نے ہمارے دلوں میں ایسے ڈیرے ڈال لیے ہیں کہ نہ ہماری نمازوں میں خشوع خضوع رہا، نہ قرآن سن کر ہماری آنکھیں پرنم ہوتی ہیں، ہمیں تو قرآن پڑھنے کے لیے بھی فرصت نہیں، رب تعالیٰ کا خوف اور خشیت الٰہی دور دور تک دکھائی نہیں دیتی بلکہ آج ایسے لوگ جن کے دل رب تعالیٰ کے خوف

[1] صحیح بخاری: 4582.
[2] سنن نسائی: 1011.

سے آباد ہوں، بہت کم دکھائی دیتے ہیں۔

ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ جب ہم اپنے کسی ساتھی کی نماز جنازہ میں شریک ہوتے تو اس نماز جنازہ، دفنانے اور قبر کو دیکھنے کی وجہ سے کئی کئی دن تک ہمارے دلوں پر اس کا اثر رہتا اور ہماری طبیعت رقت آمیز رہتی لیکن آج ہم نماز جنازہ بھی پڑھتے ہیں، اپنے ہاتھوں سے اپنے قریبیوں کو دفناتے بھی ہیں لیکن دوسرے تو دور کی بات میت کے گھر والے چند گھنٹوں بعد ہنسی مزاح، جگتیں اور دنیا کی باتوں میں مگن ہو جاتے ہیں، کیوں؟ کیونکہ ہم آخرت کو بھول چکے ہیں، ہمیں مرنا بھول گیا ہے۔ ہمیں جہنم کی ہولناکیاں بھول گئیں ہیں، ہم قبر کے بھیانک مناظر بھول چکے ہیں، ہمارے دلوں میں رب تعالیٰ کا خوف نہیں رہا۔ ہم رب تعالیٰ کے جبار اور قہار ہونے کو بھول گئے اللہ ہم سب کی اصلاح فرمائے۔ آمین

آیئے ذرا رسول اللہ ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھئے ان کے خوف اور خشیت کو دیکھئے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کے بارے مروی ہے کہ جب وہ بستر پر لیٹتے تو بسا اوقات دائیں بائیں کروٹیں لینی شروع کر دیتے اور ایسے بے چین ہو جاتے جیسے کڑاہی میں دانا اچھلتا ہے اور بالآخر زبان سے یوں گویا ہوتے:

((اَللّٰهُمَّ إِنَّ النَّارَ قَدْ أَذْهَبَتْ مِنِّي النَّوْمَ .))

"اے اللہ! بلاشبہ جہنم کی آگ (کی یاد) نے میری نیند اڑا دی ہے۔"

راوی بیان کرتا ہے:

((فَيَقُوْمُ فَيُصَلِّي حَتّٰى يُصْبِحَ .))

"حضرت شداد اٹھ کھڑے ہوتے اور صبح ہونے تک نماز پڑھتے رہتے۔"

تو معلوم ہوا کہ خشیت الٰہی اپنانے والا عبادات میں، معاملات میں غرضیکہ زندگی کے ہر پہلو میں بہتر سے بہترین ہو جاتا ہے اور اس کے ہر معاملے میں بہتری پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ وہ ہر عمل کرنے میں رب تعالیٰ کے خوف کو مدنظر رکھتا ہے، بلکہ بعض سلف صالحین رحمہم اللہ نے یہ بھی لکھا ہے:

((رَأْسُ الْحِكْمَةِ مَخَافَةُ اللّٰهِ .))

"حکمت و دانائی کی اصل اور بنیاد اللہ تعالیٰ کا خوف ہے۔"

اور رسول اللہ ﷺ کے سب سے دانا ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ سب سے بڑھ کر خشیت الٰہی رکھتے تھے۔

جس طرح رسول اللہ ﷺ عبادات میں خشیت الٰہی رکھتے تھے اسی طرح معاملات میں بھی بڑا رب تعالیٰ کا خوف رکھتے تھے جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((غَلَا السِّعْرُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ .))

"رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں (مدینہ میں) بھاؤ بڑھ گئے۔"

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: آپ ﷺ ہمارے لیے (اشیاء کے) بھاؤ مقرر کر دیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمُسَعِّرُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الرَّازِقُ .))

"یقیناً اللہ تعالیٰ ہی بھاؤ مقرر کرنے والا، تنگی کرنے والا، فراخی کرنے والا اور رزق دینے والا ہے۔"

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ أَلْقَى رَبِّي وَلَيْسَ أَحَدٌ مِنْكُمْ يَطْلُبُنِي بِمَظْلِمَةٍ فِي دَمٍ وَلَا مَالٍ .)) [1]

"اور یقیناً مجھے امید ہے کہ جب میں اپنے رب سے ملوں گا تو کوئی شخص جان و مال کے بارے ظلم کی بناء پر مجھ سے کوئی مطالبہ کرنے والا نہیں ہوگا۔"

عزیز ساتھیو! یہ رسول اللہ ﷺ کی خشیت الٰہی کا تقاضا تھا کہ آپ ﷺ نے اپنی طرف سے مدینہ میں اشیاء خورد و نوش کی کوئی قیمت مقرر نہیں کی تھی کیونکہ آپ ﷺ ڈرتے تھے کہ کہیں بائع اور مشتری میں سے کسی کے حق میں ظلم نہ ہو جائے اور میری طرف سے کسی کے

[1] جامع ترمذي: 1314، وسنن ابي داود: 3451، وسنن ابن ماجه: 2200.

جان و مال میں کہیں ظلم نہ ہو جائے بلکہ آپ ﷺ نے یہی چاہا کہ میں روز قیامت ایسی حالت میں اپنے خالق و مالک سے ملوں کہ میں نے کسی پر ظلم نہ کیا ہو اور نہ میرے نامہ اعمال میں کسی کے حق میں ظلم لکھا ہوا ہو۔

بھائیو! آج ایسی خشیت الٰہی، ایسا خوف اور ڈر کون رکھتا ہے۔ یہاں تو لین دین کے معاملات میں نہ کسی اپنے کو معافی ہے اور نہ کسی بیگانے کو، آج کون دیکھتا ہے کہ میری طرف سے کسی پر ظلم نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا خوف اور ڈر نصیب فرمائے۔

رسول اللہ ﷺ کی خشیت الٰہی کا یہ عالم تھا کہ اگر موسمی تبدیلی رونما ہوتی تو آپ ﷺ پریشان ہو جاتے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا هَبَّتِ الرِّيْحُ أَو سِمِعَ صَوْتَ الرَّعْدِ تَغَيَّرَ لَوْنُهُ حَتَّى عُرِفَ ذَالِكَ فِي وَجْهِهِ.)) [1]

"رسول اللہ ﷺ جب ہوا چلتی یا بادل گرجنے کی آواز سنتے تو آپ ﷺ کا رنگ تبدیل ہو جاتا حتیٰ کہ اس بناء پر گھبراہٹ آپ ﷺ کے چہرے پر پہچان لی جاتی۔"

اسی طرح ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

((وَكَانَ اِذَا رَاٰى غَيْمًا أَوْ رِيْحًا عُرِفَ فِي وَجْهِهِ.))

"آپ ﷺ جب بادل یا ہوا دیکھتے تو آپ ﷺ کے چہرۂ انور پر پریشانی کے اثرات نظر آتے۔"

تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! لوگ جب بادل دیکھتے ہیں تو وہ اس امید پر خوش ہوتے ہیں کہ ان میں بارش ہوگی۔ جبکہ آپ ﷺ جب بادل دیکھتے ہیں تو ناگواری کے اثرات آپ ﷺ کے چہرے پر نمایاں ہو جاتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يَا عَائِشَةُ! مَا يُؤْمِنِّي أَنْ يَكُوْنَ فِيْهِ عَذَابٌ.))

[1] مسند احمد: 12621.

"مجھے اس سے کیا چیز امن دے، ہوسکتا ہے کہ اس میں عذاب ہو۔"

((عُذِّبَ قَوْمٌ بِالرِّيحِ وَقَدْ رَاٰى قَوْمٌ الْعَذَابَ فَقَالُوا: ﴿هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا﴾ .)) ❶

"کیونکہ ایک قوم کو ہوا کا عذاب دیا گیا تھا، جب انہوں نے عذاب (کا بادل) دیکھا تو کہنے لگے: یہ بادل ہم پر بارش برسائے گا۔"

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں سورج کو گرہن لگ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے صلاۃ کسوف پڑھائی اور لمبا قیام کیا پھر رکوع گئے اور لمبا رکوع کیا پھر رکوع سے اٹھے اور لمبی دیر کھڑے رہے پھر سجدے میں چلے گئے۔ تو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

((وَجَعَلَ يَبْكِي فِي سُجُوْدِهِ وَ يَنْفُخُ وَيَقُوْلُ .))

"رسول اللہ ﷺ اپنے سجدے میں رونے لگے اور زور زور سے سانس لینے لگے۔"

اور آپ ﷺ حالت سجدہ میں یہ کہہ رہے تھے:

((رَبِّ أَلَمْ تَعِدْنِي أَنْ لَا تُعَذِّبَهُمْ وَأَنَا فِيهِمْ، أَلَمْ تَعِدْنِي أَنْ لَا تُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ؟)) ❷

"اے میرے رب! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ جب تک میں ان میں موجود ہوں تو ان کو عذاب نہیں دے گا۔ کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ جب تک یہ استغفار کرتے رہیں گے تو ان کو عذاب نہیں دے گا۔"

رسول اللہ ﷺ نے یہ بات اس لیے کہی کہ قرآن کریم میں رب تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب علیہ السلام سے بایں الفاظ وعدہ فرمایا:

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ

❶ صحيح بخاری: 4829.

❷ سنن ابی داود: 1194، و سنن نسائی: 1497.

يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿٣٣﴾ [الانفال 33:8]

"اور نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب دے جبکہ آپ ﷺ (بھی) ان کے اندر موجود ہوں اور نہیں ہے اللہ عذاب دینے والا ان کو جبکہ وہ بخشش طلب کرتے ہوں۔"

تو جب رسول اللہ ﷺ نے سورج گرہن لگا دیکھا تو آپ ﷺ خشیت الٰہی کی وجہ سے گھبرا گئے کہ کہیں یہ عذاب کی کوئی صورت نہ ہو۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے رب تعالیٰ سے مذکورہ وعدے کو ذکر کیا۔

رسول اللہ ﷺ پر خشیت الٰہی کا یہ اثر تھا کہ آپ ﷺ اپنی زندگی کے ہر معاملے کو اپنے رب کی منشاء کے مطابق گزارتے اور ہر کام میں اپنی امت کے لیے بہترین اسوۂ حسنہ بنے جیسا کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ تین افراد رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی کے پاس آئے اور رسول اللہ ﷺ کی عبادت کے بارے سوال کیا۔ حدیث میں ہے:

((فَلَمَّا أُخْبِرُوا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوهَا فَقَالُوا: وَأَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ قَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ .))

"جب انہیں رسول اللہ ﷺ کی عبادت کے بارے خبر دی گئی تو انہوں نے اس (عبادت) کو بہت کم خیال کیا، (بالآخر) کہنے لگے ہمارا نبی اکرم ﷺ کی عبادت سے کیا مقابلہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دیئے ہیں۔"

یعنی آپ ﷺ کے ذمے تو کوئی گناہ نہیں لہٰذا ہمیں آپ ﷺ سے بڑھ کر عبادت کرنی چاہیے کیونکہ ہم زیادہ گناہ گار ہیں۔

چنانچہ ان میں سے ایک بولا:

((أَمَّا أَنَا فَإِنِّي أُصَلِّي اللَّيْلَ أَبَدًا .))

"البتہ میں تو (ساری زندگی) ہمیشہ رات بھر نماز پڑھتا رہوں گا۔"

پھر دوسرا بولا:

((أَنَا أَصُومُ الدَّهْرَ وَلَا أُفْطِرُ .))

''میں (ساری زندگی) ہمیشہ روزے رکھوں گا اور (کسی دن روزہ) افطار نہیں کروں گا۔''

پھر تیسرا بولا:

((أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا أَتَزَوَّجُ أَبَدًا .))

''میں ساری زندگی عورتوں سے علیحدہ رہوں گا اور نکاح نہیں کروں گا۔''

ان لوگوں نے اپنی اپنی بات کی اور چلے گئے رسول اللہ ﷺ گھر آئے پتہ چلا تو آپ ﷺ ان کے پاس گئے اور پوچھا:

((أَنْتُمُ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا؟))

''کیا تم ہی لوگوں نے اس اس طرح بات کی تھی؟''

پھر فرمایا:

((أَمَا وَاللهِ إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلَّهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ لَكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي)) [1]

''خبردار اللہ کی قسم! میں تمہاری نسبت اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں، لیکن میں (نفلی) روزے رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، (رات کو نفلی) نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔''

عزیز ساتھیو! اس حدیث سے بہت سے فائدے حاصل ہوتے ہیں مثال کے طور پر:

1 رسول اللہ ﷺ سب سے بڑھ کر خشیت الٰہی اور تقویٰ و پرہیزگاری رکھنے والے تھے۔

2 خشیت الٰہی کا یہ مطلب نہیں کہ ہم دنیا داری چھوڑ دیں، نہ اپنی جان کا خیال رکھیں نہ قریبی تعلق داری کا، بلکہ خشیت الٰہی کا مطلب ہے کہ ہم ہر معاملے میں اللہ سے ڈر کر

[1] صحیح بخاری: 5063.

زندگی بسر کریں۔

3 خشیت الٰہی کو اپنانے والا صحیح معنیٰ میں وہ ہے جو سنت کا پیرو کار ہے۔

4 نکاح رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔

5 خشیت الٰہی کا حامل وہ شخص ہے جو ہر حق والے کو اس کا حق دے۔

6 دین میں میانہ روی پسندیدہ عمل ہے۔

7 نیکی کا ارادہ رکھتے ہوئے جو عمل سنت کے خلاف کیا جائے، اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

8 خلاف سنت اگر کوئی عمل صحابی بھی کرے گا تو وہ عمل مقبول نہیں ہے۔

9 سنت سے اعراض کرنے والا رسول اللہ ﷺ کی امت میں سے نہیں۔

10 رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

لٰہذا میرے بھائیو! ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں اور خشیت الٰہی کو اپنائیں کیونکہ جو لوگ خشیت الٰہی کو اپناتے ہیں ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن کریم میں دو بڑے فائدے بیان کیے ہیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ۝١٢﴾

[الملك 12:67]

”بلاشبہ جو لوگ بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لیے بخشش اور بہت بڑا اجر ہے۔“

تو معلوم ہوا خشیت الٰہی اپنانے سے ایک تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے گا اور دوسرا آخرت میں بہت بڑے اجر کا وعدہ ہے اور وہ وعدہ اللہ تعالیٰ کی جنت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کا وارث بنا دے۔ آمین

محترم سامعین! ان تمام آیات، روایات اور آثار سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ سب سے بڑھ کر اللہ کا خوف اور خشیت رکھنے والے کیونکہ آپ ﷺ سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتے تھے اور رب تعالیٰ نے دنیا کی حقیقت آپ ﷺ کے سامنے بڑی واضح کر دی تھی۔

لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ ہم ہر وقت اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کی خشیت اپنے دل میں آباد رکھیں کیونکہ رب تعالیٰ کا خوف ہر خیر کے حصول کے لیے ایک بنیادی ذریعہ ہے جیسا کہ امام فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((مَنْ خَافَ اللّٰهَ دَلَّهُ الْخَوْفُ عَلٰى كُلِّ خَيْرٍ .))

''جو اللہ سے ڈرتا ہے تو اس (اللہ) کا خوف اسے ہر خیر کی رہنمائی کرتا ہے۔''

بلکہ رب تعالیٰ کا خوف تو ایک عابد وزاہد انسان کے لیے زینت ہے جیسا کہ امام حاتم اصم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((لِكُلِّ شَيْءٍ زِيْنَةٌ وَزِيْنَةُ الْعِبَادَةِ، الْخَوْفُ .))

''ہر چیز کی زینت ہوتی ہے اور عبادت کی زینت (رب تعالیٰ کا) خوف ہے۔''

رسول اللہ ﷺ خشیت الٰہی کے لیے دعا کیا کرتے تھے اور یہ کلمات کہتے:

((اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا يَحُوْلُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيْكَ)) [1]

عزیز بھائیو! آج ہر سو ہمیں جو برائی کی کثرت، شرم وحیاء کا فقدان، فحاشی وعریانی کا پھیل جانا، ظلم وزیادتی کا پھیل جانا، قتل وغارت اور ڈکیتی کی کثرت، ایک دوسرے کے حقوق کی حق تلفی وغیرہ جتنے بھی گناہ نظر آرہے ہیں اس کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ ہمارے دلوں میں رب تعالیٰ کا خوف، اس کی خشیت، اس کی عظمت، اس کا جاہ وجلال، اس کی توقیر اور قدر دانی نہیں رہی اور رسول اللہ ﷺ کی خشیت الٰہی بیان کرنے کا مقصد یہی ہے کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے بن جائیں اور خشیت الٰہی سے ہمارے دل معمور ہو جائیں تاکہ دنیا وآخرت میں سرخروی حاصل ہو جائے اور ہم سب سے ہمارا رب راضی ہو جائے، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ احباب کو اپنی خشیت اور اپنا ڈر اور خوف نصیب فرما دے۔ آمین

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

[1] جامع ترمذی: 3502.

رسول اللہ ﷺ کا اخلاق

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهُ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ . أَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

﴿وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝﴾ [القلم 68:4]

”یقیناً آپ ﷺ خلق عظیم کے مالک ہیں۔“

ہر قسم کی حمد وثناء اللہ رب العالمین کے لیے، بے شمار لاتعداد درود وسلام سرورکونین، امام المرسلین، رحمۃ للعالمین، جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کے لیے۔

محترم سامعین! آج کے خطبے کا موضوع ”رسول اللہ ﷺ کا اخلاق“ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں رسول اللہ ﷺ کو دیگر بہت سی صفات اور خوبیوں سے نوازا تھا وہاں ایک عظیم صفت آپ ﷺ کا بلند پایہ اخلاق تھا اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ خالق کائنات نے، رب کائنات نے آپ ﷺ کی تعلیم وتربیت خود فرمائی تھی۔ اور قرآن کریم جیسی انمول اور قیمتی کتاب دے کر آپ ﷺ کو اخلاق حسنہ کے سب سے بلند پایہ مقام تک پہنچادیا، جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت ہے سعد بن ہشام بن عامر رحمہ اللہ نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا:

((يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ! أَنْبِئِيْنِي عَنْ خُلُقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَتْ!

أَلَسْتَ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ؟ قُلْتُ: بَلٰى .)) ❶

"ام المومنین! مجھے رسول اللہ ﷺ کے خلق عظیم کے بارے بتایئے، تو انہوں نے کہا: کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ تو میں نے عرض کی: کیوں نہیں۔"

تو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

((فَإِنَّ خُلُقَ نَبِيِّ اللّٰهِ كَانَ الْقُرْآنَ .))

"اللہ کے نبی ﷺ کا اخلاق قرآن ہی تھا۔"

تو گویا رسول اللہ ﷺ کا عمل قرآن کریم کی عملی تصویر ہوتی، اللہ تعالیٰ قرآن کو نازل فرماتے تو رسول اللہ ﷺ اس کا عملی نمونہ اپنی سیرت و کردار سے پیش کرتے۔

رسول اللہ ﷺ کے بلند پایہ اخلاق کے بارے اگر کسی صحابی سے کچھ مروی نہ بھی ہوتا تو رب تعالیٰ کی گواہی ہی ہمارے لیے بہت بڑی گواہی ہے جو کہ خالق ارض وسماء ہے، جو کہ رب کائنات ہے چنانچہ رب تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے خلق کے بارے یوں تزکیہ بیان فرمایا:

﴿ وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ ﴾ [القلم 68:4]

"یقیناً آپ ﷺ خلق عظیم کے مالک ہیں۔"

عزیز بھائیو! کسی کے اخلاق کے اچھے ہونے کی گواہی اس کے والدین دیتے ہیں، کسی کے اخلاق کے اچھے ہونے کی گواہی اس کے اساتذہ دیتے ہیں، کسی کے اخلاق کے اچھے ہونے کی گواہی اس کے رشتہ دار دیتے ہیں، کسی کے اخلاق کے اچھے ہونے کی گواہی اس کے محلے دار دیتے ہیں، کسی کے اخلاق کے اچھے ہونے کی گواہی اس کے دوست واحباب دیتے ہیں لیکن سبحان اللہ! میرے ماں باپ ان پر قربان ہوں! رسول اللہ ﷺ وہ ہستی مقدسہ ہیں جن کے اخلاق کے اچھے ہونے کی گواہی رب تعالیٰ نے خود دی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا اخلاق اس قدر اچھا تھا کہ اس کے معترف اپنے بھی تھے بیگانے بھی تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ کے دشمن بھی اس بات کے معترف تھے۔

❶ صحیح مسلم: 746.

رسول اللہ ﷺ کے اچھے خلق کا ایک کمال یہ بھی تھا کہ جو شخص آپ ﷺ کے جتنا قریب ہوتا اتنا ہی آپ ﷺ کی محبت میں اسیر ہو جاتا، اتنا ہی آپ ﷺ کا گرویدہ ہو جاتا جبکہ انبیاء علیہ السلام کے بعد آپ ﷺ کے علاوہ کوئی بھی انسان ہو جتنا کوئی شخص اس کے قریب ہوگا اسے اتنے ہی اس کے عیبوں اور اس کی کمزوریوں پر اطلاع ہوگی۔

آیئے میں آپ احباب کو رسول اللہ ﷺ کے اخلاق حسنہ کے بارے ان افراد کے تاثرات بیان کرتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں شب وروز گزارنے والے تھے:

زوجہ محترمہ:

رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابوعبداللہ جدلی رحمہ اللہ نے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے بارے پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

((لَمْ يَكُنْ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا وَلَا صَخَّابًا فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا يَجْزِيْ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلٰكِنْ يَعْفُو وَيَصْفَحُ .)) ❶

”رسول اللہ ﷺ نہ فحش گو تھے اور نہ فحش گوئی پسند کرتے تھے اور نہ بازاروں میں چکر لگانے والے، نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے تھے بلکہ معاف کرتے اور درگزر کرتے تھے۔“

اسی طرح ایک دوسری روایت میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے بارے یوں بیان کرتی ہیں:

((مَا ضَرَبَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ شَيْئًا قَطُّ بِيَدِهِ وَلَا امْرَأَةً وَلَا خَادِمًا إِلَّا أَنْ يُّجَاهِدَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ .)) ❷

”رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا، نہ کسی عورت کو، نہ کسی غلام کو الا یہ کہ آپ اللہ کی راہ میں جہاد کر رہے ہوں۔“

یہ آپ ﷺ کے کریمانہ اخلاق کی نشانی تھی کہ آپ ﷺ نے کبھی کسی پر ناجائز ہاتھ نہیں

❶ جامع ترمذی: 2016. ❷ صحیح مسلم: 2328.

اٹھایا تھا بلکہ نہ زبان سے، نہ ہاتھ سے کبھی کسی کو تکلیف دی۔

خادم رسول ﷺ:

بسا اوقات انسان اپنے گھر والوں کے ساتھ تو بڑے اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرتا ہے، ان سے نرمی سے پیش آتا ہے لیکن اپنے ماتحت لوگوں کے ساتھ اس کا رویہ بڑا ترش ہوتا ہے، بات بات پہ ان کو برا بھلا کہنا، ملامت کرنا اور ڈانٹ ڈپٹ کرنا اس کی عادت ہوتی ہے لیکن آیئے ذرا رسول اللہ ﷺ کے خادم سے آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ کے بارے سنیئے کیا فرماتے ہیں۔

چنانچہ خادم رسول ﷺ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے فرماتے ہیں:

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا .))

''رسول اللہ ﷺ تمام انسانوں میں اخلاق کے سب سے اچھے تھے۔''

پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنا قصہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن مجھے کسی کام کے لیے بھیجا تو میں نے کہا:

((وَاللّٰهِ! لَا أَذْهَبُ .))

''اللہ کی قسم! میں نہیں جاؤں گا۔''

فرماتے ہیں: حالانکہ میرے دل میں یہ تھا کہ میں ضرور جاؤں گا کیونکہ اللہ کے نبی ﷺ نے حکم دیا۔

عزیز ساتھیو! ذرا سوچیے کہ ہم میں سے کسی شخص کا غلام ہو اور وہ ہمیں آگے سے یوں جواب دے: ''اللہ کی قسم! میں نہیں جاؤں گا۔'' تو کیا ہم اسے برداشت کریں گے، اس کی اس حرکت پر چشم پوشی کریں گے، کیا ہم معاف کریں گے؟ کیا ہم سے درگزر ہوگا؟

بھائیو! آج ہم رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کی تو بڑی بات کرتے ہیں، آپ ﷺ کے خلق عظیم پر بڑی لمبی لمبی وعظ و نصیحت کرتے بھی ہیں، سنتے بھی ہیں لیکن کیا یہ سب کچھ بیان کے لیے ہی ہے، کیا یہ سب کچھ سننے کے لیے ہی ہے آج ہمارا اخلاق کیوں نہیں بہتر ہوتا؟ آج

ہمارے اخلاق میں تبدیلی کیوں نہیں آتی تو معلوم ہوا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے خلق عظیم کو صحیح معنی میں سمجھا ہی نہیں جبکہ دین اسلام تو عمل کا تقاضا کرتا ہے جیسے ایک دانا کا قول ہے:

((لَا تَسْعَدُ بِمَا عَلِمْتَ بَلْ تَسْعَدُ بِمَا عَمِلْتَ.))

''جو تم نے سیکھا اس کے ساتھ تم نیک بخت نہیں ہو سکتے بلکہ جو تم نے عمل کیا اس کے ساتھ تم نیک بخت ہو گے۔''

تو بھائیو! سعادت مندی اسی بات میں ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے اخلاق حسنہ کو اپنی زندگیوں میں ڈھالیں۔

تو بات ہو رہی تھی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی تو فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے کام کے لیے جب نکلا تو راستے میں میرا گزر چند لڑکوں کے پاس سے ہوا جو بازار کے راستے میں کھیل رہے تھے۔

تو چونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی لڑکپن کی عمر میں تھے اور بچپنا غالب تھا۔ تو وہ بھی ان کو دیکھنے میں مشغول ہو گئے کچھ وقت گزرا تو رسول اللہ ﷺ بھی ان کے پیچھے ان کی تلاش میں وہاں پہنچ گئے، رسول اللہ ﷺ نے انہیں پیچھے سے گدی سے پکڑ لیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ وَهُوَ يَضْحَكُ.))

''میں نے (فوراً پیچھے) آپ ﷺ کی طرف دیکھا تو آپ ﷺ مسکرا رہے تھے۔''

پھر رسول اللہ ﷺ نے محبت بھرے انداز میں ان سے پوچھا:

((يَا أُنَيْسُ! أَذَهَبْتَ حَيْثُ أَمَرْتُكَ؟))

''اے چھوٹے انس! کیا تم وہاں گئے تھے جہاں میں نے جانے کا حکم دیا تھا۔''

تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

((نَعَمْ، أَنَا أَذْهَبُ يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ.)) [1]

---

[1] صحيح مسلم: 2310.

''جی ہاں، اللہ کے رسول ﷺ! میں ابھی جا رہا ہوں۔''

یہ تھا رسول اللہ ﷺ کا خلق عظیم بلکہ رسول اللہ ﷺ نے تو اپنی امت کو بھی یہ تعلیم دی ہے کہ جب تمہارا خادم تمہارے لیے کوئی چیز پکا کر لاتا ہے تو اسے بھی کھانے میں اپنے ساتھ شریک کر لو کیونکہ اس کی گرمی اور دھواں اس نے برداشت کیا ہے اور اگر کھانا تھوڑا ہے تو فرمایا:

((فَلْيَضَعْ فِي يَدِهِ أُكْلَةً أَوْ أُكْلَتَيْنِ .)) ❶

''تو اسے ہاتھ میں ایک دو لقمیں کھانے کے لیے دے دو۔''

اسی طرح خادم رسول اللہ ﷺ انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((خَدِمْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَشْرَ سِنِينَ فَمَا قَالَ لِي أُفِّ قَطُّ .)) ❷

''میں نے نبی اکرم ﷺ کی دس سال خدمت کی لیکن کبھی آپ ﷺ نے مجھے اف تک نہیں کہا تھا۔''

بھائیو! ذرا سوچئے دس سال کا عرصہ کوئی معمولی عرصہ نہیں ہے بہت لمبا پیریڈ ہے لیکن آپ ﷺ کا خلق عظیم یکساں اور برابر ایک جیسا رہا آج ہماری صورت حال یہ ہے کہ دس سال تو دور کی بات ہے دس دن بھی ہم کسی کو برداشت نہیں کر سکتے اور غلام تو غلام ہم تو اپنے قریبی رشتہ دار کو بھی نہیں برداشت کر سکتے، اس کی کوتاہیاں نظر انداز نہیں کر پاتے، اللہ تعالیٰ ہم سب کی اصلاح فرمائے۔ آمین

مسند احمد کی ایک روایت میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے خلق عظیم کے بارے یوں فرماتے ہیں:

((خَدِمْتُ النَّبِيَّ ﷺ سِنِينَ فَمَا سَبَّنِي سَبَّةً قَطُّ وَلَا ضَرَبَنِي ضَرْبَةً وَلَا انْتَهَرَنِي وَلَا عَبَسَ فِي وَجْهِي .))

''میں نے کئی سال رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی لیکن آپ ﷺ نے کبھی مجھے نہ گالی دی، نہ کبھی مارا، نہ مجھے کبھی ڈانٹا اور نہ کبھی مجھے دیکھ کر تیوری چڑھائی۔''

❶ صحیح مسلم: 1663. ❷ جامع ترمذی: 2015.

مزید فرماتے ہیں:

((وَلَا اَمَرَنِي بِأَمْرٍ فَتَوَا نَيتُ فِيهِ فَعَا تَبَنِي عَلَيْهِ فَإِنْ عَاتَبَنِي عَلَيْهِ اَحَدٌ مِنْ أَهْلِهِ قَالَ: دَعُوهُ فَلَوْ قُدِّرَ شَيْئًا كَانَ.)) ❶

''اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ ﷺ نے مجھے کوئی کام کہا تو میں نے اس میں کوتاہی کی تو آپ ﷺ نے مجھے اس پر ڈانٹا ہو اور اگر اس کام میں کوتاہی پر آپ ﷺ کے اہل خانہ میں سے کوئی ڈانٹتا تو آپ ﷺ فرماتے: اس کو چھوڑ دو (ڈانٹو نہ) اگر مقدر میں ہوتا تو ہو جاتا۔''

عزیز ساتھیو! آپ احباب نے رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ کے تاثرات بھی سن لیے اور رسول اللہ ﷺ کے خادم کے تاثرات بھی سن لیے اب میں آپ حضرات کے سامنے دیگر لوگوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے حسن اخلاق کی چند جھلکیاں پیش کرتا ہوں۔

❁:......رسول اللہ ﷺ کے حسن خلق کا حصہ ایک بات یہ بھی تھی کہ آپ ﷺ لین دین اور تجارت کے معاملات میں بھی بڑے اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرتے اور ہر ایک سے بڑے نرم مزاج اور خیر خواہی کے جذبے سے لبریز ہو کر تجارت وغیرہ کا معاملہ سر انجام دیتے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا جس سے رسول اللہ ﷺ نے جہاد فی سبیل اللہ کی غرض سے ادھار اونٹ لیا ہوا تھا چنانچہ وہ آیا اور بڑے سخت اور ترش لہجے میں اپنے قرض کا مطالبہ کرنے لگا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کا یہ رویہ اچھا نہ لگا چنانچہ وہ اسے پکڑنے کے لیے آگے بڑھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((دَعُوهُ فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا.))

''اسے چھوڑ دو کیونکہ حق دار کو بات کرنے کا حق حاصل ہے۔''

پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ اسے اس کے اونٹ جیسا اونٹ دے

❶ دلائل النبوۃ لابی نعیم، ص: 57.

دو۔ تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمارے پاس اس کے اونٹ سے بہتر اونٹ (ہی) موجود ہے۔

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَعْطُوهُ، فَإِنَّ مِنْ خَيْرِكُمْ أَحْسَنَكُمْ قَضَاءً.)) ❶

''(کوئی بات نہیں) اسے دے دو، تم میں سب سے اچھے لوگ وہ ہیں جو واجبات کی ادائیگی میں اچھے ہوں۔''

❀:...... رسول اللہ ﷺ کے حسن اخلاق کی ایک علامت یہ تھی کہ آپ ﷺ سے جو کوئی مخاطب ہوتا آپ ﷺ اسے بڑی اہمیت دیتے اور ہمیشہ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو مسکراتے چہرے سے ملتے اور تبسم فرماتے جیسا کہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی اس مبارک صفت کو یوں بیان کرتے ہیں:

((مَا حَجَبَنِي النَّبِيُّ ﷺ مُنْذُ أَسْلَمْتُ وَلَا رَآنِي إِلَّا تَبَسَّمَ فِي وَجْهِي)) ❷

''جب سے میں مسلمان ہوا ہوں نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے کوئی اوٹ نہیں رکھی اور آپ ﷺ نے ہمیشہ مجھے مسکراتے چہرے ہی سے دیکھا۔''

بلکہ رسول کریم ﷺ نے اپنی امت کو بھی اس بات کی ترغیب دی ہے کہ مسلمان بھائی کو مسکراتے چہرے سے ملنا بھی نیکی ہے جیسا کہ فرمان نبوی ہے:

((تَبَسُّمُكَ فِي وَجْهِ أَخِيكَ لَكَ صَدَقَةٌ.)) ❸

''تیرا اپنے بھائی کو مسکراتے چہرے سے ملنا بھی صدقہ ہے۔''

لہٰذا اس صدقے پر بھی مسلمان کے لیے اجر و ثواب ہے۔

❀:...... رسول اللہ ﷺ کے خلق عظیم سے نا صرف آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم متاثر تھے بلکہ اس وقت کے غیر مسلم بھی آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ سے بڑے متاثر ہوتے تھے چنانچہ

❶ صحیح بخاری: 2306. ❷ صحیح بخاری: 3035.
❸ جامع ترمذی: 1956.

صحیح بخاری کی روایت ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی بچہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں آیا کرتا تھا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت وغیرہ بھی کرتا، ایک مرتبہ وہ بیمار ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ اس کی بیمار پرسی کرنے کے لیے تشریف لے گئے۔ رسول اللہ ﷺ اس بچے کے سرہانے بیٹھ گئے اور اسے اسلام کی دعوت دی اور فرمایا: أَسْلِمْ ”مسلمان ہو جاؤ۔“

تو اس بچے نے اپنے باپ کی طرف دیکھا تو اس بچے کا باپ آپ ﷺ کے آنے اور بیمار پرسی کرنے اور آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ سے اس قدر متاثر ہوا کہ بیٹے سے کہنے لگا:

((أَطِعْ اَبَا الْقَاسِمِ .))

”ابوالقاسم ﷺ کی بات مان لو۔“

”چنانچہ وہ بچہ مسلمان ہوگیا۔“ رسول اللہ ﷺ جب بیمار پرسی کر کے باہر آئے تو رب تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے یوں کہا:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ .)) [1]

”اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اس لڑکے کو آگ سے بچا لیا۔“

محترم سامعین! یہ رسول اللہ ﷺ کے اچھے اخلاق کی وجہ تھی جس وجہ سے ایک غیر مسلم اتنا متاثر ہوا اور آپ ﷺ کے دین کو قبول کرنے پر مجبور ہوگیا اور یہ اچھے اخلاق کی نشانی اور علامت ہوتی ہے کہ انسان اپنے سے کمزور کو بھی اہمیت دے اور عزت کی نگاہ سے دیکھے یہی وجہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ کو اگر کوئی غریب یا کمزور بھی اپنی ضرورت کے لیے بلاتا تو آپ ﷺ اس کی بات بھی بڑے دھیان سے سنتے اور اسے عزت دیتے بلکہ آپ ﷺ کا خلق عظیم اتنا اعلیٰ تھا کہ جو پتھر مارنے والے تھے، آپ ﷺ نے ان کے لیے بھی بھلائی کی دعا کی۔

رسول اللہ ﷺ کے اچھے اخلاق کا اثر آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بھی بڑا گہرا تھا۔

[1] صحیح بخاری: 1356.

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے خلق عظیم اور حسن خلق سے ایسی تربیت پائی تھی کہ اگر انہیں کوئی گالی بھی دیتا تو پھر بھی اس سے اچھے اخلاق سے پیش آتے جیسا کہ مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جا رہے تھے کہ کسی شخص نے انہیں گالی دی جب وہ شخص اپنی بری زبان استعمال کر کے فارغ ہوا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے شاگرد عکرمہ رحمہ اللہ کو مخاطب ہو کر فرمایا:

((یَا عِکْرَمہ! انظُرْ هَل للرَّجُلِ حاجةٌ فَنَقْضِيهَا.)) ❶

”اے عکرمہ! دیکھو (پتا کرو) اس بندے کی کوئی ضرورت ہے تو بتاؤ ہم اسے پورا کر دیں۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس جواب سے اس بندے نے مارے شرم کے اپنا سر جھکا لیا۔

❀:......رسول اللہ ﷺ کے حسن خلق کی ایک علامت یہ بھی تھی کہ کوئی جاہل آپ ﷺ کے ساتھ جس قدر جہالت برتتا آپ ﷺ اس سے بڑھ کر اس سے اخلاق حسنہ سے پیش آتے، چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا، آپ ﷺ نے اپنے اوپر موٹے حاشیے والی نجرانی چادر لے رکھی تھی کہ ایک بدو آپ ﷺ سے ملا اس نے چادر سے پکڑ کر زور سے رسول اللہ ﷺ کو کھینچا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس بدو کے زور سے کھینچنے کی وجہ سے آپ ﷺ کے کندھے مبارک پر نشان پڑ گیا۔

پھر وہ بدو بولا اور کہنے لگا:

((يَا مُحَمَّدُ! مُرْلِي مِن مَّالِ اللّٰهِ الَّذِي عِنْدَكَ.))

”اے محمد (ﷺ)! تمہارے پاس جو اللہ تعالیٰ کا مال ہے اس میں سے مجھے بھی دو۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ ضَحِكَ.)) ❷

❶ منهاج القاصدين، ص: 199. ❷ صحيح بخاري: 5809.

”رسول اللہ ﷺ اس آدمی کی طرف متوجہ ہوئے تو ہنس دیئے۔“

میرے بھائیو! ذرا غور کیجیے کہ آج ہمارے ہاں جبکہ کہا جاتا ہے کہ تعلیم عام ہو رہی ہے، پڑھے لکھے لوگوں کی شرح میں اضافہ ہو رہا ہے لیکن ہمارے اس پڑھے لکھے معاشرے میں ایسی مثال نہیں ملے گی کہ کوئی کسی کو سخت لہجے میں مخاطب کرے تو سننے والا برداشت کر لے ہمارا اخلاق اس قدر گر چکا ہے کہ راستے میں اگر کسی کی گاڑی یا موٹر سائیکل اچانک کسی وجہ سے بند ہو جائے تو ہم صبر سے کام نہیں لیتے اس پر آوازیں کسنا شروع کر دیتے ہیں اسے بڑے غصے سے گھورتے ہیں۔

میرے بھائیو! کیا رسول اللہ ﷺ کی یہ تعلیم تھی، کیا رسول اللہ ﷺ نے مسلم معاشرے کو یہ کچھ سکھایا تھا، میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم میں سے کسی کے پاس کوئی ضرورت مند آتا اور اس طرح کرخت لہجے میں آکر مانگتا تو پھر آپ دیکھتے کہ اس بیچارے کا کیا حشر ہوتا، اس کا کیسے حلیہ بگاڑا جاتا۔

تو آیئے ہم سب کو چاہیے کہ اپنے اخلاق کی اصلاح کریں اور اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاق نبوی کو اپنی زندگی کے سانچے میں ڈھالنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

تو رسول اللہ ﷺ نے ہنستے ہوئے اسے دیکھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اسے دینے کا حکم دیا۔

❀:...... آیئے میں آپ احباب کو رسول اللہ ﷺ کے اخلاق حسنہ کی ایک اور مثال پیش کرتا ہوں صحیح مسلم کی روایت ہے حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ دورانِ نماز کسی آدمی کو چھینک آئی تو میں نے نماز میں ہی: یَرْحَمُكَ اللّٰه“ کہہ دیا۔ تو فرماتے ہیں:

((فَرَمَانِي الْقَوْمُ بِأَبْصَارِهِمْ .))

”لوگوں نے مجھے گھورنا شروع کر دیا۔“

تو میں نے کہا:

((وَا ثُكْلَ أُمِّيَاهْ! مَا شَأْنُكُمْ؟ تَنْظُرُونَ إِلَيَّ .))

"میری ماں مجھے گم پائے، تم سب کو کیا ہو گیا ہے؟ کہ مجھے گھور رہے ہو؟"

لوگ اور غصے میں آ کر اپنی رانوں پر ہاتھ مارنے لگے گویا کہ مجھے خاموش کرا رہے ہوں بہر حال میں خاموش ہو گیا، جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((بِأَبِي هُوَ وَأُمِّي .))

"میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان!"

((مَا رَأَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ أَحْسَنَ تَعْلِيمًا مِنْهُ .))

"میں نے آپ ﷺ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ سے بہتر کوئی معلم یعنی سکھانے والا نہیں دیکھا۔"

مزید بیان کرتے ہیں:

((فَوَاللّٰهِ مَا كَهَرَنِي وَلَا ضَرَبَنِي وَلَا شَتَمَنِي .))

"اللہ کی قسم! نہ تو آپ ﷺ نے مجھے ڈانٹا، نہ مجھے مارا اور نہ مجھے برا بھلا کہا۔"

بلکہ رسول اللہ ﷺ نے صرف یہ فرمایا:

((إِنَّ هٰذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ إِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ)) [1]

"یہ نماز ہے اس میں کسی قسم کی گفتگو کرنا درست نہیں یہ تو صرف تسبیح و تکبیر اور قرآن کریم کی تلاوت ہے۔"

محترم سامعین! دیکھیے رسول اللہ ﷺ کا اعلیٰ اخلاق کہ ایک شخص نا سمجھ ہے نماز کے احکام سے ناواقف ہے تو اس کا حق ہے کہ اسے پیار اور شفقت سے سمجھایا جائے اسے احسن انداز میں تعلیم دی جائے نہ کہ اس کی دل آزاری کی جائے اور بجائے اس کی حوصلہ افزائی کے اس کی حوصلہ شکنی کی جائے۔

---

[1] صحیح مسلم: 537.

آج ہمارا دین دار طبقہ مسجدوں کے متولی اور خادم حضرات یا مسجدوں میں موجود بزرگ حضرات کا اخلاق اس قدر گرا ہوا ہوتا ہے کہ اگر مسجد میں کسی بچے سے یا کسی آنے والے اجنبی سے کوئی غلطی یا کوتاہی ہو جائے تو اسے طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جاتا ہے، اس پر آوازیں کسی جاتی ہیں اور اسے طرح طرح کے القاب سے متصف کیا جاتا ہے کہ وہ بیچارہ بھولے سے بھی مسجد کی طرف آنے کا رخ نہیں کرتا۔

بھائیو! ہمیں اپنی اصلاح کرنا ہوگی ہمیں لوگوں کو مسجد کے قریب کرنا چاہیے، نہ کہ ہماری وجہ سے کوئی شخص رب تعالیٰ کے گھر سے دور ہو جائے۔ بھائیو! برداشت کریں، درگزری سے کام لیں رب کے گھر سے جوڑنے والے بنیں، توڑنے والے نہ بنیں آیئے ذرا پیارے پیغمبر علیہ السلام کے طرز عمل کو دیکھئے آپ ﷺ نے تو اس شخص کو بھی برا بھلا نہیں کہا تھا، جس نے آپ ﷺ کی عظیم المرتبت مسجد، مسجد نبوی میں پیشاب کر دیا۔

چنانچہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بدو آیا:

((فَبَالَ فِي طَائِفَةِ الْمَسْجِدِ فَزَجَرَهُ النَّاسُ .)) [1]

''اس نے مسجد کے ایک کونے میں پیشاب کرنا شروع کر دیا تو لوگوں نے اسے ڈانٹا۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ ﷺ .))

''تو نبی ﷺ نے انہیں (یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کو) روک دیا۔''

جب وہ پیشاب سے فارغ ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے پانی کا ڈول منگوایا اور اس کے پیشاب پر بہا دیا۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان ڈانٹنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مخاطب ہو کر فرمایا:

---

[1] صحيح بخاري: 221.

((فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِينَ وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ .)) [1]

''تم لوگ آسانی پیدا کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو، تمہیں سختی کرنے کے لیے نہیں بھیجا گیا۔''

❁:......رسول اللہ ﷺ کے حسن خلق کا ایک منظر آپ ﷺ کی گھریلو زندگی میں یوں نمایاں ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((مَا عَابَ النَّبِيُّ ﷺ طَعَامًا قَطُّ إِنِ اشْتَهَاهُ أَكَلَهُ وَإِلَّا تَرَكَهُ .)) [2]

''نبی اکرم ﷺ نے کبھی کسی کھانے کو عیب دار نہیں کہا، اگر آپ ﷺ کو وہ پسند لگتا تو کھا لیتے ورنہ چھوڑ دیتے۔''

یہ بھی رسول اللہ ﷺ کے بلند اخلاق کی علامت تھی کہ آپ ﷺ کی گھریلو زندگی بڑی پر سکون تھی اور آپ ﷺ کے اہل خانہ کو بھی آپ ﷺ کی طرف سے سکون اور خوشی میسر تھی ذرا ذرا سی بات پر لڑنا، یا گھر والوں کو برا بھلا کہنا، یا ڈانٹ ڈپٹ کرنا، یا بات بات پہ نقطہ چینی کرنا۔ آپ ﷺ کی عادت نہیں تھی یہاں تک کہ کھانے پینے کی اشیاء میں بھی آپ ﷺ درگزر فرماتے اور کوئی سرزنش نہیں کرتے تھے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ لونڈی حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھولے پن کے بارے بیان کرتی ہیں:

((أَنَّهَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ تَنَامُ عَنْ عَجِينِ أَهْلِهَا فَتَأْتِي الدَّاجِنُ فَتَأْكُلُهُ .)) [3]

''کہ وہ کم عمر لڑکی ہے، اپنے گھر والوں کے لیے آٹا گوندھ کر سو جاتی ہے اتنے میں گھر کی بکری آ کر آٹا کھا جاتی ہے۔''

لیکن رسول اللہ ﷺ اس قسم کی کسی کوتاہی پر اپنے اہل خانہ کو کچھ نہ کہتے اور ہماری صورت حال یہ ہے کہ ہم ذرا سی کھانے میں نمک مرچ کی کمی بیشی ہو جائے تو گھر سر پہ اٹھا

[1] صحيح بخاري: 220. [2] صحيح بخاري: 3563.
[3] صحيح بخاري: 4750.

لیتے ہیں اور اگلے پچھلے سارے ادھار اتار لیتے ہیں اللہ ہماری اصلاح فرمائے۔ آمین

❁:...... رسول اللہ ﷺ کے بلند پایہ اخلاق کا ایک کمال یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا اخلاق زندگی کے ہر مرحلے میں، اور ہر خاص و عام کے لیے یکساں اور سب کے لیے اچھا تھا آپ احباب نے دیکھا ہوگا:

❁ بعض لوگ حالت خوشی میں تو اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہیں لیکن غمی کی حالت میں اچھے اخلاق کا دامن کھو بیٹھتے ہیں، لیکن رسول اللہ ﷺ خوشی غمی دونوں حالتوں میں اچھے اخلاق کے مالک تھے۔

❁ بعض لوگ عام حالت میں تو اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہیں لیکن حالت غصہ میں اچھے اخلاق کا دامن چھوڑ دیتے ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ حالت غصہ میں بھی اچھے اخلاق پر قائم رہتے۔

❁ بعض لوگ اپنوں سے تو اچھے اخلاق سے پیش آتے ہیں لیکن غیروں کے لیے بداخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ اپنوں، بیگانوں سب سے اچھے اخلاق سے پیش آتے تھے۔

❁ بعض لوگ باہر تو بڑے اچھے اخلاق سے پیش آتے ہیں لیکن اپنے اہل خانہ کے حق میں بڑے بداخلاق ہوتے ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر بھی اور گھر والوں سے بھی اچھے اخلاق سے پیش آتے تھے۔

❁ بعض لوگ امیر لوگوں سے تو بڑے اچھے اخلاق سے پیش آتے ہیں لیکن غریبوں کے ساتھ بڑی بداخلاقی سے پیش آتے ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ امیر، غریب ہر ایک سے بڑے اچھے اخلاق سے پیش آتے تھے۔

❁ بعض لوگ بڑوں سے تو اچھے اخلاق سے پیش آتے ہیں لیکن بچوں سے بڑی بداخلاقی سے پیش آتے ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ بڑے چھوٹے ہر ایک سے بڑے اچھے اخلاق سے پیش آتے۔

❁ بعض لوگ حالات کی تنگی آنے سے اچھے اخلاق کا دامن چھوڑ دیتے ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے حالات کی تنگی اور آسانی دونوں صورتوں میں اچھے اخلاق کا دامن تھامے رکھا۔

تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اخلاق حسنہ کے اعتبار سے کامل واکمل تھے بلکہ میرے رب نے تو رسول کریم ﷺ کو بھیجا ہی اخلاقیات کی تکمیل کے لیے تھا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ .)) [1]

''مجھے بہترین اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے۔''

تو بھائیو! اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں اپنے پیارے حبیب ﷺ جیسا اخلاق اپنانے کی توفیق عطا فرمائے اور میرے اور آپ میں جو کمیاں کوتاہیاں ہیں اللہ دور فرما دے اور اللہ ہم سب کی اصلاح فرما دے۔ آمین

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

---

[1] السلسلة الصحيحة : 45.

رسول اللہ ﷺ کا حلم و بردباری، عفو و درگزر

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِينُهٗ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ . اَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

﴿فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝﴾ [المائدة 5:13]

''پس آپ انہیں معاف کر دیں اور درگزر کیجیے یقیناً اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

ہر قسم کی حمد و ثنا اللہ رب العالمین کے لیے درود و سلام محمد رحمۃ للعالمین ﷺ کے لیے۔

بھائیو! دوستو! بزرگو! آج سیرت طیبہ کے جس عظیم پہلو کو میں اپ احباب کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں وہ ہے رسول اللہ ﷺ کا حلم، آپ ﷺ کی بردباری اور یہ رسول اللہ ﷺ کا ایسا وصف تھا کہ جس کی وجہ سے بہت سے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

آپ ﷺ انتہائی حلیم طبع، متحمل مزاج اور بردبار تھے، آپ ﷺ معاف کرنے والے اور معافی کو پسند کرتے تھے جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

((وَمَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِنَفْسِهٖ اِلَّا أَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ .)) [1]

---

[1] صحیح مسلم: 2327.

''رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کی خاطر کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا تھا سوائے اس صورت میں کہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو توڑا جاتا۔''

تو معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ بڑے بردبار اور درگزر کرنے والے تھے اور کبھی کسی سے انتقام نہیں لیتے تھے۔ صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت میں رسول اللہ ﷺ کے بارے یوں مروی ہے:

((وَمَا نِيلَ مِنْهُ شَيْءٌ قَطُّ فَيَنْتَقِمُ مِنْ صَاحِبِهِ إِلَّا أَنْ يُنْتَهَكَ شَيْءٌ مِنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ .)) [1]

''اور جب بھی آپ ﷺ کو نقصان پہنچایا گیا تو کبھی (ایسا نہیں ہوا کہ) آپ ﷺ نے اس سے انتقام لیا ہو مگر یہ کہ کوئی اللہ کی محرمات میں سے کسی کی خلاف ورزی کرتا تو آپ ﷺ اللہ عزوجل کی خاطر انتقام لیتے۔''

❁:......رسول اللہ ﷺ کی بردباری اور عفو ودرگزری کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی آپ ﷺ کا جان لیوا دشمن بھی ہوتا تو آپ ﷺ اس سے درگزر فرما دیتے، چنانچہ صحیح بخاری میں روایت ہے، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نجد کے علاقے سے غزوہ سے واپسی پر ایک ایسی وادی میں پڑاؤ ڈالا جہاں بہت زیادہ کانٹے دار درخت تھے تو ہم آرام کے لیے وہاں ٹھہرے رسول اللہ ﷺ نے اپنی تلوار درخت سے لٹکائی اور لیٹ گئے ہم بھی مختلف درختوں کے نیچے آرام کے لیے سو گئے۔

اس دوران ایک بدو آیا اور اس نے رسول اللہ ﷺ کی تلوار پکڑ لی اور اسے سونت کر رسول اللہ ﷺ سے پوچھنے لگا:

((مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي؟))

''تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟''

میرے بھائیو! ذرا دیکھیے رسول اللہ ﷺ کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر مکمل اعتماد اور بھروسہ

---

[1] صحيح مسلم: 2328.

آپ ﷺ نہ گھبرائے، نہ آپ ﷺ کے قدم ڈگمگائے، اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل یقین کہ بظاہر بچنے کے کوئی اسباب نظر نہیں آ رہے لیکن پھر بھی یقین کامل ہے لہٰذا آپ ﷺ نے بڑے اطمینان اور وثوق کے ساتھ رب تعالیٰ کا ذاتی نام لیا اور کہا:

اللہ، اللہ، اللہ یعنی اللہ مجھے بچائے گا۔ تین بار آپ ﷺ نے رب تعالیٰ کا نام لیا اور رب تعالیٰ کے نام میں ایسا رعب اور دبدبہ تھا، ایسا جاہ و جلال تھا کہ اس بدو پر رعب طاری ہوگیا اور اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی اور مستدرک حاکم میں اسی واقعے کی مزید تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی تلوار پکڑی اور سونت کر کہا:

((مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي؟))

''(اب بتاؤ) تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟''

تو وہ بدو کہنے لگا:

((كن خَيْرَ آخِذٍ .))

''آپ قابو پانے والوں میں سب سے اچھے انسان ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے اس کی بات پر کوئی دھیان نہ دیا اور اپنے منصب رسالت کو نبھاتے ہوئے اس سے پوچھا:

((أَتَشْهَدُ أن لا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ ﷺ .))

''کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور بلاشبہ میں اللہ کا رسول ہوں۔''

تو وہ بدو کہنے لگا:

((لَا غَيْرَ أَنِّي لَا أُقَاتِلُكَ وَلَا أَكُوْنُ مَعَكَ وَلَا أَكُوْنُ مَعَ قَوْمٍ يُقَاتِلُوْنَكَ .))

''نہیں، علاوہ یہ کہ میں آپ سے نہ لڑائی کروں گا اور نہ آپ کا ساتھ دوں گا اور نہ ایسی قوم کا ساتھ دوں گا جو آپ سے لڑائی کریں۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے اسے چھوڑ دیا اور اسے کوئی سزا نہ دی تو جب وہ بدو اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا تو ان سے کہنے لگا:

((جِئْتُكُمْ مِنْ عِنْدِ خَيْرِ النَّاسِ .)) ❶

''میں تمہارے ہاں سب سے اچھے انسان کے پاس سے ہو کر آیا ہوں۔''

اسی طرح خیبر کی ایک یہودیہ عورت نے جو کہ مرحب کی بہن تھی، اس نے آپ ﷺ کے لیے بطور ہدیہ زہر آلود بھنی ہوئی بکری بھیجی رسول اللہ ﷺ نے اس کے گوشت سے ایک دو ٹکڑے ابھی لیے تھے کہ گوشت نے خود بول کر بتا دیا کہ میں زہر آلود ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا:

((ارفعوا أَيْدِيَكُمْ فَإِنَّهَا أَخْبَرَتْنِي أَنَّهَا مَسْمُومَةٌ .))

اپنے ہاتھ اٹھا لو کیونکہ ان ٹکڑوں نے مجھے خبر دی ہے کہ وہ زہر آلود ہیں۔''

تو رسول اللہ ﷺ کے پاس اس یہودیہ کو لایا گیا، رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا:

((مَا حَمَلَكِ عَلَى الَّذِي صَنَعْتِ؟))

''تجھے اس کام پر کس چیز نے آمادہ کیا؟''

تو کہنے لگی:

((إِنْ كُنْتَ نَبِيًّا لَمْ يَضُرُّكَ الَّذِي صَنَعْتُ، وَإِنْ كُنْتَ مَلِكًا أَرَحْتُ النَّاسَ مِنْكَ .))

اگر آپ نبی ہیں تو میرے اس کام سے آپ کا کوئی نقصان نہیں ہوگا اور اگر آپ ایک بادشاہ ہیں تو میں لوگوں کو آپ سے راحت پہنچاؤں گی۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَاكَانَ اللّٰهُ لِيُسَلِّطَكِ عَلَى ذَاكِ .))

''اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ تجھے اس کام پر تسلط (اختیار) دے دے۔''

❶ صحیح بخاری: 2910، مستدرك حاكم: 4322، مسند احمد: 14929 .

رسول اللہ ﷺ کے جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب اس عورت کی بری بات سنی تو عرض کی:

((أَلَا نَقْتُلُهَا؟))

''کیا ہم اسے قتل نہ کر دیں۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کی خاطر اس سے کوئی انتقام نہ لیا بلکہ درگزر کرتے ہوئے اسے معاف کر دیا لیکن جب بعد میں آپ ﷺ کے ساتھ کھانے میں شریک ساتھی حضرت بشر بن براء انصاری رضی اللہ عنہ اس زہر آلود کھانے کی وجہ سے وفات پا گئے تو رسول اللہ ﷺ نے بطور قصاص اس عورت کو قتل کروا دیا۔ ❶

رسول اللہ ﷺ ہمیشہ معافی کو درگزر کرنے کو پسند کرتے تھے کیونکہ رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اسی بات کا حکم دیا تھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ﴾ [الاعراف 7:199]

''آپ (ان سے) درگزر کریں، نیکی کا حکم دیجیے اور جاہلوں سے کنارہ کش ہو جایئے۔''

رسول اللہ ﷺ نے جہاں خود حلم و بردباری کو اپنائے رکھا وہاں اپنی امت کو بھی حلم و بردباری کو اپنانے کا حکم دیا اور اس کی ترغیب دلائی چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

((مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ قَادِرٌ عَلٰى أَنْ يَّنْفِذَهُ دَعَاهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ حَتّٰى يُخَيِّرَهُ اللّٰهُ مِنْ أَيِّ الْحُوْرِ الْعِيْنِ شَاءَ.)) ❷

''جو شخص غصہ پی جائے جبکہ وہ اس پر عمل درآمد کرنے کی قدرت رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن تمام مخلوقات کی موجودگی میں بلائے گا اور اسے اختیار دے گا کہ حور عین میں سے جسے چاہے منتخب کر لے۔''

---

❶ صحیح مسلم، عن انس رضی اللہ عنہ: 2190، وسنن ابی داود عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ: 4512.

❷ سنن ابی داود: 4777.

تو عزیز بھائیو! معلوم ہوا کہ جو شخص بدلہ لینے کی طاقت رکھتا ہو لیکن اس کے باوجود حلم و بردباری سے کام لے اپنے غصہ کو ترک کر دے اور معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ اسے تمام مخلوقات کے سامنے عزت بخشے گا لیکن آج ہماری صورت حال کیا ہے؟ بس اللہ ہی حافظ ہے ہم تو کسی کو معاف کرنے کے لیے تیار ہی نہیں، ہم تو درگزری سے کام نہیں لیتے اور نہ کسی کو برداشت کرتے ہیں بلکہ معمولی معمولی باتوں پر ایسی ناراضگی اختیار کر لیتے ہیں کہ سالہا سال گزر جاتے ہیں لیکن معاف کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔

بھائیو! ہم سب انسان ہیں، فرشتے نہیں، غلطیاں انسانوں ہی سے ہوتی ہیں اور غلطیوں کی بالآخر معافی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے اور معافی اور درگزری کو پسند کرتا ہے، ہمارے پیارے نبی ﷺ نے تو اپنے جانی دشمنوں کو معاف کر دیا اور ان کی طرف سے ہونے والی زیادتیوں پر حلم و بردباری سے کام لیا۔ لیکن کیا ہم رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر معزز اور محترم ہیں کہ ہم اپنے مسلمان بھائی کی طرف سے آنے والی تکلیف پر اپنی توہین سمجھیں اور اس کے لیے معافی کی کوئی آپشن نہ چھوڑیں۔

نہیں میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ نے بھی شرک جیسے کبیرہ گناہ کی توبہ رکھی ہے تو اس لیے اپنے بھائیوں کی غلطیوں سے درگزر کرنا چاہیے اور حلم و بردباری سے کام لینا چاہیے۔ آیئے رسول اللہ ﷺ کے حلم و بردباری اور درگزری کے حوالے سے بات ہو رہی تھی تو رسول اللہ ﷺ کے پاس غزوۂ حنین کے موقع پر وافر مقدار میں مال غنیمت آیا، آپ ﷺ نے نومسلم افراد کی تالیف قلبی کے لیے انہیں باقیوں کی نسبت زیادہ مال دیا تو اس موقع پر ایک انصاری کی زبان سے یہ جملہ پھسل گیا، چنانچہ اس نے کہا:

((إِنَّ هٰذِهِ لَقِسْمَةٌ مَا أُرِيدَ بِهَا وَجْهُ اللّٰهِ .))

"بلاشبہ یہ ایسی تقسیم ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود نہیں۔"

یہ بات رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ کا چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہو گیا لیکن آپ ﷺ نے برداشت کیا، حلم و بردباری سے کام لیا اور درگزر فرماتے ہوئے اس سے کوئی

انتقام نہ لیا بلکہ صرف اتنا کہا:

((رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلٰى مُوْسٰى أُوْذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَر .)) ❶

''اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے انہیں اس سے بھی زیادہ تکلیف دی گئی لیکن انہوں نے صبر سے کام لیا۔''

اس انصاری کی یہ بات بظاہر بہت بڑی اور بہت گراں تھی لیکن رسول اللہ ﷺ نے حلم و بردباری اور عفو و درگزری سے کام لیا اور اپنے آپ کو یوں حوصلہ دیا کہ باتیں کرنے والے کوئی نئے لوگ نہیں بلکہ موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی کو بھی باتیں سننا پڑیں تھیں تو انہوں نے صبر سے کام لیا لہٰذا مجھے بھی صبر کرنا چاہیے۔

میرے بھائیو! زندگی میں انسان کو بہت سے ایسے لوگوں سے بھی پالا پڑتا ہے جو ہر بات کا بتنگڑ بنا لیتے ہیں، بات سیدھی ہو تو اس کا مطلب الٹا ہی لیتے ہیں، ہر بات پر اعتراض ان کی صفت ثانیہ ہوتی ہے لیکن ایسے افراد کو برداشت کرنا، اور ان کی باتوں پر حلم و بردباری سے کام لینا انتہائی ضروری ہے اگر رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کو دیکھا جائے تو بہت سی ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ ایسے اکھڑ مزاج لوگوں سے رسول اللہ ﷺ نے بڑے حلم و بردباری سے کام لیا مثال کے طور پر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ اور مدینہ کے مابین جعرانہ مقام پر پڑاؤ ڈالا، آپ ﷺ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے کہ ایک اعرابی آیا اور رسول اللہ ﷺ سے کہنے لگا:

((أَلَا تُنْجِزُ لِي مَا وَعَدْتَنِي؟))

''کیا آپ ﷺ مجھ سے اپنا کیا ہوا وعدہ پورا نہیں کریں گے۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے اسے بڑے پیار سے فرمایا: أَبْشِرْ، تیرے لیے بشارت ہے۔ تو اس اعرابی نے بجائے خوش ہونے کے بڑے اکتاہٹ بھرے انداز میں کہا:

((قَدْ أَكْثَرْتَ عَلَيَّ مِنْ أَبْشِرْ .))

❶ صحیح بخاری: 6291.

''آپ (ﷺ) نے مجھے اکثر یہی کہا ہے ابشر۔''

یعنی اس کے کہنے کا مطلب تھا کہ آپ تو مجھے ''ابشر ابشر'' ہی کہتے رہتے ہو۔ تو رسول اللہ ﷺ کو اس کا یہ جواب اچھا نہ لگا، آپ ﷺ کو غصہ آیا لیکن آپ ﷺ نے برداشت کیا اور حلم و بردباری سے کام لیا اور حالت غصہ میں ہی حضرت ابوموسیٰ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

((رَدَّ الْبُشْرٰی فَاقْبَلَا أَنْتُمَا .))

''اس نے تو بشارت مسترد کر دی ہے لہٰذا تم دونوں اسے قبول کر لو۔''

تو دونوں صحابی بولے: ہمیں قبول ہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے پانی کا پیالہ منگوایا اس میں منہ ہاتھ دھوئے اور اس میں کلی بھی کی اور فرمایا: تم دونوں اسے کچھ پی لو اور کچھ اپنے چہرے اور سینے پر بہا لو۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا یہ سارا ماجرا سن رہی تھیں تو کہنے لگیں:

((أَفْضِلَا لِأُمِّكُمَا .)) [1]

''اپنی ماں کے لیے بھی کچھ چھوڑ دینا۔''

تو انہوں نے کچھ پانی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا۔

تو معلوم ہوا کہ انسان کو بڑے بڑے عجیب قسم کے لوگوں سے سامنا ہوتا ہے لیکن ایسے مواقع پر بھی ہمیں رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور آپ ﷺ کا حلم و بردباری یاد رکھنی چاہیے بلکہ معاف کرنا اور درگزر کرنا یہ ایک ایسا محبوب عمل ہے کہ بسا اوقات یہ عمل انسان کی بخشش کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے، جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((كَانَ رَجُلٌ يُدَايِنُ النَّاسَ .))

''ایک شخص لوگوں سے لین دین کیا کرتا تھا۔''

یعنی اپنا مال بطور ادھار دے دیا کرتا تھا لیکن جب اپنے خدام کو رقم کی وصولی کے لیے بھیجتا تو انہیں یہ نصیحت کرتا، جب کوئی تنگدست اور مجبور دیکھو:

---

[1] صحيح بخاري: 4328.

((فَتَجَاوَزْ عَنْهُ لَعَلَّ اللّٰهَ يَتَجَاوَزُ عَنَّا .)) ❶

''تم اس سے درگزر کرنا شاید اللہ ہم سے درگزر فرما دے۔''

چنانچہ جب وہ فوت ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے درگزر فرما دیا۔

کیا خوب کہا ہے:

کرو مہربانی تم اہل زمین پر

اللہ مہربان ہوگا عرش بریں پر

❁:...... رسول اللہ ﷺ کے عفو و درگزر اور حلم و بردباری کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ بنو زریق کے یہودیوں میں سے ایک شخص لبید بن اعصم نے آپ ﷺ پر جادو کیا جس کا اثر یہ ہوا کہ دنیوی معاملات میں آپ ﷺ نے ایک کام ابھی کرنا ہوتا لیکن آپ ﷺ یوں سمجھتے کہ میں نے وہ کام کر لیا ہے یعنی دنیوی معاملات آپ ﷺ پر خلط ملط ہونے لگے اور آپ کئی دن اس کے اثر میں مبتلا رہے۔ بالآخر جبریل امین علیہ السلام آئے، اور آپ ﷺ کو سارا ماجرا بیان کیا اور اس کا حل بیان کیا چنانچہ اس جادو کو نکال کر لایا گیا، آپ ﷺ نے اسے دفن کرنے کا حکم دے دیا۔ اور آپ ﷺ بالکل ہوشیار تازہ دم ہو گئے۔ لہٰذا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((فَمَا ذَكَرَ ذَالِكَ لِذَالِكَ الْيَهُودِ وَلَا رَآهُ فِي وَجْهِهِ قَطُّ .)) ❷

''رسول اللہ ﷺ نے یہ بات نہ ان یہود سے ذکر کی اور نہ کبھی آپ ﷺ کے چہرے پہ وہ بات دیکھی گئی۔''

یعنی ان منافقین اور یہود کے ان بڑے بڑے جرائم پر بھی رسول اللہ ﷺ نے عفو و درگزری اور حلم و بردباری سے کام لیا حتیٰ کہ رئیس المنافقین نے بڑے بڑے مواقع پر آپ ﷺ کو ذہنی تکالیف سے دو چار کیا لیکن اس کی ہر خباثت پر آپ ﷺ نے حلم و بردباری کے دامن کو تھامے رکھا اور صبر سے کام لیا مثال کے طور پر

---

❶ سنن نسائی: 4699. ❷ سنن نسائی: 4085.

1 غزوۂ بنی مصطلق سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ کی محبوب بیوی، عفیفہ کائنات، صدیقہ کائنات مومنوں کی ماں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے اور اس شر کو ہوا دینے میں پیش پیش رہا۔

2 غزوۂ تبوک سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ کے بارے نازیبا کلمات کہے جسے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کیا ہے:

﴿يَقُولُونَ لَئِن رَّجَعْنَآ إِلَى ٱلْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ ٱلْأَعَزُّ مِنْهَا ٱلْأَذَلَّ﴾

[المنافقون 8:63]

"وہ کہتے ہیں اگر ہم مدینہ لوٹ کر گئے تو ضرور عزت دار اس (مدینہ) سے ذلیل ترین کو نکال دے گا۔"

اس طرح کی گھٹیا اور سطحی باتیں رئیس المنافقین کرتا رہا لیکن رسول اللہ ﷺ کا عفو و درگزری اور حلم و بردباری دیکھیے کہ آپ ﷺ نے صرف اسے معاف ہی نہیں کیا بلکہ اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور بطور برکت اپنی قمیص مبارک اس کے کفن کے لیے دی اور پھر خود اس کی قبر میں اترے۔

✽:...... رسول اللہ ﷺ کے حلم و بردباری اور عفو و درگزر کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ وہ شخص جو رسول اللہ ﷺ کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا جب مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے لگیں تو ان کے آڑے آیا اور انہیں ڈرایا دھمکایا اور ان کے اونٹ کو نیزہ مارا جس سے وہ بدک کر بھاگا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نیچے گریں جس سے وہ بیمار ہوگئیں اور ان کا حمل ساقط ہوگیا۔ اور اسی تکلیف میں کچھ عرصہ بیمار رہیں۔ اس شخص کا نام ہبار بن اسود تھا، رسول اللہ ﷺ جب جعرانہ سے واپس آرہے تھے جن دنوں مکہ فتح ہو چکا تھا تو یہی ہبار رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور معافی کا طلب گار ہوا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بتایا: اللہ کے رسول ﷺ! یہ ہبار ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اسے پہچان لیا ہے۔

تصور کیجیے کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کو تکلیف دی حتیٰ کہ بیمار ہوئیں اور حمل

بھی ساقط ہوگیا۔ ہمیں تو ماں بہن، بیٹی کے بارے میں کوئی نازیبا بات کہے ہم اسے قتل کرنے تک جاتے ہیں معافی تو دور کی بات اسے زندہ دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے لیکن سبحان اللہ! قربان جائیں اس رسول رحمت پر، اس حلیم و بردبار نبی پر کہ جب اس ہبار نے معافی مانگی تو رسول اللہ ﷺ نے اسے معاف کر دیا، پھر وہی ہبار رضی اللہ عنہ ایک بہترین اور سچے مسلمان ثابت ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کے منصب رسالت کا تقاضا بھی یہی تھا کہ لوگ جہنم سے بچ کر جنت کے وارث بن جائیں، کئی آستانوں پہ سر جھکانے والے ایک اللہ خالق کائنات، قادر مطلق کے سامنے جھکنے والے بن جائیں جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((فَأَنَا اٰخِذٌ بِحُجَزِكُمْ وَأَنْتُمْ تَتَقَحَّمُوْنَ فِي النَّارِ .)) [1]

''میں تمہیں کمر سے پکڑ کر روکنے والا ہوں اور تم زبردستی اس (آگ) میں گرتے جا رہے ہو۔''

❁:...... رسول اللہ ﷺ کے حلم و بردباری اور عفو و درگزر کرنے کی ایک بہت بڑی مثال فتح مکہ ہے کہ جب مکہ فتح ہوا تو وہ لوگ جنہوں نے آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کو مختلف مصائب اور تکالیف سے دوچار کیا، کبھی شعب ابی طالب میں بائیکاٹ کی شکل میں، کہیں بلال رضی اللہ عنہ کو تپتی ریت پر لٹانے کی شکل میں، کبھی حضرت یاسر اور حضرت سمیہ رضی اللہ عنہما کو شہید کرنے کی شکل میں، کبھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خوب مارنے کی شکل میں، کبھی حالت سجدہ میں آپ ﷺ پر اوجھ رکھنے کی شکل میں، کبھی ساحر و مجنون کے طعنے دینے کی شکل میں، کبھی آپ ﷺ کو قتل کرنے کی سازشوں کی شکل میں، کبھی آپ ﷺ کی بیٹیوں کو طلاق دینے کی شکل میں، کبھی ابتر اور بے نسل کا طعنہ دینے کی صورت میں لیکن ان سب تکالیف اور آزمائشوں کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے سب کے لیے عام معافی کا اعلان کر دیا اور کسی کو کوئی سرزنش نہیں کی۔

اور آپ ﷺ نے اپنی امت کو بھی اسی بات کا درس دیا ہے کہ لوگوں کی غلطیوں سے

---

[1] صحيح مسلم: 2284.

درگزر کرو، ان کی طرف سے آنے والی مصائب پر حلم و بردباری سے کام لو چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((ثَلَاثٌ أُقْسِمُ عَلَيْهِنَّ.))

"تین چیزیں ایسی ہیں جن پر میں قسم کھاتا ہوں۔"

① ((مَا نَقَصَ مَالٌ قَطُّ مِنْ صَدَقَةٍ فَتَصَدَّقُوا.))

"صدقہ کرنے سے کبھی مال کم نہیں ہوتا لہٰذا تم صدقہ و خیرات کیا کرو۔"

② ((وَلَا عَفَا رَجُلٌ عَنْ مَظْلَمَةٍ ظُلِمَهَا إِلَّا زَادَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهَا عِزًّا فَاعْفُوا يَزِدْكُمُ اللّٰهُ عِزًّا.))

"جب بھی ظلم کیے جانے پر کوئی بندہ معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ اسے عزت میں بڑھا دیتا ہے لہٰذا تم معاف کرو اللہ تمہیں زیادہ عزت دے گا۔"

③ ((وَلَا فَتَحَ رَجُلٌ عَلَى نَفْسِهِ بَابَ مَسْأَلَةٍ يَسْأَلُ النَّاسَ إِلَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ.)) [1]

"اور جب بھی کوئی بندہ اپنی ذات پر سوال (بھیک) کا دروازہ کھولتا ہے کہ لوگوں سے سوال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر فقر و فاقے کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔"

تو معلوم ہوا کہ معاف کرنے سے درگزر کرنے سے اللہ تعالیٰ بندے کو مزید عزت سے نوازتا ہے اور کہیں رسول اللہ ﷺ نے حلم و بردباری اور عفو و درگزری کی یوں حوصلہ افزائی فرمائی ہے، ارشادِ نبوی ہے:

((أَدْخَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ رَجُلًا كَانَ سَهْلًا مُشْتَرِيًا وَبَائِعًا وَقَاضِيًا وَمُقْتَضِيًا الْجَنَّةَ.)) [2]

"اللہ عزوجل ایسے شخص کو جنت میں داخل کرے گا جو نرم خو ہوتا ہے خریدتے ہوئے، بیچتے ہوئے، ادائیگی کرتے ہوئے، وصولی کرتے ہوئے۔"

[1] صحیح الجامع الصغیر: 3025. [2] سنن نسائی: 4700.

گویا کہ لوگوں سے نرمی سے پیش آنا ان سے معاملات میں درگزر کرنا اور حلم و بردباری سے کام لینا یہ جنت کی ضمانت ہے لہٰذا حلم و بردباری، عفو و درگزر کے وصف کو اپنانا چاہیے کیونکہ یہ اخلاق حسنہ میں شامل ہے اور رسول اللہ ﷺ کی صفت مبارکہ ہے، اللہ ہمیں سنت کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے اور جو غلطیاں کوتاہیاں ہیں وہ دور فرما دے۔ آمین

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

رسول اللہ ﷺ کا ہنسی، مزاح

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِينُهٗ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ . اَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴿٢١﴾﴾ [الاحزاب 33:21]

”البتہ تحقیق تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے اس شخص کے لیے جو اللہ (سے ملاقات) کی اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرتا ہے۔“

ہر قسم کی حمد وثناء اللہ رب العالمین کے لیے، درود وسلام حضرت محمد ﷺ رحمۃ للعالمین کے لیے۔

محترم سامعین! آج ہمارے خطبے کا موضوع ہے ”رسول اللہ ﷺ کا ہنسی، مزاح“ اس سے قبل کہ میں اپنی گفتگو کا آغاز کروں ایک انتہائی ضروری اور اہم پہلو عرض کرنا چاہتا ہوں جسے ہر مسلمان کے لیے جاننا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ رب العزۃ نے اپنے بندوں پر بڑی سختی سے اللہ اور اس کے رسولوں، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں سے کسی قسم کا مزاح کرنا، استہزاء کرنا حرام قرار دیا ہے اسی طرح جنت اور دوزخ کے بارے میں استہزاء کرنا

بھی حرام ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو اہل ایمان کو ایسی مجلس میں بھی بیٹھنے سے منع فرمایا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَا ۝١٤٠﴾

[النسآء 4:140]

''اور تحقیق اس (اللہ) نے تم پر کتاب میں یہ بات نازل کی ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کیا جا رہا ہے یا ان کے ساتھ استہزاء کیا جا رہا ہے تو تم ان لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور بات میں مشغول ہو جائیں (وگرنہ یعنی اگر تم ان کے ساتھ بیٹھو گے) تو یقیناً اس وقت تم بھی ان جیسے ہی ہو گے اور یقیناً اللہ سب منافقوں اور کافروں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔''

تو معلوم ہوا کہ جس مجلس میں اللہ کی آیات کو، اس کے شعائر مقدسہ کو استہزاء کیا جائے اہل ایمان کے لیے ایسی مجلس میں بیٹھنا حرام ہے اور دوسرا اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی آیات، اس کے رسولوں، اس کے فرشتوں اور شعائر مقدسہ کو استہزاء کرنا بالاولیٰ حرام ہے۔

آیئے قرآن کریم کا دوسرا مقام ملاحظہ فرمایئے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ۭ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝٦٥ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ۭ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَاۗىِٕفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَاۗىِٕفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝٦٦﴾

[التوبة 9:65، 66]

''اور البتہ اگر آپ ان سے پوچھیں: تو وہ ضرور کہیں گے کہ ہم تو صرف شغل کے طور پر باتیں کر رہے تھے اور دل لگی کر رہے تھے، کہہ دیجیے! کیا اللہ، اس کی

آیتوں اور اس کے رسولوں کے ساتھ تم مذاق کرتے ہو؟ (اب) تم عذر پیش نہ کرو یقیناً تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہے اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف بھی کر دیں تو ہم دوسرے گروہ کو سزا دیں گے کیونکہ یقیناً وہ مجرم ہیں۔"

اس آیت کا سبب نزول کچھ یوں ہے کہ رسول اللہ ﷺ تبوک کی جانب محو سفر تھے کہ آپ ﷺ کے قافلے میں شریک منافقین کا ایک ٹولہ جس میں ودیعہ بن ثابت، جلاس بن سوید مخشن بن حمیر اور ثعلبہ بن حاطب تھے ان میں سے ودیعہ بن ثابت کہنے لگا:

((مَا رَأَيْتُ مِثْلَ قُرَائِنَا هٰؤُلاءِ أَرْغَبَ بُطُونًا وَلَا أَكْذَبَ أَلْسِنًا وَلَا أَجْبَنَ عِنْدَ اللِّقَاءِ.))

"میں نے اپنے ان قراء جیسے زیادہ پیٹو اور زبان کے ان سے بڑھ کر جھوٹے اور دشمن کی ملاقات کے وقت ان سے زیادہ بزدل نہیں دیکھے۔"

اور مراد رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لیا، اسی طرح دوسرا بولا: جس کا نام جلاس بن سوید تھا، تو کہنے لگا:

((وَاللّٰهِ! إِنَّ هٰؤلاء لَخِيَارُنَا وَأَشْرافُنَا وان كان ما يقول محمدٌ حقٌ لَهُمْ شَرٌّ مِنَ الحَمِيرِ.))

"اللہ کی قسم! کیا یقیناً یہ لوگ ہی ہمارے اچھے اور اشراف لوگ ہیں اگر محمد ﷺ کی بات سچ ہے پھر تو ہم گدھے سے بھی بدتر ہیں۔"

منافقین کی یہ بیہودہ باتیں رسول اللہ ﷺ تک پہنچیں تو آپ ﷺ نے ان منافقین کو بلا بھیجا جب یہ حضرات آئے تو یہ عذر کرنے لگے:

((إنما كنا نخوض ونلعب.))

ہم تو ویسے ہنسی مزاح میں کھیل کود کے طور پر یہ باتیں کر رہے تھے تاکہ سفر کی صعوبت محسوس نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ کو نازل فرمایا۔ [1]

[1] تفسیر طبری: 169/2.

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بڑے سخت الفاظ میں یوں وعید فرمائی: ﴿لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ﴾ ''(اب) عذر بہانے نہ بناؤ یقیناً تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا ہے۔''

تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات بارے یا اللہ اور اس کی آیات بارے مذاق کرنے والا حالت کفر میں لوٹ جاتا ہے، لہٰذا ہر مسلمان مرد و عورت کو اس معاملے میں احتیاط کرنی چاہیے۔ اور اپنی زبان کو بے لگام ہونے سے بچائے۔

یہ تو تھا اللہ، اس کے رسول، اس کی آیات اور اس کے شعائر کے بارے مذاق کرنے کا حکم اور اب ایک مسلمان بھائی سے مذاق کرنے کے حوالے سے قرآن کا حکم سماعت کیجیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ﴾ [الحجرات 49:11]

''اے ایمان والو! کوئی قوم کسی دوسری قوم سے مذاق نہ کرے، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ کوئی عورتیں دوسری عورتوں سے، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔''

تو اس آیت کی روشنی میں معلوم ہوا کہ کسی مسلمان مرد یا عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے دوسرے مسلمان مرد یا عورت سے مذاق کرے کیونکہ دوسرے کا مذاق تب اڑایا جاتا ہے جب انسان دوسرے کو حقیر اور کمزور سمجھے اور دین اسلام ہمیں دوسروں کو حقیر جاننے سے منع کرتا ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((بِحَسْبِ امْرِءٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ .)) [1]

''آدمی (کی ہلاکت) کے لیے یہی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔''

---

[1] صحیح الجامع الصغیر: 6706، و جامع الترمذی: 1927.

اور دوسری بات یہ بھی یاد رکھنی چاہیے کہ قرآن کریم کی ایک آیت میں اشارہ نص سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مذاق اڑانا جاہل لوگوں کی علامت ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے مکالمے کو ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴾ [البقرة 2:67]

''اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے! بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو تو انہوں نے کہا: کیا تو ہمیں ہنسی مذاق کرتا ہے (موسیٰ علیہ السلام نے) کہا: میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں (اس بات سے) کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔''

تو خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں، اس کی کتابوں اور شعائر مقدسہ کا مذاق اڑانا حرام ہے اور یہ عمل انسان کو کفر میں لے جاتا ہے اور دوسرا کسی مسلمان بھائی کا بطور حقارت مذاق اڑانا یہ بھی حرام ہے باقی رہی جوازی صورت کے کس صورت میں ہنسی مزاح جائز ہے تو آیئے اب اس صورت کے بارے تفصیل سے بات کرتے ہیں۔

مسلمان سے ہنسی مزاح مندرجہ ذیل شروط کے ساتھ جائز ہے:

1: ہنسی مزاح بطور خوش طبعی ہو، حقارت کے طور پر نہ ہو۔

2: جس شخص سے ہنسی مزاح کیا جا رہا ہے وہ گھٹن یا تکلیف محسوس نہ کرے۔

3: ہنسی مزاح میں جھوٹ اور غلط بیانی نہ ہو بلکہ مزاح میں حق و سچ کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔

4: جس شخص سے ہنسی مزاح کیا جا رہا ہے وہ اپنے لیے بے عزتی اور تذلیل نہ سمجھے۔

تو آیئے اب ہم اپنے اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہیں اور وہ ہے رسول اللہ ﷺ کا ہنسی مزاح۔ تو میرے بھائیو! رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم اور صحابیات رضی اللہ عنہن سے بطور خوش طبعی ہنسی مزاح کر لیا کرتے تھے لیکن کسی کی بے عزتی اور دل آزاری نہیں کرتے تھے۔ اور آپ ﷺ کا مزاح بھی حق پر مبنی ہوتا تھا، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی:

((إِنَّكَ تُدَاعِبُنَا .))

"اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ ہمارے ساتھ خوش طبعی اور ہنسی مزاح بھی کر لیتے ہیں؟"

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنِّي لَا أَقُولُ إِلَّا حَقًّا .))

"میں حق کے سواء کچھ نہیں کہتا۔" ❶

جبکہ امام طبرانی رحمہ اللہ کی معجم کبیر کے الفاظ یوں ہیں:

((إِنِّي لَأَمْزَحُ وَلَا أَقُولُ إِلَّا حَقًّا .)) ❷

"یقیناً میں بھی مزاح کرتا ہوں لیکن سوائے حق کے کچھ نہیں کہتا۔"

تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ بھی اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے خوش طبعی اور ہنسی مزاح کر لیتے تھے لیکن آپ ﷺ کا مزاح حقیقت پر مبنی ہوتا تھا، آپ ﷺ خلاف حقیقت مزاح نہیں کرتے تھے۔ آیئے میں آپ احباب کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے خوش طبعی اور ہنسی مزاح کی کچھ جھلکیاں بیان کرتا ہوں:

❁ :...... خادم رسول سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی کہ مجھے سواری کے لیے ایک اونٹ عطا کر دیجیے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَحْمِلُكُمْ عَلَى وَلَدِ النَّاقَةِ))

"(ٹھیک ہے) میں تمہیں سواری کے لیے اونٹنی کا بچہ دوں گا۔"

وہ شخص بڑا حیران ہوا بالآخر کہنے لگا:

((يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ! مَا أَصْنَعُ بِوَلَدِ النَّاقَةِ .))

"اے اللہ کے رسول! میں اونٹنی کے بچے کا کیا کروں گا۔"

---

❶ جامع ترمذي: 1990 . ❷ المعجم الكبير للطبراني: 13443 .

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَهَلْ تَلِدُ الْإِبِلَ إِلَّا النُّوقُ .)) [1]

"اونٹ کو بھی تو اونٹنی ہی جنم دیتی ہے۔"

مراد اونٹ بھی تو کسی اونٹنی کا بچہ ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ اپنی طبیعت کے اعتبار سے بڑے خوش مزاج تھے، آپ ﷺ کی صحبت میں بیٹھنے والا کبھی ملال اور اکتاہٹ محسوس نہیں کرتا تھا جیسا کہ عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَكْثَرَ تَبَسُّمًا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ .)) [2]

"میں نے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر مسکرانے والا کسی کو نہیں دیکھا۔"

رسول اللہ ﷺ کی یہ خوش طبع طبیعت صرف دوسرے لوگوں کے لیے ہی نہ تھی بلکہ آپ ﷺ کی اس خوش مزاجی سے آپ ﷺ کے اہل خانہ بھی محظوظ ہوتے تھے، چنانچہ مومنوں کی ماں، عفیفہ طاہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کی بھتیجی عمرہ بنت عبدالرحمٰن رحمہا اللہ نے پوچھا:

((كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا خَلَا .))

"رسول اللہ ﷺ جب (اپنے اہل خانہ کے ساتھ) خلوت اور علیحدگی میں ہوتے تو آپ ﷺ کا کیا رویہ ہوتا تھا؟"

تو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

((كَانَ أَبَرَّ النَّاسِ وَأَكْرَمَ النَّاسِ ضَحَّاكًا بَسَّامًا .))

"رسول اللہ ﷺ سب سے بڑھ کر نیکی کرنے والے اور ہنسی اور مسکراہٹ کرتے ہوئے بھی سب سے بڑھ کر معزز ہوتے۔" [3]

تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ اپنے گھر میں ہنسی اور مسکراہٹ کے ماحول میں وقت گزارتے تھے۔

---

[1] جامع ترمذی: 1991. [2] جامع ترمذی: 3641.

[3] الشمائل لابن کثیر: 78.

❁:...... مشہور تابعی سماک بن حرب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ بھی رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے تو انہوں نے کہا: ہاں بہت زیادہ اور آپ ﷺ کی مجلس کا معمول یہ تھا کہ سورج کے طلوع ہونے تک آپ ﷺ اپنے اسی مصلیٰ پر بیٹھے رہتے جہاں فجر کی نماز پڑھی ہوتی، البتہ جب سورج طلوع ہوتا تو اٹھ کھڑے ہوتے اس دوران صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باتیں کرتے اور بسا اوقات جاہلیت کے امور کے متعلق باتیں کرتے تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((فَيَضْحَكُوْنَ يَتَبَسَّمُ .)) ❶

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جاہلیت کی باتیں کرکے ہنستے اور آپ ﷺ تبسم فرمایا کرتے تھے۔''

❁:...... رسول اللہ ﷺ کے مزاح کی ایک مثال یہ ہے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک بڑھیا آئی اور عرض کی:

((يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! أُدْعُ اللّٰهَ أَنْ يُدْخِلَنِي الْجَنَّةَ .))

''اے اللہ کے رسول ﷺ! دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل فرمادے۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يَا أُمَّ فُلَانٍ إِنَّ الْجَنَّةَ لَا يَدْخُلُهَا عَجُوزٌ .))

''اے ام فلاں! کوئی بڑھیا جنت میں داخل نہیں ہوگی۔''

راوی بیان کرتا ہے:

((فَوَلَّتْ تَبْكِي .))

''وہ بڑھیا واپس مڑی اور روتی ہوئی جانے لگی۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

((أَخْبِرُوْهَا أَنَّهَا لَا تَدْخُلُهَا وَهِيَ عَجُوزٌ .)) ❷

''(جاؤ) اسے بتادو کہ وہ جنت میں بڑھاپے کی حالت میں داخل نہیں ہوگی۔''

❶ صحيح مسلم: 670. ❷ شمائل ترمذی: 240.

کیونکہ یقیناً اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّآ أَنشَأْنَٰهُنَّ إِنشَآءً ۝ فَجَعَلْنَٰهُنَّ أَبْكَارًا ۝﴾

[الواقعہ 56:35، 36]

”یقیناً ہم ان عورتوں کو نئے سرے سے بنائیں گے اور انہیں کنواریاں بنائیں گے۔“

:......قرآن کریم کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

﴿وَكُلُوا۟ وَٱشْرَبُوا۟ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ ٱلْخَيْطُ ٱلْأَبْيَضُ مِنَ ٱلْخَيْطِ ٱلْأَسْوَدِ﴾

[البقرۃ 2:187]

”اور تم کھاؤ پیو حتیٰ کہ تمہارے لیے سفید دھاگا، سیاہ دھاگے سے واضح ہو جائے۔“

تو رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ جو کہ حاتم طائی عرب کے مشہور سخی کے بیٹے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں اسلام کی دولت سے نواز دیا، بہرحال حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے دو دھاگے لیے ایک سفید اور ایک سیاہ اور اسے اپنی گدی نیچے رکھ کے سو جاتے اور سحری کے وقت اٹھتے اور ان کو دیکھتے کہ جب تک یہ دونوں ایک دوسرے سے واضح نہ ہو جائیں سحری کا وقت باقی ہے ایک دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! خَیطِ ابیض اور خَیطِ اسود سے مراد دھاگے ہی ہیں؟ میں تو اپنی گدی نیچے دونوں دھاگے رکھتا ہوں، تو رسول اللہ ﷺ نے خوش طبعی فرماتے ہوئے فرمایا:

((إِنَّكَ لَعَرِيضُ الْقَفَا إِنْ أَبْصَرْتَ الْخَيْطَيْنِ .)) [1]

”(کیا بات ہے بھی) اگر تم اپنے تکیے نیچے یہ دونوں دھاگے دیکھ لیتے پھر تو تمہاری گدی بڑی لمبی چوڑی ہے۔“

پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عدی رضی اللہ عنہ کو سمجھایا اور فرمایا:

((لَا بَلْ هُوَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ .))

”ایسا نہیں جیسے تم سوچ رہے ہو بلکہ اس سے مراد رات کی تاریکی اور دن کی

[1] صحیح بخاری: 4510، 4509.

سفیدی ہے۔"

تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عدی رضی اللہ عنہ کو بطور خوش طبعی اور مزاح کے فرمایا کہ تمہاری گدی بڑی لمبی چوڑی ہے کہ جس میں رات بھی آ جاتی ہے اور دن بھی نمودار ہو جاتا ہے۔

❁:...... رسول اللہ ﷺ کے انصار صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک انصاری صحابی حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ یہ بڑے مزاحیہ آدمی تھے ایک دن کھڑے اپنی قوم سے باتیں کر رہے تھے اور لوگوں کو ہنسا رہے تھے، رسول اللہ ﷺ کا گزر وہاں سے ہوا تو آپ ﷺ نے اس کی کوکھ میں لکڑی چبھوئی تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی:

((أَصْبِرْنِي))

"اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے بدلہ دیجیے۔"

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِصْطَبِرْ .))

"(ٹھیک ہے) تم بدلہ لے لو۔"

تو انہوں نے کہا:

((إِنَّ عَلَيْكَ قَمِيصًا وَلَيْسَ عَلَيَّ قَمِيصٌ .))

"آپ ﷺ پر تو قمیص ہے جبکہ (اس وقت) مجھ پر قمیص نہیں تھی۔"

تو رسول کریم ﷺ نے اپنی قمیص اوپر کر دی حدیث میں ہے:

((فَاحْتَضَنَهُ وَجَعَلَ يُقَبِّلُ كَشْحَهُ .))

"تو اس نے آپ ﷺ کو اپنے بازوؤں میں لے لیا اور آپ ﷺ کے پہلو پر بوسے دینے لگا۔"

اور اپنی زبان سے کہنے لگا:

((إِنَّمَا أَرَدْتُ هٰذَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ .)) [1]

[1] سنن ابی داود: 5224.

''اے اللہ کے رسول ﷺ! میری تو بس یہی نیت تھی۔''

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو ہلکی سی چھڑی لگانا یہ آپ ﷺ کی خوش طبعی اور مزاح کی علامت تھی اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ ﷺ سے چمٹ جانا اور آپ ﷺ کے پہلو مبارک کو بوسا دینا ان کی رسول اللہ ﷺ سے والہانہ محبت کی علامت تھی۔

❀:...... رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم میں سے بعض کو خوش طبعی کے طور پر ان کے اصل نام سے ہٹ کر بلاتے تھے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان کو پیار سے خوش طبعی کے طور پر ذوالاذنین کہہ کر بلاتے تھے کیونکہ ان کے کان معمول سے ہٹ کر کچھ بڑے تھے۔ [1]

اسی طرح ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دوپہر کی کسی نماز میں بھول گئے اور آپ ﷺ نے دو رکعات پڑھ کر سلام پھیر دیا جن لوگوں کو جلدی تھی وہ بھی جانے شروع ہو گئے اور مجلس میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما جیسی شخصیات بھی موجود تھیں لیکن رسول اللہ ﷺ کی ہیبت کی بناء پر کسی نے نہ پوچھا اسی مجلس میں رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی تھے جن کو رسول اللہ ﷺ بطور مزاح کے ذوالیدین کہتے تھے کیونکہ ان کے ہاتھ معمول سے ہٹ کر بڑے اور لمبے تھے اور یہ فطرتی بات ہے کہ جس سے مزاح وغیرہ ہو اس سے ہچکچاہٹ اور ہیبت ختم ہو جاتی ہے، چنانچہ ذوالیدین رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

((أَنَسِيتَ أَمْ قُصِرَتْ؟))

''اللہ کے رسول ﷺ! آپ بھول گئے ہیں یا نماز کم کر دی گئی ہے؟''

تو رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا:

((لَمْ أَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ؟))

''نہ میں بھولا ہوں اور نہ نماز ہی کم کی گئی ہے۔''

[1] جامع ترمذی: 1992.

تو حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:

((بَلٰی قَدْ نَسِیْتَ .))

''کیوں نہیں، تحقیق آپ ﷺ بھول گئے ہیں۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے باقی دو رکعات پڑھائیں پھر دو سجدہ سہو کیے اور سلام پھیر دیا۔ ❶

❁:...... جس طرح رسول کریم ﷺ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے خوش طبعی اور مزاح کر لیا کرتے تھے اسی طرح بعض دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ ﷺ سے کوئی مزاح کی بات کر لیتے جیسا کہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ غزوۂ تبوک کے سفر کی بات ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ اس وقت چمڑے کے ایک خیمے میں تشریف فرما تھے میں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام پیش کیا تو آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: اندر آ جاؤ۔ تو میں نے عرض کی:

((أَكُلِّي يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ .))

''اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا میں سارا ہی اندر آ جاؤں۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں تم سارے ہی اندر آ جاؤ۔'' ❷

اسی طرح ایک دفعہ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس وقت روٹی اور کھجوریں پڑی تھیں، آپ ﷺ نے ان سے کہا: أُدْنُ فَكُلْ . ''قریب ہو جاؤ اور تم بھی کھاؤ۔''

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((فَأَخَذْتُ آكُلُ مِنَ التَّمْرِ .))

''میں نے کھجوریں کھانی شروع کر دیں۔''

اتنے میں رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ میری ایک آنکھ خراب ہے، اور دکھ رہی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

❶ صحيح بخاری: 1229 . ❷ سنن ابی داود: 5000 .

((تَأْكُلُ تَمْرًا وَبِكَ رَمَدٌ؟))

"تم کھجوریں کھا رہے ہو جبکہ تمہاری آنکھ دکھ رہی ہے۔"

تو حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

((إِنِّي أَمْضَغُ مِنْ نَاحِيَةٍ أُخْرَى .))

"میں (دکھنے والی آنکھ کی بجائے) دوسری طرف سے کھجوریں چبا رہا ہوں۔"

تو رسول اللہ ﷺ ان کی یہ بات سن کر مسکرا دیے۔ [1]

تو حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے بطور خوش طبعی کے رسول اللہ ﷺ کو جواب دیا کہ میں اس آنکھ کی جانب سے نہیں کھا رہا جو دکھتی ہے اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ بزرگ یا کسی بڑے سے مزاح کی بات کی جا سکتی ہے بشرطیکہ ادب واحترام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے۔

❁:...... اسی طرح ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو وعظ ونصیحت فرما رہے تھے اور انہیں جنت کے احوال بارے بتا رہے تھے، آپ ﷺ کی مجلس میں ایک دیہاتی بھی موجود تھا، آپ ﷺ فرمانے لگے کہ اہل جنت میں سے ایک شخص رب تعالیٰ سے کھیتی باڑی کی اجازت طلب کرے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے:

((أَلَسْتَ فِيمَا شِئْتَ؟))

"کیا تم اپنی موجودہ حالت پر خوش نہیں ہو۔"

تو وہ جنتی کہے گا:

((بَلَى وَلَكِنْ أُحِبُّ أَنْ أَزْرَعَ .))

"کیوں نہیں لیکن مجھے کھیتی باڑی سے محبت ہے۔"

لہٰذا اسے اجازت دی جائے گی وہ بیج کاشت کرے گا تو دیکھتے ہی دیکھتے اُگ آئے گا۔ پھر سیدھا پروان چڑھے گا اور کاٹنے کے قابل ہو جائے گا اور اناج دانوں کے پہاڑوں کی طرح انبار لگ جائیں گے تو رب تعالیٰ اس جنتی سے کہے گا: اے آدم کے بیٹے! یہ لے لے

[1] سنن ابن ماجه: 3443.

تجھے کوئی چیز سیر نہیں کر سکتی۔

آپ ﷺ کی مجلس میں بیٹھا وہ دیہاتی شخص بھی یہ بات سن رہا تھا فوراً چونک کر کہنے لگا:

((وَاللّٰهِ! مَا نَجِدُهُ إِلَّا قُرَشِيًّا أَوْ أَنْصَارِيًّا فَإِنَّهُمْ أَصْحَابُ زَرْعٍ وَأَمَّا نَحْنُ فَلَسْنَا بِأَصْحَابِ زَرْعٍ.)) [1]

''اللہ کی قسم! وہ شخص کوئی قریشی یا انصاری ہی ہوگا کیونکہ یہی لوگ کھیتی باڑی کرنے والے ہیں، ہم تو کھیتی باڑی والے لوگ نہیں ہیں۔''

تو رسول اللہ ﷺ اس کی اس خوش طبعی اور مزاح والی بات سن کر ہنس پڑے۔

❁:......رسول اللہ ﷺ کے مزاح اور خوش طبعی کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک زاہر نامی دیہاتی دوست تھا وہ جب اپنے دیہات سے آتا تو آپ ﷺ کے لیے دیہات کے تحفے لے کر آتا اور جب وہ جانے لگتا تو رسول اللہ ﷺ اس کو الوداع کرتے وقت اسے تحفے تحائف دے کر روانہ کرتے اور ان سے محبت والفت کا اظہار یوں فرماتے:

((إِنَّ زَاهِرًا بَادِيَتُنَا وَنَحْنُ حَاضِرُوهُ.))

''بلاشبہ زاہر ہمارا دیہاتی (دوست) ہے اور ہم اس کے شہری (دوست) ہیں۔''

حالانکہ زاہر شکل وصورت کا اتنا اچھا نہ تھا لیکن اس کے باوجود اللہ کے رسول ﷺ اس سے بڑی محبت کرتے تھے۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ بازار کی طرف نکلے تو دیکھا کہ زاہر بازار میں اپنا کوئی سامان وغیرہ بیچ رہا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا تو چپکے سے اسے جا کر پیچھے سے پکڑ کر گلے لگا لیا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کو نہ دیکھ پایا اس نے خود کو چھڑانے کی کافی کوشش کی لیکن نہ چھڑا سکا بالآخر کہنے لگا:

أَرْسِلْنِي مَنْ هٰذَا؟

''یہ کون ہے؟ مجھے چھوڑ دو۔''

پیچھے مڑا تو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کو پہچان لیا تو اپنی کمر رسول اللہ ﷺ کے سینہ مبارک

[1] صحيح بخاري: 2348.

سے لگا دی تو رسول اللہ ﷺ نے خوش طبعی کرتے ہوئے حاضرین سے کہا:

((مَنْ يشترى العَبْدَ؟))

''یہ غلام کون خریدے گا۔''

تو حضرت زاہر رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

((يَا رَسُولَ اللهِ! اذًا تَجِدُنِي كَاسِدًا .))

''اے اللہ کے رسول ﷺ! تب تو آپ مجھے بہت کم قیمت پائیں گے۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لٰكِنْ عِنْدَ اللّٰهِ لَسْتَ بِكَاسِدٍ بَلْ عِنْدَ اللّٰه أَنْتَ غَالٍ .)) [1]

''لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم کم قیمت نہیں ہو، بلکہ اللہ کے ہاں تو تم بہت قیمتی ہو۔''

اس روایت سے معلوم ہوا کہ دوستانہ تعلقات میں اگر کہیں کسی سے اس انداز میں خوش طبعی کر لی جائے جس میں کسی کی دل آزاری نہ ہو اور نہ کسی کی بے عزتی ہو رہی ہو تو اس میں جواز ہے لہٰذا ہر وقت غصے میں رہنا یا چہرے پر تیوری چڑھا کے رکھنا یا لوگوں سے سخت مزاجی سے پیش آنا یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت نہیں ہے اور نہ آپ ﷺ ایسی صفات کو پسند فرماتے تھے بلکہ رسول اللہ ﷺ نے مسکراتے چہرے سے ملنے والے کو پسند کیا ہے اور اس عمل کو نیکی قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

((تَبَسُّمُكَ فِي وَجْهِ أَخِيْكَ لَكَ صَدَقَةٌ .)) [2]

''تیرا اپنے مسلمان بھائی کو دیکھ کر مسکرانا بھی تیرے لیے صدقہ ہے۔''

اور رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ یہی تھی کہ آپ ﷺ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو مسکراتے چہرے سے ملتے تھے، جیسا کہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

[1] مصنف عبدالرزاق: 19688.

[2] جامع ترمذی: 1956.

((وَلَا رَآنِي إِلَّا تَبَسَّمَ فِي وَجْهِهِ.)) [1]

"رسول اللہ ﷺ نے جب بھی مجھے دیکھا مسکراتے چہرے سے دیکھا۔"

لہٰذا مسکرا کر ملنا یہ سنت بھی ہے اور اجر وثواب کے حصول کا ذریعہ بھی اس لیے خود بھی مسکراتے رہیے اور دوسروں میں بھی مسکراہٹیں بانٹتے رہیے لیکن اس بات کا ضرور خیال رکھیے کہ لوگوں کو خوش کرنے کے لیے، یا خوش طبعی کے طور پر جھوٹ بولنا یہ قطعاً جائز نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ جو بڑے رحیم وکریم شخصیت تھے، ایسے شخص کے بارے تین بار ہلاکت کی وعید سنائی ہے، چنانچہ حدیث نبوی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَيْلٌ لِلَّذِي يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ وَيْلٌ لَهُ وَيْلٌ لَهُ.)) [2]

"ہلاکت ہے اس کے لیے جو اس غرض سے جھوٹ بولے کہ اس سے لوگ ہنسیں۔ ہلاکت ہے اس کے لیے، ہلاکت ہے اس کے لیے۔"

تو معلوم ہوا کہ لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولنے والے کے لیے تین بار ہلاکت ہے اور ایسے شخص کی کتنی بڑی حماقت ہے کہ وہ لوگوں کو خوش کرنے کے لیے اپنے خالق و مالک کو ناراض کر رہا ہے، اور دوسری بات اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوئی کہ ایسا مزاح اور ایسی خوش طبعی جو مبنی بر حقیقت نہ ہو وہ گناہ ہے اور ناجائز ہے اور جو مزاح اور خوش طبعی مبنی برحقیت ہو وہ جائز ہے۔

یہ تھی وہ چند معروضات جو میں نے رسول اللہ ﷺ کے مزاح اور خوش طبعی کے حوالے سے آپ احباب کے سامنے بیان کیں تاکہ ہم بھی اپنی روز مرہ زندگی میں اپنے احباب کو مسکرا کر ملیں، ان میں خوشیاں بانٹیں، اس دور میں کون ہے جسے کوئی پریشانی لاحق نہ ہو لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم ہر وقت افسردہ چہرے سے اپنے شب وروز گزاریں

[1] صحیح بخاری: 3035.

[2] سنن ابی داود: 4990.

بلکہ مسکرائیں اور دوسروں کو بھی یہی باور کرائیں کہ آپ بہت خوش ہیں تاکہ ہم اللہ کے شکر گزار بن سکیں۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ احباب کو ہمیشہ خوش وخرم رکھے، ہمیشہ شاد باد رکھے اور جو ہماری پریشانیاں ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں دور فرما دے۔ آمین

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

رسول اللہ ﷺ کی بچوں سے شفقت

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِیَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ . اَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٢٨﴾ ﴾ [التوبة 9:128]

''البتہ تحقیق آ گیا تمہارے پاس ایک رسول جو تم ہی میں سے ہے بہت گراں ہے اس پر وہ چیز جو تمہیں مشقت میں ڈالے تمہاری بھلائی پر بڑا حریص ہے مومنوں کے ساتھ نہایت شفقت کرنے والا، بہت مہربان ہے۔''

ہر قسم کی حمد و ثناء اللہ رب العالمین کے لیے، درود و سلام امام الانبیاء، احمد مجتبیٰ جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکت کے لیے۔

بھائیو، دوستو، بزرگو! آج سیرت طیبہ کے جس عظیم پہلو کو آپ احباب کے سامنے بیان کرنا چاہتا ہوں وہ ہے ''رسول اللہ ﷺ کی بچوں سے شفقت۔'' اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی توفیق خاص سے نوازے اور کتاب و سنت کی روشنی میں حق کو پہنچانے کی توفیق دے اور ہر قسم کی لغزش سے محفوظ فرمائے۔ آمین

یہ ایک فطرتی بات ہے کہ بچے سبھی کو پیارے لگتے ہیں اور جو چیز پیاری لگے اس پر

شفقت کرنے کو انسان کا دل کرتا ہے، بچے تو کسی جانور کے ہوں وہ بھی پیارے لگتے ہیں اور بچوں سے پیار اور شفقت سے پیش آنا یہ ایک بااخلاق آدمی کا وصف ہوتا ہے اور ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تو اخلاقیات کی تکمیل کے لیے بھیجے گئے تھے اس لیے آپ ﷺ بچوں سے خصوصی شفقت کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی شفقت و رحمت کے اثرات تو غیر مسلموں اور جانوروں تک بھی پہنچے اور آپ ﷺ تمام جہان والوں کے لیے سراپا رحمت تھے جیسا کہ رب تعالیٰ کی کلام اس بات کی گواہی دے رہی ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾ [الانبیاء 21:107]

''اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر۔''

آپ ﷺ کی رحمت و شفقت کی ایک جھلک رسول اللہ ﷺ کی بچوں سے شفقت و محبت میں نظر آتی ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو بچوں سے شفقت سے پیش آنے کے حوالے سے بڑے سخت الفاظ میں تلقین فرمائی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا .)) [1]

''وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے بچوں پر رحم و شفقت نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کی عزت و توقیر نہیں کرتا۔''

اہل علم نے حدیث میں جو ''لَيْسَ مِنَّا'' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اس کے دو مفہوم بیان کیے ہیں:

پہلا مفہوم:...... ان الفاظ کا پہلا مفہوم یہ ہے'' کہ وہ شخص میری امت میں سے نہیں۔'' یہ مفہوم زیادہ بلیغ ہے اور امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اسی مفہوم کو ترجیح دی ہے۔

دوسرا مفہوم:...... ان الفاظ کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ'' وہ شخص ہمارے طریقے اور ہماری سنت پر نہیں۔'' رسول اللہ ﷺ کی بچوں سے شفقت کے حوالے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے بارے یوں بیان فرماتے ہیں چنانچہ:

[1] جامع ترمذی: 1919.

❁:...... خادم رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی بچوں سے شفقت کے حوالے سے یوں بیان فرماتے ہیں:

((مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَرْحَمَ بِالْعِيَالِ مِنْ رَّسُولِ اللّٰهِ ﷺ.)) [1]

"میں نے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر بچوں سے شفقت کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔"

بلکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بچپن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گزرا اور اس لمبے عرصہ کے دوران آپ ﷺ کی شفقت کی بہت بڑی دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ بذات خود ہیں لہٰذا خود بیان کرتے ہیں:

((خَدَمْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَشْرَ سِنِينَ فَمَا قَالَ لِي أُفٍّ، وَلَا! لِمَ صَنَعْتَ؟ وَلَا أَلَّا صَنَعْتَ.))

"میں نے دس سال رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی لیکن آپ ﷺ نے کبھی مجھے اف تک نہ کہا اور نہ کبھی یہ کہا کہ فلاں کام تو نے کیوں کیا، یا فلاں کام تو نے کیوں نہیں کیا۔"

❁:...... رسول اللہ ﷺ کے رحم دل اور شفیق ہونے کی دوسری دلیل حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ہیں، فرماتے ہیں: ہم چند نوجوان جو آپس میں ہم عمر ساتھی تھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے پاس بیس دن قیام کیا، فرماتے ہیں:

((وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ رَحِيمًا رَفِيقًا))

"رسول اللہ ﷺ بڑے رحم دل اور نرم مزاج تھے۔"

تو جب رسول اللہ ﷺ نے محسوس کیا کہ ہم گھر والوں سے اداس ہو گئے ہیں اور ہمیں گھر والوں سے ملنے کا شوق بے چین کر رہا ہے تو آپ ﷺ نے ہمیں بلا کر ہم سے ہمارے پیچھے گھر والوں کے بارے میں دریافت کیا اور ہماری لگن دیکھی تو آپ ﷺ نے ہمیں فرمایا:

---

[1] صحيح مسلم: 2316.

((ارْجِعُوا إِلَى أَهْلِيكُمْ فَأَقِيمُوا فِيهِمْ وَعَلِّمُوهُمْ وَمُرُوهُمْ .)) [1]

''واپس اپنے اہل خانہ کے پاس لوٹ جاؤ اور انہیں کے پاس رہو۔ انہیں دین کی تعلیم دو اور انہیں اچھی باتوں کی تلقین کرو۔''

مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی رسول اللہ ﷺ کے پاس بیس دن ٹھہرے اور دین کی تعلیم حاصل کرتے رہے جب رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ اب یہ گھر والوں سے اداس ہو گئے ہیں تو آپ ﷺ نے ان پر شفقت فرماتے ہوئے ان کو واپس اپنے اہل خانہ کے پاس جانے کی اجازت دے دی۔

یہ تھیں رسول اللہ ﷺ کے رحیم وشفیق ہونے کی گواہیاں جو آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے آپ کے بارے بیان فرمائیں۔ آیئے اب میں آپ احباب کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ سے آپ ﷺ کی بچوں سے شفقت کے حوالے سے چند جھلکیاں پیش کرتا ہوں۔

❁:...... رسول اللہ ﷺ کے پاس دیہات کے کچھ بادیہ نشین لوگ آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم بچوں سے بڑی محبت اور شفقت کرتے ہیں اور فرطِ محبت میں اپنے بچوں کو بوسہ بھی دیتے ہیں تو وہ لوگ بڑے حیران ہوئے اور پوچھنے لگے:

((أَتُقَبِّلُونَ صِبْيَانَكُمْ))

''کیا آپ لوگ اپنے بچوں کو بوسہ دیتے ہیں؟''

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: ہاں۔ تو وہ کہنے لگے:

((لٰكِنَّا وَاللّٰهِ مَا نُقَبِّلُ .))

''لیکن واللہ! ہم تو اپنے بچوں کو بوسہ نہیں دیتے۔''

جب رسول اللہ ﷺ نے ان کی یہ بات سنی تو فرمانے لگے:

---

[1] صحیح بخاری: 631.

((أَوَ أَمْلِكُ إِنْ كَانَ اللّٰهُ نَزَعَ مِنكُمُ الرَّحْمَةَ .)) [1]

''میں کیا کر سکتا ہوں، اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے (دلوں) سے رحمت وشفقت نکال دی ہے۔''

اس روایت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم اپنے بچوں سے محبت وشفقت سے پیش آتے تھے، اور بسا اوقات محبت وشفقت کا اظہار ان کو بوسہ دے کر کرتے تھے، اسی طرح ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو بوسہ دیا تو اس وقت آپ ﷺ کے پاس اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے تو کہنے لگے:

((إِنَّ لِي عَشَرَةً مِنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ وَاحِدًا مِنْهُمْ .))

''میرے دس بچے ہیں (لیکن) میں نے ان میں سے کسی کو بھی بوسہ نہیں دیا۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا:

((مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ .)) [2]

''جو کسی پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔''

❁:...... رسول اللہ ﷺ کی بچوں سے شفقت کی ایک علامت یہ بھی تھی کہ بسا اوقات صحابہ اور صحابیات رضی اللہ عنہم اپنے بچوں کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں آ جاتے اور بچے آپ ﷺ کے ساتھ کھیلتے اور شرارتیں کرتے لیکن آپ ﷺ نہ برا محسوس کرتے اور نہ اپنی ہتک محسوس کرتے بلکہ بچوں سے آپ ﷺ خوش طبعی فرماتے جیسا کہ ام خالد بن سعید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں اپنے ابا کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میں نے اس وقت زرد رنگ کی قمیص پہنی ہوئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھ کر پیار سے فرمایا: سَنَه ، سَنَه مراد بہت پیاری، بہت اچھی۔ ام خالد رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی مہر نبوت کو چھیڑنا اور اس سے کھیلنا شروع کر دیا تو فرماتی ہیں:

---

1. صحيح بخاري: 5998 ، وصحيح مسلم: 2317 .
2. صحيح بخاري: 5997، وصحيح مسلم: 2318 .

"فَزَبَرَنِي أَبِي" میرے ابا جی نے مجھے ڈانٹا تو رسول اللہ ﷺ نے میرے ابا جی سے کہا: دَعْهَا اسے چھوڑ دو اسے کھیلنے دو پھر رسول اللہ ﷺ نے انہیں دعا دی:

((أَبْلِي وَأَخْلِقِي ثُمَّ أَبْلِي وأَخْلِقِي ثُمَّ أَبْلِي وَأَخْلِقِي .))

"تو ایک زمانے تک زندہ رہے، اللہ تعالیٰ تیری عمر لمبی کرے، تمہاری زندگی دراز ہو۔"

راوی حدیث امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس بچی (صحابیہ) نے اتنی لمبی عمر پائی کہ ان کا لمبی عمر پانے والوں میں ذکر ہوتا۔

❁:...... رسول اللہ ﷺ کی بچوں سے بے پناہ محبت اور شفقت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرض نماز بھی پڑھ رہے ہوتے تو پھر بھی بچوں سے شفقت و محبت کا اظہار فرماتے۔ چنانچہ حدیث میں ہے، حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس (مسجد میں) تشریف فرما ہوئے تو دیکھا کہ آپ ﷺ کی نواسی حضرت امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے کندھے مبارک پر تھیں، ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((فَصَلَّى فَإِذَا رَكَعَ وَضَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَفَعَهَا .)) [1]

"تو رسول اللہ ﷺ نے اسی حالت میں نماز ادا کی جب آپ ﷺ رکوع جاتے تو (اسے) اتار دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو اسے اٹھا لیتے۔"

بلکہ اس سے بھی بڑھ کر سنن اربعہ کی روایت ہے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ جمعے کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ

((فَجَاءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ رضي الله عنهما وَعَلَيْهِمَا قَمِيْصَانِ أَحْمَرَانِ يَعْثُرَانِ فِيهِمَا .))

"(دیکھا) حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما آ رہے ہیں اور ان پر سرخ رنگ

[1] صحیح بخاری: 5996.

کی (لمبی) قمیص تھیں جن میں اٹک کر گر رہے تھے۔''

رسول اللہ ﷺ کی بچوں سے شفقت کی انتہاء تھی کہ آپ ﷺ منبر سے نیچے اتر آئے اور جا کر دونوں کو اٹھا لیا اور دوبارہ واپس منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا:

((صَدَقَ اللّٰهُ ﴿ اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ﴾ [التغابن 15:64]
رَأَيْتُ هٰذَيْنِ يَعْثُرَانِ فِي قَمِيْصَيْهِمَا فَلَمْ أَصْبِرْ حَتّٰى قَطَعْتُ كَلَامِي فَحَمَلْتُهُمَا .)) [1]

''اللہ تعالیٰ نے سچ کہا ہے: ''تمہارے مال، تمہاری اولاد (تمہارے لیے) صرف آزمائش ہیں۔'' میں نے ان دونوں کو دیکھا کہ یہ دونوں اپنی قمیصوں میں اٹک کر گر رہے ہیں تو مجھ سے صبر نہ ہوا حتیٰ کہ میں نے اپنی بات کاٹ دی اور ان دونوں کو اٹھا لیا۔''

ذرا سوچیے کہ آپ ﷺ بچوں سے کتنی شفقت فرماتے تھے کہ جمعے کا خطبہ جو فرض ہے اور اس میں نقل و حرکت بھی منع ہے لیکن آپ ﷺ نے اس سے ضروری اور اہم بچوں کا خیال رکھنا قرار دیا کہ مبادا کہیں بچوں کو کوئی چوٹ نہ لگ جائے، کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے۔

❁:...... رسول اللہ ﷺ کی بچوں سے شفقت و محبت کی ایک علامت یہ بھی تھی کہ آپ ﷺ بچوں کو پیار کرتے اور ان کے لیے دعائیں کرتے چنانچہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مجھے اپنی ران پر بٹھاتے اور دوسری ران پر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو بٹھاتے، پھر دونوں کو ساتھ چمٹا لیتے اور فرماتے:

((اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُمَا فَإِنِّي أَرْحَمُهُمَا .)) [2]

''اے اللہ! ان دونوں پر رحم فرما، میں بھی ان پر رحم کرتا ہوں۔''

اسی طرح ایک دوسری روایت میں ہے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے

[1] سنن نسائی: 1414. [2] صحیح بخاری: 6003.

پر اٹھائے ہوئے تھے اور یہ کہہ رہے تھے:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّيْ أُحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ .)) ❶

”اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما۔“

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا اپنے بیٹے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی:

((يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ! هٰذَا أُنَيْسٌ ابْنِي اَتَيْتُكَ بِهِ يَخْدِمُكَ فَادْعُ اللّٰهَ لَهُ .))

”اے اللہ کے رسول! یہ انیس ہے، میرا بیٹا ہے اسے آپ ﷺ کے پاس لائی ہوں تاکہ یہ آپ ﷺ کی خدمت کرے۔ آپ ﷺ اس کے لیے دعا کر دیجیے۔“

اللہ اکبر! کس قدر خوش نصیب تھی وہ ماں جس نے اپنے لخت جگر کو خدمت رسول ﷺ کے لیے وقف کر دیا اور کس قدر خوش نصیب تھا وہ بیٹا جس کو رسول اللہ ﷺ کا خادم بننے کا شرف حاصل ہوا۔ اللہ ان پر کروڑوں رحمتیں فرمائے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ ہم گناہ گاروں کو بھی اپنے پیارے حبیب ﷺ اور اس کے اصحاب رضی اللہ عنہم کی رفاقت نصیب فرمادے۔ آمین

بھائیو! یقیناً یہ بڑے فضل کی بات ہے، یہ بڑے بلند نصیب کی بات ہے اللہ جسے عطا فرمادے ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

میں نے گلستاں میں جا کر ہر گل کو دیکھا
نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بو ہے
نکل جائے جاں محمد ﷺ کے قدموں تلے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرمائی:

((اَللّٰھُمَّ اَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ))

❶ صحيح بخاري: 3749.

''اے اللہ! اس کے مال اور اولاد میں کثرت فرما۔''

اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((فَوَاللّٰهِ إِنَّ مَالِي لَكَثِيرٌ وَإِنَّ وَلَدِي وَوَلَدَ وَلَدِي لَيَتَعَادُّونَ عَلَى نَحْوِ الْمِائَةِ الْيَوْمَ .)) ❶

''اللہ کی قسم! میرا مال بہت زیادہ ہے اور آج میری اولاد، اور میری اولاد کی اولاد گنتی میں سو کے لگ بھگ ہے۔''

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو ابھی لڑکپن کی عمر میں تھے رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لیے گئے تو فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے وضو کا پانی رکھ دیا، جب فارغ ہو کر آئے تو آپ ﷺ نے پوچھا:

((مَنْ وَضَعَ هٰذَا؟))

''یہ پانی کس نے رکھا ہے؟''

آپ ﷺ کو بتایا گیا تو آپ ﷺ نے دعا دی:

((اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ .)) ❷

''اے اللہ! اسے دین کی سمجھ عطا فرما۔''

آپ ﷺ کی دعا کا یہ اثر ہوا کہ بہترین مفسر قرآن بنے اور ''حِبْرُ هٰذِهِ الأُمَّةِ .'' یعنی ''اس امت کا عالم'' لقب پایا۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ بچوں سے شفقت کرنی چاہیے اور ان سے شفقت اور محبت کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ بچوں کے لیے خیر و بھلائی کی دعائیں کرتے رہنا چاہیے اور بڑوں کو چاہیے کہ بچوں کو دعائیں دیتے رہا کریں ہوسکتا ہے کہ قبولیت کے وقت میں آپ کی دعا انہیں حاصل ہو جائے اور ان کی دنیا و آخرت بہتر ہو جائے۔ اور ان روایات کا مفہوم مخالف یہ ہوا کہ بچوں کو کبھی بددعا نہیں دینی چاہیے خواہ جتنا بھی تنگ کریں۔ کیونکہ ہوسکتا ہے

❶ صحیح مسلم: 2481. ❷ صحیح بخاری: 143.

کہ قبولیت کے وقت میں آپ نے بد دعا دے دی تو صرف اس کے لیے پریشانی نہیں ہوگی بلکہ ساری زندگی آپ بھی اپنے آپ کو ملامت کرتے رہیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے بچوں کی پرورش اور ان کی تربیت کرنے اور اس پر آنے والی مصائب اور تنگیوں پر صبر کرنے کی بھی بڑی فضیلت بیان کی ہے مومنوں کی ماں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت میرے پاس آئی اس کے ساتھ اس کی دو بچیاں بھی تھیں اس عورت نے مجھ سے کھانے کے لیے کچھ مانگا۔ اتفاق سے میرے پاس گھر میں صرف ایک کھجور ہی تھی تو میں نے وہ ایک دانہ اسے دے دیا، اس عورت نے خود نہ کھایا اور ان دونوں بچیوں میں آدھا آدھا تقسیم کر دیا اور خود صبر سے کام لیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد اٹھ کر چلی گئی۔

اس کے جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں نے اس عورت کا سارا ماجرا بیان کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ يَلِي مِنْ هَذِهِ الْبَنَاتِ شَيْئًا فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ.)) [1]

''جو شخص ان بیٹیوں کی پرورش کرے گا اور ان سے اچھا برتاؤ کرے گا تو یہ اس کے لیے جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ بن جائیں گی۔''

اس روایت سے درجہ ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں:

1: بیٹیوں کی پرورش اور ان کے دیگر معاملات میں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔

2: اولاد کی تربیت، پرورش اور دیگر ضروریات پر خرچ کرنے پہ انسان کو اجر ملے گا۔

3: اولاد پر خرچ کرنے پہ تب اجر ملے گا جب انسان نیکی کا ارادہ کرے گا۔

4: اولاد کی اچھی تربیت اور ان سے اچھا برتاؤ کرنا جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔

❁:...... رسول اللہ ﷺ کی بچوں سے شفقت اور محبت کی ایک علامت یہ بھی تھی کہ آپ ﷺ بچوں کے رونے کی وجہ سے اپنی نماز مختصر کر لیتے اور اسی طرح بچوں کی خوشی کے

[1] صحيح بخاري: 5995.

لیے نماز لمبی بھی کر لیتے آیئے رسول اللہ ﷺ کا فرمانِ گرامی سنیے:

((إِنِّي لَأَقُومُ فِي الصَّلَاةِ أُرِيدُ أَنْ أُطَوِّلَ فِيهَا، فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَأَتَجَوَّزُ فِي صَلَاتِي كَرَاهِيَةَ أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمِّهِ.))

''میں نماز شروع کرتا ہوں اور اسے طویل کرنا چاہتا ہوں، پھر میں بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو اپنی نماز کو مختصر کر دیتا ہوں اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ اس بچے کی ماں کو میں مشقت میں ڈالوں۔''

گویا رسول اللہ ﷺ فرض نماز، بچے اور اس کی ماں پر کہیں مشقت نہ ہو اس ڈر سے مختصر فرما دیتے اور تا کہ ماں کی ممتا اور بچے کے درمیان میں کوئی حائل نہ ہو۔

اسی طرح ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے بچے کی دلجوئی کے لیے نماز کو لمبا کر دیا جیسا کہ سنن نسائی کی روایت ہے حضرت شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ مغرب یا عشاء کی نماز پڑھانے کے لیے آئے تو آپ ﷺ نے حضرت حسن یا حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو اٹھایا ہوا تھا، آپ ﷺ آگے بڑھے اور انہیں زمین پہ بٹھا دیا پھر نماز پڑھانی شروع کر دی۔ نماز کے دوران آپ ﷺ نے بڑا لمبا سجدہ کیا۔ حضرت شداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((فَرَفَعْتُ رَأْسِي وَإِذَا الصَّبِيُّ عَلَى ظَهْرِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ سَاجِدٌ.))

''میں نے سر اٹھا کے دیکھا تو رسول اللہ ﷺ حالت سجدہ میں تھے اور بچہ آپ ﷺ کی پشت پر تھا۔''

جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے عرض کی:

((يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّكَ سَجَدْتَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ صَلَاتِكَ سَجْدَةً أَطَلْتَهَا حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ قَدْ حَدَثَ أَمْرٌ أَوْ أَنَّهُ يُوحَى إِلَيْكَ.))

''اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے اپنی نماز کے دوران اتنا لمبا سجدہ کیا کہ ہم نے سمجھا شاید کوئی معاملہ پیش ہو گیا ہے یا آپ ﷺ کی طرف وحی کی جا رہی ہے۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو جواب میں فرمایا:

((كُلُّ ذَلِكَ لَمْ يَكُنْ وَلَكِنَّ ابْنِي ارْتَحَلَنِي فَكَرِهْتُ أَنْ أُعَجِّلَهُ حَتَّى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ .)) [1]

"ایسا کچھ نہیں تھا، لیکن میرا بیٹا مجھ پر سوار تھا تو میں نے ناپسند کیا کہ جلدی کروں یہاں تک کہ وہ اپنی حاجت پوری کر لے۔"

❁:...... رسول اللہ ﷺ کی بچوں سے شفقت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ بسا اوقات نو مولود بچوں کو آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جاتا تاکہ آپ ﷺ انہیں گھٹی دیں تو بچے آپ ﷺ کی گود میں پیشاب کر دیتے لیکن نہ برا مناتے، نہ جھڑکتے اور نہ ان کے والدین کو کچھ کہتے بلکہ دعائیں ہی دیتے جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُؤْتَى بِالصِّبْيَانِ فَيَدْعُو لَهُمْ .))

"نبی اکرم ﷺ کے پاس بچوں کو لایا جاتا تو آپ ﷺ ان کے لیے دعا کرتے تھے۔"

((فَأُتِيَ بِصَبِيٍّ فَبَالَ عَلَى ثَوْبِهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَتْبَعَهُ إِيَّاهُ وَلَمْ يَغْسِلْهُ .)) [2]

"لہٰذا ایک مرتبہ ایک بچہ لایا گیا تو اس نے آپ ﷺ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا، آپ ﷺ نے پانی منگوایا اور پیشاب کی جگہ چھینٹے مار لیے اور کپڑے کو دھویا نہیں۔"

یہاں ایک مسئلے کی وضاحت کرتا چلوں، اگر بچہ چھوٹا ہو اور صرف ماں کا دودھ پیتا ہو تو ایسے بچے کے پیشاب والی جگہ پر صرف پانی کے چھینٹے مارنے سے کپڑا پاک ہو جائے گا اور اگر بچہ ماں کے دودھ کے ساتھ ساتھ دوسری خوراک بھی کھاتا ہے تو ایسے بچے کے پیشاب کو اور اسی طرح بچی کے پیشاب کو خواہ وہ شیر خوار ہو یا بڑی ہو اس سے کپڑے کو دھونا ضروری ہے۔

[1] سنن نسائی: 1142. [2] صحیح بخاری: 6355.

❀:......آیئے رسول اللہ ﷺ کی بچوں سے شفقت کی ایک جھلک اور آپ کو دکھاؤں
سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((كَانَ النَّاسُ إِذَا رَأَوا أَوَّلَ الثَّمَرِ جَاءُوْا بِهِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ .))

''لوگ جب (کسی موسم کا) پہلا پھل دیکھتے تو اسے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لے آتے۔''

تو نبی اکرم ﷺ اس پھل کو پکڑ کر یوں دعا فرماتے:

((اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي ثَمَرِنَا .))

''اے اللہ! ہمارے پھلوں میں برکت عطا فرما۔''

((اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي مَدِيْنَتِنَا .))

''اے اللہ! ہمارے شہر (مدینہ) میں برکت عطا فرما۔''

((اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا .))

''اے اللہ! ہمارے صاع میں برکت عطا فرما۔''

((اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي مُدِّنَا .))

''اے اللہ! ہمارے مد میں برکت عطا فرما۔''

اے اللہ! یقیناً ابراہیم علیہ السلام تیرے بندے، تیرے خلیل اور تیرے نبی تھے میں بھی تیرا بندہ اور نبی ہوں۔ انہوں نے تجھ سے مکہ کے لیے دعا کی، میں تجھ سے مدینہ کے لیے اتنی ہی برکت کی دعا کرتا ہوں جتنی انہوں نے مکہ کے لیے دعا کی اور اس کی مزید ایک مثل دعا کرتا ہوں:
یعنی رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے لیے دگنی برکت کی دعا کی۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((ثُمَّ يَدْعُو أَصْغَرَ وَلِيْدٍ لَهُ فَيُعْطِيهِ ذَالِكَ الثَّمَرَ .))

''پھر رسول اللہ ﷺ (حاضرین میں) سے سب سے چھوٹے بچے کو بلاتے اور اسے وہ پھل دے دیتے۔''

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ بطور شفقت چھوٹے بچے کو وہ پھل عنایت فرماتے۔ اور دوسرا یہ بھی معلوم ہوا کہ کھانے پینے کی کوئی چیز دیتے وقت سب سے چھوٹے بچے سے پہل کرنا جائز ہے اور سنت سے ثابت ہے۔

❁:...... بچوں سے شفقت کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کی سنت سے جو بات ثابت ہے وہ یہ ہے کہ بچوں سے شفقت اور ہمدردی کی ایک شکل یہ ہے کہ انہیں بچپن سے ہی خیر و بھلائی، حکمت و دانائی اور اسلامی آداب زندگی سکھلائے جائیں کیونکہ میں کہا کرتا ہوں چھوٹے بچوں کی مثال کسی بیل دار پودے کی نرم کونپل کی طرح ہے بچپن میں جس طرف ان کا رخ کر دو گے یہ ادھر کو ہی بڑھنا، پھلنا پھولنا شروع کر دیں گے اگر خیر و بھلائی کی طرف موڑ دو گے تو ادھر کو ہی رخ کر لیں گے اور اگر کوتاہی کی اور بری عادات میں پڑ گئے تو یہ ادھر کو ہی بڑھیں گے الا جسے اللہ ہدایت دے دے اور نیکی پر چلنے کی توفیق دے دے۔ دیوانِ علی رضی اللہ عنہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک شعر ہے فرماتے ہیں:

حَرِّضْ بَنِيكَ عَلَى الْآدَابِ فِي الصِّغَرِ
كَيْمَا تَقِرُّ بِهِمْ عَيْنَاكَ فِي الْكِبَرِ

''اپنے بچوں کو صغر سنی میں ہی اسلامی آداب کی ترغیب دو۔ تاکہ بڑے ہوں تو انہیں دیکھ کر تمہاری آنکھیں ٹھنڈک حاصل کریں۔''

تو آیئے تربیت کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کی بچوں سے شفقت کے بارے چند مثالیں سنیں:

❁:...... رسول اللہ ﷺ کے گود بٹھائے بیٹے حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

((كُنْتُ غُلَامًا فِي حَجْرِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَكَانَتْ يَدِي تَطِيشُ فِي الصَّحْفَةِ .))

''میں صغر سنی میں رسول اللہ ﷺ کی گود میں زیر پرورش تھا، میرا ہاتھ برتن میں چاروں طرف گھوم رہا تھا۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا:

((يَا غُلَامُ سَمِّ اللّٰهَ وَكُلْ بِيَمِينِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ .))

''بچے! بسم اللہ پڑھو، دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما کو کھانے کے آداب سکھائے اور یہ بچوں سے شفقت کی سب سے اعلیٰ صورت ہے۔ بعض لوگ غلطی کا شکار ہوتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ابھی بچہ ہے، بڑا ہوگا تو خود بخود سمجھ جائے گا حالانکہ تعلیم وتربیت کا بہترین وقت بچپن کا زمانہ ہے اس لیے بچپن میں ہی ان کو حکمت و دانائی کا درس دینا چاہیے۔

❁:...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے آرہا تھا تو آپ ﷺ مجھے دیکھ کر یوں مخاطب ہوئے:

((يَا غُلَامُ إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ))

''اے بچے! میں تمہیں چند کلمات سکھا رہا ہوں۔

لہٰذا انہیں غور سے سنو اور یاد کرلو۔''

((احْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ))

''اللہ کی حفاظت کرو اللہ تیری حفاظت کرے گا۔''

اللہ کی حفاظت سے مراد اللہ کی توحید کا خیال رکھو، اللہ کے دین کی حفاظت کرو، اس کے لاگو کردہ کردہ فرائض وواجبات کا خیال رکھو۔

((احْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ))

''اللہ کی حفاظت کرو، اللہ کو اپنے سامنے پاؤ گے۔''

مراد اللہ پر مکمل اعتماد اور بھروسہ رکھو ہمیشہ اللہ کو اپنی مدد میں معاون پاؤ گے۔

((إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ))

''سوال کرو تو صرف اللہ سے سوال کرو۔''

کیونکہ وہ اکیلا بے نیاز ہے باقی سب اس کے نیاز مند ہیں وہ اکیلا غنی ہے باقی سب

نبی، ولی نیک بد اسی کے محتاج ہیں۔

((وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ))

''جب مدد مانگو تو صرف اللہ ہی سے مدد مانگو۔''

کیونکہ سب سے طاقتور وہی ہے اور سب پر اسی کا اختیار اور تسلط ہے باقی سب اس کے ماتحت ہیں اس پر کوئی حاوی نہیں۔

((وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوْ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ))

''اور جان لو اگر پوری امت تمہیں نفع پہچانے پر اکٹھے ہوں جائیں تو تمہیں صرف وہی نفع دے سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے مقدر میں لکھ دیا ہے۔''

یعنی ہر قسم کا نفع اور خیر و بھلائی کی امید اسی سے رکھو کیونکہ جب تک وہ نہ چاہے تمہیں کوئی نفع نہیں دے سکتا۔

((وَإِنِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ))

''اور اگر وہ سب تمہیں نقصان پہنچانے پر اکٹھے ہو جائیں تو تمہیں وہ کچھ نقصان نہیں دے سکتے مگر جو اللہ نے تیرے مقدر میں کر دیا ہے۔''

یعنی ہر قسم کا ضرر، نقصان، تکلیف اور سختی بھی اللہ کے حکم سے ہی آتی ہے لیکن اس کا سبب بندے کے اپنے اعمال ہوتے ہیں۔

((رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ .)) [1]

''قلمیں اٹھالی گئی ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔''

یعنی اللہ کے لکھے پر ایمان لے آؤ اگر تیرے حق میں خیر ہے تو یہ اس کا فضل ہے اور اگر تیرے حق میں شر یا تکلیف ہے تو اس میں اللہ کی حکمت ہے کیونکہ اس کا کوئی کام حکمت سے

[1] جامع ترمذی: 2516.

خالی نہیں ہے۔

محترم سامعین! دیکھئے رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا زاد بھائی کو جو ابھی لڑکپن کی عمر میں تھے ان کے ساتھ شفقت و محبت کا اظہار اس بات میں سمجھا کہ انہیں کائنات کی سب سے قیمتی چیز رب تعالیٰ کی توحید کا درس دیا، اللہ کی معرفت اور پہچان سمجھائی، وہ چیز جس پر دنیوی و اخروی کامیابی کا حصول ہے، وہ چیز جس میں قوموں کی کامیابی کا انحصار ہے، وہ چیز جو کائنات کی ہر چیز کا ڈر دل سے نکال کر ایک اللہ کا ڈر پیدا کرتی ہے، وہ چیز جس میں تعلق باللہ میں مضبوطی پیدا ہوتی ہے، وہ چیز جس سے بندہ رب کے حقوق کا بھی خیال کرتا ہے اور مخلوق کے حقوق کی بھی پاسداری کرتا ہے۔

لیکن بھائیو! آج ہم بچوں سے ہمدردی اور شفقت تو کرتے ہیں اور ان سے محبت و شفقت کا درس بھی دیتے ہیں، ہمارے سکولوں اور کالجوں میں یہ تو کہا جاتا ہے مار نہیں پیار، نفرت نہیں محبت و شفقت لیکن جونہی بچہ بڑی کلاس میں بڑھتا ہے اس قدر اس میں بے دینی، اس میں اغیار کے کلچر کی پیروی، بڑوں سے بے ادبی سے پیش آنا، نماز اور قرآن سے دور ہونا کیوں پایا جاتا ہے۔ یہ دینی حمیت و غیرت کیوں ختم ہو جاتی ہے کیوں کہ ہم نے توحید کا درس چھوڑ دیا، ان کو اللہ کی پہچان کرانی چھوڑ دی، ان کو اللہ کا جاہ و جلال، اس کا تقدس، اس کی قدر دانی سے نا آشنا کر دیا، تو آج اس بات کے نتائج ہم لوگ بھگت رہے ہیں ہر گھر میں یہی رونا رویا جا رہا ہے بچے بات نہیں مانتے، والدین سے بدتمیزی سے پیش آتے ہیں، ان کی فرمائشیں نہ پوری کریں تو طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں۔

میرے بھائیو! ہم سب کو پہلے اپنی اصلاح کرنا ہوگی پہلے ہم دیکھیں ہم خود کتنی رب تعالیٰ کی مانتے ہیں کہ ہماری اولاد ہماری مطیع و فرمانبردار بن جائے۔ بہر حال ہم سب کے لیے خیر و بھلائی اسی میں ہے کہ ہم اپنی اولاد سے صحیح معنی میں شفقت و محبت کریں اور وہ یہی ہے کہ ہم ان کی جہاں دنیوی تعلیم کے لیے کوشاں اور فکر مند ہوتے ہیں وہاں یہ بھی فکر کریں کہ ان کو دین کی فرضی تعلیم سے روشناس کرائیں تا کہ وہ حلال و حرام کو، جائز و ناجائز کو اور خیر و شر کو

پہچان سکیں، تاکہ وہ جہنم سے بچ کر جنت کے وارث بن جائیں، تاکہ وہ اچھے دنیا دار بھی ہوں اور بہترین دین دار اور دینی مزاج والے بھی ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اور آپ کی اور ہم سب کی اولادوں کی اصلاح فرمائے اور جو کوتاہیاں ہیں وہ دور فرما دے۔ آمین

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

رسول اللہ ﷺ کا صبر

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِينُهٗ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ . اَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ﴾

[الاحقاف 46:35]

”پس آپ صبر کریں جس طرح عزم و ہمت والے رسولوں نے صبر کیا اور آپ ان کے لیے (عذاب) جلدی طلب نہ کریں۔“

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ [الزمر 39:10]

”صرف صبر کرنے والوں کو ہی ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا۔“

ہر قسم کی حمد وثناء اللہ رب العالمین کے لیے، درود و سلام امام الانبیاء، سید الاولین والآخرین، جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کے لیے۔

بھائیو، دوستو، بزرگو! اللہ کی توفیق سے سیرت طیبہ کے جس عظیم پہلو کو آج کے خطبے میں بیان کیا جائے گا وہ ہے ”رسول اللہ ﷺ کا صبر“

کسی بھی بلند مقام کو حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان اس مقام کی راہ میں

آنے والے مصائب پر صبر کرے اگر تو صبر کے دامن کو تھامے رکھے گا تو اپنی منزل کو پالے گا اور اگر صبر کے دامن کو چھوڑ دے گا تو پھر کبھی منزل کو نہیں پا سکتا۔

اسی طرح کوئی انسان جس قدر عظیم شخصیت ہوگا اسی قدر اسے اس عظمت تک پہنچنے کے لیے بڑے بڑے امتحانات سے گزرنا پڑا ہوگا۔ بنا صبر کیے بندہ عظیم انسان نہیں بن سکتا۔ عربی میں کہاوت ہے:

”اَلا بِالصَّبْرِ تَبْلُغُ مَا تُرِیْدُ و بَالتَّقْوٰی یَلِیْنُ لَكَ الحَدِیْدُ .“

”خبردار! صبر کے ذریعے تم اپنی مراد تک پہنچ سکتے ہو اور تقویٰ اپنانے سے لوہا بھی تیرے لیے نرم ہو جائے گا۔“

لہٰذا معلوم ہوا کہ صبر ایک ایسی سواری ہے جو اپنے سوار کو کبھی نہیں گرنے دیتی نہ کسی کے قدموں میں اور نہ کسی کی نظروں میں، اور کائنات کے سب سے عظیم ترین انسان اللہ تعالیٰ کے انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں اس لیے سب سے زیادہ صابر و شاکر بھی وہی ہوتے ہیں جامع ترمذی کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا:

((أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً قَالَ الْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ .)) [1]

”لوگوں میں سے سب سے زیادہ آزمائش والے کون لوگ ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام پھر جو ان کے بعد سب سے افضل ہو، پھر جو ان کے بعد سب سے افضل ہو۔“

معلوم ہوا کہ سب سے زیادہ آزمائشوں، پریشانیوں سے دوچار ہونے والے لوگ اللہ کے نبی ہیں کیونکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ جتنی بڑی ڈگری ہو اس کے لیے امتحان بھی اتنا ہی بڑا اور اتنا ہی مشکل ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو دنیا و آخرت میں جتنا بڑا مقام دیا ہے اس قدر ان کی آزمائشیں بھی سخت ہوتی ہیں۔

اور پھر انبیاء علیہم السلام میں سے دو نبیوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل کہا ہے۔ یعنی ابراہیم علیہ السلام اور

[1] جامع ترمذی: 2398.

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ اور اگر ان دونوں نبیوں کی زندگی کو دیکھا جائے تو پھر یہ بات سمجھ آتی ہے کہ زندگی کے ہر موڑ پر اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑے سخت امتحانات سے دوچار کیا چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کے بارے قرآن کریم میں رب تعالیٰ نے یوں فرمایا:

﴿ وَ اِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ ... ﴾ [البقرة 2:124]

"جب ابراہیم کو اس کے رب نے چند کلمات کے ذریعے آزمایا تو اس نے ان کلمات کو پورا کر دیا۔"

البتہ آج کے خطبہ میں صرف رسول اللہ ﷺ پر آنے والے مصائب اور آپ ﷺ کا ان پر صبر کرنا اس حوالے سے بات ہوگی، اللہ حق سچ بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

❁:...... رسول اللہ ﷺ ابھی دنیا میں نہیں آئے تھے کہ آپ ﷺ کی پیدائش سے چند ماہ قبل آپ ﷺ کے والد گرامی جو شام تجارت کی غرض سے گئے ہوئے تھے واپسی پر بیمار ہوگئے اور مدینہ میں اپنے ننھیال کے ہاں ٹھہر گئے اور وہیں وفات پائی۔ لہٰذا آپ ﷺ نے جب اس دنیا میں آنکھیں کھولیں تو باپ کا سایہ سر پر نہیں تھا۔ یتیم ہونا یہ بھی ایک آزمائش تھی۔

❁:...... رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک چھ برس تھی اور آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ آپ ﷺ کو لے کر مدینہ گئیں تاکہ آپ ﷺ کے ننھیال سے ملاقات ہو اور ساتھ اپنی زندگی کے ہم سفر اور شریک حیات حضرت عبداللہ کی قبر سے ہو کر آیا جائے تاکہ زندگی کی وہ یادیں تازہ ہوں جو ان کی رفاقت میں گزریں۔ چنانچہ حضرت آمنہ نے مدینہ میں دار النابغہ مقام پر ایک مہینہ قیام کیا، اس سفر میں ماں، بیٹے کے ساتھ، رسول اللہ ﷺ کو باپ کی طرف سے حصے میں آنے والی لونڈی ام ایمن بھی ساتھ تھیں چنانچہ ایک ماہ گزارنے کے بعد واپسی کا سفر شروع کیا، اب دور دراز خاوند کی قبر اور چاند سے حسین مکھڑے والا چھ سال کا بیٹا ساتھ ہے اور پر کٹھن راستہ دل غموں اور سوچوں سے بھرا ہوا لے کر واپس لوٹ رہی تھیں کہ بیماری نے آلیا، باوجود بیماری کے سفر طے کرتی رہیں، ذرا چند لمحات کے لیے اپنے ذہنوں

میں یہ منظر سوچیے کہ ماں کی ممتا اپنی ہمتیں ہار رہی ہو اور سواری پر ساتھ انمول موتی جیسا خوبصورت بیٹا ہو اور دور دور تک کسی انسان کا نام ونشان نہ ہو سوائے ایک غم خوار عورت ذات ام ایمن کے۔ بالآخر مکہ اور مدینہ کے درمیان ابواء کے مقام پر ماں نے بھی رب تعالیٰ کے پیغام اجل پر لبیک کہہ دیا اور وفات پا گئیں۔

ذرا سوچیے رب کے حبیب ﷺ کی آزمائش چھ سال کی عمر باپ پہلے دنیا سے رحلت فرما ہو گئے اور آج غریب الدیار میں جب ماں سے پیار لینے کا وقت تھا ان سے لاڈ لڈانے کا وقت تھا، ان کو اپنے ناز ونخرے دکھانے کا وقت تھا ماں بھی دنیا سے چلی گئی، ایک بیابان وادی میں چھ سال کا کمسن بچہ ہو اور پاس ماں کی میت پڑی ہو کوئی تسلی دینے والا نہ ہو، کوئی چپ کرانے والا نہ ہو، کوئی گلے سے لگانے والا نہ ہو، کوئی پرسان حال نہ ہو۔ اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ایک چھ سال کا کم سن بچہ ایک عورت ذات سے مل کر ماں کی قبر کھود رہا ہو پھر ننھے ہاتھوں سے ماں کو دفن کر کے اوپر مٹی ڈال رہا ہو۔ اور بچہ بھی وہ بچہ جس پر کائنات کے سارے انسان قربان کیے جا سکتے ہیں۔ یقیناً یہ منظر اس لائق تھا کہ اس پر آسمان آنسو بہاتا اور زمین کانپ اٹھتی مجھے رسول اللہ ﷺ کا فرمان یاد آ گیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ وَإِنَّ اللّٰهَ إِذَا أَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ .)) [1]

"یقیناً بہت بڑی جزاء، بہت بڑی آزمائش کے ساتھ ملتی ہے اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو انہیں آزمائش میں مبتلا کرتا ہے۔"

اسی لیے رب تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو بڑی بڑی آزمائشوں سے دوچار کیا تاکہ آخرت میں اجر وثواب میں آپ ﷺ سے بڑھ کر ہوں اور سب سے آگے ہوں۔

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ نبوت کے بعد رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کے لیے گئے چنانچہ حدیث کے الفاظ ہیں:

---

[1] جامع ترمذی: 2396.

((زَارَ النَّبِيُّ ﷺ قَبْرَ أُمِّهِ فَبَكَى وَأَبْكَى مَنْ حَوْلَهُ))

''نبی اکرم ﷺ نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی۔ (اس موقع پر) آپ ﷺ روئے اور اپنے اردگرد موجود صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی رلا دیا۔''

پھر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب ہو کر فرمایا:

((اِسْتَأْذَنْتُ رَبِّي فِي أَنْ أَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي وَاسْتَأْذَنْتُهُ فِي أَنْ أَزُورَ قَبْرَهَا فَأَذِنَ لِي فَزُورُوا الْقُبُورَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُكُمُ الْمَوْتَ .)) [1]

''میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کی مغفرت کے لیے دعا کی اجازت مانگی تو مجھے اجازت نہ ملی، میں نے ان کی قبر پر جانے کی اجازت مانگی تو مل گئی، لہٰذا تم قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ تمہیں موت یاد دلاتی ہیں۔''

❀:...... نبی اکرم ﷺ مائی ام ایمن کے ساتھ جب مکہ پہنچے تو دادا عبدالمطلب کو حضرت آمنہ کی وفات کی خبر ملی تو ان کے دل میں آپ ﷺ کے بارے مزید رحم دلی اور محبت پیدا ہوگئی۔ حضرت عبدالمطلب آپ ﷺ کو دوسروں کی نسبت زیادہ عزت دیتے اور آپ کے معاملے میں نرمی برتتے لیکن دو سال گزرنے کے بعد جب آپ ﷺ کی عمر آٹھ برس تھی تو دادا کا سایہ شفقت بھی ختم ہوگیا۔

❀:...... دادا کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی کفالت کا ذمہ چچا ابو طالب نے لیا، مالی طور پر چچا کمزور تھے اس لیے رسول اللہ ﷺ نے مکہ کے چند لوگوں کی بکریاں چرانی شروع کر دیں تاکہ چچا پر بوجھ نہ بنیں۔ حدیث میں ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مر الظہران وادی سے گزر رہے تھے کہ ہم پیلو کا پھل توڑنے لگے تو نبی اکرم ﷺ نے ہم سے کہا:

((عَلَيْكُمْ بِالأَسْوَدِ مِنْهُ فَإِنَّهُ أَطْيَبُ .))

---

[1] صحیح مسلم: 976.

”جو کالے رنگ کا ہے وہ توڑو کیونکہ وہ زیادہ لذیذ ہے۔“

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: کیا آپ ﷺ بھی بھیڑ بکریاں چراتے رہے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((نَعَمْ وَهَلْ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا رَعَاهَا .)) ❶

”ہاں ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں۔“

اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا إِلَّا رَعَى الْغَنَمَ .))

”اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی مبعوث کیا اس نے گلہ بانی ضرور کی ہے۔“

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اللہ کے رسول! کیا آپ ﷺ نے بھی؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((نَعَمْ كُنْتُ أَرْعَاهَا عَلَى قَرَارِيطَ لِأَهْلِ مَكَّةَ .)) ❷

”ہاں! میں بھی چند قیراط کے عوض اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔“

اس عرصہ میں رسول اللہ ﷺ نے غربت اور تنگ دستی کے حالات گزارے جس کے بارے رب تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا:

﴿وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَأَغْنٰى ۝﴾ [الضحیٰ 8:93]

”اس (اللہ تعالیٰ) نے آپ کو تنگ دست پایا تو اس نے (آپ کو) غنی کر دیا۔“

فائدہ:...... رسول اللہ ﷺ کو والدین کے اور دیگر بزرگوں کے سایہ شفقت اور ان کے زیر سایہ تربیت پانے سے اس لیے محروم رکھا گیا کیونکہ اللہ رب العالمین اپنے پیارے محبوب حضرت محمد ﷺ کی اپنے سایہ رحمت میں پرورش کرنا چاہتے تھے اور ان کی تربیت اور راہنمائی خود کرنا چاہتے تھے تاکہ اقوامِ عالم کو اس بات کا علم ہو جائے کہ ہر دنیاوی سہارے اور کسی بڑے کی تربیت کے بغیر حضرت محمد ﷺ اتنے بلند اخلاق، پاکیزہ کردار اور حکمت و دانائی

❶ صحیح بخاری: 5453. ❷ صحیح بخاری: 2262.

کے مالک بن گئے جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ یقیناً اللہ کے سچے رسول ہیں جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے نہ کسی درسگاہ سے تعلیم حاصل کی لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ کائنات کے سب سے مفکر مدبر فہم وفراست کے مالک یقیناً یہ خاصہ اللہ کے ایک رسول کا ہی ہوسکتا ہے۔

دعوت الی اللہ میں صبر:

رسول اللہ ﷺ کے صبر کی ایک مثال دعوت الی اللہ میں آنے والی آزمائشوں پر صبر کرنا ہے۔

❁:...... رسول اللہ ﷺ نے اعلانیہ دعوت کا آغاز کیا اور کوہ صفا پر کھڑے ہو کر قریش کے مختلف خاندانوں کے افراد کو مخاطب کر کے آواز دی: اے بنو فہر، اے بنو عدی، اے بنو فلاں، اے بنو فلاں حتیٰ کہ سب اکٹھے ہو گئے جو خود نہ آ سکا اس نے اپنا کوئی نمائندہ بھیج دیا، آپ ﷺ کے چچا بھی آ گئے، آپ ﷺ نے سب کو مخاطب ہو کر فرمایا:

((أَرَأَيْتَكُمْ أَنَّ خَيْلًا بِالْوَادِي تُرِيْدُ أَنْ تُغِيْرَ عَلَيْكُمْ أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ؟))

''یہ بتاؤ! اگر میں تم سے کہوں کہ اس وادی میں گھڑ سواروں کا ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم مجھے سچا مانو گے؟''

تو سب نے کہا:

((نَعَمْ مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ إِلَّا صِدْقًا))

''جی ہاں! ہم نے آپ کو ہمیشہ سچا ہی پایا ہے۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فَإِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ))

''تو میں تمہیں ایک سخت عذاب کے آنے سے پہلے ڈرانے والا ہوں۔''

پھر رب تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی لوگوں کو ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیا اور بت پرستی سے روکا حاضرین میں سگا چچا ابولہب بھی موجود تھا کہنے لگا:

((تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ أَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا؟)) [1]

''تجھ پر سارا دن تباہی نازل ہو، کیا تو نے ہمیں اس لیے جمع کیا تھا؟''

اسی طرح حضرت ربیعہ بن عباد رضی اللہ عنہ اپنے مسلمان ہونے سے پہلے کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک دن رسول اللہ ﷺ کو ذوالمجاز نامی بازار میں یوں دعوت دیتے سنا آپ ﷺ فرما رہے تھے:

((يَا أَيُّهَا النَّاسُ! قُولُوْا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا .))

''اے لوگو! لا الٰہ الا اللہ کہہ دو، فلاح پا جاؤ گے۔''

اسی دوران میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے پیچھے ایک گورے رنگ والے شخص کو دیکھا جو یہ کہہ رہا تھا لوگو! یہ بے دین ہو گیا ہے، جھوٹا ہے اس کی بات نہ ماننا کہیں یہ تمہیں تمہارے آباؤ اجداد کے دین سے نہ پھیر دے۔

میں نے لوگوں سے پوچھا! یہ کون ہیں؟ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ محمد بن عبداللہ (ﷺ) ہیں جو اپنی نبوت کا اعلان کر رہے ہیں۔ پھر میں نے پوچھا: یہ ان کی تکذیب کرنے والا کون ہے؟ تو انہوں نے بتایا: یہ ان کا چچا ابولہب ہے۔ [2]

دوسرے لوگ تکلیف دیں تو وہ کم محسوس ہوتی ہے لیکن اپنے تکلیفیں دیں تو بہت اذیت محسوس ہوتی ہے اور اس کا دکھ زیادہ ہوتا ہے چنانچہ سگے چچا ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل نے آپ ﷺ کو پریشان کرنے کی حد کر دی تھی۔

❁:...... رسول اللہ ﷺ کا ایک ہمسایہ عقبہ بن ابی معیط تھا اس نے بھی رسول اللہ ﷺ کو بڑی تکالیف سے دوچار کیا، کبھی آپ ﷺ کے دروازے پر گندگی اور گوبر وغیرہ پھینک دیتا۔ کبھی گھر میں رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے ہوتے بکری کی بچہ دانی لا کر آپ ﷺ کے اوپر پھینک دی جاتی۔

❁:...... ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ حطیم میں نماز ادا کر رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط

---

[1] صحیح بخاری: 4770.
[2] مسند احمد: 16023

آپ ﷺ کی گردن میں کپڑا ڈال کر اسے بل دینے لگا اور آپ ﷺ کا زور سے گلا دبانے لگا اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے انہوں نے عقبہ بن ابی معیط کو دھکا دیا اور کہا:

﴿ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ﴾

[المؤمن 40:28]

''کیا تم ایک شخص کو صرف اس بناء پر قتل کرنے پر تلے ہوئے ہو کہ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے۔'' [1]

❀:...... اخنس بن شریق، عاص بن وائل، ابوجہل وغیرہ آپ ﷺ کو سب وشتم کرتے، آپ ﷺ سے استہزاء کرتے اور آپ ﷺ کو پریشان کرنے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑتے، لیکن رب تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو ایک ہی نصیحت تھی ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴾ [النحل 16:127]

''اے نبی! آپ صبر کریں اور آپ کا صبر کرنا بھی اللہ کی توفیق سے ہے اور آپ ان (کفار) پر غم نہ کریں اور نہ آپ اس پر تنگی محسوس کریں جو وہ مکر وفریب کر رہے ہیں۔''

لہٰذا نبی اکرم ﷺ نے دعوت الی اللہ میں آنے والی تکالیف پر صبر کیا جبکہ آپ ﷺ کو کفار سے پہنچنے والی تکالیف بہت زیادہ تھیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((لَقَدْ أُخِفْتُ فِي اللّٰهِ وَمَا يُخَافُ أَحَدٌ))

''یقیناً اللہ تعالیٰ کی راہ میں جتنا مجھے خوف زدہ کیا گیا اتنا کسی اور کو نہیں کیا گیا۔''

((وَلَقَدْ أُوذِيتُ فِي اللّٰهِ وَمَا يُؤْذَى أَحَدٌ))

''یقیناً اللہ کی راہ میں جتنی تکلیفیں مجھے دی گئیں ہیں کسی اور کو نہیں دی گئیں۔''

((وَلَقَدْ أَتَتْ عَلَيَّ ثَلَاثُونَ مِنْ بَيْنِ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ وَمَا لِي وَلِبِلَالٍ

[1] صحيح بخاري: 4815.

طَعَامٌ يَأْكُلُهُ ذُو كَبِدٍ إِلَّا شَيْءٌ يُوَارِيهِ إِبْطُ بِلَالٍ .)) [1]

"مجھ پر مسلسل تیس دن اور راتیں ایسی بھی گزریں کہ میرے اور بلال کے پاس کوئی ایسا کھانا بھی نہیں تھا جسے کوئی جاندار کھا سکے، سوائے اس تھوڑی سی چیز کے جسے بلال اپنی بغل میں چھپا سکتا تھا۔"

لہٰذا رسول اللہ ﷺ کو دعوت الی اللہ میں بہت تکالیف پہنچیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان تکالیف پر صبر کیا۔

اولاد کی طرف سے آزمائش پر صبر:

رسول اللہ ﷺ کو جس طرح والدین کی طرف سے آزمایا گیا اسی طرح اولاد کی طرف سے بھی آپ ﷺ کی آزمائش ہوئی چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی دو بیٹیاں ابولہب کے دو بیٹوں کے نکاح میں تھیں، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عتبہ سے ہوا تھا، اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح عتیبہ سے ہوا تھا لیکن ابھی نکاح ہی ہوا تھا رخصتی عمل میں نہیں آئی تھی، جب رسول اللہ ﷺ نے اعلان نبوت کیا، توحید کا آوازہ بلند کیا، بت پرستی کی نفی کی تو رسول اللہ ﷺ کا چچا ابولہب آپ ﷺ کا دشمن بن گیا اور اس نے آپ ﷺ کو ہر لحاظ سے تکلیف دینے کی ٹھان لی چنانچہ اپنے دونوں بیٹوں سے کہہ کر آپ ﷺ کی دونوں بیٹیوں کو طلاق دلوا دی، آپ ﷺ نے اس دکھ اور تکلیف پر بھی صبر کیا۔

اسی طرح آپ ﷺ کی بڑی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا جب ہجرت کے لیے روانہ ہوئیں اور کفار مکہ آڑے آئے تو ہبار اسود نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اونٹ کو ڈرایا اور نیزہ مارا جس سے اونٹ بدک کر بھاگا حضرت زینب رضی اللہ عنہا حالتِ حمل میں تھیں اونٹ سے گرنے کی وجہ سے بیمار ہو گئیں اور حمل بھی ضائع ہو گیا اور کچھ عرصہ اسی وجہ سے بیماری میں گزارا۔

اسی طرح بیٹوں کی طرف سے بھی رسول اللہ ﷺ کی آزمائش ہوئی کہ آپ ﷺ کی نرینہ اولاد بچپنے میں ہی وفات پا گئی اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب علیہ السلام کو تین بیٹے عطا

[1] جامع ترمذی: 2472.

فرمائے سب سے بڑے قاسم رضی اللہ عنہ تھے اور انہیں کے نام سے رسول اللہ ﷺ کی کنیت ابو القاسم ﷺ تھی یہ دو برس کی عمر میں ہی وفات پا گئے۔

دوسرے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تھے انہی کا لقب طاہر اور طیب تھا جب یہ فوت ہوئے تو ان کی وفات پر عاص بن وائل نے آپ ﷺ کو ابتر اور نسل بریدہ ہونے کا طعنہ دیا اور چچا ابولہب نے کفار قریش کی مجلس میں آ کر کہا کہ محمد (ﷺ) لاوارث ہو گئے ہیں۔

تو ان دونوں کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ کوثر نازل فرمائی اور ان کا جواب یوں دیا:

﴿ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ ﴾ [الکوثر 3:108]

''یقیناً آپ کا دشمن ہی نسل بریدہ ہوگا۔''

یہ دونوں بیٹے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہوئے۔

تیسرے صاحبزادے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ ہیں جو آپ ﷺ کی لونڈی ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہوئے اور ڈیڑھ سال عمر پانے کے بعد وفات پا گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے بیٹوں جیسی نعمت کے چھن جانے پر بھی صبر سے کام لیا اور رب تعالیٰ کی رضا پر راضی رہے۔

بیوی کی طرف سے آزمائش پر صبر:

رسول اللہ ﷺ کی اللہ رب العالمین نے بیوی کی طرف سے بھی آزمائش کی چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی پہلی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جو آپ ﷺ کی بڑی غمگسار بیوی تھیں نے شادی کے بعد اپنے مال، اپنی جان کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کھپا دیا، جب کفار مکہ کے طعن و تشنیع سے شکستہ دل ہوئے تو آپ ﷺ کو تسلی دیتیں، آپ ﷺ کو سہارا دیتیں، آپ ﷺ کی حوصلہ افزائی کرتیں' اللہ تعالیٰ نے سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے رسول اللہ ﷺ کو ساری اولاد انہیں کے بطن سے عطا کی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بعثت کے دسویں سال وفات پائی اور اسی سال آپ ﷺ کے چچا ابو طالب نے وفات پائی۔ وفادار بیوی کی جدائی ایک ایسا غم تھا جو آپ ﷺ کو کبھی نہیں

بھولا۔ سیرت نبوی میں جس سال حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی سیرت نگاروں نے اسے عام الحزن کے نام سے تعبیر کیا ہے یعنی ''غم کا سال''

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی جدائی ایسی تھی کہ ان کی یاد آپ ﷺ کو رہ رہ کر ستاتی اور آپ ﷺ نے بارہا اپنی مجالس میں یہ بات ذکر کی کہ خدیجہ، خدیجہ ہی تھیں رضی اللہ عنہا۔

آیئے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی محبت کا ذرا اندازہ لگایئے کہ ایک دن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ان کی بہن حضرت ہالہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر آئیں اور اندر آنے کی اجازت چاہی تو چونکہ بہن کی آواز اپنی بہن سے بڑی ملتی تھی تو رسول اللہ ﷺ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا اجازت مانگنا یاد آ گیا آپ ﷺ فوراً چونک اٹھے اور تھرتھرا کر فرمانے لگے:

((اللهم هالة .)) [1]

''اے اللہ! یہ تو ہالہ ہیں۔''

اللہ اکبر! جن کے ساتھ زندگی کا اچھا وقت گزرا ہو تو انہیں انسان کیسے بھول سکتا ہے۔

❀:...... بیوی کے لحاظ سے دوسری آزمائش تب تھی جب رسول اللہ ﷺ کی محبوب بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر منافقین نے تہمت لگائی میں اکثر یہ بات کہتا ہوں کہ انسان کی زیادہ تر آزمائش اس کی محبوب چیز میں کی جاتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ جب غزوۂ بنو مصطلق سے واپس آ رہے تھے تو راستے میں رسول اللہ ﷺ نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا رسول اللہ ﷺ نے کچھ دیر وہاں قیام کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ تھیں، یہ قضائے حاجت کے لیے چلی گئیں، پیچھے رسول اللہ ﷺ نے کوچ کا حکم دے دیا۔ ادھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گر گیا جسے تلاش کرتے تاخیر ہو گئی جب قافلے کی جگہ پہنچی تو قافلہ جا چکا تھا، رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی کو ذمہ داری سونپی تھی کہ وہ لشکر سے پیچھے رہے تاکہ کوئی چیز رہ جائے تو وہ لیتا آئے اس صحابی کا نام حضرت صفوان بن

[1] صحيح بخاري: 3821.

معطل رضی اللہ عنہ تھا، چنانچہ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو لے کر پہنچ گئے۔ جس پر منافقین نے ان پر تہمت لگائی تو رسول اللہ ﷺ نے تقریباً ایک مہینہ دن بڑی پریشانی میں گزارے۔ بالآخر سورۂ نور کی دس آیات ان کی عفت و پاکدامنی اور برأت کے بارے نازل ہوئیں اور انبیاء علیہم السلام سے ہٹ کر وہ شخصیت کہلائیں کہ جن کی پاکدامنی کی رب تعالیٰ نے گواہی دی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے آزمائش پر صبر:

جس طرح رسول اللہ ﷺ کو ان کے اہل خانہ کی طرف سے آزمائش پہنچی اسی طرح آپ ﷺ کو آپ کے اصحاب کی طرف سے بھی آزمایا گیا، چنانچہ مکی دور میں اس کی کچھ مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

1: سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مسجد حرام میں وحشیانہ انداز میں پیٹا گیا، خصوصاً عتبہ بن ربیعہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے چہرے مبارک کو موٹے تلے والے جوتے سے نشانہ بنایا حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو گئے اور دن کے پچھلے پہر ہوش آیا۔

2: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اسلام لانے پر ان کے چچا نے کھجور کی چٹائی میں لپیٹ کر دھواں چھوڑ دیا اور بار بار اس عمل کو دہراتا۔

3: حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو ان کا مالک امیہ بن خلف سخت گرمی والے دن سنگریزوں پر لٹا کر سینے پر بھاری بھرکم پتھر رکھ دیتا، کبھی بھوکا پیاسا رکھتا، اور کبھی گردن میں لمبی رسی ڈال کر اوباش نوجوانوں کو تھما دیتا، لیکن ان سب کے باوجود حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی زبان پر ایک ہی کلمہ تھا۔ احد احد

4: حضرت یاسر رضی اللہ عنہ یمن کے باشندے تھے لیکن مکہ میں آکر آباد ہوئے اور ابو حذیفہ مخزومی کے حلیف بنے انہیں، ان کی بیوی حضرت سمیہ بنت خیاط رضی اللہ عنہا اور ان کے بیٹے عمار رضی اللہ عنہ کو کفار مکہ تشدد کا نشانہ بناتے ایک دن رسول اللہ ﷺ ایک جگہ سے گزر رہے تھے آپ ﷺ نے دیکھا کہ ان تینوں پر تشدد کیا جا رہا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((صَبْرًا اٰلَ یَاسِرٍ ، مَوْعِدُکُمُ الْجَنَّۃ .))

"اے آل یاسر! صبر سے کام لو، تمہارا ٹھکانہ جنت ہے۔"

البتہ چند دن گزرنے کے بعد ابوجہل نے نیزہ مار کر حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو شہید کر دیا اور کچھ دن گزرنے کے بعد کفار مکہ کے ظلم سہتے سہتے حضرت یاسر بھی خالق حقیقی سے جا ملے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کیے جانے والے تشدد کی بناء پر رسول اللہ ﷺ بڑے غمزدہ اور پریشان ہوتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صبر کی تلقین کرتے اور ان کے لیے ثابت قدمی کی دعا کرتے۔

5: حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو ان کی مالکہ ام انمار لوہے کے گرم ٹکڑے سے داغتی اور کمر پر جلنے کے ایسے نشانات تھے جیسے پھلبہری کے نشان ہوں۔

6: حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جنہوں نے بڑی ناز ونعمت کی زندگی گزاری تھی اسلام لانے پر سب کچھ چھن گیا ان کو گھر سے نکال دیا گیا لیکن انہوں نے صبر کیا۔

7: مدنی زندگی میں رسول اللہ ﷺ کے دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دھوکے سے شہید کیا گیا۔

8: اسی طرح رعل، ذکوان اور بنولحیان والوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے 70 بہترین قرآء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھیجے جن سب کو انہوں نے بڑی بے دردی سے شہید کر دیا، آپ ﷺ کو اس بات کا بڑا صدمہ پہنچا، چنانچہ ایک ماہ رسول اللہ ﷺ نے ان قبائل کے لیے بددعا کی۔

یہود کی اذیتوں پر صبر:

رسول اللہ ﷺ جب مدینہ میں ہجرت کر کے پہنچے تو اس وقت مدینہ میں دو قسم کے لوگ تھے، بت پرست اور دوسرے اہل کتاب یہود، یہود یہ سمجھتے تھے کہ آخری نبی انہی میں سے آئے گا لیکن جب رسول اللہ ﷺ بنواسرائیل کی بجائے بنواسماعیل میں سے آ گئے تو انہوں نے آپ ﷺ سے حسد بغض اور تعصب شروع کر دیا چنانچہ جہاں بھی ان کو آپ ﷺ کو اذیت پہنچانے کا موقعہ ملتا وہ ہاتھ سے خالی نہ جانے دیتے جیسا کہ:

1: بنوزریق کے یہود میں سے ایک شخص لبید بن اعصم نے رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا،

آپ ﷺ بیمار ہو گئے اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے جلدی نجات دے دی، چنانچہ دو فرشتے آئے اور ساری صورت حال سے آگاہ فرما دیا اور اس کا توڑ بھی بیان کر دیا۔

2: خیبر کی فتح کے موقعہ پر مرحب کی بہن زینب نے زہر آلود دستی کا گوشت بطور ہدیہ بھیجا جسے آپ ﷺ نے قبول فرما لیا، جب رسول اللہ ﷺ نے گوشت کا ٹکڑا منہ میں ڈال کر چبایا لیکن نگلنے سے پہلے ہی اسے پھینک دیا اور گوشت کے ٹکڑوں نے بول کر خبر دی۔

3: یہود کے دو قبیلے بنو عامر اور بنو نضیر کے درمیان معاہدہ تھا جسے رسول اللہ ﷺ نے ان کے مابین قائم کروایا تھا لیکن بنو نضیر کے ایک شخص نے بنو عامر کے دو افراد کو قتل کر کے اس معاہدے کو توڑنے کی کوشش کی تو رسول اللہ ﷺ بنو نضیر کے پاس ان دو افراد کی دیت کی طلبی کے لیے گئے، آپ ﷺ ان کی ایک حویلی کی دیوار کے ساتھ بیٹھ گئے انہوں نے آپ ﷺ کے اوپر بھاری پتھر گرا کر قتل کرنے کا ارادہ کیا، اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ ﷺ کو سب اطلاع فرما دی، آپ ﷺ وہاں سے اٹھ کر چلے آئے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کے ان ناپاک ارادوں پر صبر و تحمل سے کام لیا اور ایک مناسب وقت آنے کا انتظار کیا اور پھر انہیں اپنے کیے کی سزا بھگتنی پڑی۔

بیماری دگنی:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، جبکہ آپ ﷺ کو بڑا سخت بخار تھا، تو میں نے عرض کی:

((يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّكَ لَتُوعَكُ وَعْكًا شَدِيدًا))

''اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کو تو بڑا سخت بخار ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَجَلْ إِنِّي أُوعَكُ كَمَا يُوعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ))

''ہاں، مجھے تنہا اتنا بخار ہوتا ہے جتنا تم میں سے دو آدمیوں کو ہوتا ہے۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کہا:

((ذَلِكَ بِأَنَّ لَكَ أَجْرَيْنِ))

''یہ اس لیے کہ آپ ﷺ کو ثواب بھی دہرا ہوتا ہے۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَجَلْ ذَلِكَ كَذَلِكَ))

''ہاں، یہی بات ہے۔''

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى شَوْكَةٌ فَمَا فَوْقَهَا إِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا سَيِّئَاتِهِ كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا .)) [1]

''مسلمان کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے وہ کانٹا ہو یا اس سے اوپر کوئی چیز، اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو ایسے ختم کر دیتا ہے جیسے درخت اپنے پتوں کو گرا دیتا ہے۔''

تو معلوم ہوا کہ بیماری میں بھی آپ ﷺ کی آزمائش دگنی ہو جاتی تھی اور پھر اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو دہرے اجر سے نوازتے تھے۔

اسی طرح بعض مرتبہ لوگوں کی اذیت ناک باتوں پر بھی رسول اللہ ﷺ نے صبر کیا اور برداشت کیا جیسا کہ غزوۂ حنین کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو کثیر تعداد میں مال غنیمت سے نوازا تو رسول اللہ ﷺ نے اس مال کے ذریعے تالیف قلبی کے طور پر نومسلم صحابہ کو بانسبت پہلے ایمان لانے والے صحابہ کے زیادہ مال دیا، چنانچہ اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کو سو اونٹ دیے، عیینہ رضی اللہ عنہ کو بھی سو اونٹ دیے تو ایک شخص کہنے لگا:

((مَا أُرِيدَ بِهَذِهِ الْقِسْمَةِ وَجْهُ اللّٰهِ))

''اس تقسیم میں اللہ کی رضا کا کوئی خیال نہیں رکھا گیا۔''

[1] صحیح بخاری: 5648.

رسول اللہ ﷺ تک یہ بات پہنچی تو رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کی بات پر صبر کیا اور اسے برداشت کیا اور فرمایا:

((رَحِمَ اللّٰهُ مُوسٰى قَدْ أُوذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ .)) ❶

''اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے انہیں اس سے بھی زیادہ دکھ پہنچایا گیا لیکن انہوں نے صبر کیا۔''

بہرحال رسول اللہ ﷺ نے زندگی کے ہر موڑ پر آنے والی پریشانی، تکلیف پر صبر سے کام لیا اور اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی رہے بلکہ رسول اللہ ﷺ نے تو صبر کے بارے یوں فرمایا:

((وَلَنْ تُعْطَوا عَطاءً خَيْرًا وَأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ .))

''تمہیں صبر سے بہتر اور زیادہ وسیع کوئی چیز نہیں دی گئی۔''

میرے بھائیو! رسول اللہ ﷺ کے صبر کو بیان کرنے کا مقصد صرف یہی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے محبوب شخصیت کو تکلیفیں آئی ہیں تو یقیناً پریشانیاں ہمیں بھی لاحق ہوں گی، ہم بھی مصائب سے دوچار ہوں گے کیونکہ زندگی نشیب وفراز کا نام ہے، زندگی اتار چڑھاؤ کا نام ہے، اسی زندگی میں بڑی بڑی کھائیاں بھی ہیں، بڑی بڑی خطرناک گھاٹیاں بھی ہیں لیکن کامیاب شخص وہ ہے جس نے صبر کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رکھا۔

مومن کی ہر گھڑی دو حالتوں سے خالی نہیں وہ گھڑی یا صبر کی گھڑی ہوگی یا وہ گھڑی شکر کی گھڑی ہوگی اور صبر وشکر دونوں صورتوں میں مومن اجر پانے والا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان گرامی ہے:

((عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ لَهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذَالِكَ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ))

''مومن کا معاملہ عجیب ہے، اس کا ہر معاملہ اس کے لیے بھلائی کا ہے اور یہ

❶ صحيح بخاري: 4336.

بات (آفر) مومن کے سوا کسی اور کو میسر نہیں ہے۔"

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّآءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ))

"اگر اسے خوشی پہنچتی ہے تو شکر کرتا ہے اور یہ (شکر کرنا) اس کے لیے بہتر (اچھا) ہے۔"

((وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّآءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ)) ❶

"اور اگر اسے کوئی نقصان پہنچتا ہے تو صبر سے کام لیتا ہے اور یہ (صبر کرنا) بھی اس کے لیے بہتر ہے۔"

تو معلوم ہوا کہ یہ آفر صرف مومن کو حاصل ہے کہ اسے دونوں صورتوں میں خیر و بھلائی حاصل ہوتی ہے۔ اور صبر ایک ایسا عمل ہے جس کا ثواب بے حساب ملے گا اور ایک روایت میں تو رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا:

((يَوَدُّ أَهْلُ الْعَافِيَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِينَ يُعْطَى أَهْلُ الْبَلَاءِ الثَّوَابَ لَوْ أَنَّ جُلُودَهُمْ كَانَتْ قُرِضَتْ فِي الدُّنْيَا بِالْمَقَارِيضِ.)) ❷

"قیامت کے دن جب آزمائش والوں کو اجر وثواب دیا جائے گا تو اہل عافیت لوگ تمنا کریں گے کاش کہ ان کے چمڑوں کو بھی دنیا میں تیز دھار آلات سے کاٹ دیا جاتا۔"

البتہ یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے آزمائش نہیں مانگنی چاہیے لیکن اگر آزمائش آجائے تو پھر صبر کرنا چاہیے۔

اس روایت سے یہ بھی فائدہ حاصل ہوا کہ قیامت کے دن ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ کو سب سے زیادہ اجر ملنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کی ساری زندگی

---

❶ صحيح مسلم: 2999.

❷ جامع ترمذی: 2402.

آزمائشوں میں گزری اور آپ ﷺ نے ان پر صبر سے کام لیا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ احباب کو اپنا صابر وشاکر بندہ بنائے اور آخرت میں اپنے پیارے حبیب حضرت محمد ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کی رفاقت نصیب فرمائے۔ آمین

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

رسول اللہ ﷺ کی شرم وحیاء

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِينُهٗ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ . اَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

﴿ فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۫ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ ﴾ [الاحزاب 33:53]

”اور جب تم کھانے سے فارغ ہو جاؤ، تو واپس چلے جاؤ اور باتوں میں لگ کر وہاں بیٹھے نہ رہو۔ یقیناً یہ بات نبی کو تکلیف دیتی ہے اور وہ تم سے شرم کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا۔“

ہر قسم کی حمد وثناء اللہ رب العالمین کے لیے، درود و سلام سرور کونین، رسولِ ثقلین امام قبلتین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکت کے واسطے۔

بھائیو! دوستو! بزرگو! آج سیرت طیبہ کے جس اہم عنوان کو میں آپ احباب کے سامنے بیان کرنا چاہتا ہوں وہ ہے ”رسول اللہ ﷺ کی شرم وحیاء“۔

یقیناً رسول اللہ ﷺ شرم وحیاء کے پیکر تھے اور شرم وحیا کا درس دینے والے تھے اور جس قوم میں شرم وحیاء دور دور تک نہ تھی ان میں آپ ﷺ کو بھیجا گیا تو آپ ﷺ کی تعلیم وتربیت سے وہ ایسے حیا دار بنے کہ اپنی تو دور کی بات غیروں کی عزتوں کے محافظ بن گئے۔

حیاء ایمان کی زینت ہے، حیاء ہے تو ایمان ہے حیاء نہیں تو ایمان نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے فرامین سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عفت و پاکدامنی اور حیاء کا درس دیا اور اسے ایمان کا بڑا اہم حصہ قرار دیا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((اَلْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ .)) ❶

''ایمان کی ساٹھ سے کچھ زائد شاخیں ہیں اور حیاء بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔''

کہیں حیاء کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا:

((الحياء خَيْرٌ كُلُّهُ .)) ❷

''حیاء ساری کی ساری سراپا خیر ہے۔''

گویا جس شخص میں حیاء ہے اس میں خیر بھی ہے اور جو حیاء سے خالی ہے اس سے ہر شر کی توقع کی جاسکتی ہے۔ صحیح مسلم میں انہیں الفاظ کی تائید یوں ہے:

((الْحَيَاءُ لَا يَأْتِي إِلَّا بِخَيْرٍ .)) ❸

''حیاء صرف خیر و برکت لاتی ہے۔''

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ شرم وحیاء کے پیکر تھے، آیئے رسول اللہ ﷺ کی شرم وحیاء کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کی چند گواہیاں آپ احباب کے گوش گزار کرتا ہوں۔

❁:...... رسول اللہ ﷺ کی شرم وحیاء کے بارے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ یوں بیان فرماتے ہیں:

((كَانَ النَّبِيُّ أَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِي خِدْرِهَا .)) ❹

''نبی اکرم ﷺ پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ شرمیلے اور حیادار تھے۔''

❁:...... امام مسروق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص، حضرت

❶ صحیح بخاری: 9.
❷ صحیح الجامع الصغیر: 3196.
❸ صحیح مسلم: 37.
❹ صحیح بخاری: 3562.

معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوفہ تشریف لائے تو ہم ان کی مجلس میں حاضر ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

((اِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يَكُنْ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا .)) ❶

''اللہ کے رسول ﷺ نہ بدگوئی کرتے تھے اور نہ تکلف سے فحش گوئی کرنے والے تھے۔''

یعنی آپ ﷺ اس قدر حیاء دار تھے کہ فحش گوئی اور بدگوئی کا آپ ﷺ میں تصور بھی نہ تھا۔

❁:...... خادمِ رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی شرم وحیاء کے حوالے سے یوں بیان فرماتے ہیں:

((لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ سَبَّابًا وَلَا فَحَّاشًا وَلَا لَعَّانًا وَكَانَ يَقُولُ لِأَحَدِنَا عِنْدَ الْمَعْتِبَةِ مَا لَهُ؟ تَرِبَ جَبِينُهُ .)) ❷

''نبی اکرم ﷺ گالی گلوچ کرنے والے اور فحش، بے ہودہ کام کرنے والے نہیں تھے اور نہ ہی لعن وطعن کرنے والے تھے اور اگر آپ ﷺ کسی بات پر ڈانٹتے تو صرف اتنا کہتے: اسے کیا ہوا؟ اس کی پیشانی خاک آلود ہو۔''

گالی دینا، فحش کام کرنا یا ہر بات پہ لعن وطعن کرنا یہ حیاء دار انسان کی علامت نہیں بلکہ یہ سب کام حیاء کے منافی ہیں اور آپ ﷺ کی شرم وحیاء کا تقاضا تھا کہ آپ ﷺ ان تمام فحش امور سے محفوظ رہیں۔

❁:...... آیئے رسول اللہ ﷺ کی شرم وحیاء کے بارے میں آپ ﷺ کی سب سے قریب رہنے والی ہستی آپ ﷺ کی خلوت وجلوت سے واقفیت رکھنے والی، آپ ﷺ کے سفر وحضر میں شرکت پانے والی مومنوں کی ماں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنیے کیا فرماتی ہیں، آیئے انہی کی زبانی سنیے۔ چنانچہ فرماتی ہیں انصار کی ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور عرض کی:

❶ صحيح بخاری: 6029. ❷ صحيح بخاری: 6031.

((كَيْفَ أَغْتَسِلُ مِنَ الْمَحِيضِ؟))

''میں حیض سے (فراغت کا) غسل کیسے کروں؟''

تو رسول اللہ ﷺ نے اس عورت سے کہا:

((خُذِي فِرْصَةً مُمَسَّكَةً فَتَوَضَّئِي ثَلَاثًا))

''کستوری لگا ہوا روئی کا ٹکڑا لو اور اس سے پاکی حاصل کرو، یہ بات تین بار اسے سمجھائی۔''

لیکن اس عورت کو بات سمجھ نہ آئی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((ثُمَّ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ اسْتَحْيَا فَأَعْرَضَ بِوَجْهِهِ))

''پھر نبی اکرم ﷺ کو (اس بات سے) حیاء آ گئی، لہٰذا آپ ﷺ نے چہرہ مبارک دوسری طرف پھیر لیا۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس عورت کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا اور پھر اسے نبی اکرم ﷺ کی بات کا مطلب سمجھایا۔

اسی طرح ایک دوسری جگہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی شرم وحیاء، عفت و پاکدامنی کے بارے یوں بیان کرتی ہیں، فرماتی ہیں:

کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس مومنہ عورتیں ہجرت کر کے آتیں تو آپ ﷺ ان عورتوں سے اس آیت کے ذریعے امتحان لیتے اور وہ آیت یہ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ ...... اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [الممتحنة 60:9 تا 12]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جو عورت ان عورتوں میں سے مذکورہ آیات والی شرط کا اقرار کر لیتی تو رسول اللہ ﷺ اس سے بطور کلام صرف یہی بات کہتے:

((قَدْ بَايَعْتُكِ.))

”تحقیق میں نے تجھ سے بیعت لے لی۔“

پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی شرم وحیاء، عفت و پاکدامنی کی یوں گواہی دیتی ہیں:

((وَاللّٰهِ مَا مَسَّتْ يَدُهُ يَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ فِي الْمُبَايَعَةِ وَمَا بَايَعَهُنَّ إِلَّا بِقَوْلِهِ .)) ❶

”اللہ کی قسم! بیعت کرتے وقت آپ ﷺ کے ہاتھ نے کبھی کسی (اجنبی) عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا تھا، آپ ﷺ صرف زبانی کلامی عورتوں سے بیعت لیتے تھے۔“

میرے بھائیو! ذرا سوچیے ہمارے پیارے نبی علیہ السلام کس قدر شرم وحیاء، عفت و پاکدامنی کا مجسمہ تھے کہ کبھی کسی اجنبی عورت کے ہاتھ کو بھی نہیں چھوا تھا۔ لیکن آج ہم اسی نبی کو ماننے والے ہیں، اسی نبی سے محبت کا دم بھرنے والے ہیں، اسی کا امتی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن آج ہمارے نوجوان برائی کے مواقع تلاش کرتے ہیں، اوروں کی تو دور کی بات ہم اپنی عزتوں کے محافظ نہیں رہے نہ ہماری آنکھ برا دیکھنے سے محفوظ، نہ ہمارے کان برا اور فحش سننے سے محفوظ، نہ ہمارے ہاتھ برائی سے محفوظ۔ آیئے رسول اللہ ﷺ کا فرمان سنیے:

((كُتِبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ نَصِيبُهُ مِنَ الزِّنٰى مُدْرِكٌ ذَالِكَ لَا مَحَالَةَ .))

”ابن آدم کے متعلق زنا میں سے اس کا حصہ لکھ دیا گیا ہے جسے وہ ضرور پہنچے گا۔“

((فَالْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظَرُ))

”دونوں آنکھیں، ان کا زنا (حرام کردہ اشیاء کو) دیکھنا ہے۔“

((وَالْأُذُنَانِ زِنَاهُمَا الِاسْتِمَاعُ))

”دونوں کان، ان کا زنا (حرام باتوں یا چیزوں کو) سننا ہے۔“

((وَاللِّسَانُ زِنَاهُ الْكَلَامُ))

❶ صحیح بخاری: 2713.

”زبان، اس کا زنا (حرام باتوں کو) کہنا ہے۔“

((وَالْيَدُ زِنَاهَا الْبَطْشُ))

”ہاتھ، اس کا زنا (حرام کو) پکڑنا ہے۔“

((وَالرِّجْلُ زِنَاهَا الْخُطَا))

”اور ٹانگ، اس کا زنا (برائی کی طرف) چل کر جانا ہے۔“

((وَالْقَلْبُ يَهْوٰى وَيَتَمَنّٰى وَيُصَدِّقُ ذٰلِكَ الْفَرْجُ وَيُكَذِّبُهُ .)) [1]

”اور دل تمنا رکھتا ہے اور خواہش کرتا ہے اور شرمگاہ (گناہ کر کے) ان باتوں کی تصدیق کر دیتی ہے یا تکذیب کرتی ہے (اور گناہ سے بچاؤ ہو جاتا ہے)۔“

تو معلوم ہوا کہ زنا صرف بدکاری ہی نہیں ان اعضاء کا بھی زنا ہے جب ہم انہیں اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء میں استعمال کرتے ہیں۔

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے ایک ایک عضو کو بے حیائی سے بچائیں مجھے کوفہ کے محدث امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی بات یاد آ گئی فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ ایک اجنبی عورت کو شہوت کی نگاہ سے دیکھا، اس گناہ کی نحوست کا اثر مجھ پر یوں پڑا کہ میری چھ ماہ کی تہجد فوت ہوگئی، ہر رات صبح تہجد کے وقت اٹھنے کا عزم کرتے لیکن بیدار نہ ہو پاتے۔

میرے بھائیو! ذرا سوچیے کہ اگر ایک مرتبہ اجنبی عورت کو دیکھنے سے ان کی چھ ماہ کی تہجد فوت ہوگئی تو بھائیو ہمارے تو فرض بالا ولیٰ چھوٹتے ہیں، جن کا سارا دن مشغلہ ہی پرائی عورتوں کو دیکھنا ہوتا ہے، اللہ ہماری اصلاح فرمائے۔ آمین

آئیے رسول اللہ ﷺ کی شرم وحیاء عفت و پاکدامنی کے بارے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تیسری روایت سنیے فرماتی ہیں:

((أَوْمَأَتِ امْرَأَةٌ مِنْ وَرَاءِ سِتْرٍ ، بِيَدِهَا كِتَابٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ))

”ایک عورت نے پردے کے پیچھے سے اپنے ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کی

[1] صحیح مسلم: 2657.

طرف اشارہ کیا، اس کے پاس آپ ﷺ کے لیے ایک خط تھا۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((فَقَبَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَهُ فَقَالَ مَا أَدْرِي أَيَدُ رَجُلٍ أَمْ يَدُ امْرَأَةٍ))

"تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، اور فرمایا: مجھے نہیں معلوم کہ یہ ہاتھ مرد کا ہے یا عورت کا۔"

تو اس عورت نے کہا:

((بَلْ امْرَأَةٌ))

"بلکہ عورت کا۔"

((لَوْ كُنْتِ امْرَأَةً لَغَيَّرْتِ أَظْفَارَكِ يَعْنِي بِالْحِنَّاءِ .)) [1]

"اگر تو عورت ہوتی تو اپنے ناخنوں کو رنگ لیتی یعنی مہندی لگاتی۔"

یہ روایت رسول اللہ ﷺ کی شرم وحیاء عفت وپاکدامنی کی بہت بڑی دلیل ہے، دیکھیے رسول اللہ ﷺ نے صرف شبہے کی بناء پر بھی اپنے دامن کو محفوظ رکھا کہ پتا نہیں یہ ہاتھ عورت کا ہے یا مرد کا اور اسے چھونے سے گریز کیا، آج ہمارے مرد، ہماری عورتیں بازاروں میں چلتے پھرتے ایک دوسرے کے جسموں سے لگ رہے ہوتے ہیں اور کوئی اللہ تعالیٰ کا ڈر خوف نہیں، اور کوئی نہیں خیال کرتا کہ یہ سب حرام اور ممنوع ہے۔

لہٰذا ہمیں اپنی اصلاح کرنی چاہیے اور حیاء کے دامن کو مضبوطی سے تھامنا چاہیے اس لیے کہ ایمان کے وجود کے لیے حیاء کا وجود انتہائی ضروری ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((الْحَيَاءُ وَالْإِيْمَانُ قُرِنَا جَمِيْعًا فَإِذَا رُفِعَ أَحَدُهُمَا رُفِعَ الْآخَرُ .)) [2]

---

[1] سنن ابی داود: 4166، حسن.

[2] صحيح الجامع الصغير: 3200.

''حیاء اور ایمان دونوں کو ملا دیا گیا ہے جب ان میں سے ایک کو اٹھا دیا جائے دوسرا خود بخود اٹھا دیا جاتا ہے۔''

اور آج اغیار ہم میں بڑی تیزی سے فحاشی و عریانی پھیلانے میں کوشاں ہیں آج ہمارے سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں، دفاتر، سیرگاہوں اور بازاروں میں فحاشی و عریانی کو فروغ دیا جا رہا ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ حَتّٰى يُعْلِنُوا بِهَا إِلَّا فَشَا فِيهِمُ الطَّاعُونُ وَالْأَوْجَاعُ الَّتِي لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِي أَسْلَافِهِمُ الَّذِينَ مَضَوْا)) ❶

''جب بھی کسی قوم میں بے حیائی اعلانیہ ہونے لگتی ہے تو ان میں طاعون اور ایسی بیماریاں پھیل جاتی ہیں جو ان کے گزرے ہوئے بزرگوں میں نہیں ہوتی تھیں۔''

تو معلوم ہوا حیاء کے وجود سے انسانیت کا وجود ہے اور حیاء کے فقدان سے، فحاشی اور بے حیائی کے فروغ سے قوموں کی تباہی و بربادی ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ نے بے حیائی کے پھیلنے کو قیامت کی نشانی قرار دیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

((والذي نَفْسُ محمدٍ بِيَدِهِ! لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَظْهَرَ الْفُحْشُ...... .)) ❷

''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک بے حیائی عام نہ ہو جائے۔''

تو بھائیو! ہمیں چاہیے کہ ہم خود اپنی، اپنے اہل خانہ اور حلقہ احباب کی اصلاح کریں اور اس بے حیائی کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کی کوشش کریں، ورنہ اس کی زد میں سارے کے سارے ڈوب جائیں گے رسول اللہ ﷺ سے ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے پوچھا:

((أَفَنُهْلَكُ وَفِينَا الصَّالِحُونَ؟))

---

❶ سنن ابن ماجه: 4019.

❷ سلسلة صحيحة: 3211.

”کیا ہم ہلاک کر دیئے جائیں گے جبکہ ہم میں نیک لوگ بھی ہوں گے؟“

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((نَعَمْ اِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ .)) ❶

”ہاں! جب برائی کی کثرت ہو جائے گی۔“

❀:...... رسول اللہ ﷺ کی شرم و حیاء کے حوالے سے سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے خانہ کعبہ کو تعمیر کیا گیا تو رسول اللہ ﷺ بھی خانہ کعبہ کی تعمیر میں شامل ہوئے تو رسول اللہ ﷺ بھی خانہ کعبہ کے لیے پتھر اٹھا رہے تھے، آپ ﷺ نے صرف تہبند پہن رکھی تھی تو آپ ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے کہا:

((لَو حَلَلْتَ إِزَارَكَ فَجَعَلْتَ عَلَى مَنْكِبَيْكَ دُونَ الْحِجَارَةِ .))

”اگر تم اپنا تہبند اتار کر اپنے کندھوں پر پتھر کے نیچے رکھ لو (تو آسانی ہو جائے گی)۔“

چنانچہ چچا کی بات مان کر آپ ﷺ نے اپنا تہبند اتار دیا، بعض نے ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ کا تہبند حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے اتارا تھا کیونکہ جاہلیت کا دور تھا لوگ اس کو عیب نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس عہد میں تو تاریخ میں ہے کہ بسا اوقات مرد و عورتیں ننگے بیت اللہ کا طواف کر لیتے تھے۔

لہٰذا جب رسول اللہ ﷺ نے اپنا تہبند اتارا تو مارے شرم کے آپ ﷺ بے ہوش ہو گئے جب ہوش آیا تو آپ ﷺ کی زبان مبارک پر یہ کلمات تھے:

((إِزَارِي، إِزَارِي .))

”میرا تہبند، میرا تہبند۔“

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((فَمَارُئِيَ بَعْدَ ذَالِكَ عُرْيَانًا .)) ❷

❶ صحیح بخاري: 7135. ❷ صحیح بخاري: 364، 3829.

''اس (واقعہ) کے بعد رسول اللہ ﷺ کبھی برہنہ نہیں دیکھے گئے۔''

حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد جب آپ ﷺ کو غسل دینے کا مرحلہ آیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بات میں متردد ہوئے کہ آپ ﷺ کو غسل دینے کے لیے آپ ﷺ کے کپڑے اتارے جائیں یا کپڑوں میں ہی غسل دے دیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا ہوا کہ سب حاضرین صحابہ رضی اللہ عنہم پر اونگھ طاری ہوگئی اور ایک غائبانہ آواز سنی گئی:

((اغْسِلُوا النَّبِيَّ ﷺ وَعَلَيْهِ ثِيَابُهُ .)) [1]

''نبی اکرم ﷺ کو ان کے کپڑوں سمیت غسل دو۔''

تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کریم ﷺ کی حفاظت فرمائی۔ تو بھائیو! دیکھیے رسول اللہ ﷺ کس قدر شرم وحیاء والے تھے کہ ان کے کپڑے اتارے جانے پر آپ ﷺ بے ہوش ہوگئے۔ لیکن آج کے مسلمان کو کیا ہوگیا ہے، آج ہمارے مسلم معاشرے میں مسلمانوں کی بہو بیٹیاں نیم برہنہ لباس پہن کر باہر نکلتیں اور اپنے جسم کا اظہار کرتی ہیں اور بعض مرد بھی ایسا ٹائٹ لباس پہنتے ہیں کہ جسم کے اعضاء محسوس ہوتے ہیں۔ بھائیو! کیا رسول اللہ ﷺ کا یہی طریقہ تھا، کیا آپ ﷺ نے یہی تعلیم دی تھی آج ہماری نوجوان نسل کیوں کفار کی مشابہت میں سب سے آگے نکل رہے ہیں، آیئے رسول اللہ ﷺ نے ایسی عورتوں کے بارے کیا خبر دی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((صِنْفَانِ مِنْ اَهْلِ النَّارِ لَمْ اَرَهُمَا))

''دو ایسے جہنمی گروہ ہیں جنہیں میں نے ابھی تک نہیں دیکھا۔''

پہلا گروہ فرمایا:

((قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَاَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ))

''ایسی ظالم قوم کے ان کے ہاتھوں میں گائے کی دم جیسے کوڑے ہوں گے، ان سے وہ لوگوں کو ماریں گے۔''

---

[1] سنن ابی داود: 3141.

اور دوسرا گروہ فرمایا:

((وَنِسَآءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُؤُسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا وَإِنَّ رِيحَهَا لَتُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ كَذَا وَكَذَا)) [1]

''اور ایسی عورتیں جو کپڑے پہننے کے باوجود ننگی نظر آئیں گی، لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے والیاں اور خود بھی لوگوں کی طرف ہونے والیاں، ان کے سر (کے بال) بختی اونٹوں کی کوہانوں کی طرح ایک جانب کو ڈھلکے ہوئے ہوں گے۔ نہ یہ عورتیں جنت میں داخل ہوں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو پا سکیں گی حالانکہ اس (جنت) کی خوشبو اتنے اتنے دور فاصلے سے آ رہی ہو گی۔''

اتنی سخت وعید ان عورتوں کے لیے اس لیے بیان کی گئی کہ یہ صرف بے حیاء ہی نہیں بلکہ بے حیائی کو فروغ دینے کا ذریعہ بننے والی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ایسے مردوں اور عورتوں کے لیے بڑے دردناک عذاب کی وعید سنائی ہے جو مسلم معاشرے میں بے حیائی اور فحاشی کو پھیلانے والے ہوں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿١٩﴾﴾ [النور 24:19]

''یقیناً جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ اہل ایمان میں بے حیائی پھیلے ان کے لیے دنیا وآخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

بھائیو! دین اسلام تو ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ ہم لوگوں کے سامنے تو دور کی بات تنہائیوں میں بھی اللہ سے حیاء کرتے ہوئے برہنہ ہونے سے اجتناب کریں جیسا کہ روایت میں ہے۔ بہز بن حکیم کے دادا معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی:

((يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ! عَوْرَاتُنَا مَا نَأْتِي مِنْهَا وَمَا نَذَرُ؟))

[1] صحيح مسلم: 2128.

''اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمارے ستر کے حوالے سے ہم کیا اختیار کریں اور کیا چھوڑ دیں؟''

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((احْفَظْ عَوْرَتَكَ إِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ أَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ))

''اپنی شرمگاہ کی (ہر ایک سے) حفاظت کرو سوائے اپنی بیوی اور اپنی لونڈی کے۔''

حدیث کے آخر میں الفاظ ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پوچھتے ہیں:

((يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ! إِذَا كَانَ أَحَدُنَا خَالِيًا))

''اے اللہ کے رسول ﷺ! جب ہم میں سے کوئی (کسی جگہ) اکیلا ہو تو؟''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ يُسْتَحْيَا مِنْهُ مِنَ النَّاسِ.)) [1]

''لوگوں کی نسبت اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے حیاء کی جائے۔''

بھائیو! یہ ہے رب تعالیٰ کی قدر دانی کہ انسان خلوت میں بھی رب تعالیٰ سے حیاء کرے، آج میرے بھائیو! ہم لوگوں کے سامنے تو بڑے لمبی لمبی نمازیں پڑھنے والے ہیں، لوگوں کے سامنے بڑے رونے والے ہیں، درس و دروس سنتے ہیں تو بڑے خوف الٰہی کا اظہار کرتے ہیں لیکن جب تنہائی میں ہوتے ہیں تو پھر رب تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں اور جدید ذرائع موبائل، نیٹ کا استعمال فیس بک اور وٹس اپ پہ رب تعالیٰ کی محرمات کا ارتکاب کرتے ہیں اللہ ہمیں اپنی ذات مقدسہ سے بھی حیاء کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

رسول اللہ ﷺ شرم وحیاء کے حوالے سے اگر صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی میں کوتاہی دیکھتے تو فوراً اصلاح فرماتے جیسا کہ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر میں نے ایک بھاری بھرکم پتھر اٹھایا اور اسے لے کر چلے جا رہا تھا کہ میرا کپڑا گر گیا یعنی ان کا تہبند گر گیا، لیکن وہ چلتے رہے رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو فوراً فرمایا:

[1] سنن ابی داود: 4017.

((خُذْ عَلَيْكَ ثَوْبَكَ وَلَا تَمْشُوا عُرَاةً .)) ❶

''اپنے اوپر کپڑا لے لو اور برہنہ ہو کر مت چلو۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اسْتَحْيُوا مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ .)) ❷

''اللہ تعالیٰ سے ایسے حیاء کرو جیسے اس سے حیاء کرنے کا حق ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک شخص اپنے اندر ایک خاص خوبی اور وصف سمیٹے ہوئے ہوتا کوئی بہادری میں، کوئی صداقت میں، کوئی راز داری میں، کوئی امانت داری میں کوئی کسی وصف میں اور کوئی کسی وصف میں دوسروں سے ممتاز اور نمایاں ہوتا اور شرم وحیاء میں رسول اللہ ﷺ کے داماد، ذوالنورین کا لقب پانے والے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ وہ شخصیت ہیں جن کے بارے رسول اللہ ﷺ نے ایک مجلس میں فرمایا:

((أَلَا أَسْتَحْيِي مِنْ رَجُلٍ تَسْتَحْيِي مِنْهُ الْمَلَائِكَةُ .))

''کیا میں اس شخص سے حیاء نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں۔''

اور ان کی شرم وحیاء کے بارے میں مزید یہ بات بھی مروی ہے کہ انہوں نے جس داہنے ہاتھ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ مبارک پر بیعت کی تھی پھر ساری زندگی اس ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو نہیں چھوا۔

نہ کبھی مکمل برہنہ ہو کر غسل کیا تھا، ہمیشہ کوئی کپڑا باندھ کر غسل کرتے اور بیٹھ کر غسل کرتے اور فرماتے کہ مجھے اپنے رب سے بھی حیاء آتی ہے۔

❀:...... رسول اللہ ﷺ کی شرم وحیاء کی دلیل یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب قضائے حاجت کے لیے جاتے تو لوگوں کی نظروں سے بہت دور چلے جاتے اور چھپ کر قضائے حاجت کرتے۔

❀:......رسول اللہ ﷺ کی شرم وحیاء کے حوالے سے ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ

❶ سنن ابی داود: 4016. ❷ جامع ترمذی: 2458.

جب معراج کی رات پچاس نمازوں کا تحفہ لے کر واپس لوٹے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی انہوں نے نمازیں کم کروانے کا مشورہ دیا، آپ ﷺ واپس گئے پانچ کم ہوگئیں پھر دوبارہ گئے پانچ پھر کم ہوگئیں، اسی طرح کم ہوتی گئیں جب باقی صرف پانچ رہ گئیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر واپس جانے کا مشورہ دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَبِّي .))

''(اب) مجھے اپنے رب سے حیاء آتی ہے۔''

ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ جس طرح اخلاق حسنہ کی دیگر خوبیوں میں رسول اللہ ﷺ اپنی مثال آپ تھے اسی طرح شرم وحیاء میں بھی آپ ﷺ بے مثل اور بے مثال تھے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی شرم وحیاء اور عفت پاکدامنی عطا فرما دے اور جو غلطیاں کوتاہیاں ہیں اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے دور فرما دے۔ آمین

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

رسول اللہ ﷺ کا عدل و انصاف

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهُ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ . اَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

﴿ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝﴾

[المائدۃ 5:42]

”اور اگر آپ فیصلہ کریں تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں بلاشبہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۣ﴾ [الاعراف 7:29]

”کہہ دیجیے! میرے رب نے مجھے انصاف کا حکم دیا ہے۔“

ہر قسم کی حمد و ثناء اللہ رب العالمین کے لیے، بے شمار لاتعداد درود و سلام امام الانبیاء احمد مجتبیٰ جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ بابرکت کے لیے۔

بھائیو، دوستو، بزرگو! رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر ہمارے خطبات کا سلسلہ جاری ہے تو اسی سلسلے کی ایک کڑی ”رسول اللہ ﷺ کا عدل و انصاف“ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھے کتاب و سنت کی روشنی میں اس موضوع کو کما حقہ بیان

کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ہر سمجھ بوجھ رکھنے والا انسان عدل و انصاف کو پسند کرتا ہے اور اس کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ میرے حق میں بھی عدل و انصاف ہونا چاہیے اور دوسروں کے حقوق کے لحاظ سے بھی عدل و انصاف ہونا چاہیے کیونکہ جب تک کسی قوم میں عدل و انصاف ملتا رہتا ہے وہ قوم ترقی اور عروج کی منازل طے کرتی رہتی ہے اور جب کسی قوم میں عدل و انصاف نہ رہے تو وہ قومیں زوال کا شکار ہو جاتی ہیں بلکہ وہاں جنگل کی فضاء پیدا ہو جاتی ہے۔ جہاں ہر کمزور کو طاقتور کچلنے کی کوشش میں رہتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے جب مدینہ منورہ میں ایک اسلامی ریاست کو قائم کیا تو آپ ﷺ نے انصاف کو قائم کیا اور عدل و انصاف کو رائج کیا اور آپ ﷺ نے عدل و انصاف کو صرف فیصلوں اور مقدمات ہی میں نہیں بلکہ زندگی کے ہر معاملے میں عدل و انصاف کا درس دیا اور عمل سے اس کی مثال قائم کی۔ اور اپنی امت کو بھی عدل و انصاف کی تلقین کی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان گرامی ہے:

((إِنَّ الْمُقْسِطِينَ عِنْدَ اللّٰهِ عَلَى مَنَابِرَ مِنْ نُّورٍ، عَنْ يَمِينِ الرَّحْمٰنِ عَزَّوَجَلَّ وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِينٌ، الَّذِينَ يَعْدِلُونَ فِي حُكْمِهِمْ وَأَهْلِيهِمْ وَمَا وَلُوا.)) [1]

”یقیناً عدل و انصاف کرنے والے اللہ کے ہاں، رحمٰن عزوجل کی دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے اور اس (اللہ تعالیٰ) کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔ یہ وہی لوگ ہوں گے جو اپنے فیصلوں، اپنے اہل و عیال اور جن کے یہ ذمہ دار ہوں، ان کے معاملے میں عدل کرتے ہیں۔“

اس حدیث سے دو بڑے فائدے معلوم ہوتے ہیں:

1: عدل و انصاف کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اپنا قرب نصیب فرمائے گا۔

[1] صحیح مسلم : 1827 .

2: عدل و انصاف زندگی کے ہر معاملے میں خواہ معاملہ اہل و عیال کا ہو، یا والدین کا، قریبی رشتے داروں کا ہو یا غیروں کا۔ معاملہ عبادت کا ہو یا تجارت کا یعنی عدل و انصاف کا تقاضا ہے کہ ہر حق والے کو اس کا حق دو۔

رسول اللہ ﷺ نے زندگی کے ہر شعبے میں عدل و انصاف کو ملحوظ خاطر رکھا جس کا جو حق تھا اس کو اس کا حق دیا اور جس کا جو مقام ہے اس کو وہی مقام دیا۔

آیئے میں آپ احباب کے سامنے رسول اللہ ﷺ نے زندگی کے ہر شعبے میں عدل و انصاف کی جو مثالیں قائم کیں ان کو بیان کرتا ہوں۔

اہل خانہ کے بارے:

رسول اللہ ﷺ کے اہل خانہ میں عدل و انصاف کے حوالے سے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

((كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهُ .)) ❶

''رسول اللہ ﷺ جب بھی کسی سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی کرتے، جس بیوی کا نام نکل آتا، اسے سفر میں اپنے ساتھ لے جاتے۔''

اسی طرح مزید بیان کرتی ہیں:

((وَكَانَ يَقْسِمُ لِكُلِّ امْرَأَةٍ مِنْهُنَّ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا .))

''آپ ﷺ نے ہر بیوی کے پاس ٹھہرنے میں بھی دن رات کی باری مقرر کر رکھی تھی۔''

رسول اللہ ﷺ کا اپنے اہل خانہ میں عدل و انصاف کے حوالے سے ایک واقعہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی ایک بیوی کے پاس تشریف فرما تھے تو رسول اللہ ﷺ کی ایک دوسری بیوی نے خادم کے ہاتھ آپ ﷺ کے

❶ صحيح بخاری : 2593 .

لیے ایک پیالے میں کھانے کی کوئی چیز بھیجی تو رسول اللہ ﷺ جس بیوی کے ہاں موجود تھے اس نے گزرتے ہوئے خادم کے ہاتھ کو مارا تو پیالہ گر کر ٹوٹ گیا۔ نبی اکرم ﷺ اٹھے اور پیالے کے ٹکڑے جمع کیے۔ پھر پیالے میں جو کھانے کی چیز تھی اسے بھی جمع کیا اور خادم سے کہنے لگے: ((غَارَتْ أُمُّكُمْ)) ''تمہاری ماں کو غیرت آ گئی ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے خادم کو روک لیا حتیٰ کہ جس بیوی کے پاس تھے۔ اس سے ایک صحیح پیالہ لیا اور خادم کے ہاتھ اس بیوی کو بھیج دیا جس کا پیالہ ٹوٹا تھا اور جو ٹوٹا ہوا پیالہ تھا وہ اسی بیوی کے پاس رہنے دیا جس نے اسے گرا کر توڑا تھا۔ [1]

تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اہل خانہ میں بھی انصاف کو قائم فرمایا اور ہر بیوی کو اس کا حق دیا کسی کے حق میں کسی قسم کی حق تلفی نہیں کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے پاس تین دن قیام کیا پھر انہیں فرمایا:

((إِنَّهُ لَيْسَ بِكِ عَلَى أَهْلِكِ هَوَانٌ، إِنْ شِئْتِ سَبَّعْتُ لَكِ، وَإِنْ سَبَّعْتُ لَكِ، سَبَّعْتُ لِنِسَائِي.)) [2]

''تمہارے اہل (شوہر) کے نزدیک تمہاری قدر و منزلت میں کوئی کمی نہیں ہے، اگر تم چاہو تو میں تمہارے پاس (قیام کے لیے) سات دن رکھ لیتا ہوں، (لیکن) اگر میں نے تمہارے ہاں سات دن قیام کیا تو اپنی ساری بیویوں کے ہاں سات سات دن قیام کروں گا۔''

مسئلہ اصل میں یہ ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرا نکاح کرتا ہے اور جس عورت سے نکاح کر رہا ہے اگر وہ کنواری ہے تو اس کا حق یہ ہے کہ اس کے پاس سات دن ٹھہرے اور اگر وہ عورت مطلقہ یا بیوہ ہے تو اس کے پاس تین ٹھہرے اور پھر اپنی پہلی اور دوسری بیوی کے پاس ٹھہرنے کی باری مقرر کرے گا۔ اب رسول اللہ ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تین دن

---

[1] صحيح بخاری: 5225. [2] صحيح مسلم: 1460.

ٹھہر چکے تھے کیونکہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیوہ تھیں تو تین دن ان کا حق تھا جو رسول اللہ ﷺ نے پورا فرمادیا اور فرمایا اگر مزید سات دن ٹھہرنے کا تقاضا کرتی ہو تو پھر باقیوں کے پاس بھی سات سات دن ہی گزاروں گا۔ کیونکہ عدل و انصاف کا یہی تقاضا تھا۔

یہاں یہ بات یادرکھنی چاہیے کہ اگر کسی شخص کی دو بیویاں ہیں لیکن ایک بیوی سے اولاد ہے اور دوسری بیوی سے اولاد نہیں تو یہ انصاف نہیں کہ دونوں کو برابر کا خرچہ دیا جائے بلکہ صاحب اولاد بیوی کو اس کی ضروریات کے مطابق دیا جائے اور بغیر اولاد والی کو اس کی ضرورت کے مطابق۔ اسی طرح اگر ایک بیوی بیمار ہوگئی اور دوسری صحت مند ہے تو بیمار بیوی کے علاج معالجے کے لیے اس کی ضرورت کے مطابق خرچ کیا جائے گا یہ نہیں کہ بیمار بیوی کے آپریشن پر 20 ہزار لگ گئے تو دوسری صحت مند کہے کہ مجھے بھی اضافی طور پر 20 ہزار ملنے چاہئیں تو یہ عدل و انصاف کے منافی ہے۔

یہ طبعی بات ہے کہ مرد کو دو بیویوں میں سے کسی ایک سے قلبی میلان زیادہ ہوگا اور اس قلبی میلان کا سبب کوئی بھی ہوسکتا ہے لیکن قلبی میلان پر انسان کا مؤاخذہ نہیں ہے لیکن اگر قلبی میلان کی وجہ سے بظاہر حقوق کی ادائیگی میں بھی اس کا اثر نظر آئے کہ ایک کے پاس زیادہ دن رہے اور دوسری کو وقت تھوڑا دے یا اس کے پاس بالکل نہ ٹھہرے یا ایک کو خرچہ زیادہ دے کیونکہ اس سے زیادہ محبت ہے اور دوسری کو محروم رکھے تو پھر اس پر پکڑ ہے بلکہ ناانصافی کرنے والے ایسے شخص کے بارے رسول اللہ ﷺ نے بڑی سخت وعید فرمائی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ كَانَتْ لَهُ امْرَأَتَانِ فَمَالَ إِلَى إِحْدَاهُمَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقُّهُ مَائِلٌ.)) [1]

"جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے ایک کی طرف مائل ہوگیا تو وہ قیامت کو ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو جھکا ہوا ہوگا۔"

[1] سنن ابی داود: 2133، سنن نسائی: 3394، قال الألبانیؒ: صحیح.

یعنی ایک طرف اور پہلو فالج زدہ ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ اپنی ازواج کے درمیان مکمل انصاف کرتے اور اس کے باوجود رب تعالیٰ کے حضور یہ کلمات کہا کرتے:

((اَللّٰهُمَّ! هٰذَا قَسْمِي فِيمَا أَمْلِكُ فَلَا تَلُمْنِي فِيمَا تَمْلِكُ وَلَا أَمْلِكُ .)) ❶

''اے اللہ! یہ میری تقسیم ہے جو میرے بس میں ہے اور اس بات میں مجھے ملامت نہ کرنا جس کا تو مالک ہے اور میرا اس پر اختیار نہیں ہے۔''

اولاد کے بارے:

رسول اللہ ﷺ نے جیسے بیویوں کے معاملے میں عدل و انصاف کا حکم دیا اسی طرح اولاد کے معاملے میں بھی آپ ﷺ نے عدل و انصاف کو ملحوظ خاطر رکھنے کا حکم دیا ہے۔ اولاد میں سے کسی ایک کو نواز دینا اور باقیوں کو محروم رکھنا یہ عدل و انصاف کے منافی ہے اور مستقبل میں اس کے خطرناک نتائج نکلتے ہیں کہ اولاد، والدین کی نافرمان ہو جاتی ہے اور ان کی آپس میں بھی دشمنی اور نفرت پھیل جاتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں آپ ﷺ کے ایک صحابی حضرت بشیر رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے اپنے بیٹے نعمان رضی اللہ عنہ کو ایک غلام بطور ہبہ دیا تو حضرت بشیر رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت عمرة بنت رواحہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں:

((لَا أَرْضٰى حَتّٰى تُشْهِدَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ .))

''میں اتنی دیر تک راضی نہیں ہوں گی حتیٰ کہ تم (اس بات پر) اللہ کے رسول ﷺ کو گواہ بنالو۔''

چنانچہ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے ابا جان مجھے لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے تا کہ رسول اللہ ﷺ کو اس ہبہ کیے گئے غلام پر گواہ بنا دیں۔

❶ سنن ابی داؤد: 2134.

جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی بات بیان کی تو رسول اللہ ﷺ نے بشیر رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

((يَابَشِيرُ! أَلَكَ وَلَدٌ سِوٰى هٰذَا؟))

''اے بشیر! کیا تمہارے اس کے علاوہ بھی بچے ہیں؟''

تو حضرت بشیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: جی ہاں۔ اللہ کے رسول ﷺ!

تو رسول اللہ نے پوچھا:

((أَكُلَّهُمْ وَهَبْتَ لَهُ مِثْلَ هٰذَا؟))

''کیا ان سب میں سے ہر ایک کو تو نے اسی طرح ہبہ کیا ہے؟''

تو حضرت بشیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: نہیں

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فَلَا تُشْهِدْنِي إِذًا فَإِنِّي لَا أَشْهَدُ عَلٰى جَوْرٍ))

''پھر مجھے گواہ نہ بناؤ، میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔''

پھر رسول اللہ ﷺ نے انہیں ایک نصیحت فرمائی اور فرمایا:

((أَيَسُرُّكَ أَنْ يَكُونُوا إِلَيْكَ فِي الْبِرِّ سَوَاءً .))

''کیا تمہیں یہ بات اچھی لگتی ہے کہ تمہارے ساتھ (حسن سلوک) نیکی کرنے میں وہ سب برابر ہوں۔''

تو حضرت بشیر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: کیوں نہیں۔

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فَلَا إِذًا)) [1]

''پھر تم بھی ایسا نہ کرو۔''

لہٰذا یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہر والدین کو نصیحت ہے کہ آپ والدین بھی

[1] صحیح مسلم: 1623.

چاہتے ہیں کہ بڑھاپے میں سبھی آپ سے حسن سلوک اور نیکی کریں اور اچھا برتاؤ کریں تو پھر سب سے برابر کا سلوک کریں۔ سب کو یکساں حقوق دیں اور سب سے برابر پیار کریں۔ لیکن اولاد کے معاملے میں بھی اسی بات کا خیال رکھیں کہ سب کی ضرورت کو مدنظر رکھا جائے یہ نہیں کہ ایک بچہ پہلی کا ہے جتنی رقم کی اس کی کتابیں آئی ہیں میٹرک میں پڑھنے والے بچے کو بھی اتنے پیسوں کی لے دیں۔ خواہ اس کی دو کتابیں آئیں یا تین، باقی وہ خود پوری کرے نہیں بلکہ جس چھوٹی کلاس والے کو ساری کتابیں لے کر دی ہیں اسے بھی اس کی کلاس کی ساری کتابیں لے کر دیں۔

تو رسول اللہ ﷺ نے اولاد کے معاملے میں بھی عدل و انصاف کو قائم کیا اور اسی بات کا درس دیا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں اس روایت کے آخر میں رسول اللہ ﷺ کا حکم موجود ہے:

((فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ)) [1]

''اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل و انصاف کرو۔''

معاملات میں عدل و انصاف:

رسول اللہ ﷺ نے جہاں اہل خانہ کے بارے میں عدل و انصاف کو قائم فرمایا وہاں معاملات میں بھی عدل و انصاف کا خیال کیا اور آپ ﷺ کے عدل و انصاف اور امانت داری کے اہل مکہ بھی معترف تھے۔ چنانچہ جب خانہ کعبہ کی تعمیر شروع تھی اور حجر اسود کو نصب کرنے کا وقت آیا تو قریش میں باہمی یہ اختلاف پیدا ہوا کہ حجر اسود کو کون اس کی جگہ پر نصب کرے گا۔ قریش کی ہر شاخ کی یہ کوشش تھی کہ یہ فضیلت ہمیں حاصل ہو جائے اور قریب تھا کہ اس موقع پر تلواریں میانوں سے نکل آتیں، خون بہائے جاتے۔ چنانچہ اس وقت قریش کا سب سے معمر بزرگ اور عمر رسیدہ شخصیت ابوامیہ بن مغیرہ جو بڑے دانا تھے۔ قریش کی جماعت کو اکٹھا کیا اور ایک رائے پیش کی اور کہا کہ تم اپنے اس اختلاف کے لیے اس شخص کو حاکم مان لو جو سب سے پہلے مسجد کے باب بنوشیبہ سے داخل ہو، ابوامیہ کی یہ رائے لوگوں کو بڑی پسند آئی

[1] صحیح بخاری: 2587.

اور اسی بات پر اتفاق ہو گیا۔

اللہ کی مشیت و قدرت کا یہ فیصلہ تھا کہ یہ فضل اور مرتبہ اس کے پیارے محبوب علیہ السلام کو حاصل ہو اور ادھر قریش کے ہاں بھی آپ ﷺ عزت و تکریم کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اور اہل مکہ آپ ﷺ کو صادق وامین کے لقب سے یاد کرتے تھے، چنانچہ جب انہوں نے بابِ بنی شیبہ سے آپ ﷺ کو آتے دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور ان کی زبانوں سے بے ساختہ یہ کلمات نکلے اور سب پکار اٹھے:

((هٰذَا الْأَمِيْنُ قَدْ رَضِيْنَا بِمَا قَضٰى بَيْنَنَا .))

''یہ امین ہیں جو یہ فیصلہ ہمارے درمیان کریں گے ہم اس سے راضی ہیں۔''

چنانچہ آپ ﷺ نے بڑے حکیمانہ انداز میں ان کے درمیان فیصلہ فرمایا اور کہا:

((لِتَأْخُذْ كُلُّ قَبِيْلَةٍ بِنَاحِيَةٍ مِنَ الثَّوْبِ ثُمَّ ارْفَعُوْهُ جَمِيْعًا .))

''ہر قبیلہ (اس کا نمائندہ) کپڑے کا ایک ایک کنارہ تھام لے، پھر سارے مل کر اسے اٹھاؤ۔''

بہر حال یہ واقعہ بیان کرنے کا مقصد، رسول اللہ ﷺ کی شرافت و صداقت، امانت داری اور دیانت داری کی بناء پر وہ سب اس بات پر خوش ہوئے کہ آپ ﷺ ان کے درمیان عدل و انصاف سے ہی فیصلہ فرمائیں گے۔

رسول اللہ ﷺ کو جب بھی کوئی معاملہ پیش آتا تو آپ ﷺ عدل و انصاف قائم کرتے اور اس کے قیام کے لیے کسی بڑے چھوٹے، مسلم، غیر مسلم کے درمیان بلا امتیاز فیصلہ فرماتے۔ چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں بنو مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی تو قریش اس بارے بڑے پریشان ہوئے کہ عورت کا معاملہ ہے اور پھر عرب میں یہ بات پھیلنے لگی تو بنو مخزوم کے لیے ہمیشہ کے لیے ایک عار ہوگی۔ لہٰذا سارے اکٹھے ہوئے اور آپس میں مشورہ کیا کہ اس بارے کون ایسی شخصیت ہے جو رسول اللہ ﷺ سے بات کرے اور بالآخر کہنے لگے:

((وَمَنْ يَجْتَرِئُ عَلَيْهِ إِلَّا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ حِبُّ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ .))

''رسول اللہ ﷺ کے محبوب اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ ہی ایسی شخصیت ہیں جو اس بارے آپ ﷺ سے بات کرنے کی جرأت کر سکتے ہیں۔''

تو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے بات کی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا:

((أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللّٰهِ؟))

''(اے اسامہ!) کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے ایک حد کے متعلق سفارش کر رہے ہو؟''

پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے کہا:

((إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ .))

''تم سے پہلے لوگوں کو اسی بات نے تباہ کیا کہ جب ان میں سے کوئی شرف و منزلت والا آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور خاندان والا غریب آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کر دیتے تھے۔''

پھر رسول اللہ ﷺ نے بڑے جاہ و جلال کے ساتھ، عدل و انصاف کی مثال قائم کرتے ہوئے فرمایا:

((وَايْمُ اللّٰهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا .)) [1]

''اللہ کی قسم! اگر (میری لخت جگر) فاطمہ بنت محمد (ﷺ) بھی چوری کرے تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دوں گا۔''

گویا رسول اللہ ﷺ نے امت کو یہ درس دیا کہ انصاف کو قائم کرنے میں کسی کی قرابت داری یا کسی شخصیت کا کوئی لحاظ نہیں ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[1] صحیح بخاری: 3475.

﴿ وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰی ﴾ [الانعام 6:152]

''اور جب تم (کچھ) کہو تو عدل وانصاف سے کام لو اگرچہ وہ (تمہارا) قریبی (ہی) ہو۔''

لہٰذا ہر حالت میں عدل وانصاف سے کام لینا یہ منہج نبوی اور سیرتِ نبوی کا تقاضا ہے۔
رسول اللہ ﷺ کے عدل وانصاف کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کے عہد مبارک میں ایک یہودی نے ایک لڑکی کا زیور اتار لیا اور اس کا سر دو پتھروں میں کچل کر بھاگ گیا۔ اس لڑکی کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو اس سے پوچھا گیا:

((مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِكِ؟))

''تیرے ساتھ یہ برتاؤ کس نے کیا ہے؟''

کیا فلاں نے؟ کیا فلاں نے۔ حتیٰ کہ اس (قاتل) یہودی کا نام لیا گیا تو اس عورت نے اپنے سر سے (ہاں کا) اشارہ کیا۔

لہٰذا اس یہودی کو پکڑ کر لایا گیا تو اس نے اعتراف جرم کر لیا تو راوی بیان کرتا ہے۔

((فَأَمَرَ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ فَرُضَّ رَأْسُهُ بَيْنَ حَجَرَيْنِ .)) [1]

''نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا تو اس کا سر بھی دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا گیا۔''

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی عدالت میں سب یکساں اور برابر تھے۔ خواہ کوئی مسلمان ہو یا غیر مسلم۔ بلکہ رشتے داروں کے معاملے میں بھی آپ ﷺ ہمیشہ حق اور انصاف کی بات کہتے اور دوسروں سے خیر خواہی کا درس دیتے۔

چنانچہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے خلاف نبی ﷺ کی خدمت میں حرہ کے برساتی نالے کے متعلق مقدمہ پیش کیا جس سے وہ اپنے کھجور کے درختوں کو سیراب کیا کرتے تھے۔ انصاری کا یہ مطالبہ تھا کہ وہ پانی

[1] صحیح بخاری: 2413، 5295.

بند نہ کریں اور پانی کو چلتا رہنے دیں جبکہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ پہلے اپنے باغ کو سیراب کرتے پھر اس کے لیے پانی چھوڑ دیتے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((اسْقِ يَا زُبَيْرُ! ثُمَّ أَرْسِلِ الْمَآءَ إِلَى جَارِكَ .))

''اے زبیر! (اپنے باغ کو) مناسب سیراب کر کے پانی اپنے پڑوسی کے لیے چھوڑ دو۔''

یہ بات سن کر وہ انصاری طیش میں آ گیا اور کہنے لگا:

((أَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ؟))

''اس لیے کہ آپ ﷺ کا پھوپھی زاد بھائی ہے۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو ان کا پورا حق دیتے ہوئے فرمایا:

((اسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ احْبِسِ الْمَآءَ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى الْجَدْرِ .))

''اے زبیر! اپنے باغ کو اچھی طرح سیراب کرو اور پانی روکے رکھو یہاں تک کہ پانی منڈیر تک پہنچ جائے۔''

پہلے رسول اللہ ﷺ نے انصاری کی بھلائی اور بہتری کے لیے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو اس کے ساتھ نرمی کا کہا لیکن جب اس شخص نے یہ نازیبا بات کہی کہ یہ اس لیے آپ ﷺ کہہ رہے ہیں کہ یہ آپ ﷺ کا پھوپھی زاد بھائی ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے جو انصاف کا تقاضا تھا اس کے مطابق فیصلہ کرتے ہوئے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو اپنا پورا حق وصول کرنے کا حکم دیا۔

رسول اللہ ﷺ جہاں دوسروں کے لیے عدل و انصاف کا خیال رکھتے وہاں اپنے آپ ﷺ کو بھی دوسروں کا حق دینے کے لیے تیار رکھتے اور عدل و انصاف کا یہی تقاضا ہے کہ انصاف کے کٹہرے میں سب برابر ہیں کسی کو کوئی استثناء حاصل نہیں ہے۔ جیسے آج ہمارے ہاں ہمارے نظاموں میں بہت سے بڑے لوگوں کو استثناء حاصل ہوتی ہے لیکن اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لائے ہوئے نظام میں بادشاہ اور عوام سب کو یکساں حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ کسی کے لیے کوئی امتیاز نہیں ہے۔

آ یئے چند مثالیں رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ سے پیش کرتا ہوں:

❀:...... انصار صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک صحابی تھے۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ مزاحیہ مزاج کے مالک تھے۔ ایک دفعہ اپنی قوم سے کھڑے باتیں کر رہے تھے اور انہیں ہنسا رہے تھے کہ نبی اکرم ﷺ ان کے پاس سے گزرتے ہوئے ان کی کوکھ میں ایک لکڑی چبھو دی تو اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:

((أَصْبِرْنِي))

"مجھے بدلہ دیجیے۔"

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اصْطَبِرْ .))

"(ٹھیک ہے) بدلہ لے لو۔"

کیونکہ عدل و انصاف کا یہی تقاضا تھا اس لیے آپ ﷺ نے اپنے آپ کو بدلہ دینے کے لیے تیار کر لیا۔

تو حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا:

((إِنَّ عَلَيْكَ قَمِيصًا وَلَيْسَ عَلَيَّ قَمِيصٌ .))

"آپ ﷺ پر تو قمیص ہے جبکہ مجھ پر قمیص نہیں تھی۔"

تو راوی بیان کرتا ہے:

((فَرَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ قَمِيصِهِ فَاحْتَضَنَهُ وَجَعَلَ يُقَبِّلُ كَشْحَهُ، قَالَ: إِنَّمَا أَرَدْتُ هٰذَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ .)) [1]

"تو نبی اکرم ﷺ نے اپنی قمیص اوپر کر دی تو اسید رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنے بازوؤں میں لے لیا اور آپ ﷺ کے پہلو پر بوسے دینے لگے اور کہنے لگے: اے اللہ کے رسول ﷺ! میری بس یہی نیت تھی۔"

---

[1] سنن ابی داؤد: 5224.

اسی طرح ایک غزوۂ بدر کا واقعہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ بدر والے دن اپنے ساتھیوں کی صف بندی کر رہے تھے، آپ ﷺ کے ہاتھ میں تیر تھا جس سے آپ ﷺ صفیں درست کر رہے تھے کہ آپ ﷺ کا گزر حضرت سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہوا۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ وہ صف سے کچھ آگے کھڑے تھے، آپ ﷺ نے تیر کے ذریعے انہیں پیچھے ہونے کو کہا تو تیر کی نوک ان کے پیٹ پہ لگ گئی تو حضرت سواد رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

((يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! أَوْ جَعْتَنِي وَقَدْ بَعَثَكَ اللّٰهُ بِالْحَقِّ وَالْعَدْلِ فَأَقِدْنِي .))

''اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق دے کر اور عدل و انصاف کا داعی بنا کر بھیجا ہے۔ آپ ﷺ نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے۔ لہٰذا مجھے بدلہ دیجیے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فوراً اپنے پیٹ مبارک سے کپڑا ہٹا دیا اور فرمایا: ''اسْتَقِدْ'' ''بدلہ لے لو۔''

تو حضرت سواد رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ چمٹ گئے اور آپ ﷺ کے پیٹ مبارک کو بوسہ دینے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا:

((مَا حَمَلَكَ عَلٰى هٰذَا يَا سَوَادُ!))

''اے سواد! تمہیں اس کام پر کس چیز نے ابھارا؟''

تو حضرت سواد رضی اللہ عنہ نے بڑا پیارا جواب دیا اور کہا:

((يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! حَضَرَ مَا تَرٰى فَأَرَدْتُ أَنْ يَكُوْنَ آخِرُ الْعَهْدِ بِكَ ، أَنْ يَمَسَّ جِلْدِي جِلْدَكَ .)) [1]

''اے اللہ کے رسول ﷺ! جنگ کی حالت آپ ﷺ دیکھ رہے ہیں تو میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے آخری لمحے آپ کے ساتھ ہوں کہ میرا جسم آپ ﷺ کے جسم سے لگ جائے۔''

---

[1] سلسله الصحيحة : 2835 .

تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے جذبات سن کر انہیں دعا دی۔

تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی ذات کے بارے میں بھی عدل و انصاف کو ملحوظ خاطر رکھتے اور اپنے آپ کو دوسروں سے مستثنیٰ نہیں سمجھتے تھے۔ آپ ﷺ کے عدل و انصاف کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ اگر صحابہ رضی اللہ عنہم کو کسی کام کا حکم دیتے تو اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ بنفس نفیس خود بھی اس کام میں شریک ہوتے اور کسی قسم کی عار محسوس نہیں کرتے تھے۔

یعنی اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خندق کھود رہے تھے تو آپ ﷺ بھی ساتھ شریک تھے۔ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنگ لڑ رہے ہوتے تو آپ ﷺ بھی ان کے ساتھ جنگ میں شریک ہوتے۔ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حالت سفر میں تھے تو آپ ﷺ بھی ان کے ساتھ شریک تھے۔ ایسا نہ تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسی مشقت کے کام میں ہوں اور آپ ﷺ اپنے آپ کو آرام اور راحت پہنچا رہے ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے عدل و انصاف کو قائم فرمایا اور اپنی امت کو بھی عدل و انصاف کی تلقین کی اور جو حاکم عادل ہوگا اس کی بہت فضیلت بیان فرمائی۔ جیسا کہ حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ تَعَالَى فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ إِمَامٌ عَدْلٌ.)) [1]

”سات لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سائے میں جگہ دے گا جس دن اس کے سائے کے علاوہ اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔“

بھائیو! ذرا سوچیے کہ سخت گرمی کے موسم میں اگر کسی دیوار یا کسی درخت کا سایہ مل جائے تو انسان سکون محسوس کرتا ہے لیکن جس دن سب سے بڑھ کر گرمی اور شدت کی ہولناکی ہوگی اس دن جس کو رب تعالیٰ کے عرش کا سایہ مل گیا وہ کس قدر سکون محسوس کرے گا تو ان سات قسم کے لوگوں میں پہلا وہ شخص کہ فرمایا:

[1] صحیح بخاری: 1423.

((إِمَامٌ عَدْلٌ))

''عدل و انصاف کرنے والا حکمران۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے عدل و انصاف قائم کرنے والے حاکم کو رب تعالیٰ کے عرش کے سائے کی مبارکباد دی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں ہمیشہ عدل و انصاف کے دامن کو پکڑے رکھا اور انصاف کو قائم کیا لیکن اس کے باوجود کچھ بدطینت لوگوں نے آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کے بارے اعتراض کیا اور اپنے خبث باطن کا اظہار کیا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے اور آپ ﷺ مالِ غنیمت تقسیم کر رہے تھے کہ اس دوران ذوالخویصرۃ نامی ایک شخص آیا جو بنوتمیم سے تعلق رکھتا تھا۔ اس شخص نے آتے ہی آپ ﷺ سے کہا:

((يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِعْدِلْ))

''اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ انصاف کریں۔''

تو رسول اللہ ﷺ اس کی بات سن کر بڑے حیران ہوئے پھر فرمایا:

((وَيْلَكَ وَمَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ أَعْدِلْ؟))

''تیری ہلاکت ہو! اگر میں ہی انصاف نہیں کروں گا تو پھر کون انصاف کرے گا؟''

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((قَدْ خِبْتُ وَخَسِرْتُ إِنْ لَمْ أَكُنْ أَعْدِلُ))

''اگر میں انصاف نہ کروں میں تو پھر ناکام اور خسارے میں رہ گیا۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ ماجرا دیکھا تو عرض کیا:

((يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ائْذَنْ لِي فِيهِ فَأَضْرِبَ عُنُقَهُ)) [1]

''اے اللہ کے رسول ﷺ! اس کے بارے مجھے اجازت دیجیے میں اس کی گردن

[1] صحیح بخاری: 3610.

تن سے جدا کر دیتا ہوں۔“

بہر حال حدیث لمبی ہے اس حدیث کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے عدل و انصاف قائم کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ دوسری بات اس حدیث سے یہ معلوم ہوئی کہ جو شخص عدل و انصاف کو قائم نہیں کرے گا وہ خاب و خاسر ہونے والا ہے۔

عزیز بھائیو! آیئے عدل و انصاف کی آخری صورت بیان کر کے اپنی بات کو ختم کرتا ہوں اور وہ ہے کہ عدل و انصاف اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ہر حق والے کو اس کا حق دیا جائے۔ جیسا کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی وہ بات جس کی رسول اللہ ﷺ نے تصدیق فرمائی اور وہ یہ ہے:

((إِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ)) [1]

”یقیناً تیرے رب کا بھی تجھ پر حق ہے، تیری جان کا بھی تجھ پر حق ہے، تیرے اہل کا بھی تجھ پر حق ہے لہٰذا تم ہر حق والے کو اس کا حق دو۔“

انسان پر سب سے زیادہ حق اس کے خالق و مالک، اس کے پروردگار، اس کے رب کا ہے اور عدل و انصاف کا سب سے اہم اور بنیادی حصہ رب تعالیٰ کے لیے عقیدۂ توحید کو خالص کرنا، اس کے حق میں کسی دوسرے کو شریک نہ کرنا، رسول اللہ ﷺ ہر معاملے میں نرمی اختیار کر لیتے تھے لیکن جہاں رب تعالیٰ کی توحید کی بات، جہاں اللہ کی حرمت کو پامال کیا جا رہا ہو تو وہاں رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ سختی برتنے والے ہوتے جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((وَمَا نِيلَ مِنْهُ شَيْءٌ قَطُّ فَيَنْتَقِمَ مِنْ صَاحِبِهِ إِلَّا أَنْ يُنْتَهَكَ شَيْئًا مِنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ .))

”اور جب بھی آپ ﷺ کو نقصان پہنچایا گیا تو کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ ﷺ

[1] صحيح بخاري : 1968 .

نے اس شخص سے انتقام لیا ہو مگر یہ کہ کوئی اللہ تعالیٰ کی محرمات کا ارتکاب کرتا تو
آپ ﷺ اللہ عزوجل کی خاطر انتقام لے لیتے۔''

لہٰذا عدل وانصاف کی سب سے اعلیٰ صورت یہ ہے کہ اللہ کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو دیا جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے ورنہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

یہ تھی چند گزارشات رسول اللہ ﷺ کے عدل وانصاف کے حوالے سے اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ احباب کو زندگی کے ہر معاملے میں عدل وانصاف کو مدنظر رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہر قسم کے ظلم اور زیادتی سے محفوظ فرمائے۔ آمین

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

رسول اللہ ﷺ بحیثیت معلم

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهُ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ . اَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ [الانبیاء 21:107]

”اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر۔“

ہر قسم کی حمد و ثناء اللہ رب العالمین کے لیے، درود و سلام امام المرسلین رحمۃ للعالمین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس کے لیے۔

بھائیو! دوستو! بزرگو! آج ہماری گفتگو رسولِ کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے جس روشن پہلو پر ہوگی وہ ہے ”رسول اللہ ﷺ بحیثیت معلم“۔

قوموں کے عروج اور ترقی میں معلم کا بڑا کردار ہوتا ہے۔ معلم اور استاد کو روحانی باپ کہا جاتا ہے کیونکہ وہ انسان کو روح کی غذا فراہم کرتا ہے جس طرح باپ اسے جسمانی خوراک فراہم کرتا ہے۔ باپ انسان کو دنیا میں لانے کا سبب بنتا ہے اور استاد اسے زمین کی پستیوں سے آسمان کی بلندیوں تک لے جاتا ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو ایک معلم کی حیثیت میں اس کی قوم کی طرف مبعوث فرمایا اور ہر نبی چونکہ ایک خاص قوم کی طرف مبعوث کیا گیا لٰہذا وہ معلم بھی مخصوص قوم کے

لیے ہوا اور ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ پوری انسانیت کی طرف جن وانس کی طرف اور قیامت تک کے لیے رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ اس لیے آپ ﷺ پوری انسانیت کے لیے معلم، عرب وعجم کے لیے معلم، مشرق ومغرب اور شمال وجنوب والوں کے لیے معلم بنا کر بھیجے گئے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں کوئی فارس سے چل کر پہنچا، کوئی روم سے چل کر آیا، کوئی حبشہ سے چل کر آیا، کوئی یمن سے چل کر آیا اسی لیے رسول اللہ ﷺ کی درسگاہ میں، اہل صفہ میں زیادہ تر وہی لوگ تھے جو دور دراز کے علاقوں سے چل کر آئے تھے اور آپ ﷺ کی اعلیٰ تعلیم وتربیت سے فیض یاب ہوئے۔

آیئے میں آپ احباب کے سامنے رسول اللہ ﷺ میں ایک بہترین معلم ہونے کی حیثیت سے جو صفات پائی جاتی تھیں ان کو بیان کرتا ہوں۔

❁:...... سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا:

((يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ امْرَأَتِي وَلَدَتْ غُلَامًا أَسْوَدَ وَإِنِّيْ أَنْكَرْتُهُ .))

''اے اللہ کے رسول ﷺ! میری بیوی نے سیاہ رنگ کے بچے کو جنم دیا ہے اور میں نے اس (کو اپنانے) سے انکار کر دیا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا:

((هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ))

''کیا تمہارے اونٹ ہیں؟''

تو اس آدمی نے کہا: جی ہاں۔

تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا:

((فَمَا أَلْوَانُهَا))

''ان کے رنگ کیا ہیں؟''

تو کہنے لگا: سرخ رنگ کے ہیں۔

تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا:

((فَهَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ؟))

''کیا ان میں کوئی خاکستری رنگ کا بھی ہے۔''

اس نے عرض کی: جی ہاں۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا:

((فَأَنَّى هُوَ؟))

''وہ کہاں سے آیا۔''

کہنے لگا:

((لَعَلَّهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَكُوْنُ نَزَعَهُ عِرْقٌ لَّهُ .))

''اللہ کے رسول ﷺ! ممکن ہے اسے کسی رگ نے کھینچ لیا ہو۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے اسے کہا:

((وَهٰذَا لَعَلَّهُ أَنْ يَّكُوْنَ نَزَعَهُ عِرْقٌ لَّهُ .)) ❶

''اور یہ (بچہ) شاید اسے بھی اس کی کسی رگ نے (اپنی طرف) کھینچ لیا ہو۔''

اس روایت میں آپ نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے پہلے اس آدمی کا ذہنی لیول دیکھا اور معلوم کیا کہ یہ کس ماحول سے واقف ہے پھر اسے اس کی معلومات کے لحاظ سے اسے ایک حقیقی مثال دے کر سمجھایا تاکہ وہ اس بات کو ایسی پختگی سے سمجھ جائے کہ اس کے ذہن میں کوئی خلش باقی نہ رہے اور یہی ایک بہترین کامیاب معلم کی خوبی ہوتی ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کو مثال دے کر بات سمجھاتے ہیں۔

❂:...... اسی طرح ایک دوسری روایت ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے تمام موجود صحابہ رضی اللہ عنہم کو ایک مثال دے کر بات سمجھائی۔ چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالسُّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيرِ))

❶ صحیح مسلم: 1500.

''اچھے اور برے دوست کی مثال کستوری بیچنے والے اور بھٹی پھونکنے والے کی طرح ہے۔''

پھر رسول اللہ ﷺ نے اس بات کی وضاحت یوں فرمائی:

((فَحَامِلُ الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا طَيِّبَةً))

''کستوری بیچنے والا تجھے ہدیہ دے گا یا تو اس سے خرید لے گا یا کم از کم تم اس سے اچھی خوشبو تو ضرور محسوس کرو گے۔''

پھر فرمایا:

((وَنَافِخُ الْكِيرِ إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيحًا خَبِيثَةً .))[1]

''اور بھٹی دھونکنے والا تیرے کپڑے جلا دے گا یا کم از کم اس کے پاس بیٹھنے سے ناگوار بو تو ضرور پاؤ گے۔''

اس روایت میں رسول اللہ ﷺ نے مثال دینے کے ساتھ ساتھ اس مثال کی مکمل توضیح بھی فرمادی تاکہ بات سمجھنے میں کسی قسم کی پیچیدگی باقی نہ رہے اور مثال دے کر اس کی وضاحت کر کے بات سمجھانا بھی ایک بہترین معلم کی علامت ہے۔

رسول اللہ ﷺ بسا اوقات کسی مسئلے کو سمجھانے کے لیے تشبیہ دے کر بات سمجھاتے تاکہ سائل بات کو صحیح طور پر سمجھ لے۔ جیسا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جہینہ قبیلے کی ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی:

((إِنَّ أُمِّي نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ فَلَمْ تَحُجَّ حَتَّى مَاتَتْ أَفَأَحُجُّ عَنْهَا))

''میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی مگر حج نہیں کیا کہ فوت ہوگئی۔ کیا میں اس کی طرف سے ایک حج کر سکتی ہوں؟''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں تم اس کی طرف سے حج کرو۔

---

[1] صحيح بخاري : 5534.

پھر فرمایا:

((أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكِ دَيْنٌ، أَكُنْتِ قَاضِيَتَهُ؟))

''مجھے بتاؤ اگر تمہاری والدہ کے ذمے قرض ہوتا تو کیا اسے ادا کرتی؟''

((اقْضُوا اللّٰهَ فَاللّٰهُ أَحَقُّ بِالْوَفَاءِ.)) [1]

''لہٰذا تم اللہ کا حق بھی ادا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ زیادہ لائق ہے کہ اس کا قرض ادا کیا جائے۔''

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ایک مسئلہ سمجھانے کے لیے ایک چیز کو اس کی ہم مثل دوسری چیز سے تشبیہ دی تاکہ سوال پوچھنے والے کو بات کی صحیح سمجھ آ سکے۔ اور یہ ایک بہترین معلم کی صفات میں سے ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کو بات سمجھانے کے لیے اس بات کو مختلف اینگل اور مختلف زاویوں سے واضح کرتا ہے تاکہ طلباء کو فائدہ ہو۔

اسی طرح ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو تشبیہ دے کر ایک شرعی مسئلے کو بیان فرمایا، جیسا کہ حدیث ہے:

((اَلْجَاهِرُ بِالْقُرْآنِ كَالْجَاهِرِ بِالصَّدَقَةِ وَالْمُسِرُّ بِالْقُرْآنِ كَالْمُسِرِّ بِالصَّدَّقَةِ.))

''قرآن کو اونچی آواز سے پڑھنے والا، ایسے ہی ہے جیسے کوئی دکھا کر صدقہ کرے اور آہستہ دھیمی آواز سے قرآن پڑھنے والا ایسے ہی ہے جیسے کوئی مخفی طور پر صدقہ کرے۔''

یعنی جیسے صدقہ دکھا کر کرنا مباح ہے لیکن مخفی صدقہ کرنے میں زیادہ احتیاط کا پہلو ہے۔ اسی طرح اونچی آواز میں قرآن پڑھنا مباح ہے لیکن دھیمی آواز سے پڑھنے میں ریاکاری سے تحفظ کے لیے زیادہ احتیاط ہے۔

❁:......ایک کامیاب مدرس اور ایک بہترین معلم کی صفات میں سے ایک صفت یہ بھی

[1] صحیح بخاری: 1852.

ہے کہ جب وہ اپنے طلباء کی تعلیم وتربیت کرتا ہے تو ایک بات کو بار بار دہراتا ہے اسے ریپیٹ کرتا ہے تاکہ طلباء بات کو اچھی طرح سمجھ لیں اور کسی کے لیے کوئی اشکال باقی نہ رہے۔ اور یہ صفت کائنات کے سب سے بہترین اور سب سے بڑے معلم انسانیت جناب محمد رسول اللہ ﷺ میں بڑی نمایاں طور پر پائی جاتی تھی، جیسا کہ خادم رسول سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلَاثًا حَتَّى تُفْهَمَ)) [1]

''رسول اللہ ﷺ جب کوئی بات کرتے تو اسے تین بار دہراتے تاکہ اسے اچھی طرح سمجھ لیا جائے۔''

لہٰذا ایک استاذ کو، ایک مدرس کو بہترین مدرس بننے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی اس سنت کو بھی اپنانا چاہیے کہ جب وہ بچوں کو تعلیم دے تو ایک بات کو بار بار دہرائے تاکہ اس کی سمجھ آ سکے۔

⊛:...... ایک کامیاب مدرس جہاں بچوں کو اپنی طرف سے معلومات فراہم کرتا ہے وہاں بسا اوقات تشحیذِ اذہان کے لیے، بچوں سے سستی اور کاہلی دور کرنے کے لیے اور تاکہ بچے کلاس میں اکتاہٹ محسوس نہ کریں بچوں سے سوالیہ انداز میں کسی بات پر توجہ دلانے کی کوشش کرتا ہے اور ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ میں بھی یہ وصف پایا جاتا تھا کہ آپ ﷺ بھی بسا اوقات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سوالیہ انداز میں بات پوچھتے اور پھر انہیں اہم بات کی طرف توجہ دلاتے، جیسا کہ حدیث میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَإِنَّهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ فَحَدِّثُونِي مَا هِيَ؟))

''یقیناً درختوں میں سے ایک ایسا درخت ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور وہ

[1] صحیح بخاری: 95.

مومن مسلمان کے ہم مثل ہے، لہٰذا تم بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ سن کر جنگلات کے درختوں کے بارے میں سوچنے لگے کسی نے کچھ کہا تو کسی نے کچھ۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہی ہوسکتا ہے۔ لیکن چونکہ مجلس میں بڑے بڑے بزرگ موجود تھے۔ اس لیے میں نے بولنے میں شرم محسوس کی، لہٰذا خاموش رہا۔ بالآخر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی:

((حَدِّثْنَا مَا هِيَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ))

''اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ہی فرما دیں کہ وہ کون سا درخت ہے؟''

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((هِيَ النَّخْلَةُ .)) [1]

''وہ کھجور کا درخت ہے۔''

اسی طرح ایک اور روایت میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے یوں سوال پوچھا:

((أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهْرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ هَلْ يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ؟))

''کیا خیال ہے تمہارا اگر تم میں سے کسی کے گھر کے سامنے نہر ہو جس سے وہ ہر دن پانچ مرتبہ نہائے تو کیا اس (کے جسم) پر کوئی میل کچیل باقی رہے گی؟''

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی:

((لَا يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ))

''اس کی کوئی میل کچیل باقی نہیں رہے گی۔''

پھر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دھیان اصل بات کی طرف پھیرتے ہوئے فرمایا:

[1] صحیح بخاری : 61.

((فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا)) [1]

''یہی پانچ نمازوں کی مثال ہے، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے (بندے کے) گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو پہلے ایک مثال بیان کی اور پھر سوالیہ انداز میں پوچھا کیا ایسے بندے کے جسم پر میل رہے گی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس بات کو محال سمجھا اور فرمایا نہیں۔ ایسے بندے پر میل نہیں رہے گی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسی طرح پانچ نمازوں کا اہتمام کرنے والے کے ذمہ کوئی گناہ نہیں رہے گا۔

بعض مرتبہ رسول اللہ ﷺ کسی مسئلہ کو بیان کر رہے ہوتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بات کو سمجھ نہ پاتے تو رسول اللہ ﷺ سوالیہ انداز میں اس کے مشابہ یا اس کی نقیض اور ضد بیان کر کے بات کو سمجھاتے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو صدقہ کی صورتیں بیان فرما رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةً وَكُلِّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةً وَكُلِّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةً وَكُلِّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةً وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيٌ عَنْ مُنْكَرٍ صَدَقَةٌ وَفِي بُضْعِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ.))

''یقیناً ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے، ایک مرتبہ اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے۔ ایک مرتبہ الحمد للہ کہنا صدقہ ہے، ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے، نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے، برائی سے روکنا صدقہ ہے اور (بیوی سے مباشرت کرنا) تمہاری شرمگاہ میں صدقہ ہے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ بات سن کر چونک اٹھے اور عرض کی:

((يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيَأْتِي أَحَدُنَا شَهْوَتَهُ وَيَكُونُ لَهُ فِيهَا أَجْرٌ؟))

''اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم میں سے کوئی اپنی شہوت پوری کرتا ہے تو کیا اس

[1] صحیح مسلم: 667.

میں بھی اسے اجر ملتا ہے؟“

تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو بات سمجھانے کے لیے سوالیہ انداز میں اس امر کی ضد بیان فرمائی اور کہا:

((أَرَأَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِي حَرَامٍ أَكَانَ عَلَيْهِ فِيهَا وِزْرٌ؟ فَكَذٰلِكَ إِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَهُ أَجْرًا)) ❶

”(ٹھیک ہے) تم مجھے یہ بتاؤ اگر وہ یہ (خواہش) حرام جگہ پوری کرتا تو کیا اسے اس پر گناہ ملتا؟ تو اسی طرح جب وہ اسے حلال جگہ پوری کرتا ہے تو اس کے لیے اجر ہے۔“

❁:...... ایک بہترین اور کامیاب مدرس کی علامات میں سے ایک علامت اور نشانی یہ بھی ہے کہ وہ اپنے تلامذہ کو بات سمجھانے کے لیے اشارات کو استعمال کرتا ہے تاکہ طلباء بات کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔ اسی طرح نبی علیہ السلام بھی اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو بات سمجھاتے وقت اشارات کو استعمال کرتے جیسا کہ مختلف احادیث میں اس بات کی وضاحت موجود ہے، چنانچہ حدیث ہے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ وَيُشِيرُ بِإِصْبَعَيْهِ فَيَمُدُّ بِهِمَا)) ❷

”میں اور قیامت اس قدر نزدیک بھیجے گئے ہیں، پھر آپ ﷺ اپنی دو انگلیوں سے اشارہ کرنے لگے اور ان دونوں (انگلیوں) کو باہم ملاتے ہوئے پھیلا دیا۔“

تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو اپنی بعثت اور قیامت کے وقوع کا درمیانی وقت اور فاصلہ سمجھانے کے لیے اشارہ کرتے ہوئے بات بیان کی۔

اسی طرح ایک دوسری روایت میں رسول اللہ ﷺ نے اشارہ کرتے ہوئے بات یوں بیان فرمائی، فرمایا:

((أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَقَالَ بِإِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ

❶ صحیح مسلم : 1006 . ❷ صحیح بخاری : 6503 .

وَالْوُسْطٰی)) ❶

”میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے۔ پھر آپ ﷺ نے شہادت والی اور درمیانی انگلی کو ملا کر اشارہ فرمایا۔“

❀:...... ایک کامیاب معلم کا ایک اہم وصف یہ بھی ہے کہ وہ طلباء کی طبائع کو اچھی طرح سمجھنے والا ہو یا پھر ان کی طبائع سے واقفیت رکھنے والا ہو۔ بعض طلباء ایسے ہوتے ہیں جن کی حوصلہ افزائی کی جائے تو ان میں نکھار اور بہتری بہت جلد آتی ہے۔ اسی طرح کسی میں کوئی خوبی ہو تو اس کو سراہنا چاہیے اور اس پر اس کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ نبی اکرم ﷺ بھی اپنے ساتھیوں میں کوئی خیر بھلائی دیکھتے تو اس کی تعریف فرماتے، جیسا کہ حدیث میں ہے وفد عبد القیس والے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان میں سے ایک ایسا شخص تھا جس کے سر کے قریب چہرے پر زخم تھے تو رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا تو اسے فرمایا:

((إِنَّ فِيكَ لَخَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللّٰهُ! الْحِلْمُ وَالْأَنَاةُ))

”تم میں دو خوبیاں ایسی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں: عقل اور تحمل و بردباری۔“

❀:...... اسی طرح رسول اللہ ﷺ اگر اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک میں کوتاہی یا خلافِ مروت کام دیکھتے تو اسے سرزنش کرتے لیکن انتہائی دھیمے انداز میں تاکہ اس کی دل آزاری بھی نہ ہو اور وہ نصیحت بھی قبول فرمالے۔ جیسے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہتے ہیں کہ میرے اور ایک شخص میں سخت کلامی ہوگئی تو اس کی ماں عجمی تھی۔ میں نے اسے ماں کے لحاظ سے طعنہ دیا تو اس نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے ذکر کردی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے پوچھا:

((أَسَابَبْتَ فُلَانًا))

---

❶ صحيح بخاري : 6005.

”کیا تو نے فلاں شخص کو گالی دی ہے۔“

تو انہوں نے کہا: جی ہاں۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا:

((أَفَنِلْتَ مِنْ أُمِّهِ))

”کیا تو نے اسے ماں کا طعنہ دیا ہے؟“

تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے کہا: جی ہاں۔

رسول اللہ ﷺ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو سرزنش کرتے ہوئے فرمایا:

((إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ)) [1]

”یقیناً تم تو ایسے شخص ہو جس میں ابھی بھی جاہلیت کے اثرات ہیں۔“

❁:...... کمزور ذہین اور ناسمجھ طلباء سے استاذ کا چشم پوشی کرنا اور درگزر کرنا یہ بھی ایک باخلاق اور سمجھ دار استاذ کی علامت ہے۔

رسول اللہ ﷺ بھی ناواقف اور کسی مسئلے کے بارے علم نہ رکھنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کے معاملات میں نرمی برتتے اور چشم پوشی سے کام لیتے اور ان کی جہالت کے عذر کو قبول کرتے، جیسا کہ حدیث میں ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مسجد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے کھڑے ہو کر مسجد میں پیشاب کرنا شروع کر دیا تو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کہنے لگے اوئے کیا کر رہے ہو؟ کیا کر رہے ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے جب یہ دیکھا تو اپنے ساتھیوں سے فرمایا:

((لَا تُزْرِمُوهُ دَعُوهُ))

”اسے پیشاب سے مت روکو اسے چھوڑ دو۔“

لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے چھوڑ دیا حتیٰ کہ جب اس نے پیشاب کر لیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنے پاس بلایا اور پیار و شفقت سے سمجھایا اور فرمایا:

[1] صحیح بخاری: 6050.

((إِنَّ هٰذِهِ الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلُحُ لِشَيْءٍ مِنْ هٰذَا الْبَوْلِ وَالْقَذَرِ إِنَّمَا هِيَ لِذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَالصَّلٰوةِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ))

''بلاشبہ یہ مساجد پیشاب اور گندگی وغیرہ جیسے کاموں کے لیے نہیں ہیں یہ تو صرف اللہ عزوجل کے ذکر، نماز اور تلاوتِ قرآن کے لیے ہیں۔''

پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((فَأَمَرَ رَجُلًا مِّنَ الْقَوْمِ فَجَآءَ بِدَلْوٍ مِّنْ مَآءٍ فَشَنَّهُ عَلَيْهِ)) [1]

''پھر رسول اللہ ﷺ نے (موجود) لوگوں میں سے ایک آدمی کو حکم دیا چنانچہ وہ پانی کا ڈول لایا اور اسے اس پر بہا دیا۔''

اور صحیح بخاری کی روایت ہے جسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو مخاطب ہو کر فرمایا:

((إِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِينَ وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ.)) [2]

''تم لوگ صرف آسانی پیدا کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو، تمھیں سختی کرنے کے لیے نہیں بھیجا گیا۔''

محترم سامعین! آپ نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں پیشاب کرنے والے کو کوئی ملامت نہیں کی کیونکہ وہ آدابِ مسجد سے ناواقف تھا، آپ ﷺ نے اس کو اس کی جہالت کی بناء پر معذور سمجھا بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنھوں نے اسے ڈانٹا اور روکنے کی کوشش آپ ﷺ نے انھیں تنبیہ فرمائی اور یہ رسول اللہ ﷺ کے ایک بہترین معلم ہونے کی دلیل ہے۔

اسی طرح صحیح مسلم کی حدیث ہے حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا تو دورانِ نماز ایک شخص چھینک آئی تو میں نے ''يَرْحَمُكَ اللّٰهُ'' کہہ دیا تو کہتے ہیں:

((فَرَمَانِي الْقَوْمُ بِأَبْصَارِهِمْ))

[1] صحیح مسلم : 285. [2] صحیح بخاری : 220.

"تو لوگوں نے آنکھوں سے مجھے گھورنا شروع کر دیا۔"

تو میں نے کہا:

((وَا ثُكْلَ أُمِّيَاهْ! مَا شَأْنُكُمْ؟ تَنْظُرُونَ إِلَيَّ))

"میری ماں مجھے گم پائے! تم سب کو کیا ہو گیا ہے؟ کہ مجھے گھور رہے ہو۔"

اس بات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور زیادہ تشویش کرنے لگے اور اپنے ہاتھوں کو رانوں پر مارنے لگے گویا مجھے خاموش کرا رہے ہوں۔ بہرحال میں خاموش ہو گیا جب نماز مکمل ہوئی سلام پھیرا تو حضرت معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((فَبِأَبِي هُوَ وَأُمِّي! مَا رَأَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ أَحْسَنَ تَعْلِيمًا مِنْهُ))

"میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں! میں نے آپ ﷺ سے پہلے اور آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ سے بہتر معلم نہیں دیکھا۔"

مزید بیان کرتے ہیں:

((فَوَاللّٰهِ! مَا كَهَرَنِي وَلَا ضَرَبَنِي وَلَا شَتَمَنِي قَالَ: إِنَّ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ إِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ.)) [1]

"اللہ کی قسم! نہ تو آپ ﷺ نے مجھے ڈانٹا، نہ مجھے مارا اور نہ مجھے برا بھلا کہا (بلکہ) فرمایا: یہ نماز ہے اس میں کسی قسم کی گفتگو کرنا صحیح نہیں۔ یہ تو بس تسبیح و تکبیر اور تلاوتِ قرآن ہے۔"

کیونکہ حضرت معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ نماز کے مسائل سے اچھی طرح واقف نہ تھے اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان سے درگزر کیا اور چشم پوشی کی اور انتہائی پیار و محبت سے اور شفقت سے انہیں نماز کی تعلیم دی۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یہ بات کہنے پر مجبور ہو گئے کہ

[1] صحیح مسلم : 537.

اللہ کی قسم! میں نے رسول اللہ ﷺ سے پہلے اور آپ ﷺ کے بعد ان جیسا بہترین معلم نہیں دیکھا۔

❁:...... اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے بہترین معلم ہونے کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو اپنے کسی شاگرد کی کسی کوتاہی یا عملی کمزوری کا پتہ چلتا تو اس سے پوچھتے کہ مجھے تیرے بارے میں یہ خبر ملی ہے کیا بات ایسے ہی ہے پھر اگر تصدیق ہو جاتی تو پھر علیحدگی میں اس کی اصلاح فرماتے اور اسے خیر کی نصیحت فرماتے نہ کہ سرعام اس کا ڈھنڈورا پیٹتے۔

چنانچہ حدیث میں ہے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا:

((أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَقُومُ اللَّيْلَ وَتَصُومُ النَّهَارَ؟))

''کیا مجھے یہ خبر نہیں دی گئی کہ تم رات بھر قیام کرتے ہو اور دن بھر روزہ رکھتے ہو؟''

تو میں نے عرض کی: ہاں (اللہ کے رسول ﷺ) میں ایسا کرتا ہوں۔

تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا:

((فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ هَجَمَتْ عَيْنُكَ وَنَفِهَتْ نَفْسُكَ وَإِنَّ لِنَفْسِكَ حَقًّا وَلأَهْلِكَ حَقًّا، فَصُمْ وَأَفْطِرْ.)) [1]

''اگر تو ایسا کرتا رہا تو تمہاری بینائی کمزور ہو جائے گی، اور تیرا جی تھک جائے گا جبکہ یقیناً تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیرے اہل کا بھی تجھ پر حق ہے لہٰذا روزے بھی رکھو اور افطار بھی کرو نماز بھی پڑھو اور آرام بھی کرو۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں کوتاہی پر تنبیہ کی اور اس کے نتیجے میں جو بڑے بڑے فرائض کے چھوٹنے کا اندیشہ تھا ان کے بارے متنبہ کیا بلکہ یہ دین اسلام میانہ روی کا درس دیتا ہے۔ معاملہ خواہ دین کا ہو یا دنیا کا ہر چیز میں میانہ روی بہتر ہے اور خیر کا باعث ہے بلکہ

[1] صحيح بخاري : 1153.

رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو یہی تلقین فرمائی، چنانچہ فرمایا:

((عَلَيْكُمْ مَا تُطِيقُونَ مِنَ الْأَعْمَالِ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوا)) ❶

"اپنے اوپر وہ عمل لازم پکڑو جس کی تم میں طاقت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نہیں اکتاتا یہاں تک کہ تم خود اکتا کر عمل چھوڑ دیتے ہو۔"

اسی طرح رسول اللہ ﷺ اگر عوام الناس میں مجموعی کوئی کمزوری دیکھتے یا بعض مخصوص افراد میں کوئی کوتاہی دیکھتے تو اس کوتاہی کی اصلاح کے لیے آپ ﷺ ایسے مبہم الفاظ یا کنایات میں تنبیہ فرماتے تا کہ اصلاح بھی ہو جائے اور کسی کی ذات پر بھی کوئی حرف نہ آئے۔ جیسا کہ احادیث میں اس کی مختلف مثالیں موجود ہیں، جیسا کہ مثال کے طور پر یوں فرماتے:

((مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَرْفَعُونَ أَبْصَارَهُمْ إِلَى السَّمَاءِ فِي صَلَاتِهِمْ)) ❷

"کچھ لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ وہ نماز میں اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں۔"

((مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَتَنَزَّهُونَ عَنِ الشَّيْءِ أَصْنَعُهُ)) ❸

"کچھ لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ وہ اس کام سے پرہیز کر رہے ہیں جو میں کرتا ہوں۔"

تو اس طرح سے رسول اللہ ﷺ کنایات میں کسی معاملے پر تنبیہ فرماتے اور یہ بھی ایک بہترین معلم کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔

عزیز ساتھیو! ان تمام روایات اور واقعات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ ایک بہترین معلم تھے اور لوگوں کی طبائع اور مزاج کو بڑی اچھی طرح جاننے والے تھے۔ کوئی جس مزاج کا فرد ہوتا آپ ﷺ اس کو اس کے مزاج کے اعتبار سے ڈیل کرتے اور آپ ﷺ کے پاس شاہ و گدا ہر قسم کے لوگ آئے، بڑے بڑے فصیح و بلیغ بھی آئے، بڑے بڑے مفکر و مدبر بھی آئے، بڑے بڑے قیصر و کسریٰ کے درباروں کو دیکھنے والے بھی آئے، بڑے بڑے قوموں اور تہذیبوں سے واقفیت رکھنے والے بھی آئے، بڑے بڑے پڑھے لکھے

❶ صحیح بخاری: 1151.
❷ صحیح بخاری: 750.
❸ صحیح بخاری: 7301.

بھی آئے اور اعرابی اور بدو بھی آئے لیکن ہر ایک کے تاثرات یہی تھے۔

اللہ کی قسم! میں نے ان جیسا نہ پہلے اور نہ بعد میں کبھی دیکھا۔

اور وہ کیوں نہ کہتے آپ ﷺ کے لیے یہی شرف کافی تھا کہ آپ ﷺ اللہ کے حبیب ہیں۔ آپ ﷺ کے لیے یہی شرف کافی ہے کہ آپ ﷺ رب تعالیٰ کے خلیل ہیں۔

آپ ﷺ کے لیے یہی شرف کافی ہے کہ آپ ﷺ رب تعالیٰ کے رسول ہیں۔

آپ ﷺ کے لیے یہی شرف کافی ہے کہ آپ ﷺ رب تعالیٰ کی طرف سے تعلیم یافتہ ہیں۔

غرضیکہ آپ ﷺ زندگی کے ہر پہلو میں اپنی مثال آپ ہیں۔ آپ ﷺ انسانیت میں کامل اور اکمل تھے۔ اللہ تعالیٰ اس حسن و جمال والے اور باکمال نبی مکرم ﷺ پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور آخرت میں ہم جیسے گناہگاروں کو بھی اپنی رحمت سے ان کی رفاقت نصیب فرمادے۔ آمین

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

رسول اللہ ﷺ کی صداقت

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِينُهٗ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ . اَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

﴿وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝﴾

[الزمر 39:33]

”اور جو سچائی لے کر آیا اور جس نے اس (سچائی) کی تصدیق کی، یہی لوگ متقی پرہیزگار ہیں۔“

ہر قسم کی حمد و ثناء اللہ رب العالمین کے لیے، درود و سلام امام الانبیاء سرور کونین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کے لیے۔

بھائیو! دوستو! بزرگو! رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے جس عظیم پہلو کو آج میں آپ احباب کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں وہ ہے ”رسول اللہ ﷺ کی صداقت“۔

کوئی معاشرہ جس قدر مرضی بگڑا ہوا ہو لیکن اس بگڑے ہوئے معاشرے میں سچے اور کھرے آدمی کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، سچا آدمی گھر میں، بازار میں، تجارت میں، ملازمت میں، غرضیکہ زندگی کے ہر شعبے میں اسے پسند کیا جاتا ہے اور جھوٹا آدمی ہر جگہ اور ہر مجلس میں برا اور ناپسند کیا جاتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی انبیاء بھیجے ان سب میں

بنیادی وصف کھرا اور سچا ہونا تھا۔ کیونکہ جب وہ اپنی گفتار میں سچے ہوں گے تو تب ہی لوگ ان پر ایمان لائیں گے ورنہ کوئی ان کو قابل اعتماد اور قابل اعتبار نہیں سمجھے گا۔

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بعثت سے پہلے ہی اہل مکہ میں صادق وامین کے لقب سے مشہور تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جب رسول اللہ ﷺ نے کوہِ صفا پر کھڑے ہو کر قریش کے قبائل کا نام لے کر ان سب کو بلایا اور پھر ان سب سے ایک بات کہی اور فرمایا:

((أَرَأَيْتَكُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ خَيْلًا بِالْوَادِي تُرِيدُ أَنْ تُغِيرَ عَلَيْكُمْ أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ؟))

''تمہارا کیا خیال ہے اگر میں تمہیں خبردار کروں کہ اس گھاٹی میں ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات کی تصدیق کرو گے؟''

تو سب حاضرین نے یہ بات کہی:

((نَعَمْ مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ إِلَّا صِدْقًا)) [1]

''ہاں، ہم نے آپ ﷺ کو ہمیشہ سچا ہی پایا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کی راست گوئی اور سچائی اہل مکہ کے ہاں اس قدر مسلمہ تھی کہ جب نبوت کے بعد آپ ﷺ کو ساحر، مجنون، شاعر اور دیگر برے القاب سے الزام لگایا گیا لیکن کسی نے آپ ﷺ کو جھوٹا کہنے کی جسارت نہیں کی۔ حتیٰ کہ وہ افراد جو آپ ﷺ کے جانی دشمن تھے وہ بھی اس بات کے معترف تھے کہ محمد ﷺ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

آیئے میں آپ احباب کو اس کی مثال بیان کرتا ہوں۔

❁:...... جب رسول اللہ ﷺ نے کفار مکہ سے حدیبیہ کے مقام پر صلح نامہ تحریر کر کے مصالحت کی تھی اس کے بعد مکہ سے ایک قافلہ شام تجارت کے لیے روانہ ہوا۔ شام میں ایلیاء مقام پر ہرقل نے قریش کے تاجروں کی جماعت کو اپنے پاس بلایا اور پوچھا نسب کے اعتبار سے تم میں سے سب سے زیادہ اس کا قریبی کون ہے تو ابوسفیان جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے

[1] صحیح بخاری: 4770.

تھے اور رسول اللہ ﷺ سے دشمنی میں ہر جگہ اور ہر جنگ میں پیش پیش رہنے والے تھے۔ آگے بڑھے اور کہنے لگے میں اس کا قریبی ہوں۔ چنانچہ ہرقل نے ان سے رسول اللہ ﷺ کے متعلق چند سوالات پوچھے اور ان سوالوں میں سے ایک سوال یہ تھا:

((فَهَلْ تَتَّهِمُونَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ مَا قَالَ؟))

''کیا اس (دعوائے نبوت) سے پہلے تم لوگوں نے اسے جھوٹ سے تہمت زدہ قرار دیا۔''

تو ابوسفیان نے جواب دیا: نہیں۔

مجلس کے آخر میں ہرقل نے کہا: میں نے تم سے پوچھا تھا کہ دعوائے نبوت سے پہلے وہ کبھی جھوٹ سے متہم ہوا؟ تو تم نے کہا: نہیں۔

((فَقَدْ أَعْرِفُ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ لِيَذَرَ الْكَذِبَ عَلَى النَّاسِ وَيَكْذِبَ عَلَى اللهِ)) ❶

''تحقیق میں یہ بات اچھی طرح جانتا ہوں کہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ وہ لوگوں پر جھوٹ باندھنے سے پرہیز کرے لیکن اللہ پر جھوٹ بول دے۔''

تو معلوم ہوا کہ اس وقت جو کفر کے سرغنے تھے وہ بھی اس بات کے معترف تھے کہ آپ ﷺ سچے انسان ہیں جھوٹ نہیں بولتے۔ اور اس سے بڑھ کر ہرقل کی بات کہ اس نے کتنے بہترین طریقے سے تصدیق کی کہ جو لوگوں کے معاملے میں جھوٹ نہیں بولتا وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کیسے جھوٹ بول سکتا ہے۔

❀:...... اسی طرح مکہ کے بنوزہرہ قبیلے کا سردار اخنس بن شریق بدر کی جنگ کے لیے روانہ ہوتے ہوئے ابوجہل سے ملا اور کہنے لگا:

"يَا أَبَا الْحَكَمِ! لَيْسَ هُنَا غَيْرِي وَغَيْرُكَ يَسْمَعُ كَلَامَنَا أَخْبِرْنِي عَنْ مُحَمَّدٍ صَادِقٌ أَمْ كَاذِبٌ."

❶ صحیح بخاری: 7.

''اے ابوحکم! یہاں میرے اور تیرے سوا کوئی نہیں جو ہماری بات سن رہا ہو، مجھے بتاؤ محمد (ﷺ) سچے ہیں یا جھوٹے؟''

آیئے ذرا ابوجہل کا جواب سنیے جو اس امت کا فرعون تھا، جس نے آپ ﷺ کو ذہنی اور جسمانی ہر قسم کی تکلیف سے دوچار کیا، جس نے آپ ﷺ کو پریشان کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رکھی تھی۔ ابوجہل کہنے لگا:

"وَاللّٰهِ! إِنَّ مُحَمَّدًا لَصَادِقٌ وَمَا كَذَبَ قَطُّ." ❶

''اللہ کی قسم! بلاشبہ محمد ﷺ خوب سچا ہے اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔''

پھر کہنے لگا:

اصل بات یہ ہے کہ بنوعبد مناف میں پہلے ہی سے سقایہ، رفادہ اور مشاورت کے اہم منصب موجود تھے کہ نبوت بھی ان میں ہوگئی تو ہمارے لیے کیا بچا سوائے عداوت کے۔

❀:...... رسول اللہ ﷺ کی سچائی اور راست گوئی کی تیسری دلیل میں آپ احباب کو یہود کے ایک عالم کی زبانی سناتا ہوں جن کو صحابی رسول ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ میری مراد حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ہیں۔ فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو لوگ کثیر تعداد میں آپ ﷺ کی طرف امڈ آئے تو میں بھی لوگوں میں اس غرض سے آیا کہ آپ ﷺ کو دیکھوں تو جب میں نے بڑے واضح انداز میں رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ انور کو دیکھا تو میں نے پہچان لیا:

((أَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ.)) ❷

''بلاشبہ آپ ﷺ کا چہرہ کسی جھوٹے شخص کا چہرہ نہیں ہے۔''

گویا یہودیوں میں سے انصاف پسند افراد بھی اس بات کے معترف تھے کہ آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جس شخصیت نے ہمیشہ سچ کا ساتھ دیا ہو، سچائی کی تعریف کی ہو

---

❶ الشفاء: 105/1. ❷ جامع ترمذی: 2485.

اور ہمیشہ اپنی امت کو سچائی کی تلقین کی ہو اور خود سچ نہ بولے بلکہ یہ تو محال ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو سچائی کی ترغیب دیتے ہوئے یوں فرمایا:

((عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ صِدِّيقًا .))

''تم سچائی کو لازم پکڑو کیونکہ سچائی نیکی کے راستے پر چلاتی ہے اور نیکی جنت کے راستے پر چلاتی ہے۔ ایک شخص ہمیشہ سچ بولتا ہے اور سچائی کا متلاشی رہتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں صدیق (بہت سچا) لکھ دیا جاتا ہے۔''

پھر رسول اللہ ﷺ نے سچائی کی ضد جھوٹ کی مذمت کرتے ہوئے یوں فرمایا:

((إِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذَّابًا)) ❶

''جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ برائی کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور برائی جہنم کی طرف راہنمائی کرتی ہے اور ایک شخص ہمیشہ جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ کی تلاش میں رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے ہاں کذاب (بہت جھوٹا) لکھ دیا جاتا ہے۔''

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے سچائی کو لازم پکڑنے اور جھوٹ سے ضروری طور پر بچنے کا حکم دیا ہے اور دوسرا یہ بتا دیا کہ جھوٹ بدی کا راستہ ہے جو جہنم کی طرف جاتا ہے اور سچائی نیکی کا راستہ ہے جو جنت کی طرف جاتا ہے۔ اس لیے رب تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سچے لوگوں کی صحبت اپنانے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَكُونُوا۟ مَعَ ٱلصَّٰدِقِينَ ﴿١١٩﴾﴾ [التوبة 9:119]

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچ بولنے والوں کے ساتھ ہو جاؤ۔''

❶ صحيح مسلم : 2607.

رسول اللہ ﷺ قرآن پاک کی اس آیت پر بھی سب سے زیادہ عمل کرنے والے تھے اور وہ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے زیادہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے محبت کرنے والے تھے اور سب سے زیادہ قرب اور رفاقت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہی اور قرآن کریم کی اس آیت کا مصداق بعض مفسرین نے رسول اللہ ﷺ اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو قرار دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۝۳۳﴾

[الزمر 39:33]

”اور جو سچائی لے کر آیا اور جس نے اس (سچائی) کی تصدیق کی یہی لوگ متقی پرہیزگار ہیں۔“

﴿وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ﴾ ”اور وہ جو سچائی لے کر آیا“ اس سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

﴿وَصَدَّقَ بِهٖۤ﴾ ”اور جس نے اس کی تصدیق کی“ اس سے مراد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

یہی وجہ تھی کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے سفر معراج کا اہل مکہ کے سامنے ذکر کیا تو کچھ لوگ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے: ابوبکر! اب تم اپنے صاحب کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہو؟ وہ تو کہتے ہیں کہ انہیں راتوں رات بیت المقدس تک سیر کرائی گئی ہے، جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو فرمانے لگے:

((أَوَ قَالَ ذَالِكَ .))

”کیا انہوں نے یہ بات کہی ہے۔“

تو لوگوں نے کہا: ہاں۔ تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:

((لَئِنْ قَالَ ذَالِكَ لَقَدْ صَدَقَ .))

”اگر انہوں نے واقعی یہ بات کہی ہے تو یقیناً انہوں نے سچ فرمایا۔“

لوگوں نے حیرانی سے پوچھا:

((وَتُصَدِّقُهُ أَنَّهُ ذَهَبَ اللَّيْلَةَ إِلَى بَيْتِ الْمُقَدَّسِ وَجَاءَ قَبْلَ أَنْ يُصْبِحَ .))

''کیا تم تصدیق کرتے ہو کہ وہ آج رات بیت المقدس گئے ہوں اور صبح سے پہلے آ بھی جائیں۔''

تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بلا تامل جواب دیا: ہاں۔

اور پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:

((إِنِّي لَأُصَدِّقُهُ بِمَا هُوَ أَبْعَدُ مِنْ ذَالِكَ، أُصَدِّقُهُ بِخَبَرِ السَّمَآءِ فِي غُدْوَةٍ أَوْ رَوْحَةٍ .))

''میں تو ان کی اس سے بھی بعید بات کی تصدیق کرتا ہوں، میں تو یہ بھی تصدیق کرتا ہوں کہ ان کے پاس صبح و شام آسمان سے وحی آتی ہے۔''

راوی بیان کرتا ہے:

((فَلِذَالِكَ سُمِّيَ اَبُوْبَكْرٍ ، الصِّدِّيْقَ .)) [1]

''اسی تصدیق کی وجہ سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام صدیق رکھ دیا گیا۔''

تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ سب سے بڑے صادق تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ امت میں سب سے بڑے صدیق تھے اور میرے رب نے ان صادق اور صدیق کو دنیا میں بھی سفر و حضر، خوشی و غمی، امن و جنگ میں اکٹھا رکھا اور اب برزخ میں بھی اکٹھا فرما دیا اور ان شاء اللہ کل قیامت کو بھی یہ صادق اور صدیق جنت میں اکٹھے جائیں گے۔

❁:...... آیئے رسول اللہ ﷺ کی صداقت کے بارے بات ہو رہی تھی ایسی صداقت کہ جس کے دشمن بھی معترف تھے۔ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ عمرہ کی غرض سے مکہ گئے تو وہاں امیہ بن خلف کے ہاں ٹھہرے کیونکہ حضرت سعد بن معاذ اور

[1] دلائل النبوة للبيهقي : 360/2 .

امیہ بن خلف ایک دوسرے کے پرانے دوست تھے۔ امیہ بھی جب شام تجارت کی غرض سے جاتا تو راستے میں مدینہ میں ان کے پاس ٹھہرتا تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ جب نصف دن ہوا امیہ کے ساتھ گھر سے نکلے اور جا کر بیت اللہ کا طواف کرنا شروع کر دیا، طواف کر رہے تھے کہ اتنے میں ابوجہل بھی آ گیا دیکھا تو کہنے لگا:

((مَنْ هٰذَا الَّذِيْ يَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ .))

''یہ شخص جو بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے کون ہے؟''

تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

((اَنَا سَعْدٌ))

''میں سعد ہوں۔''

ابوجہل یہ بات سن کر غصے سے بھڑک اٹھا اور کہنے لگا:

((تَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ آمِنًا وَقَدْ آوَيْتُمْ مُحَمَّدًا وَأَصْحَابَهُ))

''تم بیت اللہ کا طواف بڑے امن وسکون سے کر رہے ہو حالانکہ تم لوگوں نے محمد ﷺ اور اس کے ساتھیوں کو (اپنے ہاں) جگہ دی ہے۔''

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں (دی ہے جگہ)۔

پس ان دونوں نے جھگڑنا شروع کر دیا اب امیہ جو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر آیا تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا:

((لَا تَرْفَعْ صَوْتَكَ فَإِنَّهُ سَيِّدُ أَهْلِ الْوَادِي))

''اپنی آواز (اس سے) اونچی نہ کرو کیونکہ یہ اس وادی والوں کا سردار ہے۔''

گویا امیہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو خاموش کرانے لگا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو امیہ پر بھی غصہ آ گیا۔ تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے امیہ سے کہا:

((دَعْنَا عَنْكَ فَإِنِّي سَمِعْتُ مُحَمَّدًا ﷺ يَزْعُمُ أَنَّهُ قَاتِلُكَ))

''تو پیچھے ہٹ جا، میں نے محمد ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ تمہیں قتل

کریں گے۔"

امیہ کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی پوچھنے لگا: إِيَّايَ۔ "مجھے قتل کریں گے۔"

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں (تجھے قتل کریں گے)

تو امیہ کہنے لگا:

((وَاللّٰهِ! مَا يَكْذِبُ مُحَمَّدٌ إِذَا حَدَّثَ))

"اللہ کی قسم! محمد ﷺ جب بات کرتا ہے تو (کبھی) جھوٹ نہیں بولتا۔"

امیہ اسی پریشانی میں گھر آیا اور آکر اپنی بیوی سے کہنے لگا: تمہیں پتہ چلا کہ میرے یثربی بھائی (سعد) نے کیا کہا ہے؟ تو امیہ نے بتایا کہ سعد نے محمد ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ وہ مجھے قتل کریں گے۔ تو اس کافرہ عورت نے، جو امیہ کی بیوی تھی کہنے لگی:

((وَاللّٰهِ مَا يَكْذِبُ مُحَمَّدٌ)) ❶

"اللہ کی قسم! محمد ﷺ جھوٹ نہیں بولتا۔"

بھائیو! ذرا سوچیے، غور وفکر کیجیے رسول اللہ ﷺ کی سچائی کی گواہی اپنوں نے دی، بیگانوں نے دی، دوستوں نے دی، دشمنوں نے دی اور آج ہم بھی اسی رسول کو ماننے والے ہیں، اسی کے محب ہونے کے دعویدار ہیں لیکن آج ہر طرف جھوٹ عام ہو گیا ہے، ہمارے گھروں میں جھوٹ، ہمارے سرکاری اداروں میں جھوٹ، ہماری تجارت میں جھوٹ، ہمارے معاملات میں جھوٹ، ہماری عوام میں جھوٹ، ہمارے سیاسی لیڈروں اور حکمرانوں میں جھوٹ، آج ہماری سوچ اس قدر بگڑ چکی ہے کہ ہم کہتے ہیں، جھوٹ نہ بولیں تو کاروبار نہیں چلتا، جھوٹ نہ بولیں دکانداری نہیں ہوتی۔ آیئے ذرا رسول اللہ ﷺ کا فرمان سنیے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ))

"تین بندے ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا اور

---

❶ صحیح بخاری: 3632.

نہ ان کی طرف رحمت کی نگاہ سے دیکھے گا:

ایک وہ شخص جس نے کسی سامان کے متعلق قسم اٹھائی کہ اس نے اسے اتنے میں خریدا ہے حالانکہ وہ جھوٹا ہے۔''

پھر ان تین بندوں میں سے ایک دوسرا شخص وہ ہے جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((رَجُلٌ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ كَاذِبَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ)) ❶

''ایک وہ شخص جس نے عصر کے بعد جھوٹی قسم اس لیے کھائی کہ کسی مسلمان بھائی کا مال غصب کر سکے۔''

آج جن حالات سے ہم گزر رہے ہیں جھوٹ عام ہے، جھوٹے افراد دہرا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ لیکن بھائیو یاد رکھیے یہ صرف دنیوی فائدہ ہے جو عنقریب زوال کا شکار ہو جائے گا مجھے رسول اللہ ﷺ کا فرمان یاد آیا، آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

((أُوصِيكُمْ بِأَصْحَابِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ يَفْشُو الْكَذِبُ حَتَّى يَحْلِفَ الرَّجُلُ وَلَا يُسْتَحْلَفُ)) ❷

''میں تمہیں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے خیر کی نصیحت کرتا ہوں پھر ان لوگوں کے بارے جو ان (صحابہ رضی اللہ عنہم) کے بعد آئیں گے پھر ان لوگوں کے بارے جو ان کے بعد آئیں گے پھر جھوٹ عام ہو جائے گا حتیٰ کہ ایک شخص قسم دے گا حالانکہ اس سے قسم طلب نہیں کی جائے گی۔''

آج جھوٹ کا دور دورا ہے جب کہ رب کے حبیب حضرت محمد ﷺ سچ بولنے اور سچی بات کو پسند فرماتے تھے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَحَبُّ الْحَدِيثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ .)) ❸

---

❶ صحيح مسلم : 108 . ❷ جامع ترمذی : 2165 .

❸ صحيح بخاری : 2307 .

''میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب سچی بات ہے۔''

اگر ہمارے پیارے نبی ﷺ کو سچی بات محبوب تھی تو آج ہمیں سچ کیوں نہیں اچھا لگتا، آج ہمیں سچ کیوں محبوب نہیں جبکہ ایمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ کو محبوب ہے وہی ہمیں محبوب ہونا چاہیے اور جس چیز سے آپ ﷺ کو نفرت ہے اس سے ہمیں بھی نفرت ہونی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے تو یہاں تک بیان فرمایا ہے کہ مومن میں دیگر قباحتیں ہوسکتی ہیں لیکن مومن جھوٹا نہیں ہوتا۔ جیسا کہ مؤطا امام مالک میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا:

((أَيَكُونُ الْمُؤْمِنُ جَبَانًا؟))

''کیا مومن بزدل ہوسکتا ہے؟''

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں، پھر آپ ﷺ سے پوچھا گیا:

((أَيَكُونُ الْمُؤْمِنُ بَخِيلًا؟))

''کیا مومن بخیل ہوسکتا ہے؟''

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں، پھر آپ ﷺ سے پوچھا گیا:

((أَيَكُونُ الْمُؤْمِنُ كَذَّابًا؟))

''کیا مومن جھوٹا ہوسکتا ہے؟''

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ [1]

اس روایت سے معلوم ہوا کہ مومن ہو تو جھوٹا نہیں اگر جھوٹا ہے تو مومن نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ نے جھوٹ بولنا منافق کی علامت قرار دیا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ.)) [2]

''منافق کی تین علامتیں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولتا ہے، جب اس کے

[1] مؤطا: 2832. [2] صحیح بخاری: 2682.

پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرتا ہے اور جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔''

تو ہمارے پیارے نبی ﷺ ہمیشہ سچ بولتے اسی لیے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب رسول اللہ ﷺ کا کوئی فرمان بیان کرتے تو یوں کہتے: مجھے صادق ومصدوق نبی نے یہ بیان کیا، جیسا کہ روایت میں ہے کہ ایک دن حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کرتے ہوئے یوں کہا:

((حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ .))

''ہمیں رسول اللہ ﷺ نے بیان کیا جو کہ صادق ومصدوق ہیں۔''

تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو صادق ومصدوق کے لقب سے یاد کیا۔ اسی طرح ایک دن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مجمع عام میں رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ ﷺ کو صادق ومصدوق کے لقب سے یاد کیا، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:

((كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا لَمْ تَجْتَبُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا؟))

''اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم جزیے میں درہم و دینار وصول نہیں کرسکو گے؟''

تو لوگوں نے پوچھا:

((كَيْفَ تَرَى ذَلِكَ كَائِنًا يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟))

''اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! تیرے خیال میں یہ کب اور کیسے ہوگا؟''

تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

((أَيْ وَالَّذِي نَفْسُ أَبِي هُرَيْرَةَ بِيَدِهِ عَنْ قَوْلِ الصَّادِقِ الْمَصْدُوقِ)) [1]

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں ابو ہریرہ کی جان ہے! یہ بات میں نے صادق ومصدوق نبی ﷺ کے ایک فرمان کی وجہ سے کہی ہے۔''

گویا صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ اعتقاد تھا کہ اگر صادق ومصدوق کوئی ہستی ہے تو وہ رسول اللہ ﷺ

[1] صحیح بخاری: 3180.

کی ہستی ہے۔

❁:...... زندگی میں آپ احباب نے ایسے لوگ دیکھے ہوں گے جو عام طور پر جھوٹ نہیں بولتے لیکن جب وہ کسی سے ہنسی مزاح کرتے ہیں تو جھوٹ بول دیتے ہیں اور یہ بات ان کی سچائی کی غیر پختگی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ اس قدر سچے اور سُچے تھے کہ آپ ﷺ حالت مزاح میں بھی حق بات اور سچی بات ہی کرتے اور جھوٹ سے اپنے دامن کو محفوظ رکھتے، جیسا کہ جامع ترمذی کی روایت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے دریافت کیا:

((يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّكَ تُدَاعِبُنَا .))

"اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ ﷺ بھی ہمارے ساتھ خوش طبعی فرما لیتے ہیں۔"

تو رسول اللہ ﷺ نے ہنسی و مزاح کا قاعدہ اور ضابطہ بیان فرما دیا، چنانچہ فرمایا:

((إِنِّي لَا أَقُوْلُ إِلَّا حَقًّا .)) ❶

"بلاشبہ میں سوائے حق کے کچھ نہیں کہتا۔"

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ حالت مزاح میں بھی حق گوئی اور سچ بولتے تھے۔

❁:...... رسول اللہ ﷺ کے سچے اور ہمیشہ سچ بولنے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کی گفتگو اور کلام کا تزکیہ یوں بیان فرمایا ہے:

﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ ﴾ [النجم 53:3، 4]

"اور وہ (رسول) اپنی خواہش سے نہیں بولتا اور وہ صرف بھیجی گئی وحی ہے۔"

تو معلوم ہوا رسول اللہ ﷺ اپنی مرضی سے نہیں بولتے وہ تو اللہ کے کہنے پر بولتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے خود فرمایا ہے:

﴿ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ۝ ﴾ [النساء 4:122]

"اور قول میں اللہ سے بڑھ کر کون سچا ہے۔"

❶ جامع ترمذی: 1990.

جب اللہ تعالیٰ سب سے بڑھ کر سچا ہے تو وہ اپنے نبی ﷺ سے بھی سچ ہی کہلوائے گا۔

❁:...... حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ حنین سے واپس آ رہے تھے تو کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو گھیر لیا اور بار بار آپ ﷺ سے مال کا سوال کرتے رہے حتیٰ کہ دھکم پیل کرتے ہوئے انہوں نے آپ ﷺ کو ببول (جنگلی کیکر) کے ایک درخت تک پہنچا دیا یہاں تک کہ آپ ﷺ کی چادر مبارک اس درخت کے کانٹوں میں الجھ کر اٹک گئی تو رسول اللہ ﷺ ٹھہر گئے اور فرمایا:

((أَعْطُونِي رِدَائِي))

"بھئی میری چادر تو مجھے واپس کر دو۔"

پھر فرمایا:

((لَوْ كَانَ لِي عَدَدُ هٰذِهِ الْعِضَاهِ نَعَمًا لَقَسَمْتُهُ بَيْنَكُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُونِي بَخِيلًا وَلَا كَذُوبًا وَلَا جَبَانًا .))

"اگر میرے پاس اس (درخت) کے کانٹوں کے برابر بھی اونٹ ہوتے تو میں سب کے سب تم میں تقسیم کر دیتا تم مجھے کبھی بخیل، جھوٹا اور بزدل نہیں پاؤ گے۔"

❁:...... رسول اللہ ﷺ کی سچائی اور راست گوئی پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عین الیقین کی حد تک ایمان تھا اور ان کا اعتقاد تھا کہ جو رسول اللہ ﷺ نے کہہ دیا ہے وہ برحق اور سچ ہے اس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہو سکتا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے اہل مکہ کی طرف ایک خط لکھا اور اسے ایک عورت کے ہاتھ روانہ کر دیا، رسول اللہ ﷺ کو بذریعہ وحی اس بات کا علم ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے تین شہسوار، حضرت علی، حضرت زبیر اور حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہم کو روانہ کیا اور فرمایا:

((انْطَلِقُوا حَتّٰى تَأْتُوا رَوْضَةَ خَاخٍ فَإِنَّ بِهَا ظَعِينَةً وَمَعَهَا كِتَابٌ فَخُذُوهُ مِنْهَا))

"تم چلتے رہو حتیٰ کہ روضۂ خاخ پہنچ جاؤ۔ تمہیں وہاں سواری پر ایک عورت ملے

گی اس کے پاس ایک خط ہے وہ اس سے لے آؤ۔‘‘

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے گھوڑے سرپٹ دوڑائے اور روضۂ خاخ تک جا پہنچے۔ دیکھا تو وہاں (اسی طرح) ایک سوار عورت ملی تو ہم نے اس سے کہا:

((أَخْرِجِي الْكِتَابَ))

’’خط نکال دو۔‘‘

تو وہ عورت کہنے لگی:

((مَا مَعِي مِنْ كِتَابٍ))

’’میرے پاس تو کوئی خط نہیں ہے۔‘‘

بھائیو! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا رسول اللہ ﷺ کی بات پر ایمان و یقین دیکھیے کہ ذرا بھی متردد نہیں، بلکہ فرمایا:

((لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَنُلْقِيَنَّ الثِّيَابَ))

’’تو ضرور خط نکال دے گی یا ہم تیرے کپڑے اتار دیں۔‘‘

حدیث میں ہے:

((فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا فَأَتَيْنَا بِهِ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ)) [1]

’’چنانچہ اس عورت نے وہ خط اپنے جوڑے سے نکالا تو ہم اس خط کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔‘‘

❁:...... رسول اللہ ﷺ کی صداقت کے حوالے سے حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی مشرکین سے لڑائی ہوئی۔ بالآخر رسول اللہ ﷺ اپنے پڑاؤ والی جگہ واپس آ گئے، ادھر مشرکین بھی واپس پلٹ گئے لیکن رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں میں سے ایک شخص ایسا تھا جو کسی کو نہیں چھوڑ رہا تھا تو ایک آدمی نے کہا: جیسا بہادری سے یہ لڑا ایسا آج کوئی نہیں لڑا۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ نے سن لی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

[1] صحیح بخاری: 3007.

((أَمَا إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ .))

''وہ تو اہل جہنم میں سے ہے۔''

تو مسلمانوں میں سے ایک شخص نے اس بہادر کا پیچھا کرنا شروع کر دیا جہاں وہ رکتا یہ صحابی بھی رک جاتے، جہاں وہ چلتا یہ بھی پیچھے پیچھے چلتے رہے۔ بالآخر وہ صحابی بیان کرتے ہیں کہ وہ شخص زخموں سے چور چور ہو گیا، اور زخموں کی تکلیف اس کی برداشت سے باہر ہو گئی تو اس نے تلوار کی دستی زمین پر رکھی اور تلوار کی دھار اپنے سینے سے لگا کر اس پر جھک گیا اور اپنے آپ کو ہلاک کر لیا، جو صحابی اس کا پیچھا کر رہے تھے واپس بھاگے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا:

((أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ .))

''میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا:

((وَمَا ذَاكَ؟))

''بات کیا ہے؟''

اس آدمی نے بتایا کہ اللہ کے رسول ﷺ! جب آپ ﷺ نے اس شخص کے بارے میں کہا کہ وہ اہل جہنم میں سے ہے تو آپ ﷺ کی یہ بات لوگوں پر بڑی گراں گزری تو میں نے اس شخص کا پیچھا کرنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ سارا ماجرا رسول اللہ ﷺ کو بیان کیا۔

محترم سامعین رسول اللہ ﷺ کے سچا رسول ہونے اور آپ ﷺ کے سچ بولنے کی ایک بہت بڑی دلیل علاماتِ قیامت ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے آج سے تقریباً ساڑھے چودہ سو سال پہلے قیامت سے قبل رونما ہونے والی چھوٹی اور بڑی علامات بیان فرمائی تھیں۔ ان میں سے بہت سی چھوٹی علامات آج رونما ہو چکی ہیں اور ہم انہیں دیکھ رہے ہیں جو اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جو کہا، جو فرمایا وہ برحق اور سچ ہے۔

عزیز ساتھیو! جب ہمارے رسول ﷺ نے ساری زندگی سچ بولا ہے، سچ کا ساتھ دیا

ہے اور جھوٹ سے اپنے دامن کو محفوظ رکھا اور جھوٹ سے نفرت کی ہے تو بھائیو ہمیں بھی چاہیے ہم سچ بولیں، سچائی کو اپنائیں اور سچے لوگوں کا ساتھ دیں کیونکہ دنیا میں زندگی گزارتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا حکم یہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴾ [التوبة 9:119]

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچ بولنے والوں کے ساتھ ہو جاؤ۔''

تو جب ہم دنیا میں سچ بولیں گے، سچائی اور سچے لوگوں کا ساتھ دیں گے تو پھر رب تعالیٰ کی طرف سے انعام یہ ہوگا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قَالَ اللَّهُ هَذَا يَوْمُ يَنفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ ﴾ [المائدة 5:119]

''اللہ فرمائے گا یہ وہ دن ہے کہ جس دن سچے لوگوں کو ان کی سچائی نفع دے گی۔''

اور آخرت کے دن کا نفع اللہ کی طرف سے بخشش اور اس کی جنت ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں سچ بولنے اور سچائی کو اپنانے اور سچے لوگوں کی صحبت نصیب فرمائے اور جھوٹ اور جھوٹوں کی صحبت سے محفوظ فرمائے۔ آمین

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

رسول اللہ ﷺ کی وفات

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِينُهٗ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ . اَمَّا بَعْدُ!

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝ ﴾ [آل عمران 3:144]

”اور محمد (ﷺ) صرف (اللہ کے) رسول ہیں، ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں، اگر ان کا انتقال ہو جائے یا ان کو شہید کر دیا جائے تو کیا تم (اسلام سے) اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے؟ اور جو کوئی اپنی ایڑیوں کے بل پھر گیا تو وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا اور اللہ شکر ادا کرنے والوں کو اچھی جزا دے گا۔“

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَاۡىِٕنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ۝ ﴾

[الانبیاء21:34]

”اور (اے نبی!) ہم نے آپ سے پہلے بھی کسی بشر کو ہمیشہ کی زندگی نہیں دی، اگر آپ فوت ہو جائیں تو کیا وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔“

ہر قسم کی حمد وثناء اللہ رب العالمین کے لیے، درود وسلام امام المتقین، امام المرسلین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کے لیے۔

بھائیو! دوستو! بزرگو! یہ دنیا دار فانی ہے اور جو چیز اس دنیا میں ہے اس کو فنا ہونا لاحق ہے اس دنیا میں بقاء کسی کے لیے نہیں ہم آئے ہی جانے کے لیے ہیں یوں سمجھیے ہم ایک اسٹیشن پر کھڑے مسافر کی حیثیت سے جیسے جیسے کسی کا وقت مقرر ہے اس وقت پر اس کی روانگی ہو رہی ہے۔ موت ایک ایسی تلخ حقیقت ہے جس سے کسی جاندار مخلوق کو استثناء نہیں نہ وہ کسی امیر کی دولت دیکھتی ہے نہ کسی غریب کی غربت، نہ کسی نیک کی نیکی اور نہ کسی بد کی بدی، نہ کسی مجبور کی مجبوری دیکھتی ہے اور نہ کسی ضرورت مند کی ضرورت، اور یہ رب تعالیٰ کا ایک ایسا فیصلہ ہے جس کے سامنے نبی، ولی فرشتے، مسلمان، کافر، جن وانس اور ہر ذی روح سر تسلیم خم ہے یہ رب تعالیٰ کا ایسا فیصلہ ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَ نَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَ الْخَيْرِ فِتْنَةً ۗ وَ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝﴾ [الانبیاء 35:21]

”ہر جان موت کا ذائقہ چکھنے والی ہے اور ہم تمہیں پرکھنے کے لیے برائی اور اچھائی سے آزماتے ہیں اور (بالآخر) تم ہماری طرف ہی لوٹا دیے جاؤ گے۔“

تو گویا موت کا شکار ہر ایک نے ہونا ہے جیسا بعض حکماء کا قول ہے:

”الموت باب کل نفس داخله والموت قدح کل نفس شاربه .“

”موت ایسا دروازہ ہے جہاں سے ہر ایک نے گزرنا ہے اور موت ایک ایسا جام ہے جسے ہر ایک نے پینا ہے۔“

دیوانِ علی رضی اللہ عنہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک شعر ہے فرماتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ وَلَمْ يَخْلُدْ لِأُمَّتِهِ
لَوْ خَلَّدَ اللّٰهُ خَلْقًا خَلَدَا [1]

[1] دیوان علی رضی اللہ عنہ، ص: 69.

''نبی اکرم ﷺ تھے لیکن وہ بھی اپنی امت کے لیے ہمیشہ نہ رہ سکے، اگر اللہ تعالیٰ نے ان سے پہلے کسی کو دنیا میں ہمیشہ رکھا ہوتا تو وہ بھی ہمیشہ رہتے۔''

تو معلوم ہوا کہ اس دار فانی میں بقا اور ہمیشگی کسی کے لیے نہیں ہے بلکہ اس امت پر سب سے بڑی جو آزمائش آئی وہ رسول اللہ ﷺ کا دنیا سے رحلت فرما ہونا تھا جیسا کہ ابن ماجہ کی روایت ہے:

((يَا أَيُّهَا النَّاسُ! أَيُّمَا أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ أَوْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أُصِيبَ بِمُصِيبَةٍ فَلْيَتَعَزَّ بِمُصِيبَتِهِ بِي عَنِ الْمُصِيبَةِ الَّتِي تُصِيبُهُ بِغَيْرِي))

''اے لوگو! جس شخص کو یا جس مومن کو میرے غیر کی موت کی بناء پر جو مصیبت پہنچنے کا غم آیا ہے وہ میری موت کی مصیبت پر آنے والے غم سے اسے ہلکا کر لے۔''

پھر فرمایا:

((فَإِنَّ أَحَدًا مِنْ أُمَّتِي لَنْ يُصَابَ بِمُصِيبَةٍ بَعْدِي أَشَدَّ عَلَيْهِ مِنْ مُصِيبَتِي .))

''کیونکہ میری امت کے کسی فرد کو میری وفات کی مصیبت سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی۔''

رمضان 10 ہجری:

رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا آخری رمضان 10 ہجری کا رمضان تھا اس رمضان میں آپ ﷺ نے حضرت جبریل امین علیہ السلام سے قرآن کا دور 2 مرتبہ کیا اسی طرح آپ ﷺ رمضان کے صرف آخری عشرے میں اعتکاف کرتے تھے لیکن اس سال آپ ﷺ نے بیس دن کا اعتکاف کیا جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

((كَانَ يَعْرِضُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ الْقُرْآنَ كُلَّ عَامٍ مَرَّةً، فَعَرَضَ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ فِي الْعَامِ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ .))

''(حضرت جبریل علیہ السلام) وہ ہر سال ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ سے قرآن کا دور کیا

کرتے تھے لیکن جس سال آپ ﷺ کی وفات ہوئی، اس میں انہوں نے دو مرتبہ آپ ﷺ سے دور کیا۔''

پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مزید فرماتے ہیں:

((وَكَانَ يَعْتَكِفُ فِي كُلِّ عَامٍ عَشْرًا فَاعْتَكَفَ عِشْرِينَ فِي الْعَامِ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ .)) [1]

''اسی طرح آپ ﷺ ہر سال دس دن کا اعتکاف کرتے تھے لیکن جس سال آپ ﷺ نے وفات پائی آپ ﷺ نے بیس دن کا اعتکاف کیا۔''

ذوالحجہ 10 ہجری:

10 ہجری کے رمضان اور شوال بیت جانے کے بعد ذوالقعدہ میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے سفر حج کا ارادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے ظاہر کیا جس بناء پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک کثیر تعداد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ ذوالقعدہ کی 24 یا 25 تاریخ کو ظہر کے وقت مدینہ سے روانہ ہوئے اور 4 ذوالحجہ کو مکہ پہنچ گئے پہلے عمرہ ادا کیا پھر 8 ذوالحجہ کو منیٰ کی طرف روانہ ہو گئے وہاں 8 ذوالحجہ کی ظہر، عصر، مغرب اور عشاء منیٰ میں ہی پڑھیں پھر اگلے دن 9 ذوالحجہ کو فجر کی نماز پڑھ کر سورج نکلنے کے بعد عرفات روانہ ہو گئے، عرفات میں رسول اللہ ﷺ پر تکمیل دین کی آیت نازل ہوئی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ [المائدة 5:3]

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی، اور تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر پسند کر لیا۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ آیت سنی تو رونا شروع کر دیا، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: مَا يُبْكِيكَ يَا عُمَرُ؟ اے عمر! تمہیں کس بات نے رلا دیا؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ ہم تو

[1] صحيح بخاري: 4998.

مزید خیر اور دین میں مزید رہنمائی اور برکت کے طلبگار تھے، جبکہ یہ معاملہ تو مکمل کر دیا گیا ہے اور جب کوئی چیز مکمل ہو جائے تو پھر مزید کی کوئی کمی باقی نہیں رہتی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں جواب دیا: صَدَقْتَ ''تم نے سچ کہا۔''[1]

بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ مذکورہ آیت ''الیوم اکملت لکم....''

رسول اللہ ﷺ کی وفات سے 80 یا 81 دن پہلے نازل ہوئی۔

پھر اگلے دن 10 ذوالحجہ کو منیٰ میں رسول اللہ ﷺ پر سورۂ نصر نازل ہوئی، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

((أُنزِلَتْ هٰذِهِ السُّورَةُ ﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أوسطَ أيام التشريق فعرف أَنَّهُ الوِدَاعُ .))[2]

''﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ یہ سورت رسول اللہ ﷺ پر ایام التشریق میں سے سب سے بہترین دن نازل ہوئی اور آپ ﷺ پہچان گئے کہ اب الوداع ہونے کا وقت قریب ہے۔''

البتہ مسند احمد میں اس روایت کی تائید میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی صحیح روایت ہے کہ جب سورت ﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نُعِيَتْ إِلَيَّ نفسي......'' ''مجھے میری موت کی اطلاع دی گئی ہے۔'' سمجھ گئے کہ آپ ﷺ اسی سال فوت ہوں گے۔[3]

تو رسول اللہ ﷺ نے جمرۂ عقبہ کو کنکریاں مارتے ہوئے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو مخاطب ہو کر فرمایا جیسا کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَرْمِي عَلَى رَاحِلَتِهِ يَوْمَ النَّحْرِ وَيَقُولُ: لِتَأْخُذُوا مَنَاسِكَكُمْ فَإِنِّي لَا أَدْرِي لَعَلِّي لَا أَحُجُّ بَعْدَ حَجَّتِي

---

[1] تفسیر طبری، المائدة 3:5۔ [2] سنن الكبرى للبيهقي: 152/5، ضعيف۔

[3] مسند احمد: 1873۔

هٰذِهِ .))❶

''میں نے نحر کے دن رسول اللہ ﷺ کو اپنی سواری پر (جمرۂ عقبہ کو) کنکریاں مارتے ہوئے دیکھا اور آپ ﷺ (لوگوں سے) فرمارہے تھے: تمھیں چاہیے کہ تم اپنے حج کے طریقے سیکھ لو، میں نہیں جانتا شاید اس حج کے بعد میں (دوبارہ) حج نہ کرسکوں۔''

رسول اللہ ﷺ نے جب حج کر کے واپس مدینہ کے لیے سفر شروع کیا تو غدیر خم پر ایک خطبہ دیا اس خطبے میں بھی آپ ﷺ نے اپنی موت کا اشارہ فرمایا چنانچہ صحیح مسلم کی روایت ہے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ مدینہ کے درمیان پانی کے ایک حوض کے پاس جسے خم کہا جاتا ہے خطبہ دیا اور فرمایا:

((اَ لَا اَيُّهَا النَّاسُ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ يُوشِكُ اَنْ يَّاْتِيَ رَسُولُ رَبِّي فَاُجِيبَ وَاَنَا تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ .))❷

''خبردار لوگو! (غور سے سنو) میں بھی انسان ہوں قریب ہے اللہ کا قاصد (اس کا بلاوا لے کر) میرے پاس آئے اور میں لبیک کہہ دوں، میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں۔ ایک اللہ کی کتاب اور دوسرے میرے اہل بیت۔''

چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ پہنچے تو وحی تسلسل سے اور کثرت سے نازل ہونے لگی اور رسول اللہ ﷺ اپنی ذمہ داریاں سمیٹنے لگے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((أَنَّ اللّٰهَ تَعَالَى تَابَعَ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ قَبْلَ وَفَاتِهِ حَتَّى تَوَفَّاهُ أَكْثَرَ مَا كَانَ الْوَحْيُ ثُمَّ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بَعْدُ .))❸

''اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر آپ ﷺ کی وفات سے پہلے مسلسل وحی اتاری اور آپ ﷺ کی وفات کے قریبی زمانے میں تو بہت وحی نازل ہوئی،

❶ صحيح مسلم: 1297 . ❷ صحيح مسلم : 2408 .
❸ صحيح بخاري: 4982 .

پھر رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے۔"

ماہ صفر 11 ہجری:

رسول اللہ ﷺ کے لیے دنیا سے رخصتی کا اشارہ کر دیا گیا تھا اس لیے آپ ﷺ زیادہ تر یاد الٰہی اور استغفار کی کثرت میں وقت گزارتے حتیٰ کہ نماز میں بھی استغفار کا اہتمام کرتے جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

((مَا صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ صلاةً بَعْدَ أَنْ نَزَلَتْ ﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ إلا يقول فيها سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِيْ .))

"سورۂ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے کوئی نماز ایسی نہیں پڑھی جس میں آپ ﷺ یہ دعا نہ پڑھتے ہوں: "سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِيْ" تیری ذات پاک ہے، اے ہمارے رب! اور تیرے ہی لیے تعریف ہے، اے اللہ! میری مغفرت فرما دے۔"

✹...... انہی دنوں کی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ کیا تو رسول اللہ ﷺ انہیں نصیحتیں کرتے ہوئے ساتھ ساتھ چل رہے تھے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سواری پر تھے، اور رسول اللہ ﷺ ساتھ ساتھ پیدل چل رہے تھے تو جب پند و نصائح سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو مخاطب ہو کر فرمایا:

((يا مُعَاذُ! إِنَّكَ عَسٰى أَنْ لَا تَلْقَانِي بَعْدَ عَامِي هٰذَا، وَلَعَلَّكَ أَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِي وَقَبْرِي .))

"اے معاذ! ممکن ہے کہ تم میرے اس سال کے بعد مجھے (دوبارہ) نہ مل سکو اور شاید کہ تم (دوبارہ آؤ تو) تمہارا گزر میری مسجد اور قبر کے پاس سے ہو۔"

ہائے میرے رب! یہ دیدارِ مصطفیٰ کی آخری گھڑیاں ہیں، پھر میں اپنے محبوب کو کبھی نہیں مل پاؤں گا۔ حدیث میں ہے: فَبَكٰى مُعَاذٌ جَشَعًا بِفِرَاقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ،

"حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی جدائی میں گھبراہٹ اور پریشانی سے رونے لگے۔"

اور وہ پیارے معاذ رضی اللہ عنہ کیوں نہ روتے، کیوں نہ آنسو بہاتے، رسول اللہ ﷺ تو وہ ہستی مقدسہ تھے کہ جن کی جدائی میں بے جان تنے نے رونا شروع کر دیا تھا۔ یہ تو پھر رسول اللہ ﷺ کے صحابی تھے، ان کی زندگی کی بہار، ان کی زندگیوں کی ساری خوشیاں رب کے رسول ﷺ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو حوصلہ دیا اور فرمایا:

((لَا تَبْكِ يَا مُعَاذُ! فَإِنَّ الْبُكَاءَ مِنَ الشَّيْطٰنِ.)) [1]

"اے معاذ! مت رو، رونا تو شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔"

یعنی جب اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ اٹل ہے تو ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ صبر کیا جائے اور رونا چیخنا چلانا یہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔

بھائیو! ذرا سوچیے رسول اللہ ﷺ سے محبت حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بھی تھی لیکن انہوں نے آپ ﷺ کے حکم کی تکمیل کی، آپ ﷺ کے حکم کی پیروی کی ورنہ وہ بھی یہ سن کر مدینہ سے روانہ نہ ہوتے لیکن انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کو مقدم رکھا، آج کتنے ایسے مسلمان ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے محبت کا دم بھرتے ہیں لیکن آپ ﷺ کے حکموں کو ترک کیے ہوئے ہیں، آج رسول اللہ ﷺ کی ولادت کا جشن منایا جاتا ہے، گلیاں، بازار سجائے جاتے ہیں لیکن کبھی کسی نے یہ نہیں کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت کی خوشی میں آج کے بعد نماز نہیں چھوڑوں گا، میں آج کے بعد داڑھی نہیں کٹواؤں گا، میں کسی پر ظلم نہیں کروں گا، کوئی نہیں ایسا ملے گا، دین تمہاری مرضی کا نام نہیں دین تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مرضی کا نام ہے۔

آؤ رسول اللہ ﷺ کی رفاقت چاہتے ہو، آخرت میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ چاہتے ہو تو اسی واقعے کے بارے ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے روتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھا تو آپ ﷺ اپنا رخ مدینہ کی طرف کیے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے:

((إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِيَ الْمُتَّقُوْنَ مَنْ كَانُوا وَحَيْثُ كَانُوْا.)) [2]

---

[1] مسند احمد: 22054.
[2] مسند احمد: 22052.

''بلاشبہ (آخرت میں) میرے سب سے زیادہ قریب متقی لوگ ہوں گے وہ جس خاندان اور قبیلے کے ہوں اور جہاں کہیں کے بھی ہوں۔''

✸ ...... ماہ صفر کے آخری ایام کی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ الوداعی زیارت کے لیے شہدائے احد تشریف لے گئے اور ان کے لیے دعائے مغفرت کی جیسا کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرماتے ہیں:

((صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى قَتْلٰى أُحُدٍ بَعْدَ ثَمَانِي سِنِيْنَ كَالْمُوَدِّعِ لِلأَحْيَاءِ وَالأَمْوَاتِ.)) ❶

''رسول اللہ ﷺ نے شہدائے احد پر جا کے دعا کی گویا آپ ﷺ زندوں اور فوت شدگان سے سب سے الوداع ہو رہے ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ احد سے واپس آئے اور منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا:

((إِنِّي بَيْنَ أَيْدِيكُمْ فَرَطٌ وَأَنَا عَلَيْكُمْ شَهِيدٌ وَإِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْحَوْضُ وَإِنِّي لَأَنْظُرُ إِلَيْهِ مِنْ مَقَامِي هٰذَا، وَإِنِّي لَسْتُ أَخْشٰى عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا وَلٰكِنِّي أَخْشٰى عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا أَنْ تَنَافَسُوهَا.)) ❷

''میں تمہارے لیے پیش رو ہوں اور تم پر گواہ ہوں اور مجھ سے تمہاری ملاقات حوض کوثر پر ہوگی اور یقیناً میں یہاں کھڑے اس حوض کو دیکھ رہا ہوں۔ مجھے تمہارے متعلق یہ ڈر نہیں کہ تم شرک میں مبتلا ہو جاؤ گے بلکہ مجھے تم پر دنیا کا ڈر ہے کہ تم اس میں دلچسپی لو گے اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو گے۔''

اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((فَكَانَتْ آخِرَ نَظْرَةٍ نَظَرْتُهَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ.))

''یہ میرا آخری موقع تھا جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اس کے بعد

❶ صحيح بخاري: 4042. ❷ صحيح بخاري: 4042.

آپ ﷺ کو نہیں دیکھ سکا۔"

✹......جن دنوں آپ ﷺ نے شہدائے احد کے لیے دعا کی انہیں دنوں رسول اللہ ﷺ ایک رات بقیع میں گئے اور اہل بقیع کے لیے بھی دعائے مغفرت کی چنانچہ اس واقعہ کو رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام ابومویہبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ نے مجھے بیدار کیا آدھی رات کا وقت تھا اور فرمایا:

((يَا أَبَا مُوَيْهِبَه! إِنِّي قَدْ أُمِرْتُ أَنْ أَسْتَغْفِرَ لِأَهْلِ الْبَقِيعِ فَانْطَلِقْ مَعِي .))

"ابومویہبہ! مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں بقیع والوں کے لیے دعائے مغفرت کروں، تم بھی میرے ساتھ چلو۔"

ابو مویہبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل دیا حتیٰ کہ جب آپ ﷺ قبروں کے وسط میں پہنچ گئے تو رسول اللہ ﷺ یوں گویا ہوئے اور فرمایا:

((السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْمَقَابِرِ، لِيَهْنِ لَكُمْ مَا أَصْبَحْتُمْ فِيهِ مِمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ فِيهِ أَقْبَلَتِ الْفِتَنُ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يَتْبَعُ أَوَّلَهَا آخِرُهَا وَالْآخِرَةُ شَرٌّ مِنَ الْأُولَى .))

"اے قبروں والو! تم پر سلامتی ہو، لوگوں کی نسبت جس حالت میں تم ہو، تمہیں مبارک ہو، فتنے اس طرح متوجہ ہو رہے ہیں، جس طرح تاریک رات کے ٹکڑے ہوں، ہر دوسرا فتنہ پہلے کے پیچھے متصل آ رہا ہے اور ہر دوسرا فتنہ پہلے کی نسبت زیادہ شر والا ہے۔"

پھر رسول اللہ ﷺ نے ابومویہبہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

"مجھے دنیا بھر کے خزانوں کی کنجیاں ہمیشہ کی زندگی پھر بعد میں جنت کے درمیان اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور جنت کے درمیان اختیار دیا گیا کہ جو چاہوں اختیار کر لوں۔"

حضرت ابومویہبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے کہا:

((بِأَبِي وأُمِي فَخُذْ مَفَاتِيحَ الدُّنْيَا وَالخُلْدَ فِيهَا ثُمَّ الجَنَّةَ .))

''میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! آپ ﷺ دنیا کے خزانے، لمبی زندگی اور پھر جنت کو اختیار کرلیں۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا ، وَاللّٰهِ يَا أَبَا مُوَيْهِبَةَ ، لَقَدْ اخْتَرْتُ لِقَاءَ رَبِّي وَالْجَنَّةَ .))

''نہیں، اللہ کی قسم! اے ابومویہبہ! میں نے اپنے رب کی ملاقات اور جنت کو اختیار کرلیا ہے۔''

حضرت ابومویہبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

((ثُمَّ اسْتَغْفَرَ لِأَهْلِ الْبَقِيعِ ثُمَّ انْصَرَفَ .))

''پھر آپ ﷺ نے اہل بقیع کے لیے دعائے مغفرت کی اور واپس آگئے۔''

اور فرماتے ہیں:

((فَبُدِئَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي وَجْعِهِ الَّذِيْ قَبَضَهُ اللّٰهُ عزوجل فِيهِ حِيْنَ أَصْبَحَ .)) ❶

''جب (اس رات سے) آپ ﷺ نے صبح کی تو اس وقت آپ ﷺ اس بیماری میں مبتلا ہوچکے تھے جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنے پاس بلالیا۔''

بیماری کی ابتداء:

29 صفر سوموار کے دن رسول اللہ ﷺ ایک جنازے سے فارغ ہو کر واپس لوٹے تو بیماری کی ابتداء سر درد سے ہوئی چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

((رَجَعَ إِلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ مِنْ جَنَازَةٍ مِنَ الْبَقِيعِ فَوَجَدَنِي وَأَنَا أَجِدُ صُدَاعًا وَأَنَا أَقُولُ وَارَأْسَاهُ .))

❶ سنن دارمی: 79.

''ایک دن رسول اللہ ﷺ ایک جنازے سے فارغ ہو کر میرے پاس واپس آئے تو آپ ﷺ نے مجھے دیکھا کہ میرے سر میں درد ہے اور میں (مارے تکلیف کے) کہہ رہی تھی: ہائے میرا سر!۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((بَلْ أَنَا يَا عَائِشَةُ وَا رَأْسَاهُ.))

''بلکہ اے عائشہ! میں (سر درد کی تکلیف میں زیادہ ہوں) ہائے میرا سر!۔''

پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت بھرے انداز میں فرمایا:

((مَا ضَرَّكِ لَو مُتِّ قَبْلِي فَقُمْتُ عَلَيْكِ فَغَسَّلْتُكِ وَكَفَّنْتُكِ وَصَلَّيْتُ عَلَيْكِ وَدَفَنْتُكِ.))

''تمہیں کوئی چیز نقصان دہ نہیں اگر تم مجھ سے پہلے فوت ہوگئی تو میں خود تمہارے (کفن دفن) کو سنبھالوں گا، تمہیں خود غسل دوں گا، خود کفن دوں گا، خود تمہارا جنازہ پڑھاؤں گا اور خود ہی دفن کروں گا۔''

تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں:

((لَكَأَنِّي بِكَ لَو فَعلتَ ذالك لَرَجَعْتَ إِلٰى بَيْتِي فأَعْرَسْتَ فِيهِ بِبَعْضِ نِسَائِكَ.))

''اگر مجھے ایسا کچھ ہوا تو آپ ﷺ ضرور یہ کریں گے کہ واپس آ کر میرے گھر میں اپنی کسی بیوی سے شب بسری کریں گے۔''

اللہ کے رسول ﷺ یہ بات سن کر مسکرا دیئے پھر فرماتی ہیں:

((ثُمَّ بُدِئَ فِي وَجْعِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ.)) [1]

''پھر آپ ﷺ کی وہ تکلیف شروع ہوئی جس کی بناء پر آپ ﷺ دنیا فانی سے رحلت فرما گئے۔''

---

[1] مسند احمد: 25908، سنن ابن ماجہ: 1465.

تو معلوم ہوا 29 صفر بروز سوموار سر درد سے بیماری کی بتداء ہوئی اور تیرہ یا چودہ دن بیماری میں گزارے۔

دن بدن رسول اللہ ﷺ کی مرض میں اضافہ ہونے لگا حتیٰ کہ بخار میں شدت آ گئی اور آپ ﷺ کی بیماری سخت ہوگئی جس دن رسول اللہ ﷺ کی بیماری نے شدت اختیار کی اس دن آپ ﷺ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے۔

چنانچہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

((أَوَّلُ مَا اشْتَكَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي بَيْتِ مَيْمُونَةَ فَاشْتَدَّ مَرَضُهُ حَتَّى أُغْمِيَ عَلَيْهِ.)) [1]

''سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کو جو بخار ہوا حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے وہیں بیماری شدت اختیار کر گئی حتیٰ کہ آپ ﷺ بیہوش ہو گئے۔''

اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((أَوَّلَ مَا اشْتَكَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي بَيْتِ مَيْمُونَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا.))

''رسول اللہ ﷺ کی بیماری (کی شدت) کا آغاز حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے ہوا۔''

اور صحیح بخاری کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیماری کی حالت میں اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے پوچھتے:

((أَيْنَ أَنَا غَدًا، أَيْنَ أَنَا غَدًا يُرِيدُ يَوْمَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا.)) [2]

''میں کل کہاں قیام کروں گا؟ میں کل (کس کے ہاں) ہوں گا؟ گویا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری والے دن کا پوچھتے تھے۔''

اور صحیح مسلم میں ہے:

((لَمَّا ثَقُلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَاشْتَدَّ بِهِ وَجَعُهُ اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ أَنْ

[1] مسند احمد: 27469. [2] صحیح بخاری: 4450.

يُمَرَّضَ فِي بَيْتِي .)) ❶

''جب رسول اللہ ﷺ کی طبیعت بوجھل ہوگئی اور آپ ﷺ کی تکلیف میں اضافہ ہوگیا تو آپ ﷺ نے اپنی بیویوں سے اجازت طلب کی کہ وہ میرے پاس میرے گھر میں بیماری کے ایام گزاریں۔''

((فَأَذِنَّ لَهُ .))

''تو آپ ﷺ کی ازواج رضی اللہ عنہن نے آپ ﷺ کو (ان کے ہاں رہنے کی) اجازت دے دی۔''

سوموار یا منگل کے دن رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر منتقل ہوگئے گویا ایک ہفتہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر حالت مرض میں قیام کیا۔

بدھ کا دن:

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ ان کے گھر میں تھے تو آپ ﷺ کی تکلیف بڑھ گئی، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((هَرِيقُوا عَلَيَّ مِنْ سَبْعِ قِرَبٍ لَمْ تُحْلَلْ أَوْكِيَتُهُنَّ لَعَلِّي أَعْهَدُ إِلَى النَّاسِ .))

''مجھ پر سات پانی کے ایسے مشکیزے بہاؤ جن کے منہ ابھی نہ کھولے گئے ہوں (یعنی مکمل بھرے ہوئے ہوں) شاید میں لوگوں کو کچھ نصیحت کر سکوں۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو ایک ٹب میں بٹھا دیا جو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا تھا، ہم نے آپ ﷺ پر پانی بہانا شروع کیا حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کو کچھ سکون محسوس ہوا تو آپ ﷺ نے اشارہ کیا بس کرو تم نے مقصد پورا کر دیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((فَخَرَجَ إِلَى النَّاسِ فَصَلَّى بِهِمْ وَخَطَبَهُمْ .))

❶ صحیح مسلم: 418.

''آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس آئے، انہیں نماز پڑھائی اور خطبہ دیا۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس خطبے کے بارے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جس بیماری میں فوت ہوئے ان دنوں کی بات ہے کہ آپ ﷺ باہر تشریف لائے آپ ﷺ نے اپنے اوپر کندھوں پر ایک بڑی چادر اوڑھ رکھی تھی، اور سر مبارک کو سیاہ رنگ کی پٹی سے باندھا ہوا تھا، آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرنے کے بعد فرمایا:

((أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ النَّاسَ يَكْثُرُونَ وَيَقِلُّ الْأَنْصَارُ حَتَّى يَكُونُوا فِي النَّاسِ بِمَنْزِلَةِ الْمِلْحِ فِي الطَّعَامِ فَمَنْ وَلِيَ مِنْكُمْ شَيْئًا يَضُرُّ فِيهِ قَوْمًا وَيَنْفَعُ فِيهِ آخَرِينَ فَلْيَقْبَلْ مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَيَتَجَاوَزْ عَنْ مُسِيئِهِمْ .)) [1]

''حمد وصلاۃ کے بعد! یقیناً لوگ زیادہ ہو جائیں گے اور انصار کم ہوتے جائیں گے حتیٰ کہ وہ لوگوں میں ایسے ہوں گے جیسے کھانے میں نمک ہوتا ہے تم میں سے جو کوئی امارت پر فائز ہو اور اپنی حکومت کی وجہ سے وہ کسی کو نقصان اور نفع بھی دے سکتا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ انصار کے مخلص لوگوں کی نیکی قبول کرے اور ان کے جو برے ہیں ان سے درگزر کرے۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو اس حدیث کے راوی ہیں فرماتے ہیں:

((فَكَانَ آخِرَ مَجْلِسٍ جَلَسَ فِيهِ النَّبِيُّ ﷺ .))

''رسول اللہ ﷺ کی یہ آخری مجلس تھی، جس میں آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف فرما ہوئے۔''

پھر رسول اللہ ﷺ نے منبر پر بیٹھے یہ بات کہی:

((إِنَّ عَبْدًا خَيَّرَهُ اللّٰهُ بَيْنَ أَنْ يُؤْتِيَهُ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا مَا شَاءَ وَبَيْنَ

---

[1] صحیح بخاری: 3628.

مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَهُ .))

"اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو اختیار دیا ہے اگر وہ دنیا کی ظاہری رونق میں سے کچھ چاہے تو اللہ اسے دے دے گا یا وہ نعمتیں پسند کرے جو اللہ کے پاس ہیں، تو اس (بندے) نے ان نعمتوں کو پسند کر لیا ہے جو اللہ کے پاس ہیں۔"

رسول اللہ ﷺ کی یہ بات سنی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور کہنے لگے:

((فَدَيْنَاكَ بِآبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا .))

"ہمارے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔"

تو راوی حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں بڑا تعجب ہوا کہ اس بوڑھے کو کیا ہوا اللہ کے رسول ﷺ نے تو صرف ایک بندے کی بات کی ہے اور یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمارے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔

پھر ہمیں علم ہوا:

((فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ هُوَ الْمُخَيَّرُ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ هُوَ أَعْلَمَنَا بِهِ .)) [1]

"دراصل اللہ کے رسول ﷺ ہی وہ بندے تھے جن کو اختیار دیا گیا تھا اور اس مراد کو ابو بکر رضی اللہ عنہ ہم میں سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔"

بدھ والے دن بھی رسول اللہ ﷺ نے باوجود بیماری کے حسب معمول ساری نمازیں پڑھائیں۔

جمعرات کا دن:

جمعرات کا دن بھی شدت مرض میں گزر رہا تھا، آپ ﷺ نے جمعرات والے دن کچھ لکھوانے کا ارادہ کیا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے:

((اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَجَعُهُ يَوْمَ الْخَمِيسِ فَقَالَ: ائْتُونِي

[1] صحیح بخاری: 3904.

بِكِتَابٍ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا .))

''جمعرات کے دن رسول اللہ ﷺ کی تکلیف بڑھ گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس لکھنے کے لیے کچھ لاؤ تاکہ میں تمہیں لکھوا دوں، تم اس کے بعد ہرگز گمراہ نہیں ہو گے۔''

پھر فرماتے ہیں:

((فَتَنَازَعُوا وَلَا يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ .))

''لیکن لوگوں نے اختلاف کیا جبکہ نبی اکرم ﷺ کے پاس جھگڑنا مناسب نہیں تھا۔''

لوگوں کے شور وغل سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((دَعُونِي فَالَّذِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُونِي إِلَيْهِ .))

''مجھے چھوڑ دو کیونکہ میں جس حالت میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی جانب تم مجھے بلا رہے ہو۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی موت کے وقت تین وصیتیں فرمائیں:

① ((أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ .))

''مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دینا۔''

② ((أَجِيزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيزُهُمْ .))

''آنے والے وفود کی دیکھ بھال اور اکرام اسی طرح کرنا جیسے میں ان کو نوازتا تھا۔''

③ قرآن کے بارے وصیت کی۔

✵...... رسول اللہ ﷺ گیارہ دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حالت مرض میں نمازیں پڑھاتے رہے اور امامت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

جمعرات کے دن رسول اللہ ﷺ نے بطور امام اپنی زندگی کی آخری نماز پڑھائی اور وہ

تھی مغرب کی نماز جیسا کہ حدیث میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی والدہ ام الفضل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

((سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا، ثُمَّ مَا صَلَّى لَنَا بَعْدَهَا حَتَّى قَبَضَهُ اللَّهُ.)) ❶

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز مغرب میں ''والمرسلات عرفا'' پڑھتے ہوئے سنا، اس کے بعد آپ ﷺ نے ہمیں کوئی نماز نہیں پڑھائی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے پاس بلا لیا۔''

اس روایت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں بیماری کی شدت کے ایام میں سترہ نمازیں یعنی جمعرات کی عشاء پھر جمعہ ہفتہ، اتوار کی پانچ پانچ اور سوموار کی فجر، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے امامت کے فرائض سرانجام دیے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی طبیعت زیادہ بوجھل اور نڈھال ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا:

((أَصَلَّى النَّاسُ.))

''کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے۔''

تو فرماتی ہیں ہم نے کہا:

((لَا يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَهُمْ يَنْتَظِرُونَكَ.))

''نہیں، اللہ کے رسول ﷺ! بلکہ وہ تو آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: میرے لیے ایک بڑے برتن میں پانی رکھو، چنانچہ آپ ﷺ نے غسل کیا:

((ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ.))

''پھر آپ ﷺ اٹھنے لگے تو بیہوش ہو گئے۔''

❶ صحیح بخاری: 4429.

پھر کچھ ہوش آیا پھر پوچھا:

((أَصَلَّى النَّاسُ .))

''کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے۔''

فرماتی ہیں پھر ہم نے کہا:

((لَا هُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ))

''نہیں، اللہ کے رسول ﷺ! وہ (لوگ) آپ ﷺ کا انتظار کر رہے ہیں۔''

پھر آپ ﷺ نے وہی فرمایا کہ میرے لیے ٹب میں پانی رکھو، آپ ﷺ بیٹھے غسل فرمایا پھر اٹھنے لگے تو بیہوش ہو گئے۔ تین مرتبہ اسی طرح ہوا، حدیث میں ہے:

((وَالنَّاسُ عُكُوفٌ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُونَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لِصَلَاةِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ .))

''لوگ عشاء کی نماز کے لیے مسجد میں بیٹھے رسول اللہ ﷺ کا انتظار کر رہے تھے۔''

پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا۔

((إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَأْمُرُكَ أَنْ تُصَلِّيَ بِالنَّاسِ .))

''تو قاصد نے کہا: بلاشبہ رسول اللہ ﷺ آپ کو حکم دے رہے ہیں کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔''

تو اسی حدیث میں ہے:

((فَصَلَّى أَبُو بَكْرٍ تِلْكَ الْأَيَّامَ .)) [1]

''چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان دنوں لوگوں کو نمازیں پڑھائیں۔''

بیماری کے ان باقی ایام میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس مندرجہ ذیل باتیں ارشاد فرمائیں:

✷......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

---

[1] صحیح بخاری: 716.

((قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فِي مَرَضِهِ الَّذِي لَمْ يَقُمْ مِنْهُ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُودَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ.))

"اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت کرے، انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔"

پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((لَوْلَا ذٰلِكَ لَأُبْرِزَ قَبْرُهُ خَشِيَ أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا.)) [1]

"اگر یہ ڈر نہ ہوتا کہ آپ ﷺ کی قبر کو سجدہ گاہ بنالیا جائے گا تو میں آپ کی قبر کو ظاہر کر دیتی۔"

✱...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں وہ چال ڈھال میں رسول اللہ ﷺ کے بڑے مشابہ تھیں، نبی اکرم ﷺ نے جب انہیں دیکھا تو فرمایا:

((مَرْحَبًا يَا ابْنَتِي! ثُمَّ أَجْلَسَهَا عَنْ يَمِينِهِ أَوْ عَنْ شِمَالِهِ.))

"میری بیٹی کو خوش آمدید ہو، پھر آپ ﷺ نے انہیں اپنے دائیں یا بائیں بٹھالیا۔"

پھر ان سے سرگوشی کی تو وہ رو پڑیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے پوچھا تم کیوں روتی ہو؟ اتنے میں پھر رسول اللہ ﷺ نے انہیں قریب کیا اور پھر سرگوشی کی تو وہ ہنس پڑیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ فَرَحًا أَقْرَبَ مِنْ حُزْنٍ.))

"میں نے آج جیسا دن کبھی نہیں دیکھا جس میں خوشی، غم کے اتنا زیادہ قریب ہو۔"

تو میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کی گفتگو کے بارے پوچھا تو انہوں نے کہا:

((مَا كُنْتُ لِأُفْشِيَ سِرَّ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى قُبِضَ النَّبِيُّ ﷺ فَسَأَلْتُهَا.)) [2]

"میں رسول اللہ ﷺ کا راز فاش نہیں کر سکتی یہاں تک نبی اکرم ﷺ وفات

[1] صحیح بخاری: 4441.
[2] صحیح بخاری: 3625.

پا گئے تو میں نے ان سے پوچھا (تو انہوں نے بتا دیا)۔"

✱...... رسول اللہ ﷺ کی بیماری کے دنوں میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تیمار داری کے لیے آئے تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کو تو سخت بخار ہے عرض کی:

((يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّكَ تُوعَكُ وَعْكًا شَدِيدًا .))

"اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کو تو بہت سخت بخار ہے۔"

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَجَلْ إِنِّي أُوعَكُ كَمَا يُوعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ .))

"ہاں! مجھے اتنا بخار ہوتا ہے جتنا تم میں سے دو آدمیوں کو ہوتا ہے۔"

تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کہا:

((إِنَّ ذَاكَ بِأَنَّ لَكَ الْأَجْرُ مَرَّتَيْنِ .)) [1]

"اسی لیے آپ ﷺ کو دہرا اجر ملتا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔"

سوموار کا دن:

جس دن رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی اس دن کی نماز فجر کا منظر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ سوموار کے دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اچانک ظاہر ہوئے، آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کا پردہ ہٹایا، حدیث میں ہے:

((فَنَظَرَ إِلَيْهِمْ وَهُمْ فِي صُفُوفِ الصَّلَاةِ ثُمَّ تَبَسَّمَ يَضْحَكُ .))

"رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو نماز کی صفت بندی کی حالت میں دیکھا تو مسکراتے ہوئے ہنس دیے۔"

گویا رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کو حالت نماز میں دیکھ کر خوش ہوئے لہٰذا رب کے حبیب علیہ السلام کی خوشی اس بات میں ہے کہ اس کے امتی نمازی ہوں، نماز کا اہتمام کرنے

---

[1] صحيح بخاری: 5647.

والے، خیال رکھنے والے ہوں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی آہٹ محسوس کی تو، پیچھے ہٹنے لگے کہ شاید رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے آئیں، ادھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ عالم تھا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((وَهَمَّ الْمُسْلِمُونَ أَنْ يَفْتَتِنُوا فِي صَلَاتِهِمْ فَرَحًا بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ))

"قریب تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی خوشی میں نماز توڑ دیتے لیکن رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ نماز پوری کرو۔"

((ثُمَّ دَخَلَ الْحُجْرَةَ وَأَرْخَى السِّتْرَ.)) [1]

"پھر آپ ﷺ حجرے میں چلے گئے اور پردہ لٹکا لیا۔"

سوموار کے دن نماز فجر کے وقت رسول اللہ ﷺ کی طبیعت کچھ بہتر تھی تو نماز کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا حال دریافت کرنے کے لیے آئے، جب رسول اللہ ﷺ کو مل کر باہر نکلے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

((يَا أَبَا حَسَنٍ كَيْفَ أَصْبَحَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ.))

"اے ابوالحسن! رسول اللہ ﷺ نے صبح کیسے کی؟"

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

((أَصْبَحَ بِحَمْدِ اللَّهِ بَارِئًا.))

"رسول اللہ ﷺ نے صبح صحت و سلامتی سے کی ہے۔"

حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف لے گئے اور پھر کچھ باتیں کی اور کہا:

((إِنِّي وَاللَّهِ لَأَرَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سَوْفَ يُتَوَفَّى مِنْ وَجَعِهِ هَذَا إِنِّي لَأَعْرِفُ وُجُوهَ بَنِي عَبْدِالْمُطَّلِبِ عِنْدَ الْمَوْتِ.)) [2]

---

[1] صحیح بخاری: 4448. [2] صحیح بخاری: 4447.

"بے شک اللہ کی قسم! میرے خیال میں رسول اللہ ﷺ اپنی اس بیماری سے وفات پا جائیں گے کیونکہ میں قریب المرگ بنو عبدالمطلب کے چہروں کو جانتا ہوں۔"

بعض اہل علم نے یہ بات ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے خاندان میں یہ ریت تھی کہ مرض الموت میں وہ اچانک بالکل صحیح سلامت ہو جاتے تھے۔

تو رسول اللہ ﷺ بھی سوموار کے دن فجر کے وقت میں صحت مند اور تندرست ہو گئے لیکن جب سورج اچھی طرح چڑھ آیا تو رسول اللہ ﷺ کی طبیعت دوبارہ خراب ہونا شروع ہو گئی، کئی دنوں سے بیماری کی وجہ سے کمزوری بڑھ چکی تھی جس کی وجہ سے تکلیف کی شدت اب برداشت سے باہر تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ پر (دوبارہ) بیماری کا حملہ ہوا تو آپ ﷺ تکلیف کی شدت کی بناء پر

((طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيصَةً لَهُ عَلَى وَجْهِهِ فَإِذَا اغْتَمَّ كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهِ.))

"آپ ﷺ بار بار اپنی چادر اپنے چہرے مبارک پر ڈالتے اور جب گھٹن محسوس ہوتی تو اسے چہرے سے ہٹا لیتے۔"

اسی دوران آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوا.))[1]

"اللہ تعالیٰ کی یہود ونصاریٰ پر لعنت ہو، انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا، گویا آپ ﷺ اپنی امت کو ان کے اس فعل سے ڈرا رہے تھے۔"

وقت اجل قریب آ رہا تھا اور تکلیف بڑھتی جا رہی تھی اسی دوران حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی وصیت بیان کی ہے، فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے باوجود کمزوری کے اپنی

[1] صحيح بخاري: 4444.

امت کو یہ وصیت کی:

((الصَّلَاةَ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ .))

"نماز کا خیال رکھنا اور جو تمہارے ماتحت غلام اور لونڈیاں ہیں ان کا خیال رکھنا۔"

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((فَمَا زَالَ يَقُولُهَا حَتَّى مَا يَفِيضُ بِهَا لِسَانُهُ .)) [1]

آپ ﷺ بار بار یہ الفاظ دہراتے رہے حتیٰ کہ ان کلمات کو کہنے سے آپ ﷺ کی زبان ہمت چھوڑ گئی۔ اتنے میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک اور سینے کو اپنی گود میں لے لیا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا:

((يَا عَائِشَةُ! مَا أَزَالُ أَجِدُ أَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِي أَكَلْتُ بِخَيْبَرَ فَهٰذَا أَوَانُ وَجَدْتُ انْقِطَاعَ أَبْهَرِي مِنْ ذَالِكَ السُّمِّ .)) [2]

"اے عائشہ! میں اس کھانے کی تکلیف مسلسل محسوس کر رہا ہوں جو میں نے خیبر میں کھایا تھا۔ اس وقت میں اس زہر سے اپنی شہ رگ کٹتی محسوس کر رہا ہوں۔"

اسی دوران حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کے ہاتھ میں مسواک تھی، رسول اللہ ﷺ مسلسل اس مسواک پر نگاہ جما کر دیکھ رہے تھے میں سمجھ گئی فرماتی ہیں:

((فَأَخَذْتُ السِّوَاكَ فَقَضَمْتُهُ وَنَفَضْتُهُ وَطَيَّبْتُهُ ثُمَّ دَفَعْتُهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَاسْتَنَّ بِهِ .))

"میں نے (بھائی سے) مسواک پکڑی اسے چبایا، اسے جھاڑ کر صاف اور نرم کیا اور رسول اللہ ﷺ کو پیش کر دی تو آپ ﷺ نے (اچھی طرح) مسواک کی۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ پر تکلیف کی شدت کی بناء پر غشی

---

[1] سنن ابن ماجہ: 1625 . [2] صحیح بخاری: 4428 .

طاری ہونے لگی تو پاس بیٹھی بیٹی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

((وَا كَرْبَ أَبَاهُ!))

''ہائے میرے ابا کی تکلیف!''

رسول اللہ ﷺ نے ان کی یہ بات سنی تو فرمایا:

((لَيْسَ عَلَى أَبِيكِ كَرْبٌ بَعْدَ الْيَوْمِ .)) ❶

''آج کے بعد تیرے باپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔''

اللہ اکبر! کیا منظر ہوگا آخری لمحات میں باپ بیٹی کی گفتگو اور آپ ﷺ کا راحت محسوس کرنا کہ اب تکلیفوں کا سفر ختم ہونے والا ہے، رب کے فضل وانعام والی زندگی شروع ہونے والی ہے، پر کٹھن وادیاں عبور ہو چکی ہیں۔

اب رسول اللہ ﷺ پر نزع کی کیفیت طاری ہونا شروع ہوگئی ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ يَمُوتُ وَعِنْدَهُ قَدَحٌ فِيهِ مَاءٌ فَيُدْخِلُ يَدَهُ فِي الْقَدَحِ ثُمَّ يَمْسَحُ وَجْهَهُ بِالْمَاءِ ثُمَّ يَقُولُ اللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلَى سَكَرَاتِ الْمَوْتِ .)) ❷

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جبکہ آپ ﷺ دنیا سے جا رہے تھے، آپ ﷺ کے پاس پانی کا پیالہ تھا، آپ ﷺ پیالے میں ہاتھ ڈالتے، پھر اس پانی (والے ہاتھ) کو چہرے پر پھیر لیتے اور فرماتے: (اللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلَى سَكَرَاتِ الْمَوْتِ) اے اللہ! موت کی سختیوں پر میری مدد فرما۔''

اور صحیح بخاری کی روایت ہے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، آپ ﷺ پیالے میں ہاتھ ڈالتے اور اسے چہرہ مبارک پر ملتے اور یہ کلمات کہتے:

❶ صحيح بخاري: 4462.

❷ سنن ابن ماجه: 1623.

((لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ إِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ .))

"لا الٰہ الا اللہ یقیناً موت کی بڑی سختیاں ہیں۔"

آپ ﷺ بار بار یہ کلمات کہہ رہے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((ثُمَّ نَصَبَ يَدَهُ فَجَعَلَ يَقُولُ: فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى .))

"بالآخر رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک اٹھا لیا اور یہ کلمات کہنے شروع کر دیئے۔"

((فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى ، فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى .))

اے اللہ! مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے، اے اللہ! مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے۔"

((حَتَّى قُبِضَ وَمَالَتْ يَدُهُ .)) [1]

"یہاں تک کہ آپ ﷺ کی روح قبض کر لی گئی اور ہاتھ مبارک نیچے جھک گیا۔"

"انا للہ وانا الیہ راجعون."

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((فَمَاتَ فِي الْيَوْمِ الَّذِي كَانَ يَدُورُ عَلَيَّ فِيهِ فِي بَيْتِي ، فَقَبَضَهُ اللّٰهُ ، وَإِنَّ رَأْسَهُ لَبَيْنَ نَحْرِي وَسَحْرِي وَخَالَطَ رِيقُهُ رِيقِي .)) [2]

"آپ ﷺ کی وفات اسی دن میں ہوئی جس دن رسول اللہ ﷺ (باری کے مطابق) میرے پاس ٹھہرتے تھے اور وفات کے وقت آپ ﷺ کا سر مبارک میرے سینے اور گردن کے درمیان تھا، اور میرا لعاب آپ ﷺ کے لعاب دہن سے مل گیا۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ کلمات کہے:

---

1. صحیح بخاری: 6510.
2. صحیح بخاری: 4450.

((يَا أَبَتَاهُ أَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ.))

"اے میرے ابا جان! جس نے اپنے رب کی پکار پر لبیک کہہ دیا۔"

((يَا أَبَتَاهْ! مَنْ جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ مَأْوَاهْ.))

"اے میرے ابا جان! جنت الفردوس جس کا ٹھکانہ ہے۔"

((يَا أَبَتَاهْ إِلَى جِبْرِيلَ نَنْعَاهْ.)) [1]

"اے میرے ابا جان! ہم جبریل علیہ السلام کو آپ ﷺ کی موت کی اطلاع کر دیتے ہیں۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((مَاتَ النَّبِيُّ ﷺ وَإِنَّهُ لَبَيْنَ حَاقِنَتِي وَذَاقِنَتِي فَلَا أَكْرَهُ شِدَّةَ الْمَوْتِ لِأَحَدٍ أَبَدًا بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ.)) [2]

"رسول اللہ ﷺ اس حالت میں فوت ہوئے کہ ان کا سر مبارک میری ٹھوڑی اور سینے کے درمیان تھا اور جب سے میں نے نبی ﷺ پر موت کی سختی دیکھی ہے، اس کے بعد موت کی سختی کو کسی کے لیے برا نہیں سمجھتی۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((سُجِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ حِينَ مَاتَ بِثَوْبِ حِبَرَةٍ.)) [3]

"جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو آپ ﷺ کو دھاری دار یمنی چادر سے ڈھانپ دیا گیا۔"

وفات کا وقت:

رسول اللہ ﷺ 11 ہجری، 12 ربیع الاول سوموار کے دن چاشت کے وقت فوت ہوئے اور تدفین بدھ کی رات کو ہوئی۔

[1] صحيح بخاري: 4462. [2] صحيح بخاري: 4446.
[3] صحيح مسلم: 942.

غسل اور تجہیز و تکفین:

غسل کے حوالے سے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو کہنے لگے:

((وَاللّٰهِ! مَا نَدْرِي أَنُجَرِّدُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ مِنْ ثِيَابِهِ كَمَا نُجَرِّدُ مَوْتَانَا أَمْ نَغْسِلُهُ وَعَلَيْهِ ثِيَابُهُ .))

''ہمیں نہیں معلوم کہ آیا ہم رسول اللہ ﷺ کے کپڑے اتاریں جیسے کہ ہم اپنی میتوں کے اتار دیتے ہیں یا انہیں ان کے کپڑوں سمیت ہی غسل دے دیں۔''

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے سب پر نیند طاری کر دی اور ہر شخص کی ٹھوڑی اس کے سینے سے جا لگی پھر گھر کے ایک کونے سے کسی نے بات کی لیکن اس بات کرنے والے کا کسی کو علم نہیں وہ کون تھا اور کہا:

((أَنِ اغْسِلُوا النَّبِيَّ ﷺ وَعَلَيْهِ ثِيَابُهُ .)) ❶

''نبی اکرم ﷺ کو ان کے کپڑوں سمیت ہی غسل دو۔''

چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قمیص کے اوپر سے ہی مل مل کے غسل دیا اور غسل میں چار افراد شامل تھے (1) حضرت علی رضی اللہ عنہ (2) حضرت عباس رضی اللہ عنہ (3) حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما (4) نبی اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت صالح رضی اللہ عنہ۔

کفن:

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو:

((كُفِّنَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بِيضٍ سُحُولِيَّةٍ لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ .))

''رسول اللہ ﷺ کو سحولیہ بستی کے تین سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں نہ

❶ سنن ابی داود: 3141.

قمیص تھی اور نہ ہی پگڑی تھی۔"

جنازہ:

جنازہ کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے جو کہ سند کے اعتبار سے کمزور ہے لیکن اپنے شواہد کی بناء پر تمام اہل علم نے اسے قبول کیا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

((فَلَمَّا فَرَغُوا مِنْ جِهَازِهِ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ وُضِعَ عَلَى سَرِيرِهِ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ دَخَلَ النَّاسُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ إِرْسَالًا يُصَلُّونَ عَلَيْهِ حَتَّى إِذَا فَرَغُوا أَدْخَلُوا النِّسَاءَ حَتَّى إِذَا فَرَغُوا أَدْخَلُوا الصِّبْيَانَ، وَلَمْ يَؤُمَّ النَّاسَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَحَدٌ.)) ❶

"منگل کے دن جب رسول اللہ ﷺ کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو گئے تو آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے حجرے میں چارپائی پر رکھ دیا، لوگ (مرد) گروہ در گروہ اندر آتے اور نماز جنازہ ادا کرتے پھر جب مرد فارغ ہو گئے تو انہوں نے عورتوں کو (گروہ در گروہ) حجرے میں داخل کیا، یہاں تک کہ جب عورتوں سے فارغ ہوئے تو پھر بچوں کو اندر جانے دیا، رسول اللہ ﷺ کی نماز جنازہ کے لیے کسی نے لوگوں کی امامت نہیں کرائی۔"

تدفین:

تدفین کے حوالے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ جب فوت ہوئے تو رسول اللہ ﷺ کی تدفین کے لیے جگہ کے بارے اختلاف ہوا۔ (کسی نے کہا، بیت المقدس جہاں اکثر انبیاء علیہم السلام کی قبریں ہیں، کسی نے مدینہ ہی میں اور کسی نے جائے پیدائش مکہ کہا) تو اس موقع پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سنی تھی جس کو میں ابھی تک نہیں بھولا بلکہ مجھے اچھی طرح یاد ہے آپ ﷺ

❶ سنن ابن ماجه: 1628.

نے فرمایا:

((مَا قَبَضَ اللّٰهُ نَبِيًّا إِلَّا فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي يُحِبُّ أَنْ يُّدْفَنَ فِيهِ.))

''اللہ تعالیٰ ہر نبی کی روح کو اسی جگہ قبض کرتا ہے جس جگہ وہ دفن ہونا پسند کرتا ہے۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((اُدْفِنُوهُ فِي مَوْضِعِ فِرَاشِهِ.)) [1]

''لہٰذا تم انہیں ان کے بستر والی جگہ دفن کرو۔''

تو رسول اللہ ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں دفن کیا گیا۔

قبر:

رسول اللہ ﷺ کے لیے قبر کھودتے وقت یہ اختلاف ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے لحد (بغلی قبر) بنائی جائے یا شق (صندوقی قبر) اور مدینے میں دو صحابی تھے ایک حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ جو شق قبر کھودتے تھے اور دوسرے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ جو لحد قبر کھودتے تھے۔

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق یہ ہوا:

((نَسْتَخِيرُ رَبَّنَا وَنَبْعَثُ إِلَيْهِمَا فَأَيُّهُمَا سُبِقَ تَرَكْنَاهُ.))

''ہم اپنے رب سے استخارہ کرتے ہیں اور دونوں کی طرف پیغام بھیج دیتے ہیں، جو پیچھے رہ گیا اسے چھوڑ دیں گے۔''

تو لحد بنانے والے یعنی ابوطلحہ رضی اللہ عنہ پہلے پہنچ گئے تو رسول اللہ ﷺ کے لیے لحد یعنی بغل والی قبر بنائی گئی اور میں سمجھتا ہوں کہ اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب علیہ السلام کی منشا کو مقدم رکھا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں یہ خواہش ظاہر کی تھی۔ چنانچہ فرمایا:

((اللَّحْدُ لَنَا وَالشَّقُّ لِغَيْرِنَا.)) [2]

---

[1] جامع ترمذی: 1018۔ [2] جامع ترمذی: 1045۔

رسول اللہ ﷺ کو آپ کی قبر میں چار افراد نے اتارا۔ حضرت علی، حضرت فضل بن عباس، حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہم اور چوتھے رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام شقران رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

اس طرح رسولِ رحمت ﷺ اس دارِ فانی کو چھوڑ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے پیارے رب تعالٰی کے جوارِ رحمت میں منتقل ہو گئے۔

اللہ تعالٰی ان پر، ان کی آل پر ان کے اصحاب پر بے شمار اور بے حساب رحمتوں کا نزول فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مکتبہ دارالتوحید الاسلامیہ